تہذیب المتین فی تاریخ امیر المومنین

۱۳۱۷ھ — ۱۸۹۹ء

جلد اول

یہ وہ تاریخ ہی کہ جسمین تمام حالات و واقعات اور مناقبات و مشاجرات از عہدِ ولادت تا ہنگامِ خلافتِ جنابِ امیرالمومنین امام المتقین حضرت علی ابن ابیطالب علیہما الصلوٰۃ والسلام مندرج ہین۔ اہلسنن کی کتب روضۃ الاحباب۔ روضۃ الصفا تاریخ ابو الفدا۔ تاریخ ابنِ اعثم کوفی۔ شرح ترجمہ نہج البلاغت و شرح دیوانِ جنابِ امیر علیہ السلام سے اور حضرات شیعہ کی کتب بحار الانوار۔ حق الیقین۔ جلاء العیون۔ ارشادِ جناب شیخ مفید علیہ الرحمہ۔ احتجاج طبرسی کامل بہائی ناسخ التواریخ اور مجالس المومنین سے مضامین اخذ کئے گئے ہین

اطلاع ضروری { چونکہ یہ کتاب موافق عقائد مذہب شیعہ کے ہی۔ بنابران خدمت مین حضرات اہلسنت والجماعت کے گزارش ہے کہ نہ تو اس کتاب کو خرید کرین اور نہ مطالعہ فرمائین

محض برادران ایمانی حضرات شیعہ پیروانِ ائمہ طاہرین صلواۃ اللہ علیہم اجمعین کی واقفیت کیلئے چھاپی گئی کسی مخالف سے یا موالف سے مکابرہ یا مجادلہ منظور نہین۔ بر رسولان بلاغ باشد وبس ؂

العبد
سید علی حسین مالک مطبع یوسفی دہلی

حسب ضابطہ رجسٹری ہوئی

مطبع یوسفی واقع دہلی مین طبع ہوئی ۱۳۱۷ھ

قیمت ہر دو جلد کامل کاغذ خانی ؂ (قیمت کاغذ ولائتی ہر دو جلد کامل ؂) صرف جلد دوم کاغذ مصری ؂

MAAB 1431
maablib.org

فہرست مضامین کتاب مستطاب التہذیب المتین فی تاریخ امیر المومنین جلد اوّل حصہ اوّل بقید صفحات

مضمون	صفحہ
دیباچہ نظم	۲
دیباچہ نثر	۴
ابتدائی خلقت نورانی امیر المومنین علیہ السلام	۵
اجداد طاہرین آنحضرت صلواۃ اللہ علیہ	۸
پارہ از احوال خیر مآل والدین شریفین آنحضرت احوال پدر بزرگوار آن عالیمقدار	۹
احوال والدہ ماجدہ آنحضرتؑ	۱۴
آثار ولادت باسعادت	۱۶
کیفیت ولادت آنجنابؑ	۱۹
چندے از اسماء وکنیتہا والقاب حضرت امیر المومنینؑ	۲۵
بعضے از حالات طفلی آن سرور صلوات اللہ علیہ	۳۱
حکایت لواء الحمد	۳۲
سابقہ اسلام آنجنابؑ	۳۵
تمکن امیر المومنینؑ بر وسادہ وزارت وخلافت حضرت سید المرسلینؐ	۴۱
وفات حضرت ابوطالب پدر امیر المومنینؑ	۴۶
ذکر ہجرت رسولخدا وعلی مرتضٰے بسوے یثرب بطحے پارہ از جرأت وجان نثاری آنحضرت کہ درین واقعہ بظہور آمدہ	۴۷
ذکر بنا حضرت رسولخدا مسجد مدینہ او منزلت عالی کہ برائے امیر المومنینؑ در مخصوص ظاہر شدہ	۵۶
عقد مواخات فیما بین امیر المومنینؑ وسید وسرور کائنات وخلاصہ موجودات صلوات اللہ علیہما	۶۰
عقد نکاح امیر المومنین علی مرتضٰے باسیدۃ النساء فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا	۶۰
نکاح آسمانی بحکم حضرت جل وعلاء سبحانی	۶۳
سامان جہیز جناب سیدہ	۶۶

مضمون	صفحہ
کیفیت معاشرت امیر المومنین وسیدہ نساء العالمین	۷۳
مجاہدات امیر المومنین در خدمت حضرت سید المرسلینؐ	۷۸
غزوہ بدر	۷۹
قتل ابوجہل در جنگ بدر	۸۷
انجام کار ابولہب ابن عبد المطلب	۸۹
غزوہ اُحد	۹۱
شہادت امیر حمزہ سید الشہدا رضی اللہ عنہ	۹۸
غزوہ بنی نضیر	۱۰۱
غزوہ بنی المصطلق	۱۰۳
غزوہ خندق	۱۰۴
حدیث حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ	۱۱۳
انجام کار بنی قریظہ وشہادت سعد بن معاذ	۱۱۵
غزوہ حدیبیہ وشک کردن بعض صحابہ در نبوت آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ	۱۱۸
بعضے از فضائل امیر المومنینؑ	۱۲۳
غزوہ خیبر	۱۲۵
فتح فدک	۱۳۲
ذکر جنگ ذات السلاسل	۱۳۳
فتح مکہ مشرفہ	۱۳۷
شکستن رسولخدا وعلی مرتضٰے بتان خانہ کعبہ را	۱۴۳
غزوہ حنین	۱۴۹
غزوہ طائف وغیرہ	۱۵۵
عطایائے رسول الثقلین بوقت تقسیم غنائم حنین	۱۵۷
رجوع بسوانح دیگران برگزیدہ عباد غیر از جنگ وجہاد	۱۶۱
وفات جناب فاطمہ بنت اسد مادر امیر المومنینؑ	۱۶۱
رجوع بمہر منیر سرائے امیر کبیر علیہ الصلوات من اللہ القدیر	۱۶۳
ذکر پارہ از حال جود وسخا امیر المومنین علی مرتضٰی وبیان	

مضمون	صفحہ
نزول سورہ ہل اتی در شان آن سرچشمہ نوال وعطا	۱۶۵
نزول مائدہ برائے اہلبیت رسولخدا	۱۷۳
ذکر بعضے از حالات متعلقہ غزوہ تبوک	۱۷۵
قصہ عقبہ	۱۷۸
عزل ابوبکر از ابلاغ سورہ برات ونصب امیر المومنینؑ علیہ السلام بجائے ایشان	۱۸۲
ظہور فضیلت امیر المومنین علی مرتضٰے وبقیہ آل عبا علیہم التحیۃ والثناء در معاملہ مباہلہ با قوم نصارے	۱۸۷
توجہ امیر المومنینؑ بسوئے ملک یمن وشرح حالات آن امام زمن	۱۹۵
ذکر حجۃ الوداع	۲۰۰
نصب کردن حضرت بشیر نذیر امیر کل امیر را بخلافت خویش بمقام خم غدیر	۲۰۴
نزول آیہ شریفہ الیوم اکملت لکم دینکم بروز غدیر	۲۱۲
ظہور اخلاص ووفا از یاران باصفا نسبت رسولخدا ونوشتن ایشان صحیفہ مشومہ را	۲۱۵
تجہیز لشکر اسامہ وتخلف یاران از آن	۲۲۲
کیفیت پیشنمازی حضرت ابوبکر	۲۲۵
قصہ طلب قرطاس ونسبت ہذیان بآن اشرف الناس	۲۲۸
مخالفتہای حضرت عمر با حضرت سید البشرؐ	۲۳۴
ذکر مرض خیر الانام وپارہ از سوانح آن ایام مصیبت انجام	۲۳۶
کیفیت وقوع حادثہ کبرے وداہیہ عظمی رحلت رسولخدا بفردوس اعلے	۲۴۳
خاتمۃ الطبع از مالک مطبع	۲۴۸

ہٰذَا کِتٰبُنَا یَنْطِقُ عَلَیْکُمْ بِالْحَقِّ

للّٰہ الحمد کہ بفضل رب العلمین وبطفیل ائمہ طاہرین بنابر بصیرت اہل ایمان ویقین ونظر بہجت وواقفیت ناظرین سرورق موسوم بہ

جلد اول

تہذیب المتین فی تاریخ امیر المومنین

سنہ ۱۳۱۶ ہجری

من تصنیفات عالم بےنظیر فاضل تحریر جناب مولانا ومقتدانا مقبول بارگاہ رب زمن جناب مولوی سید مظہر حسن صاحب قبلہ مدرس اول علوم شرقی ضلع سکول حکام

بمطبع یوسفی واقع دہلی باہتمام سید حسین علی طبع شد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد جناب باری عز اسمہ

اے خدائے جلیل بے ہمتا
تجھسی کس طرح ہو بھلا کوئی شے
ہم کریں وصف کیا بیاں تیرے
تو نے پیدا کئے سیاہ و سفید
چاند سورج ثوابت و سیار
یوں تو مخلوق ہے تیری ہر چیز
کئے اس کے لئے مکان و مکین
تا کہ دکھلائیں راہ صدق و یقین

نہیں معبود کوئی تیرے سوا
وحدہٗ لاشریک لہٗ تو ہے
کیسے پوشیدہ ہیں نشان تیرے
چاہے اکدم میں کردے پھر ناپید
بحر و بر و صحاری و کہسار
مگر انسان ہے کچھ اور ہی چیز
واسطے اس کے سب زمان و زمین
کھولیں شرع متین کے آئین

ہے عبادت کے صرف تو لائق
غیر تو ہر چہ ہست در عالم
کائنات ایک کن[1] سے کی ظاہر
اپنی قدرت سے آشکار کیا
وحش و طیر آدم و جماد و نبات
اس کی خاطر تجھے بہت ہی عزیز
رہنمائی اسی کی تھی منظور
انکی تعداد از حساب ہزار

سب ہیں مخلوق اور تو خالق
حادث ہست و برائے تست قدم
تو ہی اول ہے اور تو ہی آخر
آسمان و زمین و ما فیہا[2]
جملہ ہستی تمام موجودات
اسکو بخشے ہیں تو نے عقل و تمیز
بھیجے جو انبیاء اہل شعور
ہوئی تعیین صد و بست[3] و چہار

نعت خواجہ کائنات و خلاصہ موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بعد ان سب کے فخر جز و کل	اشرف الانبیاء و ختم رسل	بہترین جہان و خیر انام	شافع مذنباں بروز قیام

[1] حق تعالیٰ فرماتا ہے اذا اراد اللہ شیئاً فیقول لہ کن فیکون یعنی جس وقت حق تعالیٰ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے اسکو کہتا ہے کہ ہو جا وہ ہو جاتی ہے ۱۲ [2] ترجمہ جو کچھ اسکے درمیان ہے ۱۲ [3] یعنی ایک لاکھ چوبیس ہزار ۱۲

مرشد جن و انس معدن جود وہ شفیع گناہگاران ہیں	صدر عالم محمد محمود اور امید امیدواران ہیں	دین انکا ہے ناسخ ادیان یا الٰہی تو بھیج ان پہ مدام	انکو آیا ہے عرش سے قرآن ہمسے لاکھوں درود اور سلام

منقبت شیر خدا و سردار اولیا علی مرتضیٰ صلوات اللہ علیہ

بعد ان کے علی ولی خدا
مصطفٰے کے وزیر اور بھائی
سید اولیا شہ کونین
علم جو حق سے مصطفٰے کو ملے
صاحب ذو الفقار حیدر ہیں
یہ سعادت کہاں کسیکو ملی
رتبہ کیا شیر حق نے پایا ہے
اس میں آیا ہے آپکا مذکور

نفس پیغمبر و امام ہدیٰ
جبرئیل امین کے استاد
سرور اتقیا ابو الحسنین
وہ تمام انسے مرتضیٰ کو ملے
شاہ دلدل سوار حیدر ہیں
تیغ حق سے نبی سے دختر لی
برتر از عرش انکا پایا ہے
اور یہ منسوب ہے بنام حضور

ہے امامت پہ آپ کی واللہ
حامیٔ شرع و دین وصی رسول
حاویٔ فخر لحمک[2] لحمی
انکو ہے اختیار جنت و نار
غزوے یکسر کئے انہوں نے سر
کافروں کے وغا میں موہنہ موڑے
اے شہ ذو العلا و مجد و کرم
نذر کرتا ہے آپ کی مظہر

آیۂ انما[1] صریح گواہ
ماحیٔ کفر و شرک زوج بتول
باب[3] عالیٔ شہر علم نبی
گھر کے خالق کے ہیں علی مختار
احد و بدر و خندق و خیبر
دوش احمد پہ چڑھ کے بت توڑے
یہ رسالہ جو ہو گیا ہے رقم
ہو وے مقبول ہدیۂ احقر

مدح اشرف النسا جناب فاطمہ زہرا و باقی ائمہ ہدیٰ صلواۃ اللہ علیہم

زوجہ بادشاہ خیبر گیر
سیدہ ہیں نساء عالم کی
وہ حسن اور حسین دو سرور
شب[4] چراغان پنجتن[5] لے کر
حقتعالیٰ کے سب یہ پیارے ہیں
تیرے الطاف کی نہیں پایان

فاطمہ دختر بشیر و نذیر
فخر ہیں آسیہ و مریم کی
دل و جاں محمد و حیدر
اور باقی کے نو[9] تن لے کر
ہادی و رہنما ہمارے ہیں
اس قدر ہو وے اور اک احسان

ان کی کیا مدح ہو سکے تحریر
نور عینین سید الثقلین
ہے سعادت کا خاتمہ ان پر
ہوئے احمد سے تا بمہدیٔ دین
اے خدا کیا ادا ہوں شکر تیرے
حشر بھی ان کے ساتھ ہو اپنا

یہاں کافی ہے آیہ تطہیر
پاک و معصومہ مادر حسنین
ہے شہادت کا خاتمہ ان پر
پادشاہی دین کے چودہ[14] نگین
پیشوا تو نے ہمکو ایسے دئے
انکا دامن ہو ہاتھ ہو اپنا

[1] یعنی آیۂ انما ولیکم اللہ و رسولہ والذین امنوا الخ ۱۲ [2] رسولخدا نے فرمایا یا علی لحمک لحمی و دمک دمی اے علی تیرا گوشت میرا گوشت ہے اور تیرا خون میرا خون ہے ۱۲ [3] اشارہ طرف حدیث مشہور انا مدینۃ العلم و علی بابہا کے یعنی فرمایا رسولخدا نے میں شہر علم و حکمت ہوں اور علی اسکا دروازہ ۱۲ [4] یعنی [5] پنجتن کے چراغ گوہر درخشاں ہے کہ رات کے وقت مثل چراغ کے روشن ہوتا ہے ۱۲

اما بعد یہہ پہلی جلد ہے کتاب مستطاب التہذیب المتین فی تاریخ امیر المومنین کی جسمیں فقیر حقیر احوج عباد اللہ الغنی مظہر حسن بن سید صادق حسن المولوی الاثنا عشری نے سوانح عمری و واقعات تاریخی جناب امام الائمۃ و یعسوب الامۃ مولی الکل فی الکل ہادی الہدے الی خیر السبل افضل الاوصیاء المرضیین و اکمل الاصفیاء المنتجبین ابو الائمۃ الطیبین الطاہرین مولانا و اولانا علی امیر المومنین صلواۃ اللہ علیہ و علیہم اجمعین کو اردو زبان میں غبط کیا۔ آخری جلد اس کی کہ اسمیں حالات خلافت ظاہری جناب مستطاب تفویض بنائے بیعت حقہ سے لیکر واقعہ ہائلہ شہادت تک جملہ محاربات و منازعات اس عہد کے مفصل و مسلسل مندرج ہیں اس سے پہلے فرط رغبت شائقین سے لکھی اور بتوجہ معظمی جناب منشی سید علی حسین صاحب مالک مطبع یوسفی دہلی باسلوب خوب چھپکر شائع ہو گئی تو اس احقر نے جلد اول کو ولادت کثیر السعادت سے لکھنا شروع کیا چونکہ اس کا حجم ذرا بڑھ چلا تھا۔ اس لئے اس کے دو حصے کر دئے۔ پہلے حصہ میں ابتدائی ولادت آنحضرت سے وفات سرور کائنات تک کے حالات یعنی کیفیت خلقت نورانی و جسمانی و وقائع طفلی و جوانی حضرت علی عمرانی۔ اور آپ کے جنگ و جہاد کے سعر کے کہ عہد کرامت مہد حضرت رسالت پناہ میں بارشاد و ارشارے اس جناب کے واقع ہوئے۔ اور حکایت شادی شیر خدا با جناب بتول عذرا سیدۃ النسا فاطمہ زہرا مع پارۂ از نصوص خلافت و تقلید و تاکیدات رسولخدا اس خصوص میں درج ہوئے۔ اور دوسرے حصے میں کسی قدر رنج و مصیبت و کوفت و کلفت کہ اس امت کے ہاتھ سے اہلبیت عصمت و طہارت کو پہنچی و جملہ قصص و حکایات متعلقہ غصب حقوق خاندان رسالت و دیگر کوائف زمان خلافت خلفاء ثلثہ مع بعض احتجاج و مناظرات کے کہ حضرت امیر کبیر نے بنظر اتمام حجت ان صاحبوں کے ساتھ کئے تا واقعہ نادرہ قتل عثمان بن عفان لکھے گئے۔ غرض یہہ جلد اول جسکا جلد آخر مطبوع میں وعدہ تھا عنایت الہی سے تمام ہوئی ہر چند اس کے جمع و ترتیب و تدوین و تہذیب میں حتی المقدور کوشش کی گئی الا اپنے عجز و قصور کا اعتراف بہر کیف لازم ہے جاننے والے جانتے ہیں کہ حضرت امام الانام کی تاریخ جیسی کہ چاہئے لکھنا کوئی سہل و آسان کام نہیں اس کے لئے لکھنے والے کی قابلیت اور سامان کثیر درکار ہے سو سامان کی یہہ کیفیت ہے کہ کتب شیعہ اس زمانہ میں بھی جبکہ چھاپے کی بدولت ہر قسم کی کتابوں کی نہر روانی ہے ویسی ہی کمیاب ہیں جیسے کہ پہلے تھیں اول تو اس کام کی کتابیں چھپی ہی کم ہیں اور جو ایران وغیرہ میں چھپی ہیں تو اس قدر گراں ملتی ہیں کہ انکی قیمت ہاتھ کی لکھی ہوئی کتابوں کے برابر ہی پڑتی ہے۔ پس دولتمند ہی انکو خرید سکتے ہیں قطع نظر اسکے بوجہ کثرت معاندین و منکرین ہر زمانہ میں علماء شیعہ کی توجہ زیادہ تر نشر فضائل و مناقب حضرت مظہر العجائب و الغرائب کی طرف مصروف رہی ہے اور نیز آپکے معجزات و خرق عادات کو لکھا اور شائع کیا کئے ہیں بعض نے کلام بلاغت نظام خطب و اشعار وغیرہ مواعظ و حکم کو جمع کیا ہے لیکن سلسلہ وار تاریخی حالات آنحضرت کے بہت کم مدون ہوئے اس لئے یہہ امور خاصکر ابتدائی حالات مجکو مختلف مقامات سے التقاط کر کے جمع کرنے اور ترتیب دینے پڑے۔ بنابریں اگر میری ناقابلیت کی وجہ سے اسمیں کوئی نقص و قصور رہ گیا ہو تو معذور ہوں دیگر گزارش یہہ ہے کہ اصل موضوع اس مجموع کا جیسا کہ ظاہر ہے حضرت امیر کے مقدس و حالات کا ضبط کرنا ہے۔ کسی کے ساتھ بحث و مناظرہ و جنگ و جدل اصلاً یہاں مقصود نہیں الا چونکہ یہ واقعات آنحضرت کے ہیں جن کے بارے میں سنی و شیعہ کا اختلاف اس درجہ کو پہنچا کہ خود سنی و شیعہ دو جدا فرقے اسی سبب سے ہوئے۔ یعنی شیعہ مذہب

آیات و احادیث متفقہ فریقین آپ کو حضرت خیر الانام کے بعد جملہ انبیا و اوصیا سے اعلے و افضل جانتے ہیں اور امام برحق و خلیفہ بے فصل منصوص من اللہ نصب کردہ خدا و رسول سمجھتے ہیں بخلاف اہل سنت کے کہ خلافت رسول کا گھر ہی گھر میں بروئے پنچایت فیصلہ کر کے اول حضرت ابو بکر پھر عمر پھر عثمان چوتھے درجہ پر آنحضرت کو رکھتے ہیں۔ اور اکثر علما بشدت تعصب سے ترتیب خلافت حسب ترتیب لیاقت تجویز کر کے خلفاء ثلثہ کو فضل و شرف میں بھی اس جناب پر ترجیح دیتے ہیں پس اس صورت میں ممکن نہ تھا کہ آپ کی سوانح عمری ایسی سرسری طور سے لکھی جائے کہ خاص خاص مقامات میں بھی جہاں آپ کی بزرگی دوست دشمن پر مثل روز روشن کے ثابت و مبرہن ہے فریق ثانی کے اقوال کا حوالہ نہ دیا جائے بس یہی ایک سبب ہے کہ جس نے اس کتاب میں بھی گونہ رنگ مناظرہ پیدا کر دیا ہے۔ تاہم مولف نے بنائے کلام کو سنی بھائیوں کی طرح درشتی و سخت گوئی پر نہیں رکھا جہاں کہیں انسے خطاب کیا ہے بنرمی و ملایمت کیا ہے چنانچہ جابجا انکو بلفظ حضرات و اہلسنت و جماعت اور انکے ممدوحین کو جناب و حضرت سے تعبیر کیا ہے۔ انکی طرح نہیں کہ شیعوں کو رافضی بدعتی اور کیا کیا کہا کرتے ہیں وہا انا اشرع فی المقصود متوکلاً علی اللہ الودود

ابتدائی خلقت نورانی امیر المومنین علیہ السلام

سنی شیعہ نے بطرق متعددہ روایت کی ہے کہ وہ نور جس سے حضرت رسولخدا و علی مرتضی ظہور میں آئے ہزارہا سال پیشتر خلق آدم علیہ السلام سے پیدا ہو کر مصروف عبادت پروردگار تھا جب کہ حق تعالی نے آدم کو پیدا کیا تو اس نور کو آنحضرت کی پشت مبارک میں جگہ دی بعد ازاں وہ پشت ہائے پاکیزہ سے ارحام مطہرہ کی طرف منتقل ہوتا رہا تا اینکہ پشت عبد المطلب میں پہنچکر اسکے دو حصے ہو گئے ایک پشت عبد اللہ میں گیا اور اس سے سرور کائنات خلاصۂ موجودات صلی اللہ علیہ و آلہ ظہور میں آئے دوسرا پشت ابو طالب میں در آیا اور اس سے مولائے مومنین و یعسوب المسلمین پیدا ہوئے۔ ابو عبد اللہ احمد بن حنبل امام اہل سنت نے کتاب مسند اور کتاب فضائل میں اور ابن شیرویہ نے فردوس الاخبار میں اور میر سید علی ہمدانی نے مودۃ القربی میں روایت کی ہے کہ حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ نے فرمایا خلقت انا و علی من نور واحد قبل ان یخلق اللہ آدم باربعۃ الف عام فلما خلق اللہ آدم رکب فی صلبہ فلم یزل فی شیٔ واحد حتی انہ افترقا فی صلب عبد المطلب ففی النبوۃ و فی علی الخلافۃ یعنی میں اور علی ایک نور سے پیدا ہوئے چار ہزار سال پیشتر اس کے کہ حقتعالی آدم کو پیدا کرے پس جب جل شانہ نے آدم کو پیدا کیا تو اس نور کو پشت آدم میں ترکیب دیا پس وہ نور برابر ایک جگہ ساتھ رہا تا اینکہ پشت عبد المطلب میں پہنچکر علیحدہ علیحدہ ہو گیا پس میرے لئے نبوت ہوئی اور علی کے لئے خلافت۔ اگر بنظر انصاف دیکھا جائے تو یہی ایک حدیث جسکو ایسے ایسے علماء معتبر نے اپنی کتابوں میں روایت کیا ہے فضائل و مناقب امیر المومنین میں کافی ہے اس سے افضلیت اس جناب کی سوائے حضرت خاتم المرسلین کے جملہ سابقین و لاحقین بلکہ تمام انبیاء مرسلین پر ظاہر و ہویدا ہے۔ اور کمال درجہ کی یگانگت و نزدیکی آپ کی حضرت رسولخدا کے ساتھ ظاہر و عیاں کہ بالتحقیق برادر و وصی و نفس رسولخدا آپ ہی تھے۔ اور اسی روایت کو اخطب خطبائی خوارزم موفق بن احمد مکی نے کہ علماء مشہور اہل سنت سے ہیں مناقب میں اور ابن مغازلی شافعی نے اور نیز سید علی ہمدانی نے سلمان فارسی سے اس طرح بھی روایت کیا ہے کنت انا و علی نوراً بین یدی اللہ تعالی یسبح اللہ و یقدسہ ان یخلق اللہ آدم باربعۃ عشر الف عام فلما خلق اللہ آدم رکب ذلک النور فی صلبہ فلم یزل فی شیٔ واحد الخ اس سے اور بھی قدامت اس نور کی ظاہر ہوتی ہے کہ بجائے چار ہزار سال قبل آدم چودہ ہزار سال اسمیں درج ہیں اور نیز اس سے معلوم ہوتا ہے کہ

اس عرصہ میں وہ نور بیکار نہ تھا بلکہ تسبیح و تقدیس پروردگار میں مشغول رہتا تھا - حیرت ہے کہ یہ حضرات سب کچھ اپنی کتابوں میں لکھتے اور رسولخدا سے نقل و روایت کرتے ہیں پھر موقعہ خلافت پر ابوبکر و عمر کو انحضرت پر ترجیح و تفضیل دیتے ہیں اور اس ترتیب میں آپ کو چوتھے درجہ پر رکھتے ہیں اور اتنا نہیں سوچتے کہ جب رسول اللہ نے خود فرما دیا کہ میرے لئے نبوت ہوئی اور علیؑ کے لئے خلافت تو پھر دوسرے کی گنجائش کہاں رہی اور خلفاء ثلثہ کس طرح اس میں داخل ہو سکتے ہیں اور جبکہ یہ نور پاک چار ہزار یا چودہ ہزار سال قبل از آدم اور بعد ان کے بھی پشت عبد المطلب تک ایک ہی جگہ بلکہ کُل ایک ہی شے رہا تو اس سے بڑھ کر اور کیا اتحاد و یگانگت ہوگی چنانچہ انہیں وجوہ سے آپ بنصّ قرآن نفس رسول قرار پائے پس باوجود ایسی ذات مقدس کے شیخین وغیرہما کو کہ سالہاسال کفر و بُت پرستی میں رہے خلیفہ رسول اللہ جاننا کونسی عقل و دانائی کی بات ہے چہ جائیکہ انحضرت کی فضیلت کا خیال خام پکایا جائے اندریں صورت واقعی یہ لوگ نور خدا کو بجھانا چاہتے ہیں یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُطۡفِـُٔوۡا نُوۡرَ اللّٰہِ مگر ایسا کب ہو سکتا ہے یَاۡبَی اللّٰہُ اِلَّاۤ اَنۡ یُّتِمَّ نُوۡرَہٗ حقتعالی اپنے نور کو تمام اور کامل کئے بغیر نہیں رہ سکتا وَ لَوۡ کَرِہَ الۡکٰفِرُوۡنَ گو اس سے کفار کراہت کریں اور علامت اس کی کہ حقتعالی نے اپنے اس نور کو تمام و کامل کر دیا ایک یہی ہے کہ یہ حضرات جو افضلیت خلفاء ثلثہ کے دلدادہ ہیں خود ایسے اعلی فضائل انحضرت کے اپنی کتابوں میں نقل کرتے ہیں بحار الانوار میں عبد اللہ بن عباس سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا ہم ایک روز حضرت رسولخدا کی خدمت میں حاضر تھے کہ سامنے سے امیر المومنینؑ تشریف لائے جب نظر مبارک رسولخدا کی اُن حضرت پر پڑی تو تبسم فرمایا اور کہا مرحبا ہو اس شخص پر کہ حق تعالی نے چالیس ہزار سال قبل از آدم اسکو پیدا کیا - ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ آیا ممکن ہے کہ بیٹا اپنے باپ سے پہلے مخلوق ہو فرمایا ہاں حقتعالی نے میرے اور علیؑ کے نور کو اتنے عرصہ آدمؑ سے پہلے پیدا کیا پھر تمام اشیا کو اُس سے خلق فرمایا - و بروایت دیگر فرمایا حقتعالی نے دو ہزار سال قبل از آدم ہمارے نور کو پیدا کیا - پھر پشت آدم میں اُسکو جگہ دی چنانچہ آدمؑ بہشت میں ساکن تھے تو ہم اُنکی پشت میں تھے اور جب نوحؑ کشتی میں سوار ہوئے تو ہم اُنکی پشت میں تھے اور جب ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالا تو ہم اُنکی پشت میں تھے اور ہمارے ہی سبب سے آگ نے اُنکو ضرر نہ پہنچایا پس وہ سبحانہ تعالی ہمکو اصلابِ[1] طاہرہ سے ارحام مطہرہ کی طرف منتقل کرتا رہا - تا اینکہ پشت عبد المطلب میں پہنچے اُسوقت اُس نور کے دو حصے کئے مجکو پشت عبد اللہ میں اور علیؑ کو پشت ابوطالب میں منتقل فرمایا پس ہمارے نور کو تمام اشیاء سے سابق و مقدم پیدا کیا اور سب کو اس نور سے نورانی فرمایا - بروایت اوّل پس ہمکو جانب راست عرش کے جگہ دی اور ہمارے بعد ملائکہ کو پیدا کیا ہم تسبیح و تقدیس و تکبیر حق سبحانہ تعالی کرتے تھے اور ملائکہ تسبیح و تقدیس و تکبیر کو ہم سے سیکھتے تھے پس جس شے نے تسبیح و تقدیس و تکبیر خدا کی سیکھی میری اور علیؑ کی تعلیم سے سیکھی یعنی ہم اُنکے معلم و اُستاد ہیں - اس مقام پر بعض ظرفا علما نے فرمایا کہ اگر کوئی کہے کہ جب علی و ابوبکر دونو معلم تھے تو کس لئے تم علیؑ کو ابوبکر سے افضل جانتے ہو تو ہم کہیں گے کہ واقعی معلم دونو تھے مگر فرق صرف اتنا ہے کہ ابوبکر کا مکتب ایک بازار کی دوکان میں تھا اور شاگرد وہی پندرہ مشرکوں کے لڑکے تھے - علیؑ کا مکتب بالائے آسمان اور شاگرد ملائکہ کرام و حاملان عرش رحمان تھے ؎ پیر مکتب خانۂ ابداع یعنی جبرئیل ٭ با ہمہ ذہن و ذکا طفلِ دبستان شماست ٭٭ اور امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ حق تعالی نے محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کو

[1] اصلاب جمع صلب بمعنی پشت و ارحام جمع رحم بمعنی دان زنان ۱۲

چودہ ہزار سال قبل از خلق آدم پیدا کیا پس انکو ایک نور گردانا کہ منتقل کرتا تھا اُس نور کو پشت ہائے مردان برگزیدہ سے طرف رحمہائے زنان پاکیزہ کے بعد ازاں اس نور مقدس کے دو ٹکڑے کئے ایک کو پشت عبد اللہ بن عبد المطلب میں قرار دیا اور اس سے محمد سید و سردار پیغمبران و خاتم مرسلاں بہم پہنچے اور پیغمبری اُن پر قرار پائی اور دوسرے ٹکڑے کو پشت عبد مناف یعنی ابوطالب بن عبد المطلب میں داخل کیا - اس سے علی پیدا ہوئے کہ امیر مومنان و بہترین اوصیاء پیغمبران ہیں پس حضرت رسول نے انکو اپنا وصی و خلیفہ و جانشین بنایا - اور شوہر اپنی دختر کا قرار دیا اور ادا کرنیوالا اپنے فرضوں کا اور وفا کرنیوالا اپنے عہد و نکا اور یاری کرنیوالا اپنے دین کا اور برطرف کرنیوالا اپنے غمو نکا - اور نیز فرمایا حضرت رسولخدا نے کہ جب میں پیدا ہوا تو ملائکہ نے آوازِ تسبیح و تقدیس حق سبحانہ تعالی بلند کر کے عرض کی اے پروردگار ہمارے اور اے سید و آقا ہمارے کیا وجہ ہے کہ ہم اب تیرے ولی اور تیرے نبی کے بھائی اور وصی و خلیفہ کو اُس کے ساتھ نہیں پاتے حالانکہ یہ دونو ہمیشہ سے ساتھ ساتھ تھے - ارشاد جلیل باری ہوا کہ میں علیؑ کا حال تم سے زیادہ جانتا ہوں اور سب سے زیادہ اُس پر شفیق و مہربان ہوں میں نے اس کے نور کو پشت ابوطالب میں ودیعت رکھا ہے اور بطریق عامۂ اہل سنت انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ حضرت رسولخدا نے فرمایا کہ حقتعالی نے ایک قطرۂ آب کو تین ہزار سال قبل از آدم پیدا کیا اور اسکو مروارید سبز میں رکھا تا اینکہ آدم علیہ السلام کو پیدا کیا پس اُس پانی کو پشت آدم میں جاری و رواں فرمایا وہاں سے پشتِ شیثؑ میں منتقل فرمایا پس اسی طرح پشت ہائے انبیا و اوصیا میں منتقل ہوتا رہا تا اینکہ پشت عبد المطلب میں پہنچکر اس کے دو حصے ہو گئے ایک پشت عبد اللہ میں دوسرا پشت ابوطالب میں نقل ہوا پس نصف سے میں پیدا ہوا اور نصف سے علیؑ - یہی وجہ ہے کہ علیؑ میرا بھائی ہے دنیا و آخرت میں - پھر تلاوت فرمایا اس آیہ شریفہ کو وَ ہُوَ الَّذِیۡ خَلَقَ مِنَ الۡمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَہٗ نَسَبًا وَّ صِہۡرًا ؕ وَ کَانَ رَبُّکَ قَدِیۡرًا یعنی وہ وہ خدا ہے جس نے آدمی کو پانی سے پیدا کیا اور گردانا اسکو صاحب نسب و داماد اور تیرا پروردگار تمام امور پر قادر و توانا ہے - اور نیز فرمایا انحضرت نے کہ یہی سبب ہے کہ علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے اسکا گوشت میرے گوشت سے اور اُس کا خون میرے خون سے ہے جو کوئی مجھکو دوست رکھتا ہے میری دوستی سے علیؑ کو دوست رکھتا ہے اور جو مجھکو دشمن رکھتا ہے میری دشمنی کی وجہ سے علیؑ کو دشمن رکھتا ہے مؤلف کہتا ہے مدتِ خلقت نور مطہر نبیؐ و علیؑ قبل از آدمؑ احادیث میں باختلاف مذکور ہوئی ہے ہو سکتا ہے کہ مقصود اس سے اظہار کثرت زمانہ و قدامت اس نور مقدس کی ہو چنانچہ زبان عرب میں عدد سبع (سات) و سبعین (ستر) مطلق کثرت کے مقام میں مستعمل ہوتے ہیں ایسا ہی یہاں چار چودہ چالیس ہزار وغیرہ سے ممکن ہے کہ مراد کثرت و زیادتی اس مدت کی ہو اور دیگر احتمالات بھی علما نے اس اختلاف کے ذکر کئے ہیں جن کے ذکر کی یہاں گنجائش نہیں شیخ صدوق محمد بن بابویہ علیہ الرحمہ نے مطابق روایت میر سید علی ہمدانی صاحب کتاب مودۃ القربیٰ کی روایت کی ہے کہ حضرت رسولخدا نے فرمایا یا علی حق تعالی نے آدمیوں (بروایت مودۃ القربیٰ نبیوں) کو مختلف شجروں سے پیدا کیا اور مجھکو اور تجھکو ایک شجر سے پیدا کیا پس میں اصل اور بیخ اس درخت کا ہوں اور تو فرع اس کی اور حسنؑ و حسینؑ اور دیگر ائمہ اولاد حسینؑ سے شاخیں اور شیعے ہیں اس درخت کے پس جو کوئی چنگ مارے اور متمسک ہو ایک شاخ سے اس درخت کی حقتعالی اسکو داخل بہشت کرتا ہے - سید علی ہمدانی کو لفظ میر اور سید سے کوئی صاحب شیعہ نہ سمجھیں وہ سُنی بزرگان اہل سُنت و مقتدایان صوفیہ سے ہیں مولوی رشید الدین خان دہلوی اپنی کتاب ایضاح میں انکو علماء اہل سُنت سے

تحقیق میر سید علی ہمدانی صاحب کتاب مودۃ القربیٰ

جنہوں نے مناقب اہلبیت اطہار میں کتابیں لکھیں گنتے ہیں اور انکی کتاب مودۃ القربےٰ پر فخر و ناز کرتے ہیں اور مُلا عبد الرحمٰن جامی نے نفحات الانس میں انکی بڑی لمبی چوڑی تعریف کی ہے اور انکو جامع علوم ظاہری و باطنی کہا ہے اور لکھا ہے کہ انہوں نے حب الحکم اپنے پیر و مرشد شیخ شرف الدین محمود کے ربع سکون عالم کی سیر فرمائی اور چودہ۱۴۰۰ سو اولیا کی صحبت سے فیض حاصل کیا - اور چار۴۰۰ سو ولی سے صرف ایک مجلس میں ملے - وغیرہ وغیرہ

اَجداد طاہرین امیر المومنین علیہ السلام

اجداد امیر المومنینؑ حضرت عبد المطلبؑ سے لیکر آدم صفی اللہ تک بعینہ وُہی اجداد حضرت سید المرسلین صلوات اللہ علیہ ہیں اور حالات انحضرات کے بضمن حال اُس جنابؐ کے کتب تاریخ و حدیث میں مثل کشف الغمہ و حیات القلوب وغیرہ کے تفصیل وار مذکور ہیں اور یہہ بات کہ یہہ حضرات حاملان نور مقدس تھے سب کے سب مومن مسلمان تھے اور جدات (دادیاں) انحضرتؐ کی بھی کم از کم اسوقت میں کہ یہ نور مُطہران کے شکموں میں ہوتا تھا ضرور کفر و شرک سے پاک حلیہ ایمان و دین و صدق و یقین سے آراستہ ہوتی تھیں کتب کلامیہ امامیہ میں بدلیل و برہان ثابت کی گئی ہے اور یہ امر عقائد حقہ فرقہ اثنا عشریہ میں داخل ہے - اہل سُنّت جو اسکو نہیں مانتے اور اکثر کو انمیں سے کافر بتلاتے ہیں وہ جانیں اُنکو اختیار ہے ہم سے تو یہہ نہیں ہو سکتا کہ حدیث نور کے بھی قائل ہوں اور پھر اُن بزرگون کو مشرک بت پرست کہیں جس نور نے ہزارہا سال پیش عرش ذو الجلال عبادت خدائے متعال کی ہو وہ دنیا میں کافر یا کافرہ کی پشت و رحم نجس میں ایکدم کو بھی قرار لے یہ بات ہمارے قیاس سے باہر ہے سُنیوں کو اجداد پیغمبرؐ سے ایسی ہی عداوت مدنظر ہے تو چاہتے کہ پہلے ایسی حدیثوں کو اپنی کتابون سے نکالدیں بالجملہ یہاں زیادہ تران امور سے تعرض نکر کے فہرست اسماء گرامی انحضرات کی لکھی جاتی ہے - وَھُوَ علی بن ابیطالب بن عبد المطلب (اصلی نام انکا شیبہ[a] یا شیبۃ الحمد ہے چونکہ مطلب بن ہاشم آپ کے عم محترم نے انکی ننھیال سے لاکر اپنی زیر نظر انکو تربیت کیا تھا اس لیے عبد المطلب کے نام سے مشہور ہوئے اور ایسا محاورات عرب میں شائع ہے) بن ہاشم (اصلی نام انکا عمر ہے ہاشم کے معنی توڑنے اور ریزہ ریزہ کرنیوالے کے ہیں چونکہ وہ بھی روٹی کو توڑ کر شوربے میں بھگوتے اور خلائق کو کھلاتے تھے - لہذا اس نام کے ساتھ مشہور ہوتے) بن عبد مناف[b] بن قُصَےّ (بضم قاف و فتح صاد و تشدید یا) بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لُوَیّ (بضم لام و فتح واو و تشدید یا) بن غالب بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس (نزد بعض ایاس) بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان بن اد بن اود بن الیسع بن الہمیسع بن سلامان بن النبت بن حمل بن قیدار بن اسمٰعیل بن ابراہیم خلیل بن تارخ بن ناخور بن سروع بن ارغو بن فالع بن عابر (بروایتے یہہ نام ہود علیہ السلام کا ہے) بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح بن ملک بن متوشلخ بن اخنوخ (بروایتے یہہ نام ادریس علیہ السلام کا ہے) بن الیارد بن مہلائیل بن قینان بن انوش بن شیث بن آدم علیہ السلام ❖

[a] شیبہ پیری بڑھاپا چونکہ بوقت ولادت آپ کے سر میں سفید بال تھے لہذا اس نام سے موسوم ہوئی ۱۲ منہ

[b] لفظ مناف کا مادہ نوف ہے جسکے معنی بتصریح اہل لغت شرف و بلندی کی ہیں پس عبد مناف کے معنی عبد العالی ہوتے نہ وہ جو اہل سنت کہتے ہیں کہ مناف ایک بت کا نام تھا اور مراد اس سے اضافت اُس بت کیطرف ہو اور اس سے کفر آبا و اجداد حضرت رسالت پر دلیل لاتے ہیں بالفرض مناف نام بت کا ہو تب بھی جائز ہے کہ یہ لفظ مشترک ہو درمیان اسماء باری تعالی اور نام اس بت کے اور مقصود یہاں اول ہو نہ ثانی اور سکتا کہ مراد یہاں بھی بت ہی ہو پھر بھی یہ ہو سکتا ہے کہ یہہ نام انکی ماں و دیگر رشتہ داروں نے رکھا ہو نہ کہ باپ کا پس استدلال تمام نہو گا - اور واضح رہے کہ یہ آخری وجہ محض احتمالی ہی نہیں بلکہ صاحب عمدۃ الطالب نے کہ علماء اہل سنت سے ہے علی بالنقل عنہ اسکی تصریح کی ہے اور کہا ہے انما سمتہ عبد مناف امہ کہ عبد مناف کا یہ نام صرف انکی ماں نے رکھا تھا - اور یہی وجہ تسمیہ ابو طالب میں ہو سکتی ہے بنا بر اس قول کے جو انکا نام ہی عبد مناف بتلاتے ہیں جاری ہو سکتی ہیں اور بعض علماء نے افادہ کیا ہے کہ اعتقاد ایک امر قلبی متعلق بہ نیت و دل ہے صرف نام رکھ لینے یا کفر و ایمان کے کلمات زبان سے کہدینے سے اسکا ثبوت نہیں ہوتا پس اجداد پیغمبر جو اپنے اولاد کے ایسے نام رکھ دیتے تھے ابنائے زمان کی موافقت سے کہ بت پرست تھے ایسا کر لیتے تھے تاکہ کفار اشرار کی ضرر سے کہ ہمیشہ درپے قلع و قمع نور محمدی کے رہتے تھے امین میں تعجب ہے کہ یہ لوگ عبد مناف کو بسبب اضافت طرف مناف کے کافر کہتے ہیں اور عبد اللہ پدر رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ کو باضافت طرف اللہ کے مسلمان نہیں سمجھتے ۱۲ منہ عفی عنہ

پارۂ از حال خیر مآل والدین شریفین انحضرت صلوات اللہ علیہ

پدر عالیقدر امیر المومنینؑ جیسا کہ پیشتر کہا گیا حضرت ابو طالب بن عبد المطلب ہیں کہ نام نامی انکا بقول بعض عمران ہے اور آل عمران کو آیات قرآن میں اس پر حمل کیا ہے اور بعض عبد مناف ہمنام انکے جد بزرگوار کے بتلاتے ہیں بہرحال ابو طالب کُنیت ہے کہ بلحاظ طالب اپنے سب بڑے بیٹے کی کرتے تھے مگر یہ کُنیت اس قدر مشہور ہوئی کہ آخر کو نام پر غالب آگئی - ابو طالب سردار عرب رئیس مکہ بہت بڑے حامی رسول اللہ کے تھے اور رشتہ میں انحضرتؐ کے حقیقی چچا ہوتے تھے بخلاف باقی چچوں عباسؓ و حمزہؓ وغیرہ کے کہ یہ حقیقی نہ تھے نیز ابو طالب مومن مسلمان کامل الایمان تھے کبھی بت کے آگے سجدہ نہیں کیا اور اوصیاء ابراہیم علیہ السلام سے تھے اہلبیت رسالت نے کہ ثانی قرآن واحد ثقلان ہیں اس پر اجماع کیا ہے - اور علماء امامیہ ہر زمانے اور ہر طبقہ میں اسپر متفق چلے آئے ہیں چنانچہ انہوں نے علٰحدہ کتابیں اس مقدمے میں لکھکر مخالفوں پر حجت تمام کی ہے البتہ کثرت کفار سے مجبور اخفاء اسلام کرتے تھے تاکہ حفظ و حمایت رسولخدا بوجہ احسن کر سکیں - حدیث میں وارد ہے کہ مثال ابو طالب کی مثل اصحاب کہف کے ہے کہ اَسَرُّوا الْاِیْمَانَ وَاَظْھَرُوا الشِّرْکَ فَاٰتَاھُمُ اللّٰہُ اَجْرَھُمْ مَرَّتَیْنِ یعنی انہوں نے ایمان کو پوشیدہ رکھا اور شرک کا اظہار کیا پس حقتعالی نے انکو دو چند اجر و ثواب مرحمت فرمایا پس ایسا ہی ابو طالب کو بوجہ اخفاء اسلام مبنی بر مصلحت کے دونا ثواب عنایت ہوا روایت ہے کہ حضرت رسولخدا بعد وفات ابنی والدین کے اپنے جد بزرگوار حضرت عبد المطلب کے دامن تربیت میں پرورش پاتے تھے جب وقت وفات عبد المطلبؑ کا نزدیک پہنچا تو انہوں نے انحضرتؐ کو اپنے سینے سے لگایا اور گریاں ہوئے سن مبارک رسالت پناہ کا اسوقت آٹھ سال کا تھا اور عمر عبد المطلب کی سو برس سے بھی گذر گئی تھی - پس اپنے فرزند ارجمند ابو طالب کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے ابو طالب حفاظت کر اس دُرِ یگانہ کی جس نے بوئے لطف پدر نہیں سونگھی اور آغوش شفقت مادر سے جُدا رہا جانے کہ تو اسکو اپنا لخت جگر و نور نظر سمجھ تحقیق کہ میں نے اپنے تمام فرزندوں سے تجھکو اس کی خدمت کے لئے اختیار کیا ہے کیونکہ تو اور اس کا باپ عبد اللہ ایک ماں سے ہوا ہے ابو طالب اگر تو ظہور رفعت و جلالت میرے قرۃ العین تک زندہ رہا تو تجھکو معلوم ہو گا کہ اب میں نے اسکو پہچانا پس جہانتک ہو سکے اس کی تفقد اور خبر گیری میں کوتاہی نکر اور دست و زبان اور جان و مال سے اس کی اعانت کرتے رہنا قسم بخدا کہ اسکو بہت جلد وہ بزرگی و بادشاہی حاصل ہو گی جو ہمارے آبا و اجداد سے آجتک کسیکو نصیب نہیں ہوئی - اور ایک روایت میں ہے کہ عبد المطلب نے اپنے تمام بیٹوں کو کہ دس تھے جمع کر کے کہا کہ محمد یتیم ہے اسکو پناہ دو صاحب احتیاج ہے غنی و تونگر کرو اور میری محبت کو اس کے بارے میں مرعی رکھو ابولہب نے کہا میں اس کی نگہداشت کرونگا عبد المطلب نے کہا کافی ہے کہ تو اپنے شرارت کو اس سے باز رکھے عباسؓ بولے یہ منصب میرے سپرد ہو کہا تو مرد خشمناک ہے مجھکو اندیشہ ہے کہ تیرا غصہ اس کے نازک دل کو صدمہ پہنچاتے ابو طالب نے کہا میں اسکی محافظت کرونگا اور شرائط پرداخت بجا لاؤنگا عبد المطلب نے قبول کیا اور حضرت رسولخدا کو انکے سپرد فرمایا - اور کہا اَلْاٰنَ طَابَتْ لِیَ الْمَوْتُ اسوقت مرنا میرے لئے گوارا ہوا پس ابو طالب نے عبد المطلب کی وفات کے بعد انحضرتؐ کو اپنی جان و دل سے لگالیا رات دن صبح و شام کسیوقت اپنے سے جدا ہونے دیتے تھے اپنے پہلو میں انکو سلاتے اور بنفس نفیس خدمات کے متکفل ہوتے کھانے پینے پہننے اور جملہ آسائش و آرام کے اسباب میں آنحضرتؐ کو اپنے اور اپنے اہل و عیال پر مقدم رکھتے اور کفار قریش و اشرار یہود سے کہ درپے انکی ایذا و آزار کے رہتے تھے حراست و نگاہبانی فرماتے اور اپنے مال و جاہ کو جو قریش میں وہ رکھتے تھے

آپکی نصرت میں کام میں لاتے غرض رسولخدا حفظ وحمایت ابوطالب میں پرورش پاتے رہے تا اینکہ حقتعالی کی طرف سے مبعوث بہ نبوت ہوتے اور مامور ہوئے کہ مشرکین کو بکار اسلام کی طرف دعوت کریں پس قریش آنحضرت کی عداوت پر تل گئے یہ وہ وقت تھا کہ جناب ابوطالبؑ کو آپکی نگہبانی میں بہت جانفشانی کرنی پڑی اور انہوں نے جیسا کہ چاہئے تھا بہت سعی وسرگرمی اور کمال دانائی اور دلیری سے اسکو نباہا ✧

روضۃ الاحباب میں ہے کہ کفار قریش جمع ہو کر انکے پاس آئے اور کہا تمہارا بھتیجا ہمارے دین میں عیب نکالتا ہے اور ہمارے خداؤں کو برا کہتا ہے یا تو اسکو منع کرو کہ اس سے باز رہے ورنہ ہمکو دیدو کہ ہم قتل کریں نہیں تو لڑائی کے لئے تیار رہو ابوطالبؑ نے حضرتؐ سے بلا کر کفار کا کلام نقل کیا آنحضرت نے بگمان اس کہ کہ شاید ابوطالب اکتا کر میری حمایت سے دست کش ہوا چاہتے ہیں فرمایا اے چچا اگر آفتاب کو آسمان سے اُتار کر میرے دست راست پر اور ماہتاب کو میرے دست چپ پر بھی بٹھاؤ اور کہو کہ میں اس کار سے باز آؤں تو میں باز نہ آؤنگا جبتک کہ حق تعالیٰ اس دین کو ظاہر نہ کرے یا میں اس کے پیچھے نیست نابود نہ ہو جاؤں یہ کہکر وہاں سے اُٹھے ابوطالب پر یہ کلام سنکر رقت طاری ہوئی اور حضرت کو واپس بُلا کر کہا اے برادرزادے اپنے کام میں مشغول ہو بخدا سوگند کہ جبتک میں زندہ ہوں کوئی تم پر دست قدرت نہیں پاسکتا اور کچھ اشعار پڑھے کہ دو شعر انمیں سے یہ ہیں ؎ وَاللہِ لَن یَصِلُوا اِلَیکَ بِجَمعِھِم ✧ حَتّٰی اُوَسَّدَ فِی التُّرَابِ دَفِینَا ✧ فَاصدَع بِاَمرِکَ مَا عَلَیکَ غَضَاضَۃٌ ✧ وَابشِر بِذَاکَ وَقَرَّ مِنکَ عُیُونَا ✧ یعنی قسم بخدا کہ وہ سب ملکر بھی تیرا کچھ نہیں کر سکتے جبتک کہ میں زیر خاک مدفون نہ ہو جاؤں پس تو اپنے کام کو کرتا رہ کوئی تنگی تجھ پر نہیں اور اس سے بشارت حاصل کر اور آنکھیں ٹھنڈی رکھ **روایت** ہے کہ بعثت سے آٹھویں سال قریش نے اتفاق کیا کہ بنی ہاشم کے ساتھ ملنا جلنا لین دین شادی بیاہ سب ترک کر دیں اور مسلمانوں کو تکلیف و آزار دینے لگے ابوطالب انکو مع رسولخدا اپنی شعب[1] میں لے گئے۔ اور نگہبانی کرتے تھے انکی تین سال مسلمان وہاں محصور رہے حضرت ابوطالب رسول اللہ کی حفاظت میں اس قدر اہتمام کرتے تھے کہ لوگوں کے سامنے حضرت کے لئے ایک مقام خواب و آرام مقرر کرتے پھر اس کو تبدیل کر دیتے اور اس جگہ خود لیٹتے یا اپنے فرزند دلبند امیر المومنینؑ کو لٹاتے منقول ہے کہ اسوقت چالیس اشخاص بنی ہاشم وغیرہ سے آپ کے ہمراہ تھے ان سب کو جمع کر کے کہا کہ قسم بخدا کہ اگر ایک کانٹا بھی میرے اس فرزند کے لگا تو تم سب کو قتل کر دونگا الحاصل تا مدین حیات ابوطالب حضرت رسولخدا مکہ میں برملا دعوت اسلام کرتے رہے قریش بہتیرا دانت پیستے تھے مگر کسی سے کچھ نہ ہو سکتا تھا۔ انکے مرتے ہی آپکو اپنا وطن مالوف چھوڑنا پڑا جبرئیل امین نازل ہوتے اور پیغام ربانی پہنچایا کہ مکہ سے باہر جاؤ کہ اب یہاں کوئی تمہارا ناصر و مددگار نہیں رہا چنانچہ حضرت نے سال وفات ابوطالب کا نام عام الحزن (سال غم) رکھا تھا **مروی** ہے کہ جناب ابوطالبؑ نے اپنے دو فرزند گرامی جعفرؓ و علیؑ کو امر کیا تھا کہ دعوت رسولخدا کو اجابت کریں اور جو کچھ وہ حضرت کہیں بجا لائیں اور ایمان لائیں آنحضرت پر باین اقرار کہ آپ بہترین خلق ہیں اور لوگوں کو راہ راست کی طرف دعوت کرتے ہیں ایکمرتبہ حضرت رسولخدا نماز پڑھتے تھے اور امیر المومنینؑ ان کے داہنی جانب کھڑے نماز پڑھ رہے تھے کہ ابوطالب مع جعفرؓ وہاں سے گزرے اسوقت ابوطالبؑ نے جعفرؓ کو اشارہ کیا کہ جا کر اپنے ابن عم کے پہلو میں کھڑا ہو پس جعفرؓ آ کر امیر المومنینؑ کے برابر کھڑے ہو گئے حضرت رسولخدا نے

[1] شعب بالکسر بمعنی شکاف کوہ پہاڑ کی گھاٹی شعب ابوطالب مکہ میں وہ مقام ہے جہاں حضرت رسول خدا پیدا ہوئے تھے ۱۲ منہ

اثنائے نماز میں اسکا احساس کیا تو آگے بڑھ گئے اور ان دونو بھائیوں نے آپکے پیچھے نماز پڑھی چنانچہ یہ پہلی نماز جماعت تھی جو دو مرد کے ساتھ اسلام میں ادا ہوئی۔ فارغ ہوتے تو دیکھا کہ آثار فرح وسرور چہرہ منور ابوطالبؑ سے نمایاں ہیں انہوں نے چند اشعار پڑھے جنکا مضمون مدح جعفرؓ و علی علیہ السلام ہے اور انکو امر کیا ہے نصرت حضرت رسالت پناہ کا **امام محمد باقر** علیہ السلام اس حدیث کی نقل کے بعد فرماتے ہیں کہ کافی ہے تیرے لئے اگر انصاف کرے تو ابوطالبؑ کے مقدمے میں اسیقدر کہ انہوں نے اپنے دو بیٹوں کو امر کیا اطاعت رسولخدا کا اور جہاد و جانسپاری کی آنحضرت کی خدمت میں تاکید بلیغ فرمائی بغیر اسکے کہ کوئی احتیاج مالی یا جاہی اسکے رکھتے ہوں کس لئے کہ حضرت رسولخدا اس وقت مال و منال سے کچھ اپنے پاس نہ رکھتے تھے اور خویش و اقارب قاطبۃ انکے دشمن تھے پس حکم دینا جناب ابوطالبؑ کا اپنے فرزندوں کو متابعت آنحضرتؐ کے لئے سوائے اسکے نہیں کہ انکو دین اسلام کی طرف رغبت کامل تھی۔ اور اسکو حق جانتے تھے **بالجملہ** یہ اور مثل اسکی اور احادیث شیعہ وسنی دلالت کرتی ہیں کہ حضرت ابوطالب مومن مسلمان معتقد رسالت تھے مگر اہل سنت بپاس ناموس اپنے خلیفوں کے جیسا کہ والدین حضرت رسولخدا جناب عبداللہ و آمنہ کو کافر جانتے ہیں ویسا ہی ابوطالب کو بھی کافر کہتے ہیں یعنی انکو ہرگز گوارا نہیں کہ انکے خلیفوں کے والدین بلکہ خود خلفا ابتدا میں کافر ہوں اور امیر المومنینؑ کے ماں باپ مسلمان کہلائیں۔ اس لئے وہ اس مقام میں بہت پیچ و تاب کھاتے ہیں اور جھنجھلا کر کہتے ہیں نَرجُوا اَن یَدخُلَ عَبدُ المُطَّلِبِ الجَنَّۃَ اِلَّا اَبُو طَالِبٍ فَاِنَّہٗ اَدرَکَ البَعثَ وَلَم یُؤمِن ہمکو امید ہے کہ شاید عبد المطلب بھی جنت میں داخل ہو جائیں الا ابوطالب کہ انہوں نے زمان بعثت کو ادراک کیا یعنی رسولخدا کی پیغمبری پر مبعوث ہونے تک زندہ رہے اور ایمان نہ لائے مدعا یہ کہ حضرت ابوطالبؑ کے لئے اُمید دخول جنت بالکل نہیں اس کے جواب میں کیا کہا جائے بجز اسکے کہ کَبُرَت کَلِمَۃً تَخرُجُ مِن اَفوَاھِھِم کہ یہ کلمہ عظیم و شدید ہے کہ انکے مونہہ سے نکلتا ہے۔ کسی نے حضرت صادق علیہ السلام سے کہا لوگ کہتے ہیں کہ ابوطالب کافر تھے فرمایا جھوٹ کہتے ہیں کیونکر وہ کافر ہو سکتے ہیں حالانکہ انہوں نے یہ شعر کہا ہے ؎ اَلَم تَعلَمُوا اَنَّا وَجَدنَا مُحَمَّدًا ✧ نَبِیًّا کَمُوسٰی خُطَّ فِی اَوَّلِ الکُتُبِ آیا تم نہیں جانتے کہ ہم نے محمدؐ کو نبی پایا مثل موسیٰ کے کہ انکا ذکر کتب سابق میں لکھا ہوا تھا قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں محمد ابن اسحاق سے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا کہ ابوطالب کا یہ اشعار کہنا اور انکا عارف بہ نبوت ہونا بہت سے اخبار سے پایا جاتا ہے اسی سے شیعہ متمسک ہوئے ہیں کہ وہ مسلمان تھے۔ اور نیز یہی ابن اسحاق و صاحب مغازی اہل سنت کہتا ہے کہ علی بن حمزہ بصری نے اشعار ابوطالب جمع کئے ہیں اور گمان کیا ہے کہ وہ مسلمان تھے اور اسلام پر فوت ہوئے پھر صاحب مواہب نے روایت کی ہے کہ ایک سال مکہ میں خشکی و قحط سالی تھی ابوطالب حضرت رسولخدا کو لیکر باہر آئے حالانکہ وہ حضرتؐ اسوقت طفل صغیر سن تھے اور روئے انور مثل آفتاب روشن پس ابوطالب نے آنحضرت کو گود میں اُٹھا لیا اور اپنی پشت مبارک کو خانہ کعبہ سے لگا کر کھڑے ہوئے اور پناہ چاہی آنحضرتؐ سے اور اشارہ کیا اپنی انگشت سے آسمان کی طرف آسمان میں اسوقت ابر کا نشان کوئی نہ تھا پس بادل ہر طرف سے اکٹھے ہوئے اور ایسا زور سے مینہہ برسا کہ ندی نالے پُر ہو گئے چنانچہ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہیں وہ اپنے قصیدہ لامیہ میں ؎ وَاَبیَضَ یُستَسقَی الغَمَامُ بِوَجھِہٖ ✧ ثِمَالُ الیَتَامٰی عِصمَۃٌ لِلاَرَامِلِ کہ وہ سفید و نورانی شکل ہیں کہ طلب بارش کی جاتی ہے

انکی وجہ سے ✦ وہ بہار ہیں تیمیوں کی اور حفاظت ہیں بیوا ؤنکی تاریخ ابوالفدا میں ہے کہ بوقت وفات ابوطالب عباس بن عبد المطلب نے دیکھا کہ لبہائے ابوطالب حرکت کرتے ہیں نزدیک جا کر سنا تو کہتے ہیں کہ اے برادر زادے قسم بخدا کہ جو کلمہ (کلمہ شہادتین) تم مجھ سے کہلوانا چاہتے تھے میں نے کہہ لیا ہے حضرت رسولخدا نے یہ سنکر فرمایا شکر ہے خدائیتعالیٰ کا کہ اے چچا تم نے ہدایت پائی۔ صاحب تاریخ نقل روایت کے بعد بتقاضائے سُنّیت خود کہتے ہیں کہ یہ روایت حضرت عباسؓ سے منقول ہے مگر مشہور یہ ہے کہ ابوطالب کافر مرے۔ لیکن حق الامر کسی کے چھپائے چھپ نہیں سکتا۔ اس کے بعد ہی مورخ مذکور کہتا ہے مگر چند اشعار ابوطالب سے دریافت ہوتا ہے کہ انہوں نے تصدیق رسالت کی ہے وہ اشعار یہ ہیں ؎ وَدَعَوْتَنِی وَعَلِمْتُ اَنَّکَ صَادِقٌ ✦ وَلَقَدْ صَدَقْتَ فَکُنْتَ قَبْلُ اَمِیْنًا ✦ یعنی دعوت کی اور بلایا تو نے مجھکو اے محمد (اپنی نبوت کی طرف) اور میں جانتا ہوں کہ البتہ راست کہا تو نے اور تو ہے سچا اور امانت گزار تھا ؎ وَلَقَدْ عَلِمْتُ بِاَنَّ دِیْنَ مُحَمَّدٍ ✦ مِنْ خَیْرِ اَدْیَانِ الْبَرِیَّۃِ دِیْنًا ✦ اور تحقیق کہ مجھکو معلوم ہے کہ دین محمدی دنیا کے تمام دینوں سے بہتر دین ہے اب کوئی اس فاضل مورخ (ابوالفدا) سے کہ فضیلت علم کے سوا کہتے ہیں کہ فوقیت سلطنت وحکمرانی بھی اسکو حاصل تھی پوچھے کہ تمہاری عقل کدھر گئی اور کون فہم وفراست کو لیگیا جبکہ خود کہتے ہو کہ بعض اشعار ابوطالب سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے تصدیق رسالت کی اور اشعار بھی وہ نقل کرتے ہو کہ انمیں فقط راستی وامانت آنحضرت کی تصدیق ہی نہیں کی بلکہ انکے دین کو خیر ادیان جہان کہا ہے تو پھر اب انکے اسلام میں کیا کلام باقی رہا کیا تصدیق رسالت تصدیق کل ماجاء بہ النبی نہیں جو کہ عین اسلام ہے اور کیا نظم ونثر کی تصدیق میں کوئی فرق ہوتا ہے نہیں تو کیونکر تم ایک مرد مسلم کو جو اپنے اسلام کی اس طرح پر پکار پکار کر منادی کر رہے ہیں اور عباس جیسے جلیل القدر صحابی انکی شہادت دیتے ہیں کافر بتا سکتے ہو اور مسلم بھی ایسے ویسے مسلم نہیں وہ مسلمان کہ خود بانی اسلام کے مربی وسرپرست باپ سے زیادہ ان پر شفیق ومہربان جنہوں نے اپنی جان ومال زن وفرزند کنبے قبیلے کو آنحضرت کی خدمت اور حفظ وحمایت کے لئے وقف کر دیا تھا اور جبتک دم میں دم رہا اس خدمت کو نہ چھوڑا سبحان اللہ ابوطالب تو کتب سابقہ سے آنحضرت کی نبوت کا اثبات کریں اور آپکو حضرت موسیٰؑ کی مثل اولوالعزم پیغمبر قرار دیں اور اہل سُنّت کے نزدیک وہ ابھی مسلمان بھی نہیں ہوئے کبھی جنّت میں جانے نہ پائیں گے یہ دشمنی علی علیہ السّلام سے نہیں تو اور کیا ہے **الحاصل** پیشتر گزرا کہ اہل بیت رسالت حضرت ابوطالب کے اسلام پر متفق ہیں اور اہل سُنّت بھی اسکو جانتے اور اپنی کتابوں میں نقل کرتے ہیں چنانچہ صاحب مقصد اقصےٰ نے اپنی کتاب میں اور ابن اثیر نے جامع الاصول میں کہا ہے وَاَهْلُ الْبَیْتِ یَزْعَمُوْنَ اَنَّ اَبَا طَالِبٍ مَاتَ مُسْلِمًا کہ اہل بیت کہتے ہیں کہ ابوطالب مسلمان فوت ہوئے پس اجماع انکا حجت ہے اور نیز گھر کا حال گھر والوں کو اچھی طرح معلوم ہوتا ہے دوسرا ایسا نہیں جان سکتا چنانچہ اَهْلُ الْبَیْتِ اَبْصَرُ بِمَا فِی الْبَیْتِ کہ گھر کے لوگ گھر کی چیزوں سے زیادہ واقف ہوتے ہیں کہ ضرب المثل ہے۔ پس جبکہ بقول اہل سُنّت اہل بیت علیہم السّلام اسلام ابوطالب پر متفق ہیں تو وہی ٹھیک ہے اور سُنّیوں کا اس سے انکار کرنا بوجہ تخلف کرنے اور سوار نہونے کشتی اہل بیت کے سمجھنا چاہیے مَنْ رَکِبَهَا نَجٰی وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا فَقَدْ غَرِقَ وَهَوٰی جو اس کشتی میں سوار ہوا اُس نے نجات پائی جس نے اس سے تخلف کیا غرق اور ہلاک ہوا اور نیز ہم نے پیشتر کہا ہے کہ یہ حضرات جو ایسے مقدمات

میں زیادہ مبالغہ کرتے ہیں تو اس کا ایک سبب اپنے خلیفوں کی ہمدردی بھی ہے کہ کسی طرح امیر المومنین کو انسے فوقیت نہ ہونے پائے والی لم ذالک یہ بات انکو کب حاصل ہو سکتی ہے پس اس اعتبار سے انکا قول سرے سے پایۂ اعتبار سے ساقط ہے اور ہم مکرر کہتے ہیں کہ ابوطالبؑ حدائیت خدا و رسالت رسول اللہ پر ایمان کامل رکھتے تھے اور امین تھے وصایائے انبیا کے عبد المطلب سے انکو پہنچی تھیں انکو رسولخدا کو پہنچایا جیسا کہ احادیث شیعہ سے ظاہر ہے **روایت** ہے کہ جبرئیل امین جانب رب العالمین سے نازل ہوئے اور کہا یا محمد اِنَّ یَقْرَئُکَ السَّلَامَ وَیَقُوْلُ اِنِّیْ حَرَّمْتُ النَّارَ عَلٰی صُلْبٍ اَنْزَلَکَ وَبَطْنٍ حَمَلَکَ وَحِجْرٍ کَفَلَکَ یعنی اے محمد حقتعالیٰ تمکو سلام پہنچاتا ہے اور فرماتا ہے کہ میں نے حرام کیا ہے آتش جہنم کو اُس پشت پر جس سے آپ جدا ہوتے اور اُس رحم پر جس نے تمکو برداشت کیا اور اٹھایا اور اس کنار پر جس نے آپ کی کفالت پرورش فرمائی پس پشت سے مراد پشت عبد اللہ ہے اور شکم سے شکم آمنہ اور کنار سے کنار ابوطالبؑ فاطمہ بنت اسد ہے **مروی** ہے کہ کسی نے معصوم سے سوال کیا کہ رسولخدا نے جنازۂ ابوطالب پر نماز پڑھی یا نہ فرمایا نماز جنازہ اسوقت کہاں تھی کہ وہ حضرت پڑھتے مگر انکی وفات پر اندوہگین ہوئے اور امیر المومنین سے انکی تجہیز وتکفین کرائی اور خود جنازے پر حاضر ہوئے **شیخ** صدوق علیہ الرحمہ نے کتاب امالی میں روایت کی ہے کہ حضرت رسولخدا اپنے عم محترم ابوطالب کے پاس تشریف لائے درانحالیکہ مرغ روح انکا عالم اعلےٰ کو پرواز کر گیا تھا اور چادر جسم مبارک پر ڈھانپ رکھی تھی۔ اور فرمایا اے چچا تم نے میری حفاظت کی جبکہ میں یتیم تھا اور حق تربیت بجا لائے میری کمسنی کے زمانے میں اور بعد بلوغ بھی میری نصرت ویاری میں کوتاہی نہ فرمائی پس اے عمو تمکو حقتعالیٰ جزائے خیر دے بعد ازاں امیر المومنینؑ کو حکم دیا کہ انکو غسل دیں **اور** سید مختار بن معد موسوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں کہ اثبات اسلام ابوطالب میں لکھی ہے نقل کیا ہے کہ حضرت رسولخدا کو وفات ابوطالب کی خبر ہوئی تو کمال دلگیر ہوئے اور امیر المومنینؑ کو امر کیا کہ شرائط غسل بجا لائیں اسوقت نہایت غم واندوہ کی حالت میں وہ کلمات ارشاد کئے جو اوپر گزرے آخر میں فرمایا قسم بخدا کہ میں اپنے چچا کے حق میں وہ شفاعت کروں گا جس سے جن وانس حیران رہ جائیں گے **ابن ابی الحدید** معتزلی نے شرح نہج البلاغہ مدح حضرت ابوطالب ومدح امیر المومنین علیہ السّلام میں ایک قصیدہ لکھا ہے دو شعر اُسکے یہاں پر نقل ہوتے ہیں کہتا ہے ؎ وَلَوْلَا اَبُوْطَالِبٍ وَابْنُهٗ ✦ لَمَا مَثَلَ الدِّیْنُ شَخْصًا وَقَامَا یعنی اگر ابوطالب اور انکے فرزند دلبند علی نہوتے تو دین اسلام کبھی صورت پذیر وقائم نہیں ہو سکتا تھا ؎ فَذَاکَ بِمَکَّۃَ اٰوٰی وَحَامٰی ✦ وَهٰذَا بِیَثْرِبَ خَاضَ الْحِمَامَا اُس نے یعنی ابوطالب نے مکہ میں اسکو پناہ دی اور حمایت کی اور اس نے یعنے امیر المومنینؑ نے مدینہ میں اپنی تئیں خوفناک مہلکوں میں ڈالا۔ اسی طرح دونو بزرگوں کے ساتھ ساتھ مدح کرتا چلا جاتا ہے **اب** ہم صرف ایک حدیث اس مقام میں اور نقل کرتے ہیں اور اس بحث کو ختم کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ امام بحق ناطق جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ ایک روز امیر المومنینؑ کوفہ کے محلّہ رحبہ میں تشریف رکھتے تھے اور اصحاب گرد وپیش آنحضرت کے جمع تھے کہ ایک مرد اُٹھا اور عرض کی یا امیر المومنینؑ آپ اس شرف وبزرگی پر ہیں جو حق تعالیٰ نے آپکو عطا کی ہے۔ حالانکہ آپ کے باپ آتش جہنم میں ہیں حضرت نے فرمایا خاموش

حِمَامٌ المَا۔ گہرا پانی جمع حِمام ۱۲

رہ فضل اللہ فاکَ خدا تیرا مونہہ نو ڑے قسم بخدائے عزوجل کہ جس نے محمد مصطفےٰ کو بحق وراستی پیغمبری پر مبعوث کیا کہ اگر میرا باپ تمام گناہگاران روئے زمین کی شفاعت کرے تو حق تعالیٰ اُسکو قبول کرے آیا ہو سکتا ہے کہ باپ تو آتش جہنم میں معذب ہو اور بیٹا قسمت کنندہ جنّت و نار ہو بعد ازاں فرمایا کہ نورِ ابوطالب بروزِ قیامت تمام خلقت کے انوار کو بجھا دیگا اِلّا نور محمد و علی و فاطمہ و حسن و حسین و اماماں اولاد حسین کو تحقیق کہ اُس کا نور ہمارے نور سے ہے جسکو حق تعالیٰ نے دو ہزار سال قبل از خلق آدم پیدا کیا لیکن والدۂ ماجدہ آپ کی پس فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف ہیں کہ اوّل زنِ ہاشمیہ ہیں کہ مرد ہاشمی کے نکاح میں آئیں بروایت مناقب ابن شہر آشوب اول ہاشمیۃٍ من ہاشمیین یعنے پہلے زن ہاشمیہ ہیں کہ ہاشمی ماں اور ہاشمی باپ سے وجود میں آئیں حدیث میں وارد ہے کہ مادرِ امیر المومنینؑ رسولخدا کے ساتھ معد بن عدنان تک تیئیس ۲۳ واسطوں سے قرابت رکھتی تھیں اتنی قرابتین کیکو رسول اللہ سے نہ تھیں جس قدر کہ امیر المومنینؑ ماں کیطرف سے آنحضرتؐ سے رکھتے تھے۔ اور نیز حدیث معتبر میں ہے کہ رسولخدا نے فرمایا یا علی چند چیزیں تمکو حاصل ہیں کہ مجھکو نہیں ایک یہ کہ تمہاری زوجہ فاطمہؑ ہے کہ میری کوئی زوجہ ایسی نہیں دوسرے تمہارے دو بیٹے حسنؑ و حسینؑ ہیں کہ میرے کوئی صلبی بیٹا ایسا نہیں تیسرے خدیجہ جیسی بی بی تمہاری خُشدامن ہیں کہ میری ایسی خُشدامن نہیں چوتھے مجھسا شخص تمہارا خسر ہے حالانکہ میرا خسر مجھسا کوئی نہیں۔ پانچویں تمہارا جعفرؑ سا بھائی ہے میرا کوئی نسبی بھائی ویسا نہیں چھٹے فاطمہ بنت اسد جیسی زن ہاشمیہ مہاجرہ تمہاری ماں ہے میری ایسی ماں نہیں۔ غرض حضرت فاطمہ بنت اسد بمنزلہ مادر رسول اللہ ہیں انہوں نے آنحضرت کو پرورش کیا پھر اُن پر ایمان لائیں اور آپ کے ساتھ ہجرت کی اور سابقات اسلام سے ہیں بحار الانوار میں جناب فاطمہ سے روایت ہے کہ رسولخدا حضرت عبد المطلب کی وفات کے بعد ہمارے ساتھ رہنے لگے اور مجکو ماں کہا کرتے تھے ہمارے یہاں چند درخت خرمے کے تھے جنکو تازہ پھل آیا تھا۔ ہر روز چالیس اطفال خورد سال آنحضرت کے ساتھ درختوں میں داخل ہوتے اور جسقدر کھجوریں زمین پر پڑی پاتے اُٹھا کر کھا لیتے بلکہ ایک دوسرے کے ہاتھ سے چھین جھپٹ لیتے میں نے کبھی آنحضرت کو نہ دیکھا کہ کسی کے ہاتھ سے دانہ خرما لیا ہو معمول تھا کہ میں یا میری کنیز ایک مُشت خرما آنحضرت کے لئے چن کر رکھ چھوڑتے تھے ایک روز بحسب اتفاق ہم دونو اس خدمت سے غافل رہے لڑکے آتے اور تمام خرمے اُٹھا لیگئے آپ خواب راحت میں تھے بیدار ہوئے تو باغ کیطرف تشریف لیگئے کہ کوئی دانہ تناول کریں وہاں کوئی دانہ نہ دیکھا تو واپس ہوئے میں کثرت خجالت سے مونہہ پر آستین لیکر لیٹ گئی۔ لونڈی نے عرض کی کہ ہم آج سہواً آپکے واسطے کھجوریں نہ چن سکے۔ لڑکے تمام لیگئے یہ سُنکر حضرت پھر باغ کی طرف متوجہ ہوئے اور درخت سے خطاب کرکے کہا کہ میں گرسنہ ہوں مجکو سیر کر قسم بخدا دیکھا میں نے کہ وہ شاخیں جن پر بڑے بڑے گچھے کھجوروں کے لگے ہوئے تھے آنحضرت کے واسطے جھک گئیں اور آپنے جسقدر چاہا خرمے تناول کئے پھر شاخیں بلند ہو کر اپنے مقام کو چلی گئیں میں یہ دیکھکر حیران تھی کہ اتنے میں ابوطالب اندر آئے میں نے یہ قصّہ اُنکے روبرو بیان کیا۔ اُنہوں نے کہا اے فاطمہ محمد پیغمبر آخر الزماں ہے تمیس سال بعد تجھسے اسکا وصی پیدا ہوگا فاطمہؑ کہتی ہیں کہ جیسا ابوطالب نے کہا تھا تیس سال بعد علی مجھ سے پیدا ہوتے شیخ صدوق علیہ الرحمۃ نے کتاب امالی میں روایت کی ہے کہ ایکروز امیر المومنینؑ باچشم اشکبار حضرت رسالت پناہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کلمہ اِنّا للہِ

معجزۂ حضرت رسول اللہ در ایام طفلی

وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُونَ کہتے تھے۔ حضرت نے سبب گریہ دریافت کیا تو عرض کی میری ماں فاطمہ بنت اسد نے رحمت خدا کی طرف انتقال کیا حضرت رسولخدا یہ خبر سُنکر آبدیدہ ہوئے اور فرمایا حقتعالیٰ مغفرت کرے فاطمہ کی وہ میری بھی ماں تھی۔ پس دو جامے اور ایک عمامہ اپنے ملبوس خاص سے عنایت کیا کہ انکو لیجاؤ اور فاطمہ کو انہیں کفن کرو اور عورات کو تاکید کردو کہ اچھی طرح انکو غسل دیں اور جنازۂ فاطمہ کو نہ اُٹھانا تاوقتیکہ میں حاضر ہو کر متکفل اُن کے امور کا ہوں عبد اللہ بن عباس راوی حدیث کہتے ہیں کہ تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ حضرت رسولخدا تشریف لائے اسوقت جنازہ باہر لے آئے تھے حضرت کھڑے ہوئے اور چالیس تکبیروں کے ساتھ اُسپر نماز پڑھی حالانکہ اس سے پہلے کبھی اس قدر تکبیروں سے کسی پر نماز نہ پڑھی تھی پھر بنفس نفیس قبر میں اُترے اور وہیں لیٹ گئے اسطرح پر کہ کوئی حرکت یا صدا آپ سے اسوقت محسوس نہوتی تھی۔ بعد ازاں امیر المومنینؑ و امام حسن علیہما السلام کو امر کیا کہ داخل قبر ہوں اور میت کو اسمیں اُتاریں جب فارغ ہوئے تو حضرت سرہانے فاطمہؑ کے تشریف لائے اور فرمایا اے فاطمہ میں ہوں سید و بزرگ اولاد آدمؑ کا۔ از راہ فخر نہیں کہتا جب منکر و نکیر تم سے سوال کریں تو کہو اللہ میرا پروردگار ہے۔ اور محمدؐ میرا پیغمبر اور اسلام میرا دین۔ اور قرآن میری کتاب اور بیٹا میرا علیؑ بن ابی طالب میرا امام ہے۔ بعد ازاں دعا کی فاطمہ کے لئے کہ پروردگارا ثابت رکھ اسکو ان عقائد حقہ پر پس قبر سے باہر آئے اور چند مشت خاک دست مبارک سے قبر پر ڈالی اور ہاتھ کو ہاتھ پر مارا تاکہ خاک ہاتھوں کی جھڑ جائے پس فرمایا۔ قسم ہے خدائے عزوجل کی کہ میری جان اُس کے قبضۂ قدرت میں ہے کہ فاطمہؓ نے میرے اس ہاتھ پر ہاتھ مارنیکی آواز کو بھی سُنا ہے اسوقت عمار یاسرؓ اُٹھے اور عرض کی یا رسول اللہ آج آپنے ایسی نماز پڑھی کہ اس سے پیشتر کبھی ایسی نماز نہ پڑھی تھی۔ فرمایا اے ابو الیقظان فاطمہؑ اس نماز کی سزاوار تھی۔ بتحقیق کہ اس کے ابوطالب سے بہت سی اولاد تھی۔ اور مال انکا کثیر اور ہمارا مال کمتر تھا فاطمہ مجھکو سیر کرتی اور اپنے بچوں کو گرسنہ رکھتی مجھکو کپڑا پہناتی اور انکو برہنہ چھوڑتی مجھکو روغن ملتی اور انکو ژولیدہ مُو رہنے دیتی۔ عمار یاسرؓ نے عرض کی آپنے چالیس تکبیریں نماز میں کہیں۔ فرمایا ہاں اے عمار میں نے اپنے دہنے ہاتھ پر چالیس صفیں ملائکہ کی دیکھیں بعد ہر صف ایک تکبیر کہی عمّارؓ نے کہا قبر میں لیٹنے کا سبب بھی ارشاد ہو فرمایا ایک روز تنگی و فشار قبر کا مذکور تھا فاطمہ بہت خائف ہوئیں اس لئے میں قبر میں لیٹا تاکہ لحد ان پر وسیع ہو جائے عرض کی ردا خاص میں کفن کیا اس کا کیا سبب ہے فرمایا میں نے برہنگی روز قیامت کا ذکر کیا تو فاطمہ نے کہا وافضیحتاہ قیامت میں برہنہ محشور ہونگے پس میں نے قاضی الحاجات سے سؤال کیا کہ اسکو پوشیدہ و مستور مبعوث کرے۔ بروایت دیگر فرمایا اے عمّارؓ ملائکہ نے ہوا کے لئے پر کھولے اور فاطمہ کے لئے ایک دروازہ بہشت کا اس کی قبر میں کھُل گیا پس وہ راحت و ریحان و جنّت نعیم میں ہے اور اسکی قبر ایک باغ ہے باغہائے بہشت سے پھر فرمایا قسم ہے خدائے عزّوجلّ کی کہ میں قبر فاطمہ سے باہر نہیں آیا اِلّا یہ کہ دیکھا میں نے کہ دو چراغ نور کے اسکے سرہانے اور دو پائینتی اور دو بئیں رُو روشن ہیں ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغۃ میں کہتا ہے کہ فاطمہ بعد دس شخصوں کے اسلام لائیں اور رسولخدا انکی تعظیم کرتے اور ماں کہکر انکو پکارتے تھے بوقت وفات انہوں نے آنحضرتؐ کو اپنا وصی کیا اور آپنے اس وصایت کو قبول و منظور فرمایا اور ان پر نماز پڑھی اور انکی قبر میں لیٹے اور اپنے پیراہن سے انکو کفن کیا۔ فاطمہ پہلی عورت ہے جس نے حضرت رسولخدا

کے ساتھ بیعت کی۔ **آثار ولادت باسعادت** شیخ سدید مفید علیہ الرحمہ کتاب روضۃ الواعظین میں نقل کرتے ہیں کہ شب ولادت باسعادت حضرت رسالت پناہ فاطمہ بنت اسد۔ آمنہ بنت وہب کے پاس حاضر تھیں جو عجائب و غرائب کہ آمنہ نے اُس رات مشاہدہ کئے فاطمہ نے تمام دیکھے صبح کو ابوطالب طواف خانہ کعبہ کر کے گھر میں تشریف لاتے تو فاطمہ نے عرض کی کہ رات کو اس قدر عجائبات خوارق عادات مینے مشاہدہ کئے کہ زبان اُنکی بیان سے قاصر ہے۔ آج آمنہ کے ایک مولود مسعود پیدا ہوا ہے جس کے وجود نے عالم کو نورانی کیا تا اینکہ ہم نے درختان ہجر (ایک شہر نہہاتے ملک یمن میں ہے) اپنی آنکھوں سے دیکھے ابوطالب یہہ مژدۂ فرحت افزا اُسنکر ازبس شاد ہوئے اور کہا اے فاطمہ تمکو بھی یہہ حالت لعنایت الٰہی پیش آنیوالی ہے اب سے تیس۳۰ سال بعد تمہارے بھی ایک فرزند پیدا ہوگا کہ جہان کو اپنے نور سے روشن کریگا جو عجائبات کہ تم نے اب دیکھے ہیں اُسوقت بھی مُشاہدہ کرو گی فاطمہ اس بات کو سُنکر منتظر اس سعادت کی رہتی تھیں۔ اُدھر ابوطالب کو عجائبات نظر آتے تھے اور جسقدر زمانہ ولادت باسعادت شاہ ولایت کا نزدیک آتا تھا اسی قدر نور انکے چہرے کا ترقی پاتا تھا۔ جس مجلس میں بیٹھتے بباعث اس نور کے جدا اور ممتاز معلوم ہوتی اور اسی امتیاز سے درندے وچرندے انحضرت پر سلام کرتے ایک دفعہ کا مذکور ہے کہ ابوطالب طائف کو جاتے تھے اثناء راہ میں ایک شیر انکے مقابل ہوا مگر جسوقت آپ کو پہچانا پاس آکر موہنہ خاک پر رکھدیا اور دُم کو زمین پر کھینچنے اور آثار تذلل انکسار ظاہر کرنے لگا ابوطالب نے سبب اس تذلّل و انکسار کا دریافت کیا تو شیر لقدرت خدا گویا ہوا کہ تم باپ ہو شیر خدا کے اور یاور و مددگار رسولخدا کے ہو کہتے ہیں کہ اس روز سے محبت رسولخدا کی ابوطالب کے دلمیں زیادہ ہو گئی اور وہ انحضرت کو بہت دوست رکھنے لگے **مروی** ہے کہ جب جناب باری تعالیٰ نے چاہا کہ اپنے حبیب کے حبیب اور مُعین و ناصر و وصی و برادر کو پردۂ خفا سے عالم ظہور و جلا میں جلوہ دے اور چشم اہل عالم کو سرمہ دیدار اُس جناب سے روشنائی بخشے تو صورت اسکی اس طرح پر ہوئی کہ ایک روز حضرت رسولخدا رطب بہشت کہ بو اسکی بوئے مشک و عنبر سے فائق تھی اور اشیاء دنیا سے بالکل مشابہت نہ رکھتی تھی بیٹھے تناول کر رہے تھے فاطمہ بنت اسد نے ایک دانہ اسمیں سے طلب کیا آپنے بعد لینے اقرار شہادتین کے ایک دانہ اُنکو مرحمت فرمایا فاطمہ نے اس دانہ کو کھا کر ایک دانہ اور ابوطالب کے لئے مانگا حضرت نے ایک اور دانہ انکو عطا کیا اور فرمایا کہ اُنسے بھی اقرار وحدانیت خدا اور میری رسالت کا پہلے لے لینا المختصر ابوطالب فاطمہ کے پاس آئے اور خوشبو اُس رطب کی انکی مشام جان میں پہنچی تو انہوں نے باعث اس خوشبوئے عجیب کا دریافت کیا فاطمہ نے وہ دانہ نکالکر دکھلایا اور ابوطالب نے کلمہ شہادتین پڑھکر نوش جان فرمایا قدرت خدا سے وہ رطب مستحیل بہ نطفہ ہوا اور اسی شب فاطمہ بنت اسد کو حمل جناب امیر ٹھیر گیا اور حسن و جمال ان کا ببرکت اس مادینہ کے دوبالا ہو گیا پس وہ جناب شکم میں اپنی والدۂ ماجدہ سے باتیں کرتے اور مونس انکی تنہائی کے ہوتے ایک روز فاطمہ مع جعفر طیار خانہ کعبہ کو جاتی تھیں حضرت امیر نے درون شکم سے جعفر کے ساتھ کچھ کلام کیا جعفر اس واقعہ عجیب کو دیکھ کر مدہوش ہو گئے فاطمہ قریب کعبہ پہنچیں تو جتنے بت وہاں رکھے تھے سب موہنہ کے بھل گر پڑے فاطمہ نے اپنی شکم پر ہاتھ پھیر کر کہا اے فرزند گرامی تو ہنوز درمیان شکم ہے کہ بت تجھے سجدہ کرتے ہیں جب باہر آئیگا تو نہ معلوم کہ کیا رُتبہ تیرا ہوگا اور اس حال کو ابوطالب سے بیان کیا انہوں نے کہا یہ دلیل ہے اس

امر کی جو طائف کی راہ میں شیر نے مجھے خبر دی تھی یہہ روایت ابن شہر آشوب کی ہے اور روضۃ الواعظین میں بروایت جابر بن عبداللہ انصاری اس طرح پر نقل کیا ہے کہ اس زمانے میں ایک عابد مسمّی بمثرم بن دعیب تھا جو زہد و عبادت میں شہرۂ آفاق تھا ایک سو نوّے برس اپنی عمر کے اُس نے عبادت خدا میں بسر کئے تھے کمال اخلاص و صدق دل سے مصروف عبادت پروردگار رہتا تھا۔ اور کوئی حاجت اس مدت میں اس نے حقتعالیٰ سے طلب نہیں کی تھی۔ ایک روز اس نے دُعا کی کہ اے پروردگار میرے اپنے دوستوں میں سے ایک دوست کی میرے ساتھ ملاقات کرا حقتعالیٰ نے ابوطالب کو اُسکے پاس بھیجا مثرم نے ابوطالب کو دیکھا تو آثار جلالت انکی جبین مبین سے لائح تھے اُٹھ کھڑا ہوا اور انکی پیشانی کو بوسہ دیا اور اپنے روبرو انکو بٹھایا پھر پوچھا تم کون ہو ابوطالب نے کہا میں ایک مرد ہوں تہامہ سے کہا مکّہ سے کہا کس شہر سے کہا کس قبیلہ سے ابوطالب نے کہا قبیلہ عبد مناف و فرزندان ہاشم سے راہب یہ سُنکر اُٹھا اور دوبارہ انکی پیشانی کو چوما اور کہا شکر ہے خدا کا کہ سوال میرا رد نہ کیا اور مجکو اپنے دوست کے ساتھ ملایا قبل اس کے کہ میں دُنیا سے رحلت کروں پھر کہا مجکو حقتعالیٰ نے تمہارے بارے میں ایک بشارت الہام کی ہے ابوطالب نے پوچھا وہ کیا بشارت ہے مثرم نے کہا تیری پشت سے ایک فرزند پیدا ہوگا ولی خدا و پیشوائے اتقیا و وصی و ناصر رسولخدا احمد مصطفےٰ کا پس جب تو اس فرزند کو پاوے تو سلام میرا اسکو پہنچانا اور کہنا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا وحدہٗ لاشریک ہے اور محمد اس کا برگزیدہ و رسول اور تو اسکا وصی و خلیفہ ہے جس طرح محمد پر نبوت ختم ہوئی تم پر اور تمہارے گیارہ فرزندوں پر امامت و وصایت کا خاتمہ ہے ابوطالب یہ سُنکر اشک شادی آنکھوں میں بھر لائے اور پوچھا اے راہب نام اُس فرزند کا کیا ہوگا۔ کہا نام اُسکا علی ہوگا ابوطالب نے کہا اے مثرم تیری ان باتوں کی حقیقت مجھ پر تب ظاہر ہو جبکہ کوئی دلیل روشن و برہان ظاہر اس پر دکھلائے مثرم نے کہا کیا چیز تم مجھ سے چاہتے ہو تاکہ میرا صدق تم پر ظاہر ہو جائے ابوطالب نے کہا میں اسوقت میوۂ بہشت چاہتا ہوں۔ مثرم نے دُعا کی ہنوز دُعا اُس کی تمام نہوئی تھی کہ ایک طبق پُر از انگور و رطب و انار و سیب ابوطالب کے پاس حاضر ہو گیا ابوطالب نے اُس میں سے ایک انار اُٹھا لیا اور شاد شاد گھر کو واپس آئے گھر پہنچکر اُس انار کو تناول کیا حقتعالیٰ نے اس انار سے نطفہ انکی پشت میں قرار دیا اور اسی شب کو فاطمہ بنت اسد کو حمل جناب امیر رہا پس ہیبت سے انحضرت کی زمین حرکت میں آئی اور لرزہ اُسمیں پیدا ہوا کہ تین دن تک اُسکو سکون نہوا اور دہشت عظیم قریش پر اس سبب سے طاری ہوئی اور انہوں نے باہم مشورہ کیا کہ اپنے بتوں کو کوہ ابوقبیس پر لیجا کر انسے سوال کریں تاکہ یہ زلزلہ ساکن ہو پس جو نہیں بتوں کو پہاڑ پر لیگئے تو زلزلہ میں اور زیادہ شدت ہوئی اور پتھر پہاڑ سے اُکھڑنے اور پہاڑ پھٹنے لگا اور بُت اوندھے گر پڑے قریش یہہ دیکھ کر حیران تھے کہ کیونکر اس بلا سے ہمکو نجات ہو گی کہ اتنے میں ابوطالب ہاں آئے اور کہا اے معشر قریش آج رات کو ایک بندۂ مبارک نے رحم مادر میں قرار پکڑا ہے اگر تم اسکی اطاعت کرو گے اور اسکی امامت و ولایت کی شہادت دو گے تو یہہ زلزلہ تم سے رفع ہوگا ورنہ ایک گھر تہامہ میں تمہارا باقی نہ بچیگا قریش نے کہا اے ابوطالب جو تم کہو ہم کریں پس ابوطالب نے ہاتھ طرف آسمان کے بلند کئے اور کہا اِلٰہی وَ سَیِّدِی اَسْئَلُکَ بِالْمُحَمَّدِیَّۃِ الْمَحْمُوْدِیَّۃِ وَ بِالْعَلَوِیَّۃِ الْعَالِیَۃِ وَ بِالْفَاطِمَۃِ الْبَیْضَاوِیَّۃِ اِلَّا تَفَضَّلْتَ عَلٰی تِھَامَۃَ بِالرَّاْفَۃِ وَالرَّحْمَۃِ یعنی اے خدا اے سید و سردار میرے سوال کرتا ہوں تجھ سے بحق ملت محمد کہ پسندیدہ ہے و سنت علی کے کہ

بعض کتب میں اسکو مثرم بن غیث لکھا ہے ظاہراً تصحیف معلوم ہوتی ہے ۱۲ منہ ۔ تہامہ بکسر تاء فوقانیہ ملک حجاز کا وہ حصہ کہ نجد سے اُترتا ہوا ہے ۱۲ منہ

بلند مرتبہ ہے وطریقہ فاطمہ کے کہ روشن و نورانی ہو کہ البتہ اپنے فضل سے اہل تہامہ پر رحم فرمایا پس حضرت رسولخدا نے قسم یاد کی کہ اہل عرب نے ان کلمات کو لکھ لیا جب کوئی شدت انکو پیش آتی تو وہ اُن کے ساتھ دُعا کرتے تھے پس فوراً انکی دُعا قبول ہو جاتی تھی۔ حالانکہ وہ ان کلمات کی حقیقت سے خبر نہ رکھتے تھے **مُولف** کہتا ہے کہ اس روایت سے پایا جاتا ہے کہ حمل اُس جناب کا انار بہشت سے تھا اور روایت سابقہ میں گزرا کہ وہ رطب بہشت سے بہم پہنچا تھا۔ ممکن ہے کہ انار و ثمر دونوں بہر دو طریق مذکورہ بالا حضرت ابو طالب کو ہاتھ آئے ہوں اور دونوں کو انعقاد حمل مبارک میں دخل ہو اور بعض روایات میں وارد ہے کہ یہ حمل میوۂ انگور سے حاصل ہوا تھا چنانچہ حضرت رسولخدا سے منقول ہو کہ انحضرت نے فرمایا کہ میں ثمری ہوں اور علیؑ عنبی یعنی انگور سے ہے اور یہہ دونو میوے لطیف ترین و پاکیزہ ترین میوہائے بہشت سے ہیں اور فاطمہ تفاح یعنے سیب بہشت سے ہے چنانچہ جسوقت میں سیب جنت کا مشتاق ہوتا ہوں تو بوئے خوش فاطمہ کو استشمام کرتا ہوں پس اس سے سیب بہشت کی خوشبو مجکو آتی ہے **کتاب الانوار** تصنیف ابو الحسن بکری اُستاد شیخ شہید ثانیؒ میں جسکا ترجمہ مولوی غلام حسنین صاحب کنتوری نے اُردو میں کیا ہے بروایت ابو مخنف لکھا ہے کہ فاطمہ بنت اسد کہتی ہیں کہ جب زمانہ حمل کو پورا ایک مہینہ گزر گیا میں نے ایک آواز سُنی کہ ایک شخص مجھ سے کہتا ہے مبارک ہو تمکو اے فاطمہ کہ تمہارے شکم میں قرار پکڑا ہے اُس بندۂ صالح خدا نے جو عدل خدا کی ترازو تے راجح ہے اس حمل سے تمکو شرف دنیا و آخرت نصیب ہوا جب دوسرا مہینا تمام ہوا پھر کسی نے کہا مبارک ہو تمہیں اے فاطمہ حمل اس مولود کا جو زاہد و عابد و راکع و ساجد ہے تیسرے مہینے میں آواز آئی مبارک اور تہنیت ہو تمکو اے فاطمہ یہہ جوان ایسا پیدا ہوگا کہ کبھی لڑائی سے موںہہ نہ موڑے گا اور ہمیشہ کفار کو قتل کریگا۔ چوتھے مہینے میں بشارت ہوئی مبارک ہو اے فاطمہ یہہ فرزند امام انام و اسد ضرغام ہے پانچویں مہینے کی صدا تھی مبارک ہو اے فاطمہ یہہ فرزند امام المتقین و حجۃ خدا ہے عالمین پر چھٹے مہینے میں آواز آئی مبارک ہو اے فاطمہ یہہ فرزند وریلاتے جو دو سخا و علم ہدایت کا ہوگا ساتویں مہینے میں سُنا کہ یہہ فرزند نبأ عظیم یعنے کاشف امر رسالت یا بیان کرنیوالا احوال قیامت کا ہے اور معجزات و آثار کا مظہر ہوگا۔ آٹھویں مہینے میں صدا آئی مبارک ہو کہ یہہ فرزند ارجمند دن کو روزہ دار رات کو عابد شب بیدار و پدر ائمہ اطہار ہوگا نویں مہینے میں سُنا کہ مبارک ہو اے فاطمہ کہ یہ پسر امام پاک و پدر ائمہ اطہار و برگزیدۂ بادشاہ جبار ہے فاطمہ کہتی ہیں کہ میں جس پتھر اور ڈھیلے اور شجر کے پاس سے گزرتی تھی ہر ایک بزبان فصیح مجھے تہنیت اور مبارکباد دیتا تھا۔ اس فضل و کرامت خدا پر جو مجھے بوجہ ہونے مادر نامدار اس فرزند کے ملی ہے۔ اور مشہور ہے کہ ایام حمل میں جناب امیر حضرت رسولخدا کے ساتھ شکم مادر سے باتیں کرتے تھے سلام کرتے آنحضرت پر اور شرائط تعظیم بجا لاتے چنانچہ جب حضرت رسولخدا دولت سرائے ابو طالب میں تشریف لاتے تو فاطمہ بنت اسد بے تحاشا اُٹھ کھڑی ہو جاتیں اس سے ابو طالب کو بہت حیرت ہوتی اور وہ کہتے کہ محمد تمہاری خورد اور بمنزلہ فرزندوں کے ہیں پھر اس تعظیم کی کیا وجہ ہے فاطمہ نے کہا محمد جسوقت آتے ہیں جنین جو میرے شکم میں ہے اس قدر تڑپتا اور اضطراب کرتا ہے کہ مجکو بے اختیار اُٹھنا پڑتا ہے ایک روز ابو طالب نے کہا اے فاطمہ بھلا اگر آج رسولخدا آئیں تو اسوقت آپ کو ضبط کرنا پس ابو طالب نے ایک شانہ فاطمہ کا اور امیر حمزہ نے دوسرا شانہ پکڑا مگر جسوقت حضرت رسولخدا تشریف لائے تو وہ دونو پشت کے

بل پیچھے کو گر پڑے اور فاطمہ سروقد اُٹھ کھڑی ہوئیں اسوقت حضرت رسولخدا متبسم ہوئے بحدیکہ دندان مبارک مثل گوہر آبدار نمایاں ہوئے اور کہا اے چچا اگر تمام دنیا فاطمہ کو روکنے کے لئے زور کرے تو یہہ فرزند سب کے زور کو توڑ دیگا۔ ابو طالب یہ سُنکر بہت مسرور ہوئے اور حمد و ثنائے الٰہی بجا لائے اور نام پاک محمد پر درود بھیجا مناقب تفضوی میں لکھا ہے کہ اسوقت حضرت رسولخدا نے فرمایا کرّم اللہ وجہہٗ یعنے گرامی کرے حقتعالی اس کی رُو یا اس کی ذات کو اور بعض کتب سے نقل کیا ہے کہ جسوقت رسولخدا خانۂ ابو طالب میں آتے تھے تو امیر المومنین شکم مادر سے اُن پر سلام کرتے تھے اور جسطرف کو وہ حضرت متوجہ ہوتے تھے جناب امیرؑ بھی رحم کے اندر اودھر ہی پھر جاتے تھے اس سبب سے رسول اللہ نے انکی نسبت یہ کلمہ کہا اور اور وجوہ بھی لکھی ہیں کہ جن سے صوفیہ لوگ بجائے رضی اللہ عنہ کے انحضرت کے نام کے ساتھ کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں **کیفیت ولادت آنحضرتؑ** نقل ہے کہ شب ولادت باسعادت ایک روشنی عظیم آسمان پر نمودار ہوئی اور نور ستاروں کا دو بالا ہو گیا۔ قریش اس حال کو دیکھ کر تعجب میں تھے اور جو کچھ جس کے جی میں آتا تھا اسکی نسبت رائے دیتا تھا کہ اتنے میں ابو طالب اپنی دولت سرا سے برآمد ہوئے جو ہیں لوگوں نے انکو دیکھا اُس طرف دوڑے اور حقیقت اس نور و ضیا کی پوچھنے لگے ابو طالبؑ نے کہا کہ حُجتِ خدا تمام ہوئی اَیُّہَا النّاس تمکو بشارت ہو کہ یہہ رات اُس ولی ذو الجلال کی پیدائش کی ہے کہ حقتعالی کامل کریگا اسمیں خصائل خیر و خوبی کو اور وصایت بلا فاصلہ پیغمبر ان ہی پر ختم ہوگی وہ ہے پیشوائے پرہیزگاران و یاری کنندۂ دین رحمان و برآوردۂ شیطان نقمت منافقان و زینت عابدان و وصی پیغمبر آخر الزمان اور وہ ہے امام ہدایت و نجم فلک امامت و کلید باب علم و حکمت و ماحی کفر و شبہت جان ایمان و یقین و سرور اسلام و دین یزید بن قعنب سے روایت ہے کہ اس نے کہا کہ ایک روز میں اور عباسؓ بن عبد المطلب اور کچھ لوگ بنی ہاشم و بنی عبد العزیٰ کے سامنے کعبہ کے بیٹھے تھے کہ ناگاہ فاطمہ بنت اسد مسجد الحرام میں تشریف لائیں اور انکو نواں مہینا حمل جناب امیرؑ سے تھا اور درد زہ عارض ہو رہا تھا۔ پس وہ جناب خانہ کعبہ کے برابر کھڑی ہوئیں اور رُو بجانب آسمان کرکے عرض کی کہ خداوندا میں ایمان لائی ہوں تجھ پر اور تیرے تمام پیغمبروں اور رسولوں پر جنکو تو نے بھیجا ہے اور تیری کتابوں پر جو تو نے نازل کی ہیں اور تصدیق کی ہے میں نے تمام اقوال و احکام اپنی جد ابراہیمؑ کی جنہوں نے اس خانۂ معظمہ کو بنا کیا ہے پس سوال کرتی ہوں تجھ سے بحق اس شخص کے جس نے اس خانۂ معظم کو بنا کیا اور بحق اس فرزند کے کہ میرے شکم میں ہے اور میرے ساتھ باتیں کرتا ہے اور مونس تنہائی میرا ہے اور مجکو یقین ہے کہ وہ ایک آیت و نشانی ہے تیری عظمت و جلالت کی آسان کر تو مجھ پر ولادت اسکی عباس اور یزید بن قعنب کہتے ہیں کہ ہم دیکھ رہے تھے کہ جب فاطمہ اس دعا سے فارغ ہوئیں تو دفعتہً دیوار خانہ کعبہ کی شق ہوئی اور فاطمہ رخنۂ دیوار سے داخل کعبہ ہو کر ہماری نظروں سے غائب ہو گئیں اور دیوار کعبہ باہم ملگئی ہم نے ارادہ کیا کہ دروازۂ کعبہ کھولکر اندر جائیں ہر چند زور کیا مگر دروازہ نہ کھلا جانا کہ یہ امر جانب خدا سے ہے پس فاطمہ تین شبانہ روز خانہ کعبہ میں رہیں اور اہل مکہ بازاروں اور کوچوں میں اس قصّہ کو بیان کرتے تھے اور عورات گھروں میں یہہ حکایت نقل کرتی تھیں اور سب کو تعجب تھا چوتھے روز اُسی مقام سے دیوار کعبہ شق ہوئی اور فاطمہ اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب کو گود میں لئے اس رخنہ سے باہر آئیں اور فرمایا ایّہا النّاس حقتعالی نے مجھے اپنی تمام مخلوقات سے

برگزیدہ کیا اور سب پر فضیلت بخشی خصوصاً زنان برگزیدہ سابقہ پر اس لئے کہ حقتعالی نے برگزیدہ کیا آسیہ زن فرعون کو اور اس نے
خانہ فرعون میں عبادت خدا کی کہ سزاوار عبادت نہ تھا اور برگزیدہ کیا مریم بنت عمران کو اور ولادت عیسٰے کو اس پر آسان کیا اور بیابان میں
درخت خشک سے رُطب تازہ اسکے لئے گرائے لیکن حق تعالی نے مجکو ان سب سے افضل کیا اسواسطے کہ میں تین روز اس کے خانہ محترم میں
رہی اور وہاں میرے فرزند برگزیدہ پیدا ہوا اور بہشت بریں کے میوے کھائے اور جب میں نے اسکو لیکر ارادہ باہر آنیکا کیا تو ہاتف کی
آواز آئی کہ اے فاطمہ نام اس کا علی رکھ میں علی اعلی ہوں میں نے اس کا نام اپنے نام سے مشتق کیا ہے اور اسکو اپنی قدرت کاملہ
سے پیدا کیا اور اپنی عدالت سے بہرۂ کامل اور اپنی عزت وجلال سے حظ وافر بخشا ہے اور علوم نہانی و اسرار پنہانی سے آگاہ
کیا ہے اور اپنے خانہ معظم میں اسکو پیدا کیا ہے وہ سب سے پہلے سطح خانہ کعبہ پر اذان دیگا اور وہاں کے بتوں کو توڑ کر پھینکدیگا اور
مجکو عظمت وجلالت کی ساتھ یاد کریگا اور امام وپیشوائے اُمت ہوگا بعد میرے پیغمبر برگزیدہ کے پس محمد رسول میرا ہے اور یہ وصی
اس کا پس خوشا حال اس کا جو اسکو دوست رکھے اور اسکی یاری کرے اور برا حال اُس کا جو اسکا حکم نہ مانے اور اسکی نصرت سے روگردانی
کرے **نظم** چو خواست مادرش از بہر زادنش جائے ❊ درون خانہ خویشش بداد جا جبار ❊ زبہر مدخل آن پیشوائے خیل زنان
شگافت حضرت جبار خانہ را دیوار ❊ پس آن مطہرہ با احترام داخل شد ❊ در آن مکان مقدس براد مریم وار ❊ برون چو خواست
کہ آید پس از چہارم روز ❊ ندا شنید کہ نامش بر وعلی بگزار ❊ فدائے نام چنین زادہ بود جانم ❊ چنین امام گزینید یا اولی الابصار ❊
امام ہمام زین العابدین علیہ السلام سے بسند معتبر منقول ہے کہ ایک روز فاطمہ بنت اسد خانہ کعبہ کے گرد طواف کرتی تھیں حالانکہ وہ
حضرت امیرؑ سے حاملہ تھیں کہ ناگاہ اثناء طواف میں ان کو درد زہ پیدا ہوا پس دیوار کعبہ بقدرت خدا شق ہوئی اور فاطمہ داخل کعبہ ہوئیں
اور امیر المومنینؑ اس مکان پاک و پاکیزہ میں پیدا ہوئے شاعر عرب کہتا ہے ؎ وَلَدَتۡہُ فِی حَرَمِ الۡمُعَظَّمِ اُمُّہٗ ❊ طَابَتۡ وَ
طَابَ وَلِیۡدُہَا وَالۡمَوۡلِدُ ❊ یعنی جنا انکو اُن کی ماں نے حرم محترم میں پس پاک و پاکیزہ ہے وہ ماں اور پاک ہے اس کا بیٹا اور پاک ہے
جائے ولادت **قطعہ** گوہر چو پاک بود وصدف نیز پاک بود ❊ آمد میانہ حرم کعبہ در وجود ❊ کعبش زفیض کعبہ صفا داشت لاجرم ❊
بر دوش سید دو جہاں جلوہ مینمود ❊ **رباعی** بسوئے کعبہ رو دشیخ ومن براہ نجف ❊ برب کعبہ کہ اینجا مرا است حق بطرف تفاوتے
کہ میان من است واو انیست ❊ کہ من بسوئے گہر رفتم واو بسوئے صدف ❊ فاطمہ بنت اسد کہتی ہیں کہ جب میں کعبہ میں داخل ہوئی
تو ایک ساعت سنگ سرخ ونرم پر جو درمیان کعبہ کے ہے بیٹھی تھی کہ فرزند علی بن ابی طالب مجھ سے پیدا ہوئے بوقت وضع حمل کسی طرح کا
درد والم جو عورتوں کو جننے کے وقت ہوتا ہے مجکو محسوس نہوا جو ہیں پیدا ہوئے سجدۂ خالق کے لئے جھک گئے پھر سر آسمان کیطرف
بلند کیا گو یا تضرع وزاری بدرگاہ جناب باری کرتے ہیں اس وقت شکل وشباہت وتیور و انداز میرے فرزند کے بالکل تیور و انداز حضرت
رسولخدا کے سے تھے پس میں نے ایک آواز سُنی کہ کوئی کہتا ہے کہ بیٹھنے والو اٹھو اور تعظیم کرو اس ولی خدا کی اور اُس کے اعزاز وکرامت
کے لئے کھڑے ہو جاؤ میں اس آواز کی طرف دیکھ رہی تھی کہ اتنے میں پانچ عورتیں خوبصورت زیبا منظر مجکو دکھائی دیں کہ گو یا پانچ

آمدن زنان بکمک فاطمہ نزد ولادت امیر المومنین

بدر منیر ہیں وہ عورات میرے پاس آئیں اور میرا نام لیکر بولیں السلام علیک یا فاطمہ بنت اسد اور میرے روبرو بیٹھ گئیں میرا فرزند سوقت
کلمہ شریفہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحۡدَہٗ لَا شَرِیۡکَ لَہٗ وَاَشۡہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبۡدُہٗ وَرَسُوۡلُہٗ پڑھتا تھا۔ پس پہلے اسکو حوا ام البشر نے اپنی گود
میں اُٹھایا اور مونہہ چومنے اور خوشبو تے بدن کو اُس کی سونگھنے لگیں میرا فرزند انکو دیکھ کر مسکرایا اور کہا اَلسَّلَامُ عَلَیۡکَ یا اُمّاہ سلام ہو میرا
تم پر اے مادر گرامی حضرت حوا نے جواب سلام دیا جب مینے یہ سُنا تو کہا اے فرزند کیا میں تمہاری ماں نہیں ہوں انہوں نے کہا بیشک آپ
میری مادر عالیقدر ہیں لیکن میں اور آپ وجملہ خلائق بشری صلب آدم وشکم حوا سے پیدا ہوتے ہیں لہٰذا آدم سب کے باپ اور حوا اُن کی ماں
ہیں اَبُوۡہُمۡ اٰدَمُ وَالۡاُمُّ حَوَّآءُ پس دوسری بی بی نے جن کے ہاتھ میں غالیہ دان نقرہ تھا انکو اٹھایا اور بوسے لیکر سینہ سے لگایا
انہوں نے بھی اس بی بی کی طرف دیکھ کر تبسم فرمایا اور کہا سلام ہو تم پر اے بہن اور رحمت خدا ہو انہوں نے جواب سلام دیا میں نے
کہا اے فرزند یہ کون معظمہ ہیں۔ کہا یہ مریم بنت عمران میری بہن ہیں اور یہ خوشبو دان انکے پاس پر از خوشبوہائے بہشت ہے پس
حضرت مریم نے اپنی خوشبو دان سے خوشبو نکالی اور انکو معطر کیا بعد ازاں ان کے ہاتھ سے تیسری بی بی نے لیا اور بدستور چھاتی سے
لگایا اور بوسہ لیتی اور خوشبو جسم نازنین کی سونگھتی تھیں پس ایک پارچہ حریر بہشت میں جو اُنکے پاس تھا انکو لپیٹا۔ پھر چوتھی بی بی نے لیا
اور پیار کیا حضرت علی نے انکی طرف دیکھا اور ہنسے بحدیکہ گو نا چمک انتوں کی مشرق ومغرب تک پہنچی بعد ازاں پانچویں بی بی نے لیا
اور اپنے سینہ سے لپٹایا میرے فرزند نے اُنکی طرف دیکھ کر کہا اَلسَّلَامُ عَلَیۡکَ اے اُمّ النبیینؑ واے دایۂ اطفال مومنین انہوں نے کہا
وعلیک السلام اے امیر المومنینؑ وصی خاتم النبیینؐ اس کے بعد سب بیبیاں میرے فرزند کے پاس آئیں اور انکی ناف کو دیکھا تو بُریدہ و
درست پایا اسوقت میں نے کہا اگر اسوقت میرے فرزند کے ختنہ ہو جاتیں تو بہتر تھا کیونکہ دستور عرب تھا کہ بروز ولادت بچوں کے
ختنہ کرادیتے تھے یہ سُنکر اُن بیبیوں نے کہا اے فاطمہ یہ فرزند مختون ومزکّٰی پیدا ہوا ہے اور صدمۂ آہن اسکو نہ پہنچیگا اِلّا ہاتھ سے ایک مرد
کے کہ خدا اور رسول وملائکہ آسمان وکوہ و دریا اسکو دشمن رکھتے ہیں اور لعنت کرتے ہیں اور جہنم اس کا مشتاق ہے فاطمہ کہتی ہیں کہ میں نے پوچھا
کہ وہ مرد کون ہے کہ میرے لخت جگر کو بضرب شمشیر قتل کریگا اُن معظمات نے کہا کہ نام اس ملعون کا عبد الرحمن بن ملجم مرادی ہے جو
محراب عبادت میں درمیان مسجد کوفہ کے چالیس سال بعد ہجرت پیغمبرؐ کے اسکو شہید کریگا فاطمہ کہتی ہیں کہ یہ کہکر وہ عورات جہاں سے آئی تھیں چلی
گئیں میں اپنے دلمیں افسوس کرنے لگی کہ سوائے حوا ومریمؑ کے باقی تین بیبیوں کا حال مجھکو نہ معلوم ہوا میرے فرزند نے بالہام ربانی اس کو
دریافت کر کے کہا اے مادر مہربان پہلی بی بی جس نے مجھے گود میں لیا حضرت حوا تھیں دوسری جن کے پاس چاندی کا خوشبو دان
تھا مریم بنت عمران۔ تیسری مادر موسٰی چوتھی آسیہ بنت مزاحم زن فرعون پانچویں سارہ زوجہ ابراہیم خلیل الرحمن **مجلسی** علیہ الرحمہ بعد نقل
روایت فرماتے ہیں کہ یہ بات کہ حرارت آہن آنحضرتؐ کو نہ پہنچے گی اِلّا ہاتھ سے ابن ملجم کے ظاہراً مخالف ان اخبار کی ہے جن سے حضرت
امیرؑ کا بموقعہ جہاد ضرب شمشیر وغیرہ کھانا نکلتا ہے مثلاً جنگ خندق میں ضربتہ عمر بن عبدود سر مبارک میں پہنچی۔ پس ہو سکتا ہے کہ مراد
اس مقام پر یہ ہو کہ کوئی ضرب شمشیر وغیرہ بلا اختیار ورضائے آنحضرت کے انکو نہ پہنچے گی اِلّا ہاتھ سے ابن ملجم ملعون کے کیونکہ ان

آمدن انبیاء و اولو العزم نزد ولادت امیر المومنین

ضربات کو وہ حضرت برائے رضاء خدا باختیار خود اپنے اوپر لیتے تھے اور اپنی خواہش سے اپنے تئیں انکی معرض میں لاتے تھے - اور محتمل ہے کہ ان جراحات سے کوئی الم آنحضرت کو نہ پہنچتا ہو پھر فاطمہ بنت اسد کہتی ہیں کہ ان بیبیوں کے چلے جانیکے بعد میں اسی سنگ سرخ پر بیٹھی تھی کہ ناگاہ پانچ مرد باحسن و جمال و ہیبت و جلال میرے پاس داخل ہوئے اوّل انمیں آدم تھے دوم نوح سوم ابراہیم خلیل چہارم موسیٰ پنجم عیسیٰ علیہ السلام انہوں نے آنکر میرے فرزند کو میرے آگے سے اٹھا لیا اور باری باری ایک ایک انکو لیتا اور چومتا اور باتین کرتا تھا - تھوڑی دیر کے بعد وہ سب کے سب جدھر سے آئے تھے اسی طرف چلے گئے اور مجکو معلوم نہوا کہ کہاں سے آئے تھے اور کدھر کو گئے ہیں اس اثنا میں آواز ملائکہ کے پروں کی میرے کان میں آئی اور ایک ابر سفید اوپر سے نیچے کو اترتا ہوا دکھائی دیا وہ ابر میرے فرزند کو لیکر آسمان کی طرف چلا گیا میں نے سنا کہ کسی کہنے والے نے کہا کہ پھراؤ علی بن ابی طالب کو تمام مشارق و مغارب زمین مین اور سیر کراؤ اسکو صحراؤ دریا اور پہاڑ اور ہموار زمین کی اور احکام و شرائع انبیاء مرسلین و اخلاق اوصیاء و صدیقین کو اس خاتم الاوصیا پر عرض کرو اور جو افعال اور کہ انکے بھائی سردار اولین و آخرین کے ساتھ کئے تھے سواء خصوصیات نبوت کے تمام انکے ساتھ بجالاؤ اور جملہ انبیاء مرسلین و ملائکہ مقربین کے سامنے ان کو لیجاؤ کہ سب انکی زیارت سے مشرف ہوں - فاطمہؑ کہتی ہیں کہ اسوقت میرا فرزند میری نظروں سے غائب ہو گیا اور بعد ایک لمحہ کے پھر میرے سامنے آگیا میں اسکی طرف دیکھ رہی ہی تھی کہ ناگاہ ایک اور پارہ ابر نمودار ہوا اور مثل سابق پھر میرے فرزند کو لیکر اوڑا اور پھر ایک آواز آئی کہ کسی کہنے والے نے کہا کہ پھراؤ علی بن ابی طالب کو جملہ مخلوقات خدا میں اور رویدو انکو علم و حلم و ورع و زہد و تقویٰ و شجاعت و سخاوت و صیانت از خطا و تواضع و وفا و ہیبت و مروت و کرم و مودت و دیانت و قناعت و فصاحت و بلاغت و عفاف و انصاف وغیرہ عادات و اخلاق انبیاء کرام و اوصیاء ذوی الاحترام بتحقیق کہ علی قاتل کفار و مرتضیٰ و پسندیدہ خداوند جبار ہین بعد اپنے بھائی رسولخدا کے امامت خلائق پر مبعوث ہونگے اور بہترین خلائق ہیں بعد آنحضرت کے خود امام عادل ہیں اور پدر عالیمقدار اور جد نامدار ہیں گیارہ اماموں کے فاطمہؑ کہتی ہیں کہ میں بار دیگر اپنے فرزند کے غائب ہونے سے حیران تھی کیا دیکھتی ہوں کہ ایک ساعت کے بعد پھر میرا نور چشم میری آنکھوں کے سامنے موجود ہے غرض تین شبانہ روز مین کعبہ مین رہی میوہ ہائے بہشت کھایا کرتی تھی تیسرے روز میرے فرزند نے کہا اے مادر گرامی آج کی رات گزر جانے دیجئے صبح کو جس دیوار سے آپ داخل ہوئی تھین وہی کھل جائیگی اور آپ کو باہر جانیکا راستہ ملیگا - یہاں کا یہ حال تھا اور شہر میں ابو طالب ہمارے لئے دعائیں مانگ رہے تھے اور جناب رسولخدا مصروف قیام و قعود و رکوع و سجود تھے اور کہتے تھے خداوندا میرے تنگی دل کو دور کر اور سرور و خوشحالی سے ہمکو معمور فرما - کہ اپنے ابن عم اور اسکی مادر محترم کو کہ بمنزلہ میری ماں کے ہے بخیر و عافیت پاؤں - پس جبرئیل حضرت رسولخدا پر نازل ہوئے اور خوشخبری میرے فرزند کی صحیح و سالم پیدا ہونے کی آنحضرت کو پہنچائی اور بشارت دی کہ وہ دونو عنقریب خانہ کعبہ سے نکلکر تمہارے پاس آتے ہیں اور **مناقب مرتضوی** مین لکھا ہے کہ جب فاطمہ بنت اسد مادر امیر المومنینؑ داخل کعبہ ہوئین تو انکو ایک پردہ نظر آیا اس پردہ کے پیچھے چلی گئین اور وہاں ذات فرخندہ صفات حضرت امیر نہانخانہ تقدیر سے عالم

ظہور و شہود مین جلوہ گر ہوئے - اسوقت ایک مرغ سفید بال سقف خانہ سے اترا اور اپنی منقار سے سینۂ معارف گنجینہ آنحضرتؐ پر اسم مبارک علیؑ اس نے منقوش کیا حالانکہ اس سے پیشتر علیؑ کسی کا نام عالم مین نہ تھا - نیز مناقب میں ہے کہ معمول تھا کہ جب کوئی بچہ پیدا ہوتا تو ابو جہل بتوں کی پاؤں کی خاک لیکر اس کے آنکھوں مین لگاتا جب خبر ولادت شاہ ولایت اس پیشوائے اہل غوایت نے سنی تو آیا اور خاک پائے بتان لیکر چاہا کہ آپ کی آنکھوں مین ڈالے ہر چند چاہا مگر حضرت امیرؑ نے اپنی آنکھیں نہ کھولیں پس ابو جہل نے اپنی انگلیاں چشم وحدت بین اس جناب پر رکھین اور بزور دست انکو کھولنا چاہا حضرتؑ نے بقوت ید اللّٰہی ایک طمانچہ اس گمراہ کے موہنہ پر مارا کہ اس کے صدمہ سے پشت کے بھل گر پڑا اور گردن اس کی کج ہو گئی کہ یہ کجی آخر عمر تک اس کی گردن مین نمایان تھی - اور امیر المومنینؑ بدستور آنکھین بند کئے تھے والدۂ امیرؑ نے جو یہ دیکھا تو بہت پریشان ہوئین کہ مبادا میرا فرزند نابینا ہو - اسوقت الہام ملک علام حضرت سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہنچا کہ تمہارا ابن عم و وصی و برادر پیدا ہو لیا ہے جلد اس طرف متوجہ ہو پس حضرت رسولخدا مع جملہ احباب وہان تشریف فرما ہوئے اور حضرت امیر کو اٹھا کر باحترام تمام اپنی گود مین بٹھایا - بوئے گیسوئے مشکبار احمد مختار مشام حیدر کرار مین پہنچی تو جمال جہان آرا کے دیکھنے کو آنکھین کھول دین اور شرائط تحیت و تسلیم بجا لائے اور اپنی آنکھون کو دیدار فیض آثار آنحضرتؐ سے روشنائی بخشی ع بجز رسول بروئے کسے نظر نہ کشاد بدو کہ از ازل نظرے داشتہ بمنظر او - نیز مناقب ابن شہر آشوب مین ہے کہ تین روز آپنے آنکھین بند رکھین تیسرے دن جب حضرت رسولخدا تشریف لائے اسوقت کھولین اور آنحضرت کے روئے انور پر نظر کی حضرت رسولخدا نے فرمایا خصنی بالنظر وخصصتہ بالعلم اس نے مجھکو نظر کرنے اور دیکھنے کے لئے خاص کیا مین اسکو علم و حکمت سے مخصوص کرونگا **بالجملہ** حضرت ابو طالب کہتے ہین کہ جب مین نے اپنے فرزند کو اور اس نے مجھکو دیکھا تو کہنے لگا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَبَتِ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ یعنی سلام ہو تم پر میرا اور رحمت خدا و برکات خدا اے پدر بزرگوار پس مین نے اپنے فرزند کی بوسے لئے اور خوشبوئے بدن نازنین کی سونگھی اور آغوش مین لیا اور سینہ سے لگایا اور حمد و ثنائے الٰہی و درود حضرت رسالت پناہی بجا لایا پھر حضرت رسولخدا نے انکو اپنی گود مین لیا جناب امیرؑ روئے انور جناب ختمی مآب دیکھ کر ہنسے اور بکمال بشاشت کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ اور زبان معجز بیان سے تلاوت سورۂ مومنون کی شروع کی جب کہا قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلٰوتِھِمْ خَاشِعُوْنَ تو حضرت رسولخدا نے فرمایا بتحقیق کہ رستگاری پائی مومنین نے تیرے سبب سے اور جب اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْوَارِثُوْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ھُمْ فِیْھَا خَالِدُوْنَ پر پہنچے تو فرمایا بخدا تو امیر اور بادشاہ انکا ہے تو ہی انکو علم و حکمت سکھائیگا اور راہ نمائی انکی کریگا تجھ سے ہی ہدایت پائیں گے پھر فاطمہؑ سے فرمایا کہ جاؤ اس فرزند کے عم بزرگوار حمزہ کو اس کے ولادت کی خوشخبری دو تمہارے پیچھے میں اسکو سیراب کرونگا جب فاطمہؑ گئین تو آپنے زبان معجز نشان اپنی جناب امیرؑ کے دہن اقدس مین دی پس زبان مبارک سے بارہ چشمے شیر کے جاری ہوئے تھے کہ وہ جناب خوب سیر ہو گئے فاطمہؑ پھر کر آئین تو دیکھا کہ ایک نور روئے منور جناب امیرؑ سے جانب آسمان ساطع ہے کہ روشنی اس کی آسمان تک پہنچی ہے بعد فاطمہؑ نے مثل دیگر اطفال کے جناب امیرؑ کو ایک پارچہ میں لپیٹا مگر انہوں نے اسکو پھاڑ ڈالا پھر ایک اور پارچہ میں لپیٹا انکو

بھی پھاڑ دیا آخر دو پھر تین پارچون میں لپیٹا مگر اس معجز نما نے انکو بھی پھاڑ پھینکا اور قدرت خدا سے گویا ہوئے کہ اے والدہ ماجدہ میرے ہاتھون کو نہ باندھو میں چاہتا ہوں کہ انکو دعا کے لئے درگاہ جناب کبریا میں بلند کروں بروایتے فرمایا کہ مجھکو ان ہاتھوں سے ضرورت مصافحہ کرنے کی ملائکہ کرام کے ساتھ ہوتی ہے جب کپڑے کے اندر انکو بستہ پاتا ہوں تو شرمندہ ہوتا ہوں ناچار کپڑے کو پھاڑ ڈالنا پڑتا ہے ابو طالب یہہ حالات دیکھ کر مسرور ہوئے اور کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ اس نے ایسا فرزند مجھکو عطا فرمایا اب موت مجھے سہل و آسان ہے جسوقت چاہے پیمانۂ عمر لبریز ہو جائے **راوی** کہتا ہے کہ اگلے روز پھر حضرت رسولخدا خانۂ ابو طالب مین تشریف لائے علی بن ابی طالب نے جو ہین آپ کو دیکھا تو ہمک ہمک کر ہاتھ پاؤں مارنے اور ہنسنے لگے تا کہ حضرت رسولخدا انکو اپنی گود مین لے لین اور کل کی طرح آج بھی زبان مبارک بیچ مونہہ میں دین پس حضرت نے انکو اٹھا لیا اور فرمایا الحمد للہ کہ حق تعالی نے تمکو میری نصرت اور امداد کے لئے پیدا کیا تم قلعہا کفر کو اپنی طاقت سے گراؤ گے اور ارباب نفاق و عداوت کو ذلیل و خوار کرو گے پھر اپنی زبان مبارک انکے مونہہ میں دی کہ وہ حضرت سیر ہو گئے۔ نقل ہے کہ علی ابن ابی طالب رسول اللہ کو پہچانکر اشارے کرتے اور ہنستے تھے تو فاطمہ بنت اسد اس پر متعجب ہوتیں ابو طالب نے انسے کہا اسمیں تعجب کی کون سی بات ہے اس فرزند نے تو اپنے بھائی اور اپنے پیغمبر کو اس وقت پہچان لیا تھا کہ جب تمہارے شکم مین تھے اور ہنوز متولد نہوئے تھے اب تو انکو آنکھوں سے دیکھتے ہیں اب پہچانا تو کونسی تعجب کی بات ہے فاطمہ نے کہا سچ کہتے ہو اے ابو طالب اسمیں کچھ تعجب کرنا چاہئے **تیسرے** روز ابو طالب نے ایک ولیمۂ عظیم الشان کی تیاری کی یعنی تمام اہل مکہ و نواح مکہ کی اس خوشی میں دعوت فرمائی کہتے ہین کہ تین سو شتر ایک ہزار گائے ایک ہزار بکری انہوں نے اس کھانے کے لئے ذبح کی تھیں مکانات فروش مکلف دیبا و حریر سے آراستہ و جملہ لوازم اعزاز و اکرام مہمانان عمدہ طور سے مہیا کئے گئے تھے عام طور سے منادی ہو گئی تھی کہ جو شخص اس متبرک طعام کے کھانے کا ارادہ کرے اول چاہئے کہ سات بار گرد خانۂ کعبہ طواف بجا لائے پھر دسترخوان پر آکر نعمتہائے اقسام و الوان کو نوش جان کرے جب مہمان طعام کھاکر رخصت ہوتے تو ابو طالب انسے کہتے تھے برادران عرب کمال لطف و عنایت پروردگار ہے کہ اس نے اپنے ولی و حجۃ امام المتقین کو تمہارے درمیان ظاہر کیا ابزمانہ نزول برکات کا نزدیک آتا جاتا ہے جلد تمہارے شبہات و جہالات دور ہونگے۔ کھانا اس کثرت سے تھا کہ تمام اہل مکہ و نواح مکہ کھاکر سیر ہو گئے اور ہنوز بہت کچھ اس سے باقی تھا۔ پس ابو طالب نے حکم دیا کہ صحرا میں لیجاکر وحوش و طیور کو کھلائیں تا کہ کوئی ذی روح آج اس تبرک سے محروم نہ رہے **بعد ازان** ابو طالب نے ارادہ سفر کا کیا اور وہ مثرم عابد کی ملاقات کے لئے کوہ لکام کی طرف روانہ ہوئے تا کہ اسکو مژدہ اس ولادت کثیر السعادت کا پہنچاویں جب اس پہاڑ پر پہنچے اور غار میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ مثرم ایک چادر میں لپٹا رو بقبلہ مرا پڑا ہے اور دو مار ایک سفید ایک سیاہ اس کی حفاظت کے لئے اس کے پاس بیٹھے ہیں جو ہیں سانپوں نے ابو طالب کو آتے دیکھا تو غار میں چھپ گئے ابو طالب مثرم کے پاس گئے اور کہا السلام علیک یا ولی اللہ و رحمۃ اللہ و برکاتہ پس خدائے تعالی نے اپنی قدرت کاملہ سے مثرم کو زندہ کیا وہ اٹھا اور اپنا ہاتھ مونہہ پر پھیر کر کہنے لگا اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ

ذکر ولادت باسعادت حضرت امیر المومنین علیہ السلام

لا شریک لہ و ان محمدا عبدہ و رسولہ و ان علیا ولی اللہ و الامام بعد نبی اللہ ابو طالب نے کہا بشارت ہو تجھکو اے مثرم کہ علی پیدا ہو گئے مثرم نے سنتے ہی اس مژدہ جانفزا سے خوش ہو کر علامات و عجائبات ولادت دریافت کئے ابو طالب نے تمام سرگذشت از سرتا پا کہہ سنائی اور کہا اے مثرم مجھکو اس مولود مسعود ہی نے امر کیا ہے کہ تیرے پاس آؤں اور تجھکو بشارت اس کے تولد کی دوں مثرم یہ کیفیت سنکر سجدے میں گیا اور شکر حق سبحانہ تعالی بجا لایا پھر رو بقبلہ لیٹ گیا اور ابو طالب سے کہا کہ میرے جسم پر چادر اوڑھا دو جسوقت ابو طالب نے اس پر چادر ڈالی وہ عالم باقی کو رحلت کر گیا تین روز ابو طالب ہاں ٹھیرے ہر چند مثرم کو آوازیں دین مگر کوئی جواب نہ سنا پس وہ دونو سانپ باہر نکلے۔ اور سلام کیا ابو طالب پر اور انسے کہا کہ تم جاؤ اور ولی خدا کے ساتھ ملحق ہو تا کہ انکی حفاظت کرو ابو طالب نے پوچھا تم کون ہو کہا ہم اسکے اعمال شائستہ ہیں کہ قیامت تک اسکی محافظت کرین گے اور بروز قیامت ایک آگے اور ایک پیچھے ہو کر اس کو بہشت برین میں لیجائین گے پس ابو طالب مکہ کو پھرے **جابر بن عبد اللہ** انصاری راوی حدیث نے یہ باتیں حضرت رسالت پناہ سے سنی تو کہا اللہ اکبر لوگ کہتے ہین ابو طالب کافر مرے حضرت رسولخدا نے فرمایا اے جابر شب معراج کو جبکہ مین زیر عرش پہنچا تو مین نے چار نور دیکھے پوچھا الہی یہہ نور کیسے ہین ندا آئی اے محمد ایک نور ان مین عبد المطلب تیرے جد کا ہے دوسرا ابو طالب تیرے چچا کا تیسرا عبد اللہ تیرے باپ کا چوتھا طالب بروایتے جعفر بن ابی طالب تیرے بھائی کا مینے کہا اے پروردگار میرے انہوں نے کس سبب سے یہہ درجہ پایا ارشاد جناب باری ہوا کہ وہ اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھتے تھے اور اپنی قوم کی ایذا و آزار پر صبر کرتے تھے یہانتک کہ دنیا سے رحلت کی۔ مورخین نے لکھا ہے کہ ولادت باسعادت امیر المومنین علی ابن ابیطالب بروز جمعہ تیرھوین ماہ رجب تیس سال بعد واقعہ فیل کے خانہ کعبہ کے اندر واقع ہوئی حالانکہ کوئی مولود اس سے پہلے اور اس کے بعد کعبہ کے اندر پیدا نہیں ہوا اور یہ قول مشہور درمیان خاصہ و عامہ کے ہے ہر چند بعض روایات سے روز یکشنبہ ساتوین اور بعض سے تیئیسوین شعبان بھی معلوم ہوتی ہے اور سن شریف جناب رسالت مآب کا اسوقت تیس سال کا تھا اور بادشاہ عجم ملک شہریار بن پرویز بن یزدجرد تھا۔ حضرت رسولخدا نے زبان مبارک اپنی سے انکا مونہہ کھولا اور تحنیک کیا اور گوش راست مین اذان کہی اور گوش چپ میں اقامت کہی۔ کہ یہہ سنت ہے تمام بچوں کے لئے وہ حضرت مع اپنے بھائیوں کے اول ہاشمی ہین کہ ہاشمی ماں اور باپ سے پیدا ہوئے لکھا ہے کہ حضرت امیر دس سال چھوٹے تھے جعفر بن ابی طالب اپنے بھائی سے اور جعفر دس سال چھوٹے عقیل بن ابی طالب سے تھا اور عقیل دس سال چھوٹے طالب سے واللہ اعلم بالصواب

چندے از اسماء و کنیتہا و القاب حضرت امیر المومنین علیہ السلام

اسماء گرامی آپکے بہت ہیں حتی کہ منقول ہے کہ حقتعالی کے ایک ہزار ایک نام ہیں اور حضرت رسولخدا کے ایک ہزار نام اور جناب امیر علیہ السلام کے نوسو ننانوے نام اور صاحب کتاب الانوار نے وارد کیا ہے کہ آنحضرت کے تین سو نام فقط کتب آسمانی مین مذکور ہوئے ہین۔ لیکن یہان پر قلیل انسے حسب حیثیت اس رسالہ کے نقل ہوتے ہیں از انجملہ ایک نام آپکا **علی** ہے قبل اس کے کہ آپکا نام علی رکھا جاوے کوئی مولود اس نام سے موسوم نہوا تھا۔ الا گاہے بر سبیل وصف مقام مدح میں اس لفظ کا استعمال کرتے تھے مثلاً کہتے تھے ہذا ولدی علی یہ فرزند میرا بلند مرتبہ ہے جب سے اس جناب کا یہ نام مقرر ہوا اوروں نے بھی اپنی اولاد کو

وجہ تسمیہ

اس نام سے موسوم کرنا شروع کیا واضح رہے کہ اوّل جس نے انحضرت کو اس نام نامی کے ساتھ مسمّی کیا وہ جناب باری عز اسمہ ہے
چنانچہ پیشتر گزرا کہ ہنوز آپ خانہ کعبہ سے باہر نہیں آئے تھے کہ اس نام سے موسوم ہو گئے تھے اور کشف الغمہ میں ہے۔ کہ جب امیر
المومنین پیدا ہوتے تو ابو طالبؑ نے انکو اپنی گود میں اُٹھایا اور فاطمہ بنت اسد کا ہاتھ پکڑ کر ابطحؑ کی طرف آئے اور آواز دی کہ
اے پروردگار سفیدی و سیاہی اس فرزند کا نام مجھ پر روشن فرما اسوقت ایک پارہ ابر بروئے زمین نمودار ہوا اور اس نے ان سب کو
گھیر لیا پس از ساعتے جب ابر فرو ہوا تو ابو طالب کو ایک تختی اس جگہ سے ملی جس پر یہ شعر تحریر تھے ؎ خُصِّصْتُمَا بِالْوَلَدِ الزَّکِیِّ ٭
وَالطَّاهِرِ الْمُنْتَجَبِ الرَّضِیِّ ٭ وَاِنَّ اِسْمَهُ مِنَ الشَّامِخِ عَلِیٌّ ٭ عَلِیٌّ اُشْتُقَّ مِنَ الْعَلِیِّ ٭ یعنی مخصوص کئے گئے تم دونوں اے ابو طالبؑ
فاطمہ بنت اسد ساتھ فرزند پاک و پاکیزہ کے کہ طاہر و برگزیدہ و پسندیدہ ہے بتحقیق کہ اس کا نام برتر علیؑ ہے اور علیؑ مشتق ہے اور نکلا
ہے علیِ اعلےٰ سے۔ پس ابو طالب نے اس تختی کو اُٹھا لیا اور لا کر خانہ کعبہ میں لٹکا دی چنانچہ وہ اسیطرح پر آویزاں تھی کہ ہشام بن عبد الملک
مروانی نے اپنی عہد سلطنت میں اسکو اُتارا اسوقت وہ لوح ناپدید ہو گئی اور مودۃ القربیٰ میں ہے کہ وہ تختی زمرد سبز کی تھی آسمان سے
لٹکتی ہوئی معلوم ہوئی تو ابو طالبؑ نے اسکو اپنے دونو ہاتھوں سے پکڑ لیا اور اس سے بہت خوش ہوتے اور دس اونٹ نحر کر کے ولیمہ کیا
پس وہ تختی بیت الحرام میں لٹکتی رہتی تھی اور بنی ہاشم اس پر فخر کیا کرتے تھے تا اینکہ عبد الملک ابن مروان نے عبد اللہ بن زبیر سے لڑ کر اسکو
اُتروا لیا اور کشف الغمہ میں ہے۔ کہ شب معراج حضرت رسولخدا سے ارشاد جناب باری ہوا کہ اے محمد علیؑ کو میری طرف سے سلام کہو اور کہو
کہ میں اسکو دوست رکھتا ہوں اور اسی دوستی کی وجہ سے مینے اسکے نام کو اپنے نام سے مشتق کیا ہے فَاَنَا الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ وَهُوَ عَلِیٌّ وَاَنَا
مَحْمُوْدٌ وَاَنْتَ مُحَمَّدٌ پس میں علی عظیم ہوں اور وہ علیؑ ہے اور میں محمود ہوں اور تو اے پیغمبر محمدؐ ہے۔ اور علمائے شیعہ نے وجہ میں اس تسمیہ کے
چند اقوال ذکر کئے ہیں بعض نے کہا ہے کہ معرکہ جنگ میں جو شخص آپکے مقابل ہوتا تھا آپ اسپر غالب آتے تھے اس سببسے آپکا نام علیؑ ہوا اور بعض نے
کہا ہے کہ چونکہ بہشت میں کسی نبی اور وصی نبی کا گھر آپکے گھر سے بلند نہیں ہے اس باعث سے آپکا نام علیؑ رکھا گیا۔ اور بعضوں نے یہ وجہ بیان کی
ہے کہ از بسکہ آپنے دوش مبارک رسول اللہ پر سوار ہو کر بام کعبہ سے بتوں کو گرایا بدین سبب یہ نام نامی پایا اور بعض کے نزدیک چونکہ عقد آپکا
جناب سیدہ سے عالم بالا و ملاء اعلیٰ میں ہوا اس سببسے اس نام سے مسمّی ہوئے اور بعضوں نے اسکی وجہ یہ بیان کی ہے کہ بعد رسول مختار
اس جناب کا مرتبہ سب سے عالی و بلند ہو بایں وجہ آپکا نام علیؑ ہوا اور ایک نام آپکا حیدر ہے چنانچہ بروز فتح خیبر جبکہ مرحب یہودی انحضرتؑ

حیدر

کے مقابل ہوا تو آپنے فرمایا اَنَا الَّذِیْ سَمَّتْنِیْ اُمِّیْ حَیْدَرَہ یعنی میں ہوں وہ جسکا نام اسکی ماں نے حیدر رکھا ہے لفظ حیدر کے معنی
شیر درندہ کے ہیں چونکہ آپ بھی جرأت و شجاعت میں مثل شیر دلاور کے تھے اس سببسے آپکا نام حیدر ہوا جابر جعفی کہ رُوات حدیث امام
محمد باقرؑ سے ہے کہتا ہے کہ حیدر کے معنی حازم و ضابط و اختیار کنندہ اشیا نیک و بد و نظر کنندہ باریکی امور کے ہیں چونکہ وہ حضرت ان اوصاف

اسد اللہ

سے متصف تھے اس لئے یہ نام ہوا۔ اور ایک نام آپکا اَسَدُ اللّٰہ ہے کہ مخالف و مؤالف نے آپ کو اس نام سے موسوم کیا ہے مُلّا جامی
سبحہ میں کہتا ہے ؎ شیر خدا شاہ ولایت علی ٭ صیقلی شرک خفی و جلی ٭ مروی ہے کہ جب اہل اسلام جنگ طلحہ عبدری سے کہ ایک

[illegible] ہے کہ دریائی دوبی ہی کو دیکر اس [illegible] سے پکارتے ہیں ۱۲ مجمع البحرین

مرد شجاعان عرب سے تھا بھاگے تو جناب مستطاب علیؑ ابن ابی طالبؑ اس کے سامنے تشریف لاتے اس نے پوچھا کہ تم کون ہو آپنے نقاب
چہرۂ مبارک سے اُٹھا کر فرمایا میں ہوں شیر خدا و برہم زنندۂ صف اعدا روایت ہے کہ نام انحضرت کا آسمان میں شماطیل زمین میں جمجائیل
لوح پر قیصوم قلم پر منصوم عرش پر معین اور رضوان خازن بہشت کے نزدیک امین ہے حور العین آپ کو اصعب کہتے ہیں اور صحف شیث میں
حم العین صحف ابراہیمؑ میں حوبیل توریت میں الیا انجیل میں بریا زبور میں اوریا قرآن میں علیؑ اور رسولخدا کے نزدیک ناصر و عرب کے نزدیک نبی
ہے زبان عبرانی میں آپکو بلقاطیس اور سریانی میں شروحیل رومی میں بطیرس ہندی میں لنکرہ۔ اہل ارمن کے نزدیک فریق اور اہل
صقلاب کے نزدیک فروق عجم میں فیروز ترکوں میں راح حبشیوں میں بتریک جنوں میں حنین اور فلاسفہ کے نزدیک یوشع کاہنوں کے نزدیک
نوی ہے شیاطین آپ کو مدمر اور مشرکین موت الاحمر کہتے ہیں اور آپکے پدر بزرگوار کے نزدیک نام آپکا ظہیر اور مادر عالیقدر کے

ابو الحسنؑ ابو الحسینؑ

نزدیک اسد یا حیدر ہے **کُنیات**۔ ایک کُنیت انحضرت کی ابو الحسنؑ و ابو الحسینؑ ہے بطریق اہل سُنّت منقول ہے کہ زمانۂ رسولخدا میں امام
حسنؑ اپنے باپ کو ابو الحسینؑ اور امام حسینؑ ابو الحسنؑ کہتے تھے اور حضرت رسولخدا کو باپ کہتے اور بلفظ یا اَبانا (اے باپ ہمارے) خطاب فرماتے
تھے جب انحضرت نے رحلت کی تو اسوقت سے حضرت امیرؑ کو باپ کے نام سے پکارنے لگے۔ حضرت امیرؑ فرماتے ہیں کہ حسینؑ نے مجھکو یا ابا
نہیں کہا جبتک کہ حضرت رسولخدا نے رحلت نہیں فرمائی اور حضرت رسولخدا نے انحضرتؑ کو بکنیت ابو الریحانتین یاد کیا ہے۔ خوارزمی کہ
علمائے اہل سُنّت سے ہے لکھتا ہے کہ ایک روز انحضرتؐ نے علیؑ کو خطاب کر کے کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَبَا الرَّیْحَانَتَیْنِ یعنی سلام ہو اے
تمہارے پدر دو ریحانہ (امام حسنؑ و امام حسینؑ) کے عَلَیْکَ بِرَیْحَانَتَیَّ مِنَ الدُّنْیَا۔ فَعَنْ قَلِیْلٍ یَنْهَدُّ رُکْنَاکَ وَاللّٰهُ خَلِیْفَتِیْ عَلَیْکَ
تجھکو چاہئے کہ میرے ان دو ریحانہ سے خبردار رہے پس عنقریب دو رکن تیرے حیات کے منہدم ہونگے۔ حقتعالیٰ میرا خلیفہ ہے تجھ پر راوی
کہتا ہے کہ مراد حضرت رسالت پناہ کی دو رکن سے ایک جود بجود اپنا ہے ایک فاطمہ زہرا کا چنانچہ جب حضرت رسولخدا نے رحلت فرمائی تو

ابو تراب

حضرت امیرؑ نے کہا کہ ایک ان دو رکنوں سے منہدم ہوا اور جب فاطمہ زہرا نے وفات پائی تو فرمایا کہ یہ دوسرا رکن تھا کہ انحضرتؐ نے اس کے
منہدم ہونیکی خبر دی تھی ایک کُنیت آپکی **ابو تراب** ہے کہ دوست و دشمن آپ کو اس سے خطاب کرتے تھے لیکن دشمن اپنے زعم فاسد و گمان
باطل میں اسکو انحضرت کی ایک نوع کی مذمّت تصوّر کرتے تھے اور براہ شماتت آپکو اس کُنیت سے یاد کرتے تھے اور تمسّک انکا اس بیہودگی
میں روایت ابو ہریرہ کی ہے کہ ایک بار حضرت فاطمہؑ و حضرت امیرؑ کے درمیان کچھ رنجش ہو گئی تھی وہ حضرت گھر سے نکلکر مسجد میں فرش خاک پر لیٹ
رہے حضرت رسولخدا کو یہ حال معلوم ہوا تو مسجد میں تشریف لائے اور نزدیک بیٹھکر خاک بدن مبارک انحضرتؑ سے جھاڑتے تھے اور فرماتے
تھے قُمْ یَا اَبَا تُرَابٍ قُمْ یَا اَبَا تُرَاب اُٹھ اے پدر خاک بعد ازاں حضرت کو اُن کے حجرہ میں لے گئے اور زوجہ و زوج کے درمیان
صلح و صفائی کرائی۔ یہ دروغ بیفروغ حضرت ابو ہریرہ کا ہے کہ بنی اُمیّہ وغیرہ دشمنان امیر المومنینؑ کی خوشامد میں اسکو تراشا ہے انحضرات

قرآن میں آپکا نام علی چند جگہ موجود تھا کہ من بعد بوقت جمع و ترتیب نکال دیا گیا ہے علامہ محمد بن علی بن شہر آشوب مازندرانی اپنی کتاب مناقب میں لکھتے ہیں کہ مصحف عبد اللہ بن مسعود میں آیۂ مطہر پر اسم مبارک علیؑ موجود تھا اور [illegible]
نقل کیا ہے کہ کس جگہ یہ نام تھا پس وہ تمام آیات لکھی ہیں جن سے یہ نام نکالا گیا ہے۔ از انجملہ ہے آیہ شریفہ یَا اَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ کہ اس میں بھی نام موجود تھا اور آیہ اسطرح تھی بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَبِّکَ فِیْ عَلِیٍّ اسیطرح [illegible]

کے درمیان کبھی کوئی رنجش نہین ہوئی کہ حضرت رسولخدا اکو اسمین ضرورت صلح وصفائی کی ہو دونو بزرگوار معصوم و مطہر تھے ایسے امور کا صدور اُنسے ناممکن ہو شیخ صدوق علیہ الرحمہ کتاب علل الشرائع مین بعد نقل ایک روایت کے کہ مضمون اُس کا قریب بروایت موضوعہ مذکورۂ بالا کے ہے فرماتے ہین کہ یہ حدیث میرے نزدیک معتمد و معتبر نہین ہے کیونکہ علیؑ و فاطمہؑ کے درمیان کسی ایسے امر کا واقع ہونا امکان سے باہر ہے کہ حضرت رسولخدا اکو اسمین اصلاح کی حاجت ہو تحقیق کہ وہ حضرت سید الوصیین اور وہ جناب سیدۃ النسا العالمین ہین دونو بزرگوار حُسن خلق مین حضرت رسولخدا کے قدم بقدم تھے لیکن میرا اعتماد اس کُنیت کے باب مین روایت عبداللہ بن عباس پر ہے کہ کسینے اُنسے پوچھا کہ حضرت رسولخدا نے علی علیہ السلام کی کنیت ابوتراب کس لئے مقرر کی تو انہون نے کہا کہ چونکہ وہ حضرت صاحب مالک ارض ہیں اور حجت خدا ہیں زمین پر بعد آنحضرتؐ کے اور سبب بقا و سکون ہین زمین کے لہذا آنحضرتؐ نے یہہ کُنیت انکو عطا فرمائی۔ اور حدیث میں وارد ہے کہ حضرت رسولخدا نے فرمایا کہ بروز قیامت جو شخص کہ اوّل قبر سے اُٹھیگا اور خاک کو اپنے سر سے دور کریگا وہ علی بن ابی طالبؑ ہوگا پس فرمایا آنحضرتؐ نے کہ مین جب چاہتا ہوں کہ کُنیت کروں اسکو تو ابوتراب کہتا ہوں یہی وجہہ ہے کہ عزیز ترین کُنیت حضرت امیر المومنینؑ کے نزدیک ابوتراب تھی اور بہت دوست رکھتے تھے کہ انکو بلفظ ابوتراب مخاطب کرین جمع بین الصحیحین مین ہے کہ ایک شخص سہل بن سعد کے پاس آیا اور کہا کہ حکام مدینہ علی بن ابی طالب کو ممبرون پر بدی اور برائی سے یاد کرتے ہین سہل نے کہا کیا برائی کرتے ہین آنحضرتؐ کی اُس شخص نے کہا کہ انکو ابوتراب کہتے ہین یہ سُنکر سہل ہنسا اور کہا موسوم نہین کیا اس نام سے انکو مگر حضرت رسولخدا نے اور آنحضرتؐ کے نزدیک کوئی نام اس سے زیادہ محبوب تر نہ تھا۔ اور نیز علل الشرائع مین عبداللہ بن عمر سے نقل کیا ہے کہ ایک روز جناب ختمی مآب افضل الانبیا علی ابن ابی طالب کو تلاش کرتے ہوئے نخلستان مدینہ مین تشریف لیگئے دیکھا کہ ایک باغ مین وہ جناب اصلاح اراضی مین مشغول ریاضت ہیں اور گرد و غبار سے روئے انور و بدن مطہر آلودہ ہو رہا ہے یہ دیکھکر سردار انبیا نے فرمایا مین کسیکو ملامت نہین کرتا۔ جو تیرا نام ابوتراب رکھے جناب امیرؑ کو یہہ نام پسند نہ آیا اور رنگ روئے مبارک سُرخ ہو گیا جناب رسولخدا نے آثار ناخوشی چہرۂ اقدس سے معلوم کرکے فرمایا اے علیؑ جانتے ہو کہ مین تمکو خوش کرون عرض کی بہتر ہے اے رسولخدا فرمایا تو بھائی اور وزیر اور جانشین میرا ہے بعد میرے اور ادا کرنیوالا میری قرضون کا ہے جو کوئی تجھکو دوست رکھے میری حیات مین حقتعالی اُسکو داخل جنت کریگا اور جو دوست رکھے تجھکو بعد وفات میری کے خدا یتعالی اس کو با ایمان دنیا سے اُٹھائیگا اور کچھ خوف اسکو نہوگا عذاب روز قیامت کا اور جو دشمن رکھے گا تجھکو کافر مریگا اور ہمیشہ عذاب الیم جہنم مین گرفتار رہیگا اور ایک کُنیت آپ کی ابو محمد ہے کس لئے کہ آپکے ایک بیٹے کا نام (یعنے محمد حنفیہ) محمد تھا۔ اور ایک کُنیت ابو السبطین ہے کسلئے کہ دو سبط رسول حسنؑ و حسینؑ آپ کے بیٹے ہین۔ اور ابو الشہدا ہے کسلئے کہ شہدا آپ کی اولاد سے ہیں

القاب

مشہور لقب آپ کا مرتضیٰ (پسندیدہ) ہے اسواسطے کہ ہر امر مین رضائے خدا و خوشنودی رسول خدا کو منظور و ملحوظ رکھتے تھے ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ بسبب متابعت رضا خدا و رسول کے آپکا لقب مرتضیٰ ہوا اور بعض روایات میں ہے کہ ایک روز جبرئیل امین جانب رب العالمین سے یہہ پیغام لائے کہ اے حبیب ہمارے ہم نے پسند کیا ہے علی کو واسطے فاطمہ زہرا کے اور فاطمہ کو واسطے علیؑ کے اور

راضی ہوئی مین ہم اس پر لہذا آپ اس نام سے موسوم ہوئے اور ایک لقب آپ کا **امیر المومنینؑ** ہے خوارزمی نے روایت کی ہے کہ بروز غدیر جبرئیل جانب حقتعالی سے آئے اور آپکو اس لقب سے مخصوص کیا پس حضرت رسولخدا نے فرمایا سلموا علی علیؑ بامیر المومنین کہ سلام کرو علی پر ساتھ لقب امیر المومنینؑ کے چنانچہ سب سے پہلے جس نے اس لقب سے آنحضرتؐ کو سلام کیا وہ حضرت خلیفہ ثانی تھے انہون نے بلفظ بخٍ بخٍ آپ کو مبارکباد دی کہ آپ مولا و امیر و امام تمام مومنین و مومنات کے ہوئے انتہٰے اور حق یہ ہے کہ امیر المومنینؑ آپکا نام خلق آدم سے پہلے کا ہے جیسا کہ مودۃ القربےٰ مین حذیفہ سے روایت کی ہو کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ اگر لوگونکو معلوم ہوتا کہ علی کب سے امیر المومنین کے نام سے موسوم ہوئے تو ان کی فضیلت کا انکار نہ کرتے تحقیق کہ انکا لقب امیر المومنینؑ ہوا کہ حالانکہ آدم ہنوز روح اور جسد کے درمیان تھے یعنے ابھی روح ان کے بدن مین داخل نہیں ہوئی تھی اور علمائے شیعہ نے کہا ہے کہ امیر المومنین کا اطلاق سوائے آنحضرتؐ کے ائمہ وغیر ائمہ سے کسی کے اوپر جائز نہین کیونکہ حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا ذالک اسم سمّی اللہ بہ علیا لم یسمّ بہ احدٌ قبلہ ولا یتسمّی بہ بعدہ الا کافر کہ امیر المومنینؑ ایک نام ہے کہ حقتعالی نے علی علیہ السلام کو اس سے مخصوص کیا ہو کوئی آنحضرتؐ سے پیشتر اس نام سے موسوم نہین ہوا اور نہ کوئی آپکے بعد اپنا یہہ نام رکھے گا سوائے کافر کے اور ایک لقب آپ کا **یعسوب المسلمین** ہے لغت مین یعسوب کے معنی امیر نحل و سردار قوم کے ہین چونکہ وہ حضرت سید و سردار مسلمانان تھے لہذا اس لقب سے ملقب ہوئے۔ جناب امام رضا تفسیر آیہ شریفہ واوحی ربک الی النحل (شہد کی مکھی) مین فرماتے ہین کہ جناب رسولخدا نے فرمایا کہ امیر نحل علی بن ابی طالب ہیں اور وجہ اسکی بموجب بعض روایات یہ بیان ہوئی ہے کہ ایکبار رسول خدا نے کچھ لشکر قلعہ بنی نفل کیطرف بھیجا تھا جب اہل قلعہ اس کے مغلوب ہوئے تو انہون نے خانہائے زنبور کو کھولدیا زنبور نے نکلکر نیشہائے زہر آلود سے لشکر کو تہ و بالا کر ڈالا یہ حال پر اختلال حضرت امیرؑ نے دیکھا تو میدان مین تشریف لائے زنبور اُس جناب کو دیکھ کر فوراً سب کی سب آپ کی خدمت مین حاضر ہوئین اور عجز و انکسار کرنے لگین اسوقت حضرت رسولخدا نے فرمایا ہذا امیر النحل یہ ہے سردار مکھہائے شہد کا **دوسری** روایت مین ہو کہ ایک مکان مین زنبورون نے چھتہ بنایا تھا کسیکو طاقت نہ تھی کہ اس کے پاس جائے حضرت امیر وہان تشریف لیگئے اور اسمین سے شہد نکالا اسوقت رسول اللہ نے آپکا نام یعسوب رکھا۔ اور بعض روایات میں آپکو یعسوب آخرت کہا ہے یہہ نہایت شرف و بزرگی ہے اُس جناب کیلئے ایک لقب گرامی ظہیر یعنی غالب ہے۔ منقول ہے کہ ایک روز آپکے پدر بزرگوار ابوطالبؑ اپنے بیٹون اور بھتیجون کو جمع کیا اور بموجب رسم عرب انکو امر کیا کہ باہم کُشتی لڑین اس وقت حضرت علی اپنی دستہائے مبارک کو کہ ضخیم و پُر گوشت تھے اور زیادہ دراز و طولانی نہ تھے بڑھاتے تھے اور اپنے بھائیون اور عمزادون کو لپٹے پکڑتے اور ایک ایک خورد و بزرگ کو زمین پر پچھاڑتے تھے ابوطالب نے یہ دیکھ کر کہا ظہر علیؑ کہ غالب ہوا علی تب سے آپکا لقب ظہیر ہوا۔ ایک لقب آپکا میمون (مبارک) ہے قصہ اسکا اسطرح پر ہے۔ کہ آپ اپنے مرضعہ (شیر دہندہ) کے گھر کہ ایک عورت بنی ہلال سے تھی تشریف رکھتے تھے اور اپنے برادر رضاعی کے ساتھ کہ ایکسال آپ سے سن مین بڑا تھا کھیل رہے تھے دایہ کسی کام کو گئی ہوئی تھی اس مکان کے نزدیک ایک کنوان تھا دایہ کا لڑکا کوئین کی مینڈ پر گیا اور اسکا پیر پھسلا حضرت یہ دیکھ کر دوڑے کہ اُسکو پکڑین راہ مین طناب خیمہ پائے مبارک مین الجھی آپ اس طناب کو کھینچتے ہوئے سر چاہ پر پہنچے اور لڑکے کا پیر

پکڑکر سنبھالے رہے تا اینکہ اس کی ماں آئی اور چلائی کہ لوگون آؤ اور تعجب کرو اس طفل مبارک و میمون سے کہ کسطرح پر میرے بچے کو گرنے سے بچایا ہے لوگ آتے تھے اور باوجود کم سنی اور پیر کے طناب مین اُلجھنے کے بچے کو بچانے سے تعجب کرتے تھے۔ تب سے دایہ آپکو میمون کہتی تھی اور وہ لڑکا اور اُس کی اولاد و اولاد و اولاد اس قبیلہ مین مُعلّق میمون کے نام سے مشہور ہے ایک لقب آپ کا اَصلع ہے صلع کے معنی لُغت مین مقدم سر مین بال نہ ہونا ہے چونکہ سر مبارک پر آگے کی طرف بال نہ تھے اس لئے آپکو اَصلع قریش کہتے تھے اور یہہ ایک علامت یُمن اور اقبال مندی کی ہے چنانچہ خود ایک مقام پر ارشاد فرماتے ہین کہ حقتعالیٰ جس کی نسبت خیر و برکت کا ارادہ کرتا ہے اسکو اَصلع کرتا ہے یعنے اُسکے پیشانی کے بالونکو گراتا ہے چنانچہ مین بھی اصلع ہون۔ اور ایک لقب آپکا **الانزع والبطین** ہے انزع کے معنی بری و علٰحدہ شدہ کے ہین چونکہ وہ حضرت کفر سے بری و شرک سے علٰحدہ تھے اسلئے یہ لقب پایا اور بطین شکم بزرگ کو کہتے ہین اور چونکہ آپ بزرگ شکم تھے اس سے بطین کہلائے مروی ہے کہ ایک شخص نے جناب امیرؑ سے کہا مین آپسے تین چیز سے سوال کرتا ہون جواب ارشاد کرین۔ ایک آپ کی کوتاہی قد سے دوسری بزرگی شکم سے تیسری صلع سر یعنی پیشانی پر بال نہونے سے آپنے فرمایا کہ حقتعالیٰ نے میرے قد کو معتدل اور میری خلقت کو مستوی و ہموار بنایا ہے کہ نہ بہت بلند ہے نہ پست تاکہ دو ٹکڑے کرون کوتاہ قدون کو طول مین اور دراز قامت والون کو عرض مین اور چونکہ رسولخدا نے مجھے ہزار باب علم کے تعلیم کئے اور ہر باب سے ایکہزار باب اور مجھ پر منکشف ہوئے اور وہ سب میرے شکم مین جمع ہوتے پس تنگی کی شکم نے اور بلند ہوئے پہلو میرے۔ اور از بسکہ مین ہمیشہ کلاہ خود سر پر رکھکر کفار سے جہاد کرتا ہون بایں سبب بال میری پیش سر کے اُڑ گئے ہین **مجلسی** علیہ الرحمہ بعد نقل اس روایت کے بحار مین فرماتے ہین کہ بزرگی شکم کثرت علم سے ممکن ہے اسواسطے کہ بسبب کثرت علم فرح و سرور حاصل ہوتا ہے اور یہہ باعث ہے بزرگی شکم کا۔ ورنہ کوئی اور باعث اسکا نہین ہوسکتا کیلئے کہ وہ جناب ہمیشہ مشغول ریاضت و مجاہدات رہتے تھے اور خواب و خورش و آرام و آسائش مین قلت فرماتے تھے اور جو آلام جسمانی و صدمات روحانی دشمنون سے آپ کو پہنچتے تھے مزید بر آن پس یہ جملہ امور باعث لاغری و صغر بطن کے ہین نہ بزرگی و ضخامت شکم کے پس معلوم ہوا کہ سرور و شادمانی ہی باعث بزرگی شکم تھی جو آنحضرت کو کثرت علم سے حاصل ہوتی تھی۔ اور ممکن ہے کہ کثرت علوم و وفور معارف ربانی جنکا اظہار نہو سکے بالخاصیۃ سبب بزرگی شکم کا ہون مجلسی علیہ الرحمہ فرماتے ہین کہ تجربہ بھی اس کا شاہد ہے **مولف** اوراق کہتا ہے کہ انکے سوا اور بہت سے القاب اس جناب کے کتب مین مرقوم ہین جیسے نفس رسول زوج بتول سیف اللہ المسلول۔ امیر البررۃ قاتل الفجرہ۔ قسیم الجنۃ والنار کرار غیر فرار۔ صاحب اللوا۔ سید العرب۔ خاصف النعل۔ کشاف الکروب۔ صدیق اکبر۔ فاروق اعظم۔ باب مدینۃ العلم۔ مولیٰ۔ وصی۔ و قاضی دین رسول۔ منجز وعد الرسول۔ کاسر اصنام الکعبہ۔ ہازم الاحزاب۔ قاصم الاصلاب۔ داعی۔ شاہد۔ ہادی۔ ذی القرنین۔ قائد الغر المحجلین مظہر العجائب و الغرائب۔ مفرق الکتائب۔ مذل الاعداء۔ معز الاولیاء۔ اخطب الخطباء۔ قدوۃ اہل الکساء۔ امام الائمۃ الاتقیاء۔ محی السنۃ ممیت البدعۃ۔ اللاعب بالاسنۃ۔ الحصن الحصین۔ الخلیفۃ الامین۔ قاتل الناکثین و القاسطین و المارقین۔ لیث الثرے۔ غیث الورے

ادا کنندہ قرض رسول ۱۲ وفا کنندہ وعدہ رسول ۱۱ شکنندہ بتان کعبہ ۱۲ شکست دہندہ گروہا ۱۲ شکنندہ پشت ہا ۱۲ برچھیون کے ساتھ کھیلنے والا ۱۲

مفتاح الندا۔ مصباح الدجے۔ شمس الضحیٰ۔ اشجع من رکب و مشی۔ اہدی من صام و صلّے۔ مولےٰ کل من رسول اللہ مولےٰ۔ المعتصم بالعروۃ الوثقیٰ۔ الفتیٰ اخو الفتے۔ الذی انزل فیہ ہل اتیٰ۔ اکرم من ارتدے۔ اشرف من ابتداے۔ افضل من راح و اغتدے۔ الذی صدقہ رسول اللہ۔ الذی تصدق بخاتمہ فی الرکوع۔ الکوکب الازہر۔ الصارم المذکر۔ صاحب براۃ و غدیر خم و ساقی کوثر۔ مصلی القبلتین۔ اعلم من فی الحرمین الضارب بالسیفین۔ الطاعن بالرمحین۔ ابن عم المصطفےٰ۔ شقیق النبی المجتبےٰ۔ الہاشمی۔ المکی۔ المدنی۔ الابطحی۔ الطالبی۔ الرضی المرضی المقوی۔ الجوی۔ اللوذعی۔ الاریحی۔ الوفی۔ وغیرہ وغیرہ قریب پانسو القاب کے کتب مین نقل ہوئے ہین۔ مگر یہان اسی قدر پر اکتفا کی گئی **بحار الانوار** مین ہے کہ ایک روز متوکل عباسی نے زید بن حارثہ بصری سے کہا کہ کچھ فضائل علیؑ کے بیان کر۔ اُس نے کہا مجھ سے کب فضائل اُن حضرت کے بیان ہوسکتے ہین الا تبرکاً کہنے سے بموجب حروف تہجی کے کسی قدر القاب و اوصاف آپ کے بیان کرتا ہون۔ **ا**۔ یعنے وہ آمر و حکم کنندہ ہین از جانب خدا بالعدل و احسان **ب** باقر یعنے شگافندہ علوم جملہ ادیان **ت** تالی (تلاوت کنندہ) قرآن تبائی و آہستگی **ث** ثاقب یعنے سوراخ کرنے والے حجاب ہائے شیطان کے **ج** جامع قرآن و احکام قرآن۔ **ح** حاکم مابین الانس والجان۔ **خ** خالی تھے ہزہ و بہتان سے **د**۔ دلیل و راہنما تھے تمام کے **ذ** ذاکر و یاد آرندہ معبود بحق تھے ظاہر و باطن میں **ر**۔ راہب یعنے ترسندہ تھے حقتعالیٰ سے شب ہائے تاریک میں **ز**۔ زاہد و راجح تھے تمام پر بلا نقصان کے **س** ساتر و عیب پوش تھے سب کے **ش** شاکر یعنے شکر گزار تھے خداوند رحمان کے **ص** صابر تھے تیغ و سنان پر راہ خدا میں **ض**۔ ضارب ذو الفقار تھے سر ہائے کفار پر **ط** طالب راہ خدا تھے بے آمیزش ریا **ظ**۔ ظاہر و غالب تھے جماعہ کفار پر **ع** علی عالیقدر تھے اہل زمانہ **غ** غالب تھے شجاعان دہر پر **ف**۔ فارق و جدا کنندہ تھے سر ہائے کفار کے انکی گردنون سے **ق**۔ قوی و قوی الاعضا تھے **ک** کامل تھے جمیع کمالات ظاہری و باطنی میں **ل**۔ لازم پکڑنے والے تھے امر و نہی الٰہی کے **م** مزوج یعنی جفت و زوج تھے بہترین زنان عالم کے **ن** نامی تھے کہ نام انکا قرآن مین مذکور ہے **و** ولی و امام ہین سب مومنون کے **ہ** ہادی تھے راہ راست خدا کے **ی** ید اللہ یعنے دست خدا تھے

بعضے از حالات طفلی آن سرور امیر المومنین پیدا ہوتے تو سن مبارک حضرت رسالت پناہ کا تیس سال کا تھا عہد طفلی ہی سے آپ کو اپنے چھوٹے چچازاد بھائی سے کمال درجہ اُلفت تھی۔ بنہایت آپکو دوست رکھتے اور نہایت پیار کرتے تھے حتے کہ بنفس نفیس خود متوجہ انکی تربیت اور پرورش کے ہوئے اور تمام ضروریات کی کفالت فرماتے۔ خود انکو نہلاتے دھولاتے خود شیر حلق مبارک مین ڈالتے اکثر اوقات زبان مبارک انکی موہنہ مین دیتے اور چوساتے فاطمہ بنت اسد کہتی ہین کہ مین ایک مرتبہ بیمار ہوگئی اور دودھ میرے نہ رہا حضرت رسولخدا میرے بیٹے علیؑ کے مونہہ مین زبان دیتے اور بحکم خدا ان کی رضاعت ہوتی۔ حکم دیا تھا کہ علیؑ کا گہوارہ ہموارہ میرے فرش خواب کے قریب ہے امیر المومنین سوتے اور حضرت رسولخدا انکی گہوارہ جنباتے جاگتے تو بکمال شفقت انسے باتین کرتے سر و چشم کے بوسے لیتے سینہ سے لگاتے۔ اور فرماتے یہ ہے میرا بھائی اور میرا ولی و دوست و مددگار اور برگزیدہ میرا ذخیرہ میرا اور پشت پناہ و وصی میرا ہے اور شوہر ہے میری دختر نیک اختر کا اور امین ہے میرے علوم و وصایا کا

اور جانشین میرا ہے میری اُمت پر اور انحضرت کو گود مین اٹھاتے اور کوہستان مکہ اور اس کے درون اور وادیوں مین سیر کراتے اور علوم نہانی و اسرار ربانی انکو گوش جان مین تعلیم و تلقین فرماتے امیر المومنین بھی جون جون سن تمیز کو پہنچتے تھے حضرت ہی کا دم بھرتے تھے دل و جان سے آپ پر قربان تھے آپ ہی کو اپنا مربی و سرپرست جانتے ایکدم کو خدمت سے جدائی گوارا نہ فرماتے تھے - اہل سیر نے لکھا ہے کہ طفلی مین ہمیشہ معجزات و خرق عادات اس مظہر عجائبات سے ظاہر ہوا کرتے - ایک روز مین آپ اس قدر بڑھتے تھے جتنا کہ اور اطفال ایک مہینے مین بڑھتے ہین جب چلنے پھرنے کے دن آئے تو معمولی کھیل آپ کا یہ تھا کہ کوہ ابوقبیس پر جا بیٹھتے اور لڑکون کو کفار قریش کے سنگ و کلوخ مارتے اور دھمکاتے کہ تمہاری موت کے دن نزدیک آگئے جلد تر دیار کفر ویران ہون گے اور تمہارے سر اسطرح سے کٹین گے جیسے کہ زراعت کاٹی جاتی ہے - کوئی بندہ و آزاد تم سے بغیر قبول اسلام زندہ نہ بچے گا - مین کیا پیدا ہوا تمہاری شامت آئی اور موت مجسم تمہارے لئے ظاہر ہوئی - تنہا دلیرانہ کفار سے جنگ آور ہونگا - اور تمام کرب و سختی کو جو میری بھائی رسولخدا کو اشاعت اسلام مین پیش آئے گی - دور کرونگا - حال افزونی قوت کا یہ تھا - کہ صبح و شام اسمین فرق بین محسوس ہوتا تھا حتےٰ کہ حقتعالی نے آپ کو طاقت کی اس مقدار معین پر پہنچا دیا جو اس جل شانہ کو آپکے لئے منظور تھی

حکایت

لوا ءالحمد - کتاب الانوار مین ہے کہ جب سن شریف امیر المومنین کا کسی قدر زیادہ ہوا تو ایک روز لڑکون مین کھیل رہے تھے کہ ناگاہ جبرئیل امین آپ کو اُٹھا کر روضہ ابراہیم خلیل پر کوہ حری مین لیگئے - وہان جبرئیل و اسرافیل و میکائیل و دیگر ملائکہ نے لوا ءالحمد و رایۃ النصر کو جسے ذوالعقاب بھی کہتے ہین آپکے سر مبارک پر کھولا اور مبارک باد دی بعد ازان آپ کی قدر و منزلت کو دنش نبیون کی قدر و منزلت کے ساتھ وزن کیا تو پلہ آپکی شان کا بھاری نکلا - ذلش اوصیا کو انمین شامل کیا تب بھی آپ ہی بھاری رہے پس حضرت جبرئیل نے کہا کس لئے راز خدا کے درپئے ہوتے ہو تحقیق کہ اگر تمام دنیا کو سوائے حضرت محمد مصطفےٰ کے ایکطرف رکھو گے اور اس فرزند ارجمند کو ایک طرف البتہ فضیلت و بزرگی اس کی راجح ہو گی - پس جبرئیل و جملہ ملائکہ جانب آسمان پرواز کر گئے اور حضرت امیر اس مقام مین تنہا رہے - اسوقت نیند آپ پر غالب آئی اور سو رہے - جالوران صحرا نے جو بوئے دل نواز نفس رسول کی اس دشت میں پائی جوق جوق اس طرف متوجہ ہوئے - حقتعالی نے ایک فرشتہ کو اپنے ولی اور اپنے نبی کے وصی کی حفاظت کے لئے مقرر کیا پس وہ فرشتہ آکر نزدیک حضرت کے بیٹھ گیا اور دستہ ریحان ہاتھ مین لیکر مروحہ جنبانی (پنکھا ہلانا) کرتا تھا تا اینکہ آپ خواب راحت سے بیدار ہوئے پس فرشتہ آسمان کو چلا گیا - جالوران وحشی جو آپکے گرداگرد حلقہ زن تھے انمین سے ایک شیر عظیم الخلقہ کہ سردار انکا تھا آگے بڑھا اور سر کو قدمون پر شیر آلہ کے رکھ کر روتا تھا اور کہتا تھا مین آپ کی خدمت مین حاضر ہوا ہوں اے مولیٰ میرے اور امام میرے - مین گواہی دیتا ہون کہ آپ بعد محمد مصطفےٰ ولی خدا و امام الورےٰ ہین اور باب ہین جملہ حجج خدا ائمہ ہدےٰ کے پس کرم کیجئے اور میری پشت پر سوار ہو لیجئے تاکہ مین حضرت کو در دولت تک پہنچا آؤن اور بوجہ اس امتیاز کے اپنے ہمچشمون مین عزت و فخر حاصل کرون پس امیر خیبر گیر پشت شیر پر سوار ہو کر گھر کو روانہ ہوئے جملہ وحشیان صحرا آپکے جلو مین تھے یہان کی کیفیت یہ تھی اور اُدھر

ابوطالب نے جو اپنے لخت جگر کو نہ پایا تو گھبرا کر ادھر اُدھر ڈھونڈتے پھرنے لگے - والدہ ماجدہ جُدا بیقرار تھین - انہون نے فراق میں اپنے نور دیدہ کے جیب قمیص کو چاک کیا - یہ حالت دیکھ کر تمام بنی ہاشم میں تہلکہ پڑ گیا - حمزہ و عباس و زبیر و حارث نے ابوطالب سے کہا ہم اپنی جان و مال نثار کرنیکو موجود ہین ابوطالب نے کہا کہ میرا فرزند کل صبح سے غائب ہے اور کچھ پتہ و نشان کسی کا نہین ملتا - ڈرتا ہوں کہ ساحرون اور کاہنون سے کہ عجائب و معجزات اسکے دیکھ کر اسکے دشمن ہو رہے ہین کوئی گزند اسکو نہ پہنچے پس ابوطالب گھوڑے پر سوار ہوئے - اور حمزہ و عباس وغیرہ اولاد عبدالمطلب و بنی ہاشم سب آپکے ساتھ سوار ہوئے تمام شہر و نواح شہر روند ڈالا مگر کہین نشان انحضرت کا نہ پایا تب خانہ کعبہ کی طرف واپس آئے اور پردہ ہائے خانہ کعبہ کو پکڑ کے رونے اور گریہ و زاری کرنے لگے اور دعائیں مانگتے تھے کہ اے پروردگار میرے بحق محمد مصطفےٰ کہ تیرے نبی و برگزیدہ ہین اور بحق اس خانہ کعبہ کے کہ تیرا گھر ہے میرے فرزند دلبند کو مجھ سے ملادے پس ناگاہ ایک ندا غیب سے آئی کہ اے ابوطالب اندیشہ نہ کرو تمہارے فرزند کو کچھ خوف نہیں تھوڑی دیر مین تمہارا نور عین تم سے آملتا ہے القصہ امیر المومنین شیر نر پر سوار پیچھے جالوران صحرائی قطار در قطار آرہے تھے جبرئیل نے آکر لوا ءالحمد و رایت نصرت کو سر مبارک پر کھولا فرشتے پس و پیش یمین و یسار تہلیل و تسبیح خوان رواں تھے اور سواری کی شکوہ و شان بیرون از بیان رحمت خدا اسوقت جنبش مین آئی حوران بہشت نے نظارہ جمال بمثال ولی ذی الجلال کے لئے سر غرفون سے باہر نکال دئے درختان جنت جھومنے لگے اور مرغان خوش الحان شاخہائے درختان پر چہچہاتے تھے المختصر جب اس کروفر سے امام عالیمقام داخل مکہ ہوئے تو شدت خوف و انطراب سے ارکان شہر میں زلزلہ پڑ گیا بحدیکہ اگر قدم عطوفت شیم حضرت رسالت پناہ کا درمیان نہ ہوتا تو نزدیک تھا کہ شہر اُلٹ جاوے بارے سواری محلہ بنی ہاشم مین پہنچی جو ہین نظر مبارک حضرت امیر المومنین کی حضرت رسولخدا پر پڑی تو براہ تعظیم شیر سے اُتر کر سلام بجالائے شیر نے جو حضرت ختم الانبیاء کو دیکھا تو نزدیک جا کر دو زانو بیٹھ گیا اور کلمہ شہادتین پڑھتا اور امامت و ولایت امیر المومنین کا اقرار کرتا تھا - بعد ازاں اپنے اور تمام وحشیان ہمراہی کے لئے شفاعت کا خواستگار ہوا حضرت شفیع المذنبین نے وعدہ شفاعت کا فرمایا پس شیر نے خوش خوش مع تمام جانورون کے بجانب صحرا معاودت کی اور جبرئیل نے رایت نصرت حضرت رسولخدا کے حوالے کر کے آپ عالم بالا کی راہ لی یہ روز بسبب ظہور معجزہ خاتم انبیا و شاہ اولیا مکہ میں ایام مشہورہ سے ہوا دوست و ہوا خواہ ان حالات کو معلوم کر کے شاد و خندان تھے اور حاسد آتش غم مین سوزان تمام ہوئی حکایت لوا ءالحمد و وحشیان صحرا کی جو کیقدر ایجاز و اختصار کے ساتھ کتاب انوار سے نقل کی گئی - اور وہ کتب معتبرہ شیعہ سے ہے کہ مجلسی علیہ الرحمہ بحار الانوار مین جابجا اس سے روایات نقل کرتے ہین - اور اہل سُنت سے میر سید علی ہمدانی نے مودۃ القربےٰ مین حال لوا ءالحمد کا بروایت عبداللہ بن سلام اسطرح پر لکھا ہے کہ عمود اسکا یاقوت سُرخ کا اور قبضہ مروارید سفید کا اور پھریرا زمرد سبز کا ہے اور اسپر تین سطرین مرقوم ہین ایک مین بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ دوسری میں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اور تیسری سطر مین لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ عَلِیٌّ وَّلِیُّ اللّٰهِ لکھا ہوا ہے راوی نے پوچھا یا رسول اللہ اس لوا کو بروز قیامت کون اُٹھائیگا فرمایا اسکو علی بن ابیطالب اُٹھائین گے جو دنیا مین میرے علم نصرت شیم کو اُٹھاتے ہین اور جنکا نام حقتعالی نے آسمانون اور زمینون کے پیدا کرنے سے پیشتر

لکھ رکھا ہے پوچھا آپ کے نشان کے سائے مین کون لوگ ہونگے- فرمایا مومنین اولیا خدا اور دوست میرے اور شیعہ میرے اور دوست اور شیعہ علیؑ کے اور انصار اُس کے- پھر فرمایا فطوبٰی لھم والویل لمن کذبنی فی علیؑ او کذب علیاً فیّ ومن دفعہ عن مقامہ الذی اقامہ اللہ فیہ یعنی خوشا حال اُنکا جو اسکے سایہ مین ہونگے اور ویل عذاب ہے اُن لوگون کے لئے جو علیؑ کے بارے مین میری تکذیب کرین اور میرے باب مین علیؑ کی تکذیب کرین اور نیز ویل عذاب ہے اُن کے لئے جو علیؑ کو اس کے مقام سے دفع کرین جس پر کہ حقتعالی نے اسکو منصوب کیا ہے **بالجملہ** سن مبارک امیر المومنین پانچسال کا ہوا تو ان ایام مین قحط عظیم و شدید بوجہ خشک سالی مکہ مین پیدا ہوا اور رفتہ رفتہ اسکا اثر قبائل قریش حتے کہ بنی ہاشم تک پہنچا ابو طالب بھی کہ مرد کثیر العیال تھے اور مال فراوان اپنے پاس نہ رکھتے تھے اس جہت سے اندیشہ مند تھے حضرت رسالت پناہ نے یہ دیکھ کر عباس بن عبد المطلب اپنے چچا کو بلایا اور کہا کہ اے ابا الفضل تحقیق کہ تمہارے بھائی ابو طالب کُنبہ بہت رکھتے ہین اور انکا حال خشک سالی کی وجہہ سے براز اختلال ہے بہتر ہے کہ ہم انکے پاس چلین اور خواستگار ہوں کہ اپنے بیٹوں سے بعض کو ہم کو دیدین تا کہ گران باری عیال سے قدرے سبکدوشی حاصل ہو عباس نے بھی اس رائے کو پسند کیا اور دونو نے ابو طالب سے ملکر کہا کہ ہم جانتے ہین کہ تمکو قحط نے زیر بار کیا ہے لہذا چاہتے ہین کہ بار عیال سے کچھ سبکدوش کرین اپنے بیٹوں سے بعض کو ہمارے سپرد کرو ابو طالب نے کہا طالبؑ و عقیل کو و بروایتے صرف عقیل کو میرے لئے رہنے دو باقیون مین تمکو اختیار ہے جسکو چاہو لیجاؤ پس عباس نے جعفر کو لیا اور حضرت رسولخدا نے امیر المومنینؑ کو انتخاب فرمایا اور کہا اخترت من اختار اللہ لی علیکم کہ مین نے تمہارے درمیان سے اسی کو اپنے لئے اختیار کیا ہے جسکو حقتعالی نے میرے لئے چُنا ہے پس اسوقت سے وہ حضرت جناب رسالتمآب کے شامل اور انکی عیال مین داخل تھے آپکی خدمات کو بجان و دل بجالاتے اور استرضاء آنجناب مین جد و جہد فرماتے تا اینکہ حضرت رسولخدا مبعوث بہ نبوت و بعد ازان مامور بہ ہجرت ہوئے اور مدینہ مین آپکا عقد جناب سیدہ کے ساتھ ہوا اسوقت ایک حجرہ علیحدہ آپکے لئے تعین فرمایا- پس جیسا کہ ابو طالبؑ اور فاطمہؓ بنت اسد نے حضرت رسالت پناہ کو تربیت کیا تھا اسیطرح رسولخدا اور خدیجۃ الکبریٰؓ نے امیر المومنینؑ کو پرورش فرمایا- لیکن ابو طالب اور فاطمہ کی تربیت کو رسول اللہ اور خدیجہ کی تربیت سے کیا نسبت ہو سکتی ہے یہہ تربیت اس سے کہیں بڑھ کر تھی- حضرت امیرؑ ایک خطبہ مین ارشاد فرماتے ہین ایہا الناس تم رسولخدا کے نزدیک میرا مرتبہ و مقام جانتے ہو اور جو قرابت قریب اور منزلت خاص کہ مجھکو آنحضرت سے حاصل تھی تمکو معلوم ہے بچپن مین وہ حضرت مجھکو اپنی گود مین رکھتے تھے اور سینہ حقائق گنجینہ سے لگاتے اور اپنے بستر پر لٹاتے اور جسم اطہر کو میرے بدن سے لگاتے اور اپنی بوئے خوش مجھکو سونگھاتے تھے- کھانے کی چیزون کو اول اپنے مُونہہ میں چباتے پھر میرے مُونہہ مین لقمہ دیتے- کبھی میری بات میں کذب و افترا اور میری فعل مین غلطی و خطا نہ پائی- تحقیق کہ حقتعالی نے عہد شیرخوارگی سے ایک فرشتہ اپنے ملائکہ کرام سے آپ کے ساتھ مقرر کیا تھا کہ وہ رات دن مکارم اخلاق و محاسن آداب آپکو تعلیم کرتا رہتا تھا میری یہ کیفیت تھی کہ جسطرح بچہ شتر اپنی ماں کے پیچھے پیچھے رہتا ہے اور جدا نہین ہوتا آنحضرت کے ساتھ رہتا تھا- وہ ہر روز مجھکو آداب ہنر سے تعلیم کرتے اور اپنی اقتدار کی تاکید فرماتے دوسرے مقام پر فرماتے ہین کہ اسلام مین کوئی مکان نہ تھا سوائے رسول اللہ اور خدیجہؑ کے گھر کے میں انمین تیسرا تھا نور رسالت کو دیکھتا اور بوئے نبوت کو استشمام کرتا اور

نزول وحی کے وقت مین نوحہ شیطان کو سنتا تھا پس جس کی جڑین چشمہ رسالت سے سیراب ہوئین ہون اور جس کے شجرہ نے پستان نبوت سے دودھ پیا ہو اور منبع امامت سے اُسکی شاخین دراز ہوئی اور پھیلی ہون اور دار وحی و تنزیل میں اس نے نشو و نما پائی ہو جو عمر بھر رسول اللہ کی ساتھ رہا ہو- اور تا دم مرگ آنحضرت سے جدا نہوا ہو وہ اورون کے برابر کیونکر ہو سکتا ہے- اور طبری نے اپنی تاریخ مین اور محمد بن اسحاق نے مغازی میں مجاہد سے روایت کی ہے کہ اُس نے کہا احسان و انعام الہی تھا علیؑ بن ابی طالب پر کہ قریش قحط سالی میں مبتلا ہوئے اور حضرت رسولخدا و حمزہ و عباس حضرت ابو طالب کو کثرت عیال سے سبکبار کرنے کے درپے ہوئے پس رسول اللہ نے علیؑ کو حمزہؓ نے جعفرؓ کو اور عباسؓ نے طالب کو لیا صرف عقیل اپنے باپ ابو طالب کے پاس رہ گئے جو ان کے ساتھ شامل تھے جبتک کہ ابو طالب نے قضا کی بعد ازان تنہا رہتے رہے تا اینکہ جنگ بدر مین اسیر ہوئے اور جعفر جاہلیت و اسلام مین حمزہ کے ساتھ تھے حتّٰی کہ حمزہ شہید ہوئے- اور طالب عباس کے شامل تھے تا اینکہ جنگ بدر میں ان کے ساتھ آئے اور وہان مفقود الخبر ہو گئے پھر انکا کچھ حال معلوم نہوا کہ کہاں گئے- لیکن امیر المومنینؑ رسول اللہ کی خدمت مین داخل ہوئے تو انکا سن شریف چھ سال کا تھا ٹھیک اسی قدر تھا کہ رسول اللہ کا سن تھا جبکہ ابو طالب کی حفاظت و تربیت مین داخل ہوتے تھے پس انکو حضرت مصطفےٰ و خدیجۃ الکبریٰ نے تربیت کیا اور انکی تربیت ابو طالبؑ و فاطمہ بنت اسد کی تربیت سے احسن و اعلیٰ تھی پس وہ حضرت آخر تک رسولخدا کے ساتھ رہے- مناقب ابن شہر آشوب میں لکھا ہے کہ جون جون آپکی عمر بڑھتی گئی زور و طاقت مین بھی ترقی ہوتی گئی تھوڑے عرصہ مین یہہ نوبت پہنچی کہ بڑے سے بڑے پہلوان کے ساتھ بھی کشتی لڑتے تو اُسکو پچھاڑ ڈالتے تھے جس مرد کا ہاتھ ایک دفعہ پکڑ لیا جان نکالکر ہی چھوڑا پھر اُسے سانس نہین آتا تھا دوڑتے ہوئے گھوڑے کو آگے سے روکتے اور صدمہ پہنچاتے تو پیچھے لوٹا دیتے تھے- پہاڑ کی چوٹی سے ایک ہاتھ سے پتھر اُٹھا لاتے اور لوگونکے سامنے رکھتے ایک دو تین آدمی اسکو ہلانا چاہتے تھے تو ہل نہ سکتا تھا- ابو جہل نے یہہ زور دست و قوت بازو معاینہ کیا تو چند اشعار آپکی شان مین کہے جنمین اہل مکہ کو آپکی سطوت و بطش سے ڈرایا ہے ایک شعر انمین سے یہ ہے ۵ ما ان لہ مشبہاً فی الناس قاطبۃ ۔ کانہ النار یرمی الخلق بالشرر ۵ اسکا مشابہ و مثل تمام آدمیوں میں دوسرا نہیں گویا کہ وہ آتش روشن ہین کہ اس کے شرارے خلائق کو پہنچتے ہین

سابقہ اسلام آنحضرت علیہ السلام یہہ بات کہ سب سے پہلے اسلام لائے یا دس سال کے سن مین اسلام لائے امیر المومنین علیہ السلام کی نسبت ایک رسمی و معمولی فقرات ہین کہ بنظر بظاہر شرع بولنے اور لکھنے میں آتے ہیں ورنہ حقیقت مین کوئی وقت کوئی زمانہ نہ تھا جسمین وہ حضرت ایمان و اسلام سے عاری ہون شکم مادر اور پشت پدر تک مسلمان تھے خلق آدمؑ و ایجاد عالم سے پہلے مسلمان تھے- نہ صرف مسلمان بلکہ سید المسلمین و امیر المومنین جیسا کہ شمہ اسکا پیشتر اس سے اس کتاب میں گزرا- اور حق تو یہ ہے کہ بموجب روایات مسلمہ فریقین کہ کسی قدر اُنسے شروع کتاب مین مذکور ہوئین وہ حضرت مانند اپنے بھائی اور اپنے حبیب محمد مصطفےٰ کے ایک نور تھے کہ ایمان و اسلام شعاعین اس نور کی تھین جو کبھی اس سے جدا اور منفک نہ ہوتی تھین- پس ایسی ذات مقدس و مطہر کی نسبت یہ کہنا کہ وہ اول اسلام لائے یا تمام سے پیشتر مشرف باسلام ہوئے اسکے معنی صرف یہ ہیں کہ تکلیف ظاہری شرعی اسکی مقتضی تھی کہ جو مین حضرت رسول بنبوت پر

مبعوث ہوئے اور حکم ہوا کہ خلائق کو وحدانیت خدا اور اپنی رسالت کی طرف دعوت کرو فوراً امیرالمومنینؑ نے کلمہ شہادتین زبان مبارک پر جاری فرمایا **لکھا** ہے کہ حضرت رسالت پناہ پیش از نبوت کسی شرع کے پابند نہ تھے بموجب الہام الٰہی کار کرتے تھے۔ یعنے بجائے خود نبی تھے۔ چالیسویں سال اور ون پر مبعوث ہوئے اور مرتبہ رسالت کو پہنچے پس اسوقت جس نے سب سے پہلے تصدیق رسالت کی۔ وہ امیرالمومنینؑ تھے **روایت** ہے کہ ایک بار آپ ابطح میں لیٹے ہوئے تھے اور علی علیہ السلام دہنے ہاتھ پر اور جعفر طیار بائین پر اور امیر حمزہ آپکے پائینتی کی طرف لیٹے تھے۔ اسوقت جبرئیل و اسرافیل و میکائیل آسمان سے نازل ہوئے۔ فرماتے ہین۔ کہ ملائکہ کے پرون کی آواز سنکر مجھکو کچھ وحشت سی معلوم ہوئی سنا مینے کہ اسرافیل جبرئیل سے کہتے ہین کہ ہم ان چار شخصون سے کس کی طرف بھیجے گئے ہین جبرئیل نے میری طرف اشارہ کیا کہ ان کی طرف کہ محمد مصطفیٰ نام بہترین پیغمبران ہین۔ اور انکے دہنے جانب جو شخص لیٹا ہے وہ بھائی اور وصیؑ انکا ہے بہتر نام اوصیاء انبیا کا۔ اور بائین جانب جعفر بن ابی طالبؑ ہے کہ دو رنگین پرون سے جنت مین پرواز کریگا اور چوتھا حمزہ سیدالشہدا ہے پس جبرئیل آپکے سر اور میکائیل پاؤن کی طرف بیٹھ گئے اور تعظیم کی روسے بیدار نہ کیا۔ جب آپ بیدار ہوئے تو جبرئیل نے رسالت باری تعالی ادا کی۔ آپنے پوچھا تم کون ہو کہا مین جبرئیل ہون۔ بروایت دیگر ابوطالب کی بکریان چرا رہے تھے کہ ایک شخص نے سامنے آکر کہا یارسول اللہ مین جبرئیل ہوں کہ جانب رب جلیل سے آیا ہون تاکہ تمکو رسالت خلق پر مقرر کرون۔ پس پیر کو زمین پر مارا کہ چشمہ آب یہان سے ظاہر ہوا اس سے پانی لیکر خود وضو کیا اور انحضرتؐ کو وضو کرنا سکھایا پھر نماز کی ترکیب بتائی۔ آپنے امیرالمومنینؑ کو وضو و نماز تعلیم کی اور دونو بزرگوارون نے اول نماز ظہر اس جا پر ادا کی گھر پر آئے۔ تو حضرت خدیجہؑ کو وہ سب باتین تلقین فرمائی چنانچہ نماز عصر ہوئی تو خدیجہ بھی اسمین شریک تھیں **نہج البلاغہ** مین حضرت امیرالمومنینؑ سے منقول ہے کہ اسوقت سوائے رسولخدا کے اور میرے اور خدیجۃ الکبریٰ کے کسی گھر میں اسلام نہ تھا ہم نور وحی دیکھتے اور بوئے رسالت کو استشمام کرتے تھے جب روز اول وحی انحضرتؐ پر نازل ہوئی تو مینے ایک آہ و زاری و نالہ و بیقراری کی سنی عرض کی مین نے یارسول اللہ یہہ آواز کیسی ہے فرمایا کہ نالہ و زاری شیطان ہے کہ نا امید ہوا اس سے کہ اسکی عبادت کرین۔ پس فرمایا یا علیؑ تو سنتا ہے جو کچھ کہ مین سنتا ہون اور دیکھتا ہے جو مین دیکھتا ہون اور گو تو پیغمبر نہین الا میرا وصی و برادر ہے اور عاقبت تیری بخیر ہے **عفیف** کندی ابن عم اشعث بن قیس کندی کہتا ہے کہ مین مرد تجارت پیشہ تھا اپنا مال ایک جگہہ سے دوسری جگہہ لیجاتا قبل از ظہور امر نبوت کچھ مال منا مین لیگیا تھا تاکہ فروخت کرون ایک دفعہ عباس بن عبدالمطلب کے پاس بیٹھا باتین کر رہا تھا آفتاب اسوقت ڈھل چکا تھا دیکھا مین نے کہ ایک جوان ایک خیمہ سے برآمد ہوا اس نے آسمان کی طرف نگاہ کی۔ اور قبلہ رو ہو کر نماز پڑھنے لگا بعد ازان ایک لڑکا نکلا اور وہ اس کے دہنے جانب کھڑا ہو گیا۔ پھر ایک عورت باہر آئی اور وہ ان دونو کے پیچھے کھڑی ہوئی یہہ رکوع و سجود کرتے تھے اور مین حیرت سے ٹکٹکی باندھے انکی طرف دیکھ رہا تھا عباس نے کہا کیا دیکھتا ہے مینے کہا لے ابا الفضل یہہ ایک امر عظیم و بزرگ ہے انہون نے کہا جانتا ہے کہ یہ جوان کون ہے یہہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب میرا برادر زادہ اور یہہ لڑکا علی ابن ابی طالب میرا دوسرا بھتیجا ہے اور یہہ عورت خدیجہ بنت

روایت عفیف کندی

خویلد زوجہ محمد ہے۔ محمد کہتا ہے کہ میرا خدا۔ خدائے سموات و ارض ہے اسی نے مجھکو اسکا امر کیا ہے۔ وہ خزانے کسریٰ اور قیصر کے میرے لئے کھولیگا۔ قسم بخدا کہ ان تین کے سوا روئے زمین پر کوئی اور یہہ دین نہین کہتا۔ عفیف مذکور شیوع اسلام میں اس حدیث کو نقل کرتا اور افسوس کرتا تھا کہ کیوں اس روز اسلام نہ لے آیا کہ سبقت اسلام مین ثانی امیرالمومنینؑ ہوتا **کتاب** [illegible] مین حضرت رسولخدا سے منقول ہے کہ آپنے فرمایا کہ اول شخص جو مجھ پر ایمان لایا علی ہے وہ سب سے پہلے بروز قیامت میرے ساتھ مصافحہ کریگا وہ ہے صدیق اکبر اور فاروق درمیان حق و باطل کے اور یعسوب امیر ہے مومنینؑ کا اور مال یعسوب ظالمون کا ہے اور نیز آپنے فرمایا کہ ملائکہ سات سال تک تنہا مجھ پر اور علیؑ پر صلوات بھیجتے رہے کس لئے کہ شہادت وحدانیت خدا اور میری رسالت کی اس مدت مین میرے اور علیؑ کے سوا کسی سے آسمان پر نہین گئی **مولف** کہتا ہے کہ بعثت سے سات سال یا کچھ کم و بیش تک کسی صحابی کا سوائے امیرالمومنینؑ کے اسلام نہ لانا کتب اہل سنت سے بھی ثابت ہے **استیعاب** میں بروایۃ حبہ عرنی لکھا ہے کہ حضرت امیرؑ نے فرمایا کہ مینے خدا عزوجل کی عبادت کی پانچ سال قبل اس کے کہ کوئی اس امت سے اس جل شانہ کی عبادت کرے اور خصائص نسائی مین ہے قَالَ عَلِیٌّ اَنَا عَبْدُ اللّٰہِ وَاَخُو رَسُوْلِ اللّٰہِ وَاَنَا الصِّدِّیْقُ الْاَکْبَرُ اَسْلَمْتُ قَبْلَ اَنْ اَسْلَمَ النَّاسُ بِسَبْعِ سِنِیْنَ لَا یَقُوْلُھَا غَیْرِیْ اِلَّا کَاذِبٌ یعنی مین ہون بندہ خدا اور بھائی رسولخدا کا اور مین صدیق اکبر ہوں اسلام لایا ہون سات برس پہلے اور ون سے۔ کوئی میرے سوا اسکو نہ کہیگا الا جھوٹا۔ نیز خصائص مین ہے قَالَ عَلِیٌّ لَا اَعْرِفُ اَحَدًا مِنْ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ عَبَدَ اللّٰہَ مَعَ نَبِیِّنَا صلعم غَیْرِیْ عَبَدْتُ اللّٰہَ قَبْلَ اَنْ یَعْبُدَہٗ اَحَدٌ مِنْ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ تِسْعَ سِنِیْنَ یعنی فرمایا علی مرتضےٰ نے کہ نہیں پہچانتا مین اس امت سے کسی کو کہ عبادت کی ہو اس نے ساتھ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوائے میرے عبادت کی مینے حقتعالی کی قبل ہر عبادت کرنیوالے کے بقدر نو سال کے یہہ اور مثل اس کے اور روایات کثیرہ دلالت کرتی ہیں کہ وہ حضرت جناب رسالت پناہ کے ساتھ سالہا سال تک شرف اسلام و عبادت ملک علام میں متفرد و یکتا رہے ہیں اسی سبب سے اہل سنت کو بھی چار ناچار انحضرت کا سب سے پہلے اسلام لانا تسلیم کرنا پڑا چنانچہ یہ امر انکے ہان مشہورات مستفیضہ بلکہ اجماعیات سے ہے **تاریخ الخلفا** مین ہے قال ابن عباس و زید بن ارقم و سلمان الفارسیؓ و جماعۃ انہ اول من اسلم و نقل بعضھم الاجماع علیہ یعنی ابن عباس و زید ارقم و سلمان فارسی اور ایک اور جماعۃ صحابہ کی قائل ہوئی ہے کہ وہ یعنے امیرالمومنینؑ اول میں اسلام لانیوالون کے اور بعضون نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ نام اس جماعت قائلین کے جنکو اس مورخ نے طول جان کر چھوڑ دیا ہے صاحب روضۃ الاحباب جمال الدین عطاء اللہ حسینی نے مفصل لکھے ہیں منجملہ ان کے ہیں ابوذر غفاری و مقداد بن اسود کندی و جناب ابن الارث و جابر بن عبداللہ انصاری و خزیمہ بن ثابت انصاری و ابوایوب انصاری و انس بن مالک اور نیز روضۃ الاحباب مین ہے کہ انحضرت نے ہاتھ علیؑ کا اپنے دست حق پرست میں پکڑ کر فرمایا ھٰذَا اَوَّلُ مَنْ اٰمَنَ بِیْ یعنی یہہ شخص ہے جو سب سے پہلے مجھ پر ایمان لایا۔ اور نیز فرمایا انحضرت نے اول ھذہ الامۃ ورودا علی الحوض اولھا اسلاما علی بن ابیطالب یعنی سب سے پہلے اس امت میں جو حوض کوثر پر وارد ہوگا وہ شخص ہوگا جو تمام سے پہلے اسلام لایا ہے اور وہ علی بن ابی طالب ہے۔

اور عبد اللہ بن عباس سے نقل کیا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا السبق ثلاثۃ السابق الی موسیٰ یوشع بن نون والسابق الی عیسےٰ
صاحب یٰس والسابق الی محمد صلعم علی ابن ابیطالب یعنی سبقت کرنیوالے تین شخص ہین سبقت کرنیوالا طرف موسےٰ کے یوشع بن نون اور سبقت
کرنیوالا طرف عیسیٰ کے صاحب یٰسین یعنی شمعون بن حمون الصفا اور سبقت کرنیوالا طرف محمد مصطفےٰ کے علی ابن ابی طالب ہے۔ یہہ
حدیث جسے ابن حجر نے بھی صواعق محرقہ مین نقل کیا ہے جیسا کہ آنحضرت کے سابق الاسلام ہونے پر دلالت کرتی ہے ویسا ہی اس سے
آپکا خلیفہ بلا فصل رسول اللہ ہونا بھی ظاہر ہے کیونکہ ہر دو اشخاص اُمتہاے سابقہ کے جن سے سبقت مین آپکو تشبیہہ دی گئی ہے وہ ہین
جو بعد موسیٰ وعیسےٰ علیہما السلام کے انکے وصی وجانشین ہوئے پس امیر المومنین کس لئے بعد محمد مصطفےٰ کے آنحضرت کے وصی وجانشین
نہون۔ نیز روضۃ الاحباب میں ہے۔ کہ از وے بہ ثبوت پیوستہ کہ فرمود صلیت مع النبی قبل الناس سبعاً یعنے امیر المومنین نے فرمایا
کہ مینے پیغمبر خدا کے ساتھ سات سال اوروں سے پہلے نماز پڑھی ہے **بالجملہ** امیر المومنین کا ہر کس و ناکس سے سالہا سال پہلے اسلام لانا
ایسا نہین کہ اسلام مین کسی فرد بشر پر مخفی ہو مگر تعصب بھی کیا بُری بلا ہے کہ باوجود اس سب کے بھی بعضوں نے آنکھون پر ٹھیکری دھر کر
کہدیا کہ ابو بکر ہی سب سے پہلے اسلام لائے ہین۔ اور بعض اس کے بڑی ہوشیاری سے بغرض شریف سے اُتار کر یہ تبائے کہ لڑکوں
مین سب سے پیشتر علی عورتون مین خدیجۃ الکبریٰ غلاموں میں زید بن حارثہ اور حضر عمر کے آدمیوں میں ابوبکر مسلمان ہوئے ہین اور مقصود
انکا اس تاویل علیل سے یہہ ہے کہ سات یا نو برس کا تفاوت جو درمیان اسلام امیر مومنان و اسلام ابوبکر بن ابی قحافہ کے ہے اسکو
خورد و برد کر جائین کیونکہ ان کے گمان مین جب ہر ایک کا سابق الایمان ہونا ایک جہت خاص پر مبنی ہوا تو پھر تقدیم و تاخیر کی بحث ہی فضول
ٹھہری اس مقام پر مولوی شیخ احمد صاحب مرحوم عثمانی شیعی نے خوب کہا ہے "کہ رکاکت اس تاویل کی عیان ہے کیونکہ بروے اس تاویل
کے شیخ مسٹر کوئیلم بھی کہ چودھویں صدی میں مسلمان ہوئے سابق الایمان قرار پا سکتے ہین اور کہہ سکتے ہین کہ لیورپول واقع انگلستان کے
آدمیون مین سب سے پہلے مسٹر کوئیلم مسلمان ہوئے"۔ واقعی اس صورت مین جو لوگ کہ کفار ہند و چین وغیرہ سے اول مسلمان ہوتے گو
بعثت پیغمبر سے صد ہا سال بعد ہوتے ہوں وہ بھی سابقین اولین مین داخل ہو سکتے ہین۔ اور نیز حضرت ابوبکر حسب تحقیق و تصریح
علماء اہل سنت چالیس پینتالیس سال کی عمر مین مسلمان ہوئے اس عرصہ تک ظاہر ہے کہ بتون کے آگے سر جھکاتے اور زنگ گھنٹی کرتے
رہے ہین بخلاف امیر کبیر کے کہ روز ازل کے مسلمان بچپن میں ہی کبھی بھولکر بت کے آگے سجدہ نہین کیا۔ چنانچہ تاریخ الخلفا مین ہے
قال الحسن بن زید بن الحسن ولم یعبد الاوثان قط لصغرہ یعنی حسن بن زید بن حسن نے کہا کہ آنحضرت نے اپنے بچپن کے زمانے مین
بھی کبھی بتوں کی پرستش نہین کی دیگر یہہ کہ اسلام امیر المومنین صرف یہہ تھا کہ حضرت رسولخدا نے انکو دعوت کی آپنے اجابت فرمائی بخلاف
حضرت عتیق صدیق اہل سنت کے کہ آنحضرت سے طالب دلیل و برہان ہوئے اور جبتک معجزہ بینہ آپسے نہین دیکھ لیا اسلام نہیں لائے
تفصیل اس اجمال کی حسب تصریح معتبرین اہلسنت مثل صاحب روضۃ الاحباب وغیرہ یہہ ہے کہ خلیفہ اول ملک یمن کو گئے تھے وہان
ایک پیر روشن ضمیر تین سو نوے سال کے بوڑھے نے انکو ظہور اسلام کی خبر دی اور قبول اسلام و متابعت رسول انام کی تاکید بلیغ فرمائی

تفصیل اسلام ابوبکر

چنانچہ ابوبکر مکہ مین واپس آئے تو اپنے دوست آشناؤن سے پوچھا کہ یہان کوئی امر جدید حادث ہوا ہے انہون نے کہا ہاں یتیم ابوطالب
محمد بن عبد اللہ دعوٰی نبوت کا کرتے ہین۔ ابوبکر خدمت بابرکت حضرت رسالت مین حاضر ہوئے آپ نے فرمایا اے ابوبکر اسلام قبول
کر صدیق سُنیان نے باوجود ہدایت اُس پیر صافی ضمیر کے تصدیق نبوت میں پس و پیش کر کے آپ سے دلیل و حجت طلب کی۔ حضرت
نے فرمایا کہ میری حجت وہی بوڑھا ہے کہ تو نے ملک یمن میں اُس سے ملاقات کی پس تمام قصہ اس ملاقات کا من وعن بیان
فرمایا پس کجا یہہ حالت تزلزل و حیرت کہاں وہ صورت اخلاص و صداقت خاک کو عالم پاک سے کیا نسبت اور نور کو نار سے کون
مناسبت شاعر کہتا ہے ؎ کہے یون جو چاہے کوئی غیر سے * پہ نسبت علی کو نہین غیر سے * **اعتراض** کیا جاتا ہے
کہ بوقت اسلام امیر المومنین طفل صغیر السن تھے پس بچپنے کے اسلام کا کیا اعتبار اور کیا اسپر افتخار **جواب** اس کا یہہ ہے کہ بوقت
بعثت پیغمبر خدا۔ علی مرتضیٰ بموجب روایات صحیحہ واقعی دس سال سے زیادہ کے نہ تھے چنانچہ خود فرماتے ہین ؎ سبقتکم الی
الاسلام طُراً غلاماً ما بلغت اوان حُلمی جسکا ترجمہ مولوی کریم الدین پانی پتی مترجم تاریخ ابو الفداء نے اُردو مین اس طرح
کیا ہے ؎ مسلمان مین ہوا ہوں سب سے پہلے ۔ در آنحالیکہ نابالغ تھا لڑکا * مگر معترضین کو چاہئے کہ یہ اعتراض پہلے تو حق سبحانہ
تعالیٰ پر کرین کہ اُس نے اپنے نبی کو بچون کو اسلام کی طرف بُلانے پر کس لئے مامور کیا اور پھر حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ
اس اعتراض کے لئے نہایت ہی موزون ہین انہون نے ایک غیر مکلّف لڑکے کو تکلیف اسلام کر کے صرف قبول اسلام ہی پر
اُس سے اکتفا نہیں کیا بلکہ اسکے اس اسلام لانے پر فخر کرتے اور فخریہ کہتے تھے هٰذا اَوَّلُ مَنْ اٰمَنَ بِیْ یہہ ہے جو سب سے پہلے
مجھ پر ایمان لایا ہے۔ فخر کیا آپ تو اس اسلام کذائی پر اعلےٰ درجہ کا ثواب آخرت مترتب فرماتے اور بر ملا کہتے تھے کہ علی سب سے
پہلے حوض کوثر پر وارد ہوگا کس لئے کہ وہی سب سے پہلے اسلام لایا ہے۔ اور وہ اس سبقت اسلام مین مشابہ اوصیاء انبیاء مثل
حضرت یوشع و شمعون کے ہے۔ جیسا کہ ہم نے ابھی کتب اہل سُنت سے نقل کیا ہے۔ پس اگر بچپنے کے اسلام کا کچھ اعتبار و افتخار
نہ تھا تو کس لئے وہ حضرت ایسا اور ایسا فرماتے تھے خدا اور رسول پر اعتراض وارد ہونے تک بھی امر سہل تھا زیادہ دشواری حضرات
معترضین کے لئے آگے چلکر ہے۔ کیونکہ صحابہ کبار بھی جنمین حضرت انس بن مالک جیسے بزرگان مقبولین شامل ہین آنحضرت کے اس
بچپنے کے اسلام کو معتبر رکھتے اور فضائل و مناقب اس جناب سے شمار کرتے تھے۔ پس اب انحضرات کو چاہئے کہ اس اعتراض کو
صحابہ کبار پر جنکا ذکر تاریخ الخلفا سے مجملاً و روضۃ الاحباب سے ابھی مفصلاً گزرا۔ وارد ہوتا دیکھ کر گھر ہی گھر مین فیصلہ کر لین
اور زیادہ چون و چرا نہ کرین۔ اور جو اس پر بھی نہیں سمجھتے تو آئین ہم انکو سمجھائے دیتے ہین۔ صاحبو۔ امیر المومنین تمہارے خلیفوں
کی طرح عام آدمیوں سے نہ تھے کہ بوڑھے طوطے ہو کر اسلام لاتے جبھی معتبر ہوتا۔ وہ حضرت ازل سے بندۂ خاص خدا و مقبول
بارگاہ کبریا خطا و عصیان سے بری برادر و نفس رسول عربی۔ دیگر انبیا کے صفات کے جامع و حاوی تھے۔ یعنی آدمؑ کا علم نوحؑ کا
تقویٰ۔ ابراہیمؑ کی خُلت موسیٰؑ کی ہیبت عیسیٰؑ کی عبادت جمع تھی۔ انکی طینت پاک انکی خلقت نورانی انکا علم علم لدنی و وہبی انکی

لئے آفتاب نے رجعت قہقری کی انکی خاطر آسمان سے تلوار اتری ہے خدا نے تیغ دی احمدؐ نے دختر علیؑ کا مرتبہ اللہ اکبر
پس آپکا اسلام وایمان باپ کی پیٹھ مین ہو یا مان کے پیٹ مین لڑکپن مین ہو یا جوانی و پیری مین اعلےٰ درجہ کا ایمان کمال ایقان واصل
عرفان تھا آنحضرت کو کسی عمر و بکر پر قیاس کرنا نور و ظلمات و دن رات کو ایک دیکھنا دُرِ بے بہا کو کوڑیون کے مول لگانا - طلاء احمر کو
ڈھیلا پتھر بتلانا ہے نہین نہین بلکہ اپنے کور باطنی وظاہری نابینائی کو خلائق پر جلوہ گر کرنا اور اپنی حماقت و جہالت وعصبیت و ناصبیت
کا کامل ثبوت دینا ہے **روضۃ الواعظین** وغیرہ کتب معتبرہ مین ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ ایک بار سلمان فارسیؓ
و ابو ذر غفاری مع دیگر اجلہ صحابہ کے خدمت بابرکت حضرت رسالتؐ پناہ مین حاضر ہو کر عرض پرواز ہوئے کہ ہم آپکے پسر عم علی
ابن ابی طالب کے حق مین کچھ لوگون سے ایسی باتین سُنتے ہیں جو ہم کو ایذا دیتی اور اندوہگین کرتی ہیں - وہ کہتے ہین کہ علیؑ کو سبقت
اسلام مین کیا فخر و فوقیت ہے حالانکہ وہ لڑکپن مین اسلام لائے ہین - آپنے فرمایا تم نے کتب سابق مین پڑھا ہے کہ ابراہیمؑ پیدا
ہوئے تو اپنے مونہہ اور سر پر ہاتھ پھیرا اور شہادت وحدانیت خدا کی اور پارچہ اُٹھا کر ستر عورتین اپنا کیا - پس نظر کی طرف
آسمان و زمین کے اور عبرت پکڑی اس سے اور اتمام حجت کیا ان لوگون پر کہ ستارون کو پوجتے تھے اور اپنا پروردگار انکو خیال کرتے تھے
چنانچہ حقتعالی اپنے قرآن شریف مین اس کی خبر دی ہے اور نیز تم جانتے ہو کہ فرعون حضرت موسےؑ کی جستجو مین زنان حاملہ کے شکم
چاک کراتا تھا - موسیٰؑ پیدا ہوئے تو اپنی مان سے کہا کہ مجھکو تابوت میں رکھکر دریا مین ڈال دو - مادرِ موسیٰؑ بچے کی باتین سُنکر حیران
تھی - اور غرق ہونے سے ڈرتی تھی موسےؑ نے کہا اے مادرِ گرامی خوف نہ کرو کہ حقتعالی ستر روز کے عرصے مین مجھکو تمہاری طرف پھیر لاویگا
لاجرم انہوں نے صندوق میں رکھکر انکو دریا مین بہا دیا اور وہ حضرت حسب عدہ اتنے ہی عرصے مین اپنی مان کے پاس واپس آ گئے - اور
نیز تمکو معلوم ہے کہ عیسیٰؑ بن مریم نے جسطرح پر کہ قرآن مین ہے بوقتِ ولادت اپنی مان کے ساتھ باتین کین اور گہوارہ میں اُن سے کہا
انی عبد اللہ واتانی الکتاب وجعلنی نبیاً یعنی مین بندۂ خدا ہوں اُس نے مجکو کتاب دی ہے اور نبی مقرر کیا - پھر تین روز بعد ولادت
کے حقتعالی نے انکو کتاب و پیغمبری عطا کی اور نماز و زکوٰۃ کی وصیت فرمائی - علےٰ ہذا تم سب کو معلوم ہے کہ باری تعالی نے مجھکو اور علیؑ کو
ایک نور واحد سے پیدا کیا ہے ہم پشت آدم مین تسبیح و تقدیس حق سبحانہ تعالی کرتے تھے پس منتقل ہوتے پشتہائے مردان سے طرف رحمہائے
زنان کی کہ لوگ ہمیشہ آواز تسبیح و تقدیس کو ہم سے سُنتے تھے - اور ہمارے باپون اور ماؤن کی پیشانی پر ہمارے نور کو بچشم ظاہری معائنہ
کرتے تھے حتّٰی کہ پشتِ عبد المطلب میں پہنچکر اس نور کے دو حصے ہو گئے نصف میرے باپ عبد اللہ کی پیٹھ مین گیا اور نصف چچا
ابو طالب کی پیٹھ مین چنانچہ ہمارا نور انکی پیشانیون مین چمکتا تھا - بحدیکہ قریش میں بیٹھتے تو اس نور کی وجہہ سے علحدہ پہچانے جاتے
جانوران صحرا و درندگان تک اُن پر سلام کرتے تھے جبوقت علیؑ متولد ہوئے تو جبرئیل امین مجھ پر نازل ہوئے اور پیغام الہی پہنچایا کہ حقتعالی
تمکو سلام کہتا ہے اور مبارکباد دیتا ہے ولادت پر تمہارے بھائی علیؑ کی اور فرماتا ہے کہ وقت آیا ہے کہ تمہاری پیغمبری ظاہر و وحی آشکار
و رسالت ہویدا ہو مین تمکو اس سے قوت دونگا اور تمہارا نام بلند کرونگا وہ تمہارا بھائی اور وزیر و شبیہ و تمہارا جانشین ہے پس

جاؤ اور بدست راست اسکا استقبال کرو - تحقیق کہ وہ سر گروہ اصحاب مین ہے اور اسکے شیعہ و دوست رو سفید و دست و پا
سفید و روشن ہون گے - حضرت رسولؐ فرماتے ہین کہ مین یہ پیغام بشارت انجام سُنکر اُٹھا اور ابو طالب کے گھر گیا - علیؑ نے مجھے
دیکھا تو کہا اَلسَّلَامُ عَلَیکَ یَا رَسُولَ اللہ پس صحف آدم و شیث و صحف ابراہیم و توریت موسیٰ و انجیل عیسےٰ کو تلاوت کرنے لگے
اس طرح پر کہ اگر یہ حضرات زندہ ہوتے تو اقرار کرتے کہ علی ان کتابون کو ہم سے بہتر جانتا ہے پس قرآن کی تلاوت کی بغیر اسکے کہ
مجھ سے اُسکو سنا ہو اور میرے ساتھ باتیں کین جسطرح کہ انبیاء و اوصیاء باہم باتین کرتے ہین بعد ازان حالت طفولیت کی طرف رجوع
کیا - پس یہی حال ہے گیارہ امامون کا اولاد علیؑ سے پس فرمایا حضرت رسالت نے کہ تم لوگ اہل شرک و نفاق کی باتوں سے آزردہ
نہو چونکہ تم صاحبان یقین ہو تمکو ان باتوں کی پروا نہین - بعد ازان دیگر فضائل و مناقب حضرت مظہر العجائب و الغرائب کے
بیان فرمائے سلمانؓ کہتے ہین کہ ہم نے کہا شکر ہے حقتعالی کا کہ ہم رستگارون سے ہین حضرت رسولخدا نے فرمایا بیشک تم
رستگارون سے ہو اور بہشت ہمارے اور تمہارے لئے خلق ہوا ہے جیسا کہ جہنم ہمارے دشمنوں کے لئے خلق ہوا ہے **تمکن**
امیر المومنینؑ بر وسادۂ وزارت و خلافت سید المرسلینؐ سنی و شیعہ نے بروایات کثیرہ نقل کیا
ہے کہ حضرت رسالت پناہ نزول وحی سے تین سال تک خاموش تھے یعنی اعلان رسالت نہ فرماتے تھے - بعد ازان یہ آیہ شریفہ نازل
ہوئی وَاَنذِر عَشِیرَتَکَ الاَقرَبِینَ وبقرأت اہل بیت علیہم السلام وَرَهطَكَ مِنهُمُ المُخلَصِینَ یعنی اے محمد اپنے رشتہ داروں کو
کہ نزدیک ترین ہین اور گروہ مخلصین کو اُنسے ڈرا اور خوف آخرت دلا - پس حضرت ہدایت قوم پر آمادہ و کمربستہ ہوئے حضرت
امیر المومنینؑ کو حکم دیا کہ ایک صاع گندم لے اور نان تیار کرا اور ایک ران گوسفند پکا اور ایک کاسہ شیر مہیا کرا اور تمام اولاد عبد المطلب کو
امر کر کہ ضیافت کھانیکو خانۂ ابو طالب میں جمع ہوں حضرت امیر المومنینؑ نے سب سامان درست کر کے انکو کہلا بھیجا کہ کل صبح تمہاری
دعوت ہے یہ لوگ چالیس مرد یا قدرے کم و بیش تھے - ابو لہب نے کہا محمدؐ چاہتا ہے کہ طعام قلیل سے ہمکو سیر کرے حالانکہ ہر ایک ہم سے
ایک بکرا سالم کھا جاتا ہے اور ایک کاسہ بزرگ شیر کا پی لیتا ہے تب بھی سیر نہیں ہوتا **الغرض** بروز دیگر سب لوگ خانۂ ابو طالب
مین جمع ہوئے حضرت کے اعمام ابو طالب و عباس و حمزہ و ابو لہب بھی وہان آئے داخل ہوئے تو سب نے بطریق جاہلیت سلام کیا حضرت
نے تحیۃ اسلام جواب دیا یہ امر انکو ناگوار معلوم ہوا اور خلاف اپنے رسم و قاعدہ کے سلام پسند نہ آیا - امیر المومنینؑ نے شوربے مین
روٹی بھگو کر ثرید بنایا - اور مع کاسہ شیر سبکے آگے لا رکھا حضرت رسولخدا نے اپنی دست مبارک کو کھانے پر رکھا پھر فرمایا بسم اللہ کرو
اور بنام خدا نوش جان فرماؤ یہ دوسری بات تھی کہ ان لوگون پر گران گزری کہ بجائے بتون کے نام خدا کا امر کیا - مگر گرسنہ زیادہ
تھے کھانے میں مصروف ہوئے - سبکے سب کھا کر سیر ہو گئے لیکن کھانا ہنوز بدستور موجود تھا اور کچھ اس سے کم نہوا تھا حضرت رسولخدا
چاہتے تھے کہ کلام شروع کرین مگر ابو لہب نے سبقت کر کے کہا دیکھا تم نے کہ تمہارے صاحب نے تم پر کیا جادو کیا کہ طعام قلیل سے تمکو سیر کر دیا
اور کھانا ہنوز باقی ہے چونکہ اس مردود نے مبادرت کی آپ کی تکذیب پر لہذا حضرت نے اس روز کلام نہ کیا یہ لوگ جیسے آئے تھے

ویسے ہی لوٹ گئے پس حضرت نے فرمایا یا علیؑ دیکھا تونے کہ اس مردنے کیسی سبقت کی میں نے اسی وجہہ سے کلام نہیں کیا تم کل پھر اسی قدر طعام مہیا کرو اور ان لوگوں کو بلاؤ تاکہ اپنی رسالت کو ان تک پہنچاؤں اور حجت تمام کروں - دوسرے روز پھر امیرالمومنینؑ نے طعام ترتیب دیا اور اس گروہ نے حسب دلخواہ سیر ہوکر کھایا - اسوقت حضرت رسولخدا نے ارشاد کیا اے اولاد عبدالمطلب میں گمان نہیں کرتا کہ عرب کا کوئی شخص اپنے قوم و قبیلہ کے لئے ایسی شے لایا ہو جو بہتر ہو اس سے کہ میں تمہارے لئے لایا ہوں تحقیق کہ میں بھلائی دنیا اور آخرت کی تمہارے لئے لایا ہوں دنیا میں خزانے کسریٰ و قیصر کے حقتعالیٰ تمہارے لئے کھولدیگا اور آخرت میں جنۃ الخلد تمہارا مسکن و مقام ہوگا اگر وحدانیت خدا اور میری رسالت کا اقرار کرو ایہا الناس اگر میں تمکو خبر دوں کہ تمہارا دشمن اس پہاڑ کے پیچھے چھپا ہوا کمین لگا رہا ہے کہ صبح و شام میں تمہارے اوپر آن پڑے تو تم اس امر میں میری تصدیق کروگے یا جھٹلاؤگے سب نے کہا کہ تصدیق کریں گے کس لئے کہ تم ہمارے درمیان میں راست گو ہو - آپنے فرمایا کہ آگاہ رہو کہ کسیکا خیرخواہ اُس کے ساتھ دروغ گوئی نہیں کرتا - تحقیق کہ حقتعالیٰ نے مجھکو پیغمبری خلائق پر بھیجا ہے اور امر کیا ہے کہ سب سے پہلے اپنے عزیز و اقربا کو اسلام کی طرف دعوت کروں اور عذاب آخرت سے انکو ڈراؤں تم میرے قریبی رشتہ دار ہو جو طعام کہ تم نے ابھی یہاں پر کھایا اسمیں میرا معجزہ دیکھ لیا وہ مائدہ بنی اسرائیل سے کمتر نہیں جو اسکو کھاکر مجھ پر ایمان نہ لائیگا حقتعالیٰ اسکو عذاب مدید شدید میں مبتلا کریگا اے پسران عبدالمطلب تم پر مخفی نہ رہے کہ پروردگار عالم نے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا الا یہ کہ اُسکے اہل سے ایک شخص کو اُس کا بھائی و وصی و وارث مقرر فرمایا ہے پس جو کوئی تم سے سب سے پہلے مجھ پر ایمان لائیگا وہی میرا بھائی و وارث و وصی و خلیفہ ہوگا اور وہ مرتبہ اسکا ہوگا جو ہارون کو موسیٰ سے تھا - پس کون تم سے پیش قدمی کرتا ہے میری بیعت پر تاکہ میرا معین و مددگار ہو میرے مخالفوں پر اور میرا بھائی اور وصی و خلیفہ ہو اور وہی میری طرف سے تبلیغ رسالت کرے اور میرے قرضوں کو ادا اور میرے وعدوں کو وفا فرمائے - حضرت یہ باتیں کرتے تھے اور حاضرین چون نقش دیوار ساکت تھے جب آپ نے کلام کو تمام کیا تو امیرالمومنینؑ اُٹھے اور عرض کی میں آپ سے بیعت کرتا ہوں جس شرط پر کہ آپ چاہیں - جو حکم آپ کریں گے اطاعت کروں گا - حضرت نے فرمایا بیٹھ جا کہ شاید جو لوگ سن میں تجھ سے بڑے ہیں انسے کوئی اُٹھے اور دوبارہ اس کلام شریف کا اعادہ فرمایا - مگر سب خاموش تھے کشف الغمہ میں ہے کہ ابوطالب نے مصلحت نہ جانا کہ برملا اظہار اسلام کرکے بیعت کریں کہ مبادا لوگ انسے منحرف ہوجائیں اور انکی قوت و شوکت گھٹ جائے اور آپکی حمایت و حفاظت اچھی طرح نہ کرسکیں علیٰ ہذا حمزہ و جعفر و عباس وغیرہ کہ بدل اس طرف مائل تھے عداوت قریش کے سبب خاموش رہے باقی اپنے کفر پر مصر تھے پس ابوطالب نے کہا اے فرزند جو کچھ تم کہتے ہو راست و درست ہے الا میں مرد سن رسیدہ ہوں میری عمر تمام ہوچکی میری خدمت یہ ہے کہ شر اعدا سے تمہاری حفاظت کروں تم جس بات پر حقتعالیٰ کی طرف سے مامور ہو اسمیں مشغول رہو غرض امیرالمومنینؑ پھر اُٹھے اور وہی کلمات عرض کئے جو پیشتر عرض کئے تھے تیسری مرتبہ حضرت رسولخدا نے علی مرتضیٰؑ کو اپنے قریب بلایا اور انسے بیعت لی - اور آب دہان مبارک اپنا انکے موہنہ پر ڈالا - اور درمیان دو بازو اور سینہ کے چھڑکا ابولہب نے

کہا خوب بدلا دیا تونے اپنے بھائی اور اپنے ابن عم کا جس نے تیری اجابت کی کہ اسکا موہنہ تھوک سے بھر دیا - حضرت نے فرمایا بلکہ میں نے اسکو علم و حلم و فہم سے مملو کیا ہے بروایت ابوالفدا امیرالمومنینؑ نے عرض کی یا رسول اللہ میں آپکے دشمنوں کے نیزہ لگاؤنگا اور آنکھیں انکی پھوڑ دونگا اور شکم انکے چاک کرونگا اور ٹانگیں انکی قطع کرونگا اور آپ کا وزیر ہونگا - حضرت نے علی مرتضیٰ کی گردن پر دست مبارک رکھ کر ارشاد کیا کہ یہ ہے میرا بھائی اور وصی اور میرا خلیفہ تمہارے درمیان اس کی سنو اور اطاعت کرو یہ سنکر سب لوگ ازروئے تمسخر ہنسکر اُٹھ کھڑے ہوئے اور ابوطالب سے کہنے لگے کہ اپنے بیٹے کی بات سن اور اسکی اطاعت قبول کر تمکو یہ حکم ہوا ہے **شیخ** مفید علیہ الرحمہ کتاب ارشاد میں بعد نقل روایت ہذا فرماتے ہیں کہ یہ ایک منصب عظیم الشان ہے مخصوص امیر مومنان کے کسی مہاجر و انصار و دیگر مسلمان کو اسمیں دخل و شرکت نہیں اور کوئی اس پایگاہ عالی میں آنحضرت کی ہمسری نہیں کرسکتا حدیث سے مستفاد ہوتا ہے کہ حضرت رسولخدا آنحضرتؑ کی وجہ سے تبلیغ رسالت و اجراء اسلام و اظہار دعوت پر متمکن ہوئے اگر امیرالمومنینؑ نہوتے تو اثبات ملت و استقرار شریعت و اظہار رسالت کی کوئی صورت نہ تھی - پس علی علیہ السلام ناصر اسلام و وزیر داعی الی الاسلام بحکم ایزد علام ہیں حضرت رسول نے آپ کی ضمانت و حمایت سے امور رسالت کو تمام کیا - پس یہ ایک فضیلت ہے کہ پہاڑ اسکے ہموزن نہیں ہوسکتے اور اس کی قدر و منزلت جملہ فضائل و مناقب سے بڑھ کر ہے **معراج** معراج جسمانی حضرت رسالت پناہ کو بنا بر مشہور قبل ہجرت مکہ معظمہ میں ہوا جبرئیل امین براق بہشت آپ کے واسطے لائے اور اُسپر حضرت کو سوار کرکے پہلے بیت المقدس پھر بیت المعمور پر لے گئے - سات آسمان عرش و کرسی کی سیر فرمائی ارواح انبیاء و اہل ملاء اعلےٰ سے ملاقات کی - بہشت و دوزخ کا معائنہ کیا - اعلےٰ مراتب قرب نزدیکی حضرت باری تعالیٰ کو پہنچے مرتبہ قاب قوسین او ادنےٰ پر فائز ہوئے شرف مکالمہ و مناجات رب الارض والسماوات سے مشرف ہوئے پھر اسی رات کو مکہ مشرفہ کو واپس تشریف لائے - یہ قصہ بہت طول طویل ہے اس کتاب میں چونکہ مقصود بیان حالات امیرالمومنینؑ ہے اسلئے یہاں پر اس سے چند روایتیں نقل ہوتی ہیں جو آنحضرتؑ سے علاقہ رکھتی ہیں - اور جنسے شرف و بزرگواری آپ کی ہویدا ہے **واضح** رہے کہ شب معراج حقتعالیٰ نے اپنے حبیب محمد مصطفیٰؐ کو خلافت و امامت امیرالمومنینؑ کی تاکید بلیغ فرمائی اور مراتب و مدارج آنحضرت کے بضمن مراتب و مدارج حضرت خاتم المرسلین پہلے سے زیادہ ظاہر و روشن ہوئے **مروی** ہے کہ حضرت رسولخدا کسی آسمان سے نہیں گزرتے تھے الا یہ کہ فرشتے وہاں کے آنحضرت پر سلام کرتے اور حال میمنت اشتمال امیرالمومنینؑ کا انسے دریافت کرتے - اور کہتے کہ جب آپ واپس دنیا میں جائیں تو سلام نیاز التیام ہمارا آنحضرتؑ کو پہنچائیں حضرت رسولخدا نے پوچھا آیا تم علی بن ابی طالبؑ کو پہچانتے ہو فرشتوں نے کہا کیونکر ہم نہ پہچانیں آنحضرتؑ کو حالانکہ حق تعالیٰ نے بروز الست تمہارا اور آنحضرت کا پیمان ہم سے لیا ہے - پس ہم ہمیشہ تم پر اور آنحضرتؑ پر صلوات بھیجتے ہیں - محمد بن بابویہ علیہ الرحمہ نے بسند معتبر روایت کیا ہے کہ حضرت رسولخدا نے فرمایا کہ جب مجھکو آسمان پر لے گئے - اور سدرۃ المنتہیٰ سے گزر کر حجاب ہائے نور تک پہنچا اور شرف مناجات و ہم کلامی جناب ایزدی پر فائز ہوا تو

ارشاد ہوا یا محمد مینے کہا لبیک اے پروردگار میرے وسعدیک مین بندہ تیرا ہون اور تو بابرکت وبلند رتبہ ہے پس فرمایا حق سبحانہ نے جان تو کہ علی ابن ابیطالب امام وپیشوا ہے میرے دوستونکا اور نور ہے میرے اطاعت کرنیوالون کے لئے اور وہ ہے کلمہ کہ لازم کیا ہے مینے اسکو اہل تقویٰ وپرہیزگاری پر۔ پس جس نے اطاعت علیؑ کی کی اُس نے گویا میری اطاعت کی اور جس نے اسکی نافرمانی کی اُس نے میری نافرمانی کی۔ پس اس کو خوشخبری دے اس مرتبہ جلیل کی حضرت رسولخدا زمین پر تشریف لائے تو بشارت دی علیؑ کو اور جو کچھ حقتعالیٰ نے انکے حق مین فرمایا تھا۔ سربسر انسے بیان کیا۔ امیر المومنینؑ نے کہا یا رسول اللہؐ آیا میری قدر اس درجہ کو پہنچی ہے کہ ایسے مکان برترمین مجکو یاد کرین حضرتؐ نے فرمایا البتہ۔ اے علی اپنے پروردگار کا شکر بجالاؤ۔ پس وہ حضرت سجدۂ شکر جناب باری عزاسمہ کے لئے جھکے پس حضرت رسولخدا نے فرمایا اے علی سجدہ سے سر اُٹھا کہ حقتعالیٰ تیرے سبب سے اپنے ملائکہ پر فخر ومباہات کرتا ہے۔ اور خاصہ وعامہ نے روایت کی ہے کہ حضرت رسالت پناہ نے فرمایا یا علیؑ مینے شب معراج تیرا نام چند مقامون مین اپنے نام کے ساتھ مقرون پایا پس بنظر غور وتامل اسکو دیکھا۔ اوّل جبکہ مین بیت المقدس پہنچا تو وہاں صخرہ ازسنگ عظیم پر لکھا ہوا تھا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ایدتہ بوزیرہ کہ کوئی معبود نہین سوائے خدائے عزوجل کے اور محمد رسول اسکے ہین تائید کی ہے مینے اُنکی ساتھ انکے وزیر کی مینے جبرئیل سے پوچھا کہ میرا وزیر کون ہے انہون نے کہا علی ابن ابی طالب دوسرے جب سدرۃ المنتہیٰ سے گزر کر عرش معلے پر پہنچا تو قوائم عرش پر لکھا دیکھا انی انا اللہ لا الہ الا انا محمد حبیبی من خلقی ایدتہ بوزیرہ ونصرتہ بوزیرہ تحقیق کہ میں ہوں خدائے بزرگ وبرتر اور محمد میرے حبیب ہین میری خلائق سے نصرت وتائید کی ہے مینے اُنکی ساتھ انکے وزیر کی تیسرے جبکہ داخل جنت ہوا تو دروازۂ جنت پر دیکھا کہ تحریر ہے لا الہ الا انا محمد حبیبی من خلقی ایدتہ بوزیرہ ونصرتہ بہ بروایت دیگر ساتوین آسمان پر پہنچا تو لکھا تھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی بن ابیطالب امیر المومنین اور جب حجابہائی نور پر پہنچا تو اسی عبارت کو لکھا دیکھا۔ اور فرمایا حضرت رسولخدا نے کہ جب شب معراج مین پہلے آسمان پر پہنچا تو ایک قصر نقرۂ سفید کا دیکھا کہ دو فرشتے اُسکے دروازے پر موکل جبرئیل نے میرے اشارے سے اُنسے پوچھا کہ یہ قصر کسکا ہے انہون نے کہا کہ ایک جوان کا فرزندان ہاشم سے۔ آسمان دوم پر پہنچا تو ایک قصر طلائی سرخ کا نظر آیا وہان بھی دو فرشتے درقصر پر موجود تھے اُنسے حال مالک مکان کا دریافت کیا تو وہی جواب پایا جو پہلے آسمان پر ملا تھا کہ ایک جوان ہاشمی کا ہے تیسرے آسمان پر قصر یاقوت سرخ کا۔ چوتھے پر مروارید سفید کا پانچوین آسمان پر مروارید زرد کا چھٹے پر قصر مروارید سبز کا تھا دو دو فرشتے ہر ایک کے دروازے پر بدستور متعین تھے ساتوین آسمان پر ایک محل دیکھا کہ اسکی بنیاد نور عرش الٰہی سے تھی دو فرشتے اُسکے دروازے پر بھی نگہبان تھے سب جگہہ جبرئیل میرے کہنے سے صاحب قصر کا حال اُن فرشتوں سے دریافت کرتے اور وہی جواب سُنتے تھے جو پہلے اور دوسرے آسمان پر سُنا تھا۔ پس میں اس مقام سے اوپر گیا تا اینکہ سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچا وہان سے جبرئیل مجھ سے علٰحدہ ہو گئے مینے کہا اے جبرئیل

یہ روایت کتاب مودۃ القربیٰ میر سید علی ہمدانی مین درمیان مودۃ ثامنہ کے بھی مذکور ہے ۱۲ منہ عفی عنہ

مجھکو ایسی جگہہ تنہا چھوڑتے ہو۔ کہا بحق اس خداوند جل وعلا کے جس نے تمکو براستی پیغمبری پر بھیجا ہے کہ یہ مکان جہان تم پہنچے ہو کوئی بھی مرسل وملک مقرب یہانتک نہین آیا۔ مجھکو طاقت نہین کہ ذرا اس سے آگے بڑھون بس تمکو پروردگار کے سپرد کرتا ہوں پس مین دریائے نور مین داخل ہوا اور امواج عظمت وجلال مجھکو نور سے ظلمت اور ظلمت سے نور کی طرف لیجاتی تھین تا اینکہ حقتعالیٰ نے اپنے ملکوت سے اس مقام پر ایستادہ کیا جہان کہ منظور الٰہی تھا وہان آواز آئی کہ اے احمد میری خدمت مین کھڑا ہو۔ رعب سے اس آواز کے لرزہ بدن مین پڑ گیا اور قالب آلودگی دنیا سے تہی کیا دوبارہ آواز آئی اے احمد۔ مینے بموجب الہام ربانی عرض کی لبیک وسعدیک ندا آئی خداوند جلیل تجھکو سلام پہنچاتا ہے مینے کہا وہ جل شانہ سلام ہے اور اس سے سلام ہے اور اسکی طرف رجوع کرتے ہین سلام کے پس شرف مکالمہ ومناجات حضرت قاضی الحاجات سے مشرف ہوا اور ارشاد ہوا کہ زمین پر تو نے کسکو اپنا وصی وجانشین مقرر کیا مینے عرض کی اپنے پسر عم علی ابن ابیطالب کو ساتھ مرتبہ ملکوت اعلے سے آواز آئی کہ اے احمد علی ابن ابیطالب کے ساتھ بہتر سلوک کر اور اسکی حرمت کو نگاہ رکھ پس دیکھا مینے کہ ساق عرش پر لکھا ہے کہ کوئی معبود نہین میرے سوا اور محمد رسول وپیغمبر میرا ہے قوت بخشی مینے اسکو ساتھ علی ابن ابی طالب کے پس ارشاد ہوا کہ اے احمد مینے تیرا نام اپنے نام سے اشتقاق کیا ہے مین ہون خداوند حمید محمود اور تو محمد ہے اور تیرے ابن عم کا نام اپنے نام سے نکالا ہے میں علی اعلیٰ ہون اور وہ علی ہے۔ اے ابو القاسم مراجعت کر درانحالیکہ ہدایت یافتہ وہدایت کنندہ ہے خوشا حال تیرا اور اسکا جو تجھ پر ایمان لائے۔ اور تصدیق تیری کرے حضرت رسولؐ فرماتے ہین کہ مین پھر دریائے نور میں غوطہ زن ہوا کہ موجین اسکی مجھکو نیچے لاتی تھین حتےٰ کہ سدرۃ المنتہےٰ مین جبرئیل کے پاس پہنچا۔ اور جو جو باتین قابل بیان تھین انسے بیان کین جبرئیل نے کہا تمکو معلوم ہے کہ حق تعالیٰ نے تمکو بلفظ ابو القاسم کیلئے خطاب کیا مین اسکے جواب مین متامل تھا کہ صدا آئی کہ ہم نے ابو القاسم تجھکو اسلئے کہا کہ تو ہماری رحمت کو بروز قیامت ہمارے بندون مین قسمت کریگا۔ پس جبرئیل نے کہا گوارا ہو تمکو اے محمد کرامت اپنے پروردگار کی قسم بخدا اے حبیب میرے کہ جو کرامت تمکو عطا ہوئی ہے کسیکو اس سے پہلے عطا نہین ہوئی پس جبرئیل میرے ساتھ ہوئے اور مینے دنیا کی طرف مراجعت کی ساتوین آسمان پر اس قصر نورانی کے پاس گزر ہوا تو جبرئیل سے کہا کہ نام اس جوان ہاشمی صاحب قصر کا اس فرشتے سے دریافت کر فرشتے نے کہا وہ پسر عم محمد مصطفےٰ علی مرتضیٰ ہے اسی طرح ہر قصر کے پاس پہنچکر نام دریافت کرتا تھا اور یہی جواب سُنتا تھا **دوسری** روایت مین ہے کہ حقتعالیٰ نے ندا کی اے محمد تو بندہ میرا ہے اور مین پروردگار تیرا ہوں پس خضوع وشکستگی کر میرے لئے اور عبادت وبندگی میری بجالا اور اعتماد کر مجھ پر اور بجز میرے کسی پر اعتماد وبھروسہ نہ کر تحقیق کہ میں نے تجھکو چنا اور پسند کیا ہے تاکہ میرا بندہ وحبیب ورسول وپیغمبر ہو۔ اور تیرے بھائی علیؑ کو چنا اور پسند کیا تاکہ میرا خلیفہ ومقرب ہو پس وہی محبت میری میرے بندون اور پیشوائے خلق ہے تیرے بعد اس سے پہچانے جاتے ہین دوست ودشمن میرے اور جدا ہوتا ہے لشکر شیطان کا میرے لشکر سے برپا ہوگا اس سے دین میرا اور محفوظ ہونگے حدود اور جاری ہونگے احکام اور بسبب تیرے اور اسکے اور اماموں کے اسکے فرزندون سے میں اپنے بندون اور کنیزون پر رحم کرونگا اے محمد جو متابعت کرے تیری پیدا کیا ہے مینے بہشت کو اسکے واسطے جیسا کہ جہنم کو تیرے

مخالفوں کے لئے پیدا کیا۔ اور واجب کیا ہے مینے اپنی کرامت کو تیرے لئے اور انکے دوستوں اور شیعون کے واسطے واجب کیا مینے ثواب اپنا حضرت رسولخدا فرماتے ہیں کہ عرض کی میں نے پروردگار میرے مجکو نام ان اوصیا کے تلقین فرما تا کہ انکو پہچانوں ارشاد ہوا کہ اے محمدؐ تیرے اوصیا وہ لوگ ہین کہ نام انکے ساق عرش پر لکھے ہیں پس نظر کر اور دیکھ انکو جب مینے ساق عرش کی طرف نگاہ کی تو بارہؑ نور نظر آئے ہر ایک نور مین ایک سطر سبز تھی اسمین ہر ایک وصی کا نام تحریر تھا پہلا نام انمین علی بن ابی طالبؑ کا اور آخری مہدی ہادی صلوات اللہ علیہ کا تھا پس فرمایا باری تعالی نے اے محمدؐ یہہ ہین دوست میرے اور برگزیدے میرے اور حجت میری میرے بندون پر تیرے بعد اور اوصیا و خلفا میرے ہین اور بہترین خلق ہین قسم ہے مجھکو اپنے عزت و جلال کی کہ مین اپنے دین کو ان سے ظاہر کرونگا اور اپنے کلمہ کو ان سے بلند گردانونگا اور آخر ان سے کہ مہدی ہے اس سے زمین کو اپنے دشمنون سے پاک و صاف کرونگا مشرق و مغرب پر اس کو تسلط بخشونگا ہوا کو اس کا مسخر کرونگا اور ابر ہائے تیز و تند کو اس کا مطیع فرماؤنگا۔ تاکہ اس پر سوار ہو اور آسمان و زمین سے جس جگہہ چاہے جائے اور مدد کرونگا اسکی اپنے لشکروں سے پس اس کی سلطنت و بادشاہی کو مستمر کرونگا اور مقرر کرونگا اپنی دولت کو درمیان اپنے دوستون اور اماموں کے کہ دست بدست پھرے تا روز قیامت

وفات ابو طالب علیہ السلام

منقول ہے کہ جب وقت وفات حضرت ابو طالبؑ کا نزدیک آیا تو آپ نے اپنے دو بیٹوں جعفرؓ و عقیلؓ اور اپنے حقیقی بھائیوں اور چچازاد بھائیون کو اپنے پاس بلایا اور وصیت کی کہ جناب رسولخدا کی رعایت رکھیں اور حق اطاعت انکا اور علی مرتضی کا بجالائیں اور سب نیک کاموں کی ترغیب لائی اور بری باتون سے اجتناب کرنیکا حکم دیا بعد ازان جناب سرور کائنات اور امیر المومنین کو بلایا اور اپنے سینہ سے لگا کر کہا قسم بخدا کہ مجھ پر تمہاری جدائی نہایت شاق ہے میرے بعد کون تمہاری پرستاری کریگا پھر سب کو کہا کہ مین تمکو حمایت و حفاظت خدا مین سونپتا ہون وہی تمہاری اعانت فرمایگا اُس سے بہتر کوئی اپنے بندو نکا حافظ و نگہبان نہین بعد ازان آنکھیں بند کر لیں اور پاؤں پھیلا دئے اور حالت احتضار آنحضرت پر طاری ہوئی خویش و بیگانے تمام اس غم جانکاہ پر گریان تھے حضرت سرور کائنات کہتے تھے اے فرستگان رحمت نرمی و مدارا کرو قبض روح مین میرے چچا کی جو بجائے باپ کے میری سرپرستی کرتے تھے پس روح ابو طالب کی روضہ رضوان کو پرواز کر گئی جملہ حاضرین نے تجہیز و تکفین کر کے اس جناب کو دفن کیا۔ حضرت رسولخدا بکمال درد و الم با دیدہ پر نم فرماتے تھے اے چچا کیا جلدی تمہاری موت آئی رحمت خدا ہو تم پر بروز ولادت و بروز حشر جبکہ تم دوبارہ زندہ ہوگے۔ عمر ابو طالبؑ کی بوقت وفات بنا بر مشہور اسی سال کی تھی اور عمر امیر المومنین کی اسوقت بیس سال کی اس سے تیسرے روز بروایتے بعد از یکماہ یا تین ماہ حضرت خدیجہؓ نے رحمت خدا کی طرف انتقال کیا اور عمر خدیجہ رضی اللہ عنہا کی اسوقت چھیاسٹھ سال کی تھی۔ یہہ دو صدمے عظیم حضرت رسولخدا کو پے در پے پہنچے اور آپنے اس سبب سے اس سال کا نام عام الحزن رکھا کیونکہ عمو و زوجہ دو ناصر و مددگار ہمدم و غمخوار آنحضرت کے اس سال مین راہی ملک بقا ہوئے بعد اس کے زیادہ عرصہ آپ مکہ مین نہ ٹھیر سکے اور جو ٹھیرے وہ بھی بکمال شدت و پریشانی ٹھیرے **مولف** کہتا ہے کہ قبر مبارک حضرت ابو طالبؑ و جناب خدیجۃ الکبری کی مکہ مین اب تک بے گنبد تھی ہمارے اس زمانے

سے کچھ پیشتر یعنی اواسط تیرھوین صدی ہجری مین جناب مغفرت مآب مرزا جعفر علی فصیح لکھنوی نے کہ آخر ایام حیات میں ہجرت کر کے مکہ معظمہ کو چلے گئے تھے بکمال جانفشانی مومنین خالصین کو ترغیب و تحریص کر کے ان دونو قبروں کی گنبد تعمیر کرائی گویا تمام شیعون پر بڑا احسان کیا اب مومنین نزدیک و دور آنحضرات کی زیارت سے مستفید ہوتے ہین حقتعالی بعوض اس کار خیر کے مرزا صاحب مرحوم کو جنت الخلد مین گھر عطا فرماوے واقعی بہت بڑا کام کیا ہے ۞

ذکر ہجرت رسولخدا و علی مرتضی بسوئے یثرب از بطحا و پارہ از جرات و جان نثاری آنحضرت کہ در این واقعہ بظہور آمدہ

پیشتر گزرا کہ حضرت ابو طالب کہ ایک سردار صاحب جاہ و رفعت و بارعب شخص تھے رحمت خدا کی طرف انتقال کر گئے تو مکہ میں کوئی ناصر و مددگار رسول مختار کا باقی نہ رہا مگر وہ حضرت باوجود اسکے بھی ادائے فرائض رسالت میں سر مو کوتاہی روا نہ رکھتے تھے۔ اعلان دین و اشاعت اسلام و ہدایت انام مین بدستور ساعی و سرگرم تھے اہل مکہ کو بکمال دلسوزی وحدانیت خدا اور اپنی رسالت کی طرف دعوت کرتے اور حج کے دنوں میں جو لوگ باہر سے آتے انکو راہ راست دکھاتے تھے تا اینکہ رفتہ رفتہ حقانی نور در و بام مکہ پر چمکنے لگا اور قریش کم کم آپ کی صدق و راستی کے قائل اور ایک ایک دو دو اُن سے حلقہ اسلام مین داخل ہونے لگے اُدھر شرفاء قبیلہ اوس و خزرج[1] سکنہ مدینہ نے کہ بعد کو انصار رضین کہلائے مکہ آکر اسلام قبول کر لیا۔ یہہ حالات بالطبع قریش کی غیظ و غضب کے باعث ہو کر طرح طرح سے آنحضرتؐ کو اور آپکے اصحاب انجاب کو ایذا و آزار دینے لگے حتی کہ عرصہ مکہ آپ پر تنگ آیا اور جور و جفاء قریش سے آپ آزردہ و دلریش ہوئے پس حقتعالی نے وحی کی کہ اے محمدؐ اس شہر سے باہر جا کہ باشندے یہاں کے سخت ستمگار ہین اور مدینہ کی طرف ہجرت فرما کہ وہ لوگ تیری نصرت کو آمادہ و تیار ہیں **روایت** ہے کہ قریش کو جب کوئی مہم عظیم درپیش ہوتی تو ایک مکان تھا جسکو دار الندوہ (کمیٹی گھر) کہتے تھے اسمین شورے کے لئے جمع ہوتے مقرر تھا کہ چالیس سال سے کمتر کا کوئی آدمی اس مجلس مین داخل ہونے پاتا تھا جبکہ دیکھا کہ حضرت رسولخدا کا کام دن بدن ترقی پر ہے اور اہل مدینہ بھی آپ کے حلقہ اطاعت مین داخل ہو گئے تو وہ طیش مین آکر دار الندوہ مین اکٹھے ہوئے۔ ہر قبیلہ سے ایک شخص سن رسیدہ و تجربہ کار نکلکر چالیس مرد وہاں فراہم آئے اسوقت شیطان لعین بصورت ایک مرد پیر کے دروازہ مکان پر آیا دربان نے اسکو روکا کہ تو کون ہے اُس نے کہا کہ میں ایک مرد سالخوردہ نجد سے ہوں مینے سنا ہے کہ تم لوگ اس مرد محمد مصطفیؐ کے دفع کے لئے جمع ہوئے ہو آیا ہوں کہ تمکو اپنی رائے صائب سے نفع پہنچاؤن۔ دربان نے اجازت دی شیطان اندر گیا جب سب لوگ اپنے اپنے مرتبہ و مقام پر بیٹھ گئے ابو جہل اٹھا۔ اور کہا اے معشر قریش ہم لوگ ملک عرب میں ایک خاص توقیر سے ممتاز ہین ہم مجاوران خانہ خدا ہین کہ اطراف عالم سے لوگ اسکی زیارت کو آتے ہین سال میں دو مرتبہ حج و عمرہ کے تقریب سے خلائق کا یہان ہجوم ہوتا ہے ہماری عزت و آبرو تمام کے نظروں مین مستقر ہے کسی کی مجال نہیں کہ حرم محترم مین ہماری طرف آنکھ بھر کر دیکھ سکے جنگ و جدال کرنا تو کیسا پس ہم اس

[1] اوس و خزرج انصار کے دو بڑے اور مشہور قبیلے ہیں حضرت امیرؑ انکی مدح میں فرماتے ہیں ؎ الاوس والخزرج القوم الذین ھم ؎ آووا فاعطوا فوق ما وھبوا ۱۲
یعنی اوس و خزرج وہ لوگ ہین جنہوں نے مسلمانوں کو پناہ دی اور انکو اس سے بڑھ کر عطا ہوا جتنا کہ انہوں نے بخشا تھا ۱۲

شرف و فضیلت کے سزاوار ہیں اور تھے حتے کہ محمد بن عبداللہ نے ہمارے درمیان نشو و نما پائی ہم بوجہ اسکی صلاح و تقوی و امانت و دیانت کے اسکو امین کے نام سے پکارتے تھے اور وہ ہم میں عزیز و گرامی تھا حتے کہ دعوی کیا کہ مین رسول فرستادہ خدا ہوں اور آسمانی خبرین میرے پاس آتی ہیں پس وہ ہمکو احمق ٹھیرانے لگا اور ہمارے جوانون کو فاسد کرنے اور ہماری جماعت کو پراگندہ کرنے لگا اب کہتا ہے کہ ہمارے بزرگ اسلاف تمام آتش جہنم میں ہین ہمکو کوئی بات اس سے زیادہ ناگوار نہیں اور ہم ہر طرح اسکی دفعیہ کے خواستگار ہین ہمنے اسکے قتل کی یہہ تدبیر سوچی ہے کہ ایک مرد کو اپنے درمیان سے انتخاب کریں کہ وہ خفیہ جاکر اسکو قتل کرے جب بنی ہاشم اس کے خون کا دعوی کریں تو ہم انکو دہ چند خون بہا دیکر راضی کرلین شیطان لعین کہ شیخ نجدی کے لباس مین حاضر مجلس تھا یہ سنکر اٹھ کھڑا ہوا اور کہا یہ رائے دور از صواب ہے کوئی تم مین ایسا نہین کہ اس کام میں اپنی جان دینا گوارا کرسکے کسلئے کہ بنی ہاشم کبھی راضی نہ ہونگے کہ محمد کا قاتل زمین پر زندہ راہ چلے وہ اپنے ہم سوگندوں بنی خزاعہ سے امداد طلب کرین گے اور جنگ عظیم تمہارے درمیان برپا ہوگی اور حرم خدا مین وہ کشت و خون ہوگا کہ ابتک کبھی نہوا تھا پس عاص ابن وائل و امیہ بن خلف و ابی بن خلف نے کہا کہ ہم ایک مکان محکم بنائیں اسمین سوراخ رکھیں اور محمد کو اسمین داخل کرکے دروازہ مسدود کردیں اور اسکی آب و خورش اسمیں ڈال دیں وہیں وہ اپنی موت سے مرجائیگا جیسا کہ زہیر و نابغہ و امراء القیس ہلاک ہوئے - شیخ نجدی نے اسکو بھی ناپسند فرمایا پھر عتبہ و شیبہ و ابوسفیان نے کہا کہ اسکو اپنے شہر سے نکالدین اور اپنے خداؤن کی عبادت مین مشغول ہون - یہہ صلاح بھی مردود ٹھیری - پس جملہ حضار حیران تھے سبنے شیطان سے کہا اے شیخ تو اپنی رائے بیان کر اس نے کہا میری صلاح یہہ ہے کہ ہر ایک قبیلہ سے قبائل قریش سے اور نیز قبائل عرب سے جو تمہارے ساتھ اتفاق کرین ایک ایک آدمی لو اور ایک مرد بنی ہاشم سے بھی تمہارے ہمراہ ہو پس سب مسلح ہوکر ایکبار محمد پر جا پڑو اور اسکو قتل کرڈالو کہ اس طرح سے اسکا خون تمام قبائل مین منتشر ہوجائیگا اور بنی ہاشم کسی خاص ایک شخص سے اسکا دعوی نہ کرسکیں گے کیونکہ تمام قبائل سے مقابلہ کرنا انکی طاقت سے باہر ہے پس اسوقت اگر دیت طلب کرین گے تو ایک یا دو زیادہ سے زیادہ تین دیت انکو دے دینا - اس رائے پر سبنے صاد کیا - اور بموجب ایک روایت کے یہ صلاح ابوجہل نے پیش کی تھی اور شیطان نے اسکو پسند کیا تھا - بہرحال یہہ تجویز پختہ ہوکر مجلس برخاست ہوئی اور ابولہب کو بنی ہاشم سے انہوں نے اپنے ساتھ لیا اور ارادہ کیا کہ رات کے وقت بیت الرسالت پر چڑھائی کریں پس حقتعالی نے اپنے نبی کو انکے مکر و حیلہ سے آگاہ کیا اور یہہ آیہ شریفہ نازل ہوئی وَاِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ اَوْ یَقْتُلُوْکَ اَوْ یُخْرِجُوْکَ وَیَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمٰکِرِیْنَ یعنی جبکہ مکر کیا تجھ سے کافروں نے تاکہ تجھکو مکان میں قید کرین یا قتل کو پہنچائین یا مکہ سے باہر نکالدین وہ مکر و حیلہ کرتے ہین اور حقتعالی انکو اس حیلہ کی جزا دیتا ہے اور حقتعالی بہتر ہے جزا دہندہ - لکھا ہے رات ہوئی تو بموجب قرارداد جمع ہوکر شبخون مارنیکا ارادہ کیا **منقول** ہے کہ جبرئیل نے حضرت رسولخدا کو مشورہ قریش سے آگاہ کیا اور جانب حقتعالی سے ہجرت پر مامور فرمایا تو آنحضرت نے حضرت علی علیہ السلام کو طلب کرکے کہا یا علی قریش نے میرے قتل پر اتفاق کیا ہے پس حقتعالی نے مجھکو ہجرت کا حکم دیا مین آج شب کو غار ثور کو جاؤنگا تمکو حکم ہے کہ میری

خوابگاہ مین لیٹ جاؤ تاکہ وہ لوگ نہ جانین کہ مین چلا گیا ہوں پس تمہاری اس بارہ میں کیا رائے ہے امیر المومنین نے عرض کی یا رسول اللہ کیا میرے آپ کی جگہہ لیٹنے سے آپ سلامت رہین گے فرمایا البتہ امیر المومنین یہہ سنکر شاد و خندان ہوئے اور آنحضرت کی سلامتی اور اپنی جان نثاری پر سجدہ شکر بجالائے چنانچہ اسی وجہہ سے وہ حضرت اس امت مین سب سے پہلے سجدہ شکر کرنیوالے اور پیشانی کو راہ خدا مین زمین پر رکھنے والے مشہور ہوئے پھر عرض کی آپ مع الخیر تشریف لیجاوین مین خدمت کے لئے بجان و دل حاضر ہوں اور توفیق چاہتا ہوں حقتعالی سے بروایت دیگر حضرت نے فرمایا یا علی آیا راضی ہے کہ کفار مجھکو طلب کریں اور نہ پائیں اور تجھکو میری جگہہ پر پائیں اور قتل کو پہنچائیں امیر المومنین نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ میں راضی ہوں کہ میری جان اور روح آپ پر فدا ہو بلکہ راضی ہوں کہ آپکے بھائی بند عزیز قریب اور اس حیوان پر جو آپکے کار آمد ہو اپنی جان فدا کرون مین زندگی صرف اس لئے چاہتا ہون کہ آپ کی خدمت کروں اور آپ کی امر و نہی بجالاؤں آپکے دوستونکی اعانت اور دشمنون پر جہاد کرون ورنہ مین ایک ساعت زندگانی دنیا نہیں چاہتا پس حضرت نے فرمایا اے ابوالحسن یہہ باتین جو تونے کہین تجھ سے پیشتر ملائکہ موکلان لوح محفوظ نے مجھ سے نقل کین کہ تو انکو کہے گا اور نیز انہون نے کہا کہ حقتعالی اس سبب سے وہ ثواب تجھکو کرامت کریگا جو نہ کسی کان نے سنے نہ کسی آنکھ نے دیکھے نہ کسی دل پر گزرے ہونگے پھر فرمایا یا علی خدایتعالی تجھ پر میری شباہت ڈالے گا میری چادر سبز اوڑھکر میری جائے خواب پر لیٹ جانیو تحقیق کہ حقتعالی اپنے دوستونکا بقدر انکے درجات کے امتحان کرتا ہے اول پیغمبرونکا امتحان سب سے سخت اور شدید ہے انکے بعد جنکی نیکوکاری زیادہ ہے اس کا ابتلا و امتحان شدید ہے پس اس جل شانہ نے تیرا امتحان کیا ہے اور میرا امتحان تیرے باب میں کیا ہے جیسا کہ ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کا امتحان فرمایا تھا پس دشمنون کی تلوارون کے نیچے مجھکو لٹانا میرے نزدیک ابراہیم کے اسماعیل کو ذبح کے لئے لٹانے سے بزرگتر ہے اور تیرا بطیب خاطر اسپر راضی ہونا اسماعیل کے اپنے پدر مہربان کی تلوار کے نیچے لیٹ جانے سے عظیم تر - پس صبر کرلے برادر کہ رحمت خدا نیکوکارون کے نزدیک ہے پس حضرت نے انکو سینہ سے لگایا اور رقت اس جناب پر طاری ہوئی امیر المومنین بھی آپ کی مفارقت سے بہت گریان ہوئے پس رسولخدا نے آپکو سپرد بخدا کیا اور جبرئیل کے ساتھ باہر آئے قریش اسوقت گھر کے گرد محاصرہ کئے کھڑے تھے آپنے سورہ یٰسین کو تا فَھُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ تلاوت کیا اور ایک مشت خاک اٹھا کر انکی طرف پھینکی اور فرمایا شَاہَتِ الْوُجُوْہُ کہ بگڑ جائین یہہ چہرے جو اپنے پیغمبر کے ساتھ ایسی بیحیائی سے پیش آئین حقتعالی نے انکی آنکھوں کو بند کردیا کہ وہ حضرت انکے درمیان سے صاف نکل گئے اور قریش اپنے سرون سے خاک جھاڑتے رہ گئے منقول ہے کہ جن لوگون کے سرون پر یہہ مشت خاک پہنچی وہ سب بروز جنگ بدر مارے گئے پس حضرت رسول غار ثور کی طرف متوجہ ہوتے راستہ مین ابوبکر نے حضرت کو جاتے دیکھا کچھ سوچ سمجھکر آپکے پیچھے ہو لئے - تاریخ طبری میں ہے کہ حضرت بگمان اسکے کہ کفار قریش سے کوئی آتا ہے تیز و تند چلے اور پائے مبارک ایک پتھر پر لگا اور مجروح ہوکر خون اس سے رواں ہوا اور تسمہ جوتی کا ٹوٹ گیا ابوبکر قریب حضرت کے پہنچے تو ہرچند برکت اس صحبت و ہمراہی کی تو پہلے ہی ظاہر ہوگئی تھی کہ چوٹ کھائی مگر بخوف فتنہ

بامصلحت دیگر ساتھ لے لیا یہہ پہلا خون تھا کہ بعد ہجرت آنحضرت سے حضرت یار غار کی بدولت بہا ہند ابن ابی ہالہ بھی ساتھ گیا تھا مگر اسکو کسی کام کے لئے واپس کیا اور آپ مع ابوبکر کے داخل غار ہوئے

اب حضرت امیر المومنینؑ کا حال

سُننے وہ چادر سبز حضرت رسولخدا اوڑھے خوابگاہ آنحضرت مین لیٹے تھے چونکہ دیوارین مکان کی بہت بلند نہ تھین کفار قریش باہر سے آپکو دیکھتے اور بگمان اس کے کہ حضرت رسولخدا ہین پتھر اُنکی طرف پھینکتے تھے پس آیہ شریفہ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ آپکی شان مین نازل ہوئی **ترجمہ** آدمیوں سے وہ شخص ہے جو اپنی جان کو طلب رضا و خوشنودی حقتعالیٰ کے لئے فروخت کرتا ہے سُنّی و شیعہ نے روایت کی ہے کہ آیہ مذکورہ حضرت امیرؑ کی شان مین نازل ہوئی ہے ثعلبی و احمد حنبل و غزالی وغیرہ مفسران و مُحدثان سُنیان و نیز مُفسران و مُحدثان شیعہ نے نقل کیا ہے کہ اس رات کو جبکہ امیر المومنینؑ خوابگاہ رسالت پناہ میں لیٹے تو حق تعالیٰ نے وحی کی طرف جبرئیل و میکائیل کے کہ مینے تم دونو میں سلسلہ اخوت و برادری قائم کیا اور تم سے ایک کی عمر بہ نسبت دوسرے کے دراز مقرر کی پس کوئی تم سے قبول کرتا ہے کہ اس کی عمر کوتاہ اور اسکے بھائی کی عمر دراز ہو یعنی اپنی جان اپنے بھائی پر قربان کرے کسی نے بخوشی خاطر اسکو قبول نہ کیا پس حق تعالیٰ نے انکی طرف وحی کی کہ کیوں مثل علی ابن ابی طالب کے نہیں ہوتے کہ مینے اسکو محمد کا بھائی قرار دیا اور رابطۂ اُخوت اُنکی درمیان قائم فرمایا پس وہ محمد کے دشمنون میں لیٹا ہے اور اپنی جان کو اُس پر فدا کرتا ہے زمین پر جاؤ اور نظر کرو حال علیؑ پر اور دشمنون سے اسکی حفاظت کرو پس دونو فرشتے زمین پر آئے اور جبرئیل آنحضرت کے سر کے پاس اور میکائیل پاؤں کے پاس بیٹھے اور مبارکباد دیتے تھے اُس جناب کو اور کہتے تھے اے پسر ابوطالب کون تمہاری مانند ہو سکتا ہے کہ حق تعالیٰ تمہارے سبب ملائکہ آسمان پر فخر و مباہات کرتا ہے پس حق تعالیٰ نے آیہ مذکورہ حضرت علیؑ کی شان میں نازل کی اور اخطب خوارزم نے کہ محدثین اہل سُنت سے ہے روایت کی ہے کہ حضرت رسولخدا نے فرمایا جس شب میں غار مین داخل ہوا اُس کی صبح کو جبرئیل امین خوش خوش میرے پاس آئے مینے سبب اس مسرت و شادی کا دریافت کیا تو انہون نے کہا کیونکر خوش نہوں حالانکہ دیکھا مینے کہ حقتعالیٰ نے تمہارے بھائی اور وصی اور تمہاری اُمت کے امام کی عبادت کو پسند کیا اور اس سے فرشتوں پر مباہات فرمائی کہ اے ملائکہ نظر کرو میرے ولی کی طرف جو زمین میں میرے پیغمبر کے بعد میری حجت ہے کہ کس طرح اپنی جان گرامی کو اپنے پیغمبر پر فدا کرتا ہے اور شکرانہ پر اس نعمت میں موہنہ کو خاک پر رکھا ہے پس گواہ کرتا ہوں تمکو کہ وہ پیشوائے خلق اور مولائے جمیع مخلوقات ہے **القصہ** قریش چاہتے تھے کہ خانہ آنحضرت مین گھس جائین مگر ابولہب نے اس سے منع کیا کہ اسمین عورات و اطفال ہیں خطا ہیں ممکن ہے کہ تاریکی شب میں خطا واقع ہو اور کوئی انمیں سے ہلاک ہو جائے پس بہتر ہے کہ رات کو حراست رکھیں طلوع صبح پر داخل خانہ ہون جس وقت صبح طالع ہوئی تو کفار یکبار تلوارین کھینچکر امیر المومنینؑ کی طرف دوڑے خالد بن ولید ملعون سب کے آگے تھا حضرت نے جو یہہ دیکھا تو اُٹھکر انکے مقابل ہوئے اور ہاتھ خالد کا مروڑ کر تلوار اُس کے ہاتھ سے چھین لی وہ مثل شتر فرار کرتا تھا اور وہی تلوار لیکر قریش پر حملہ کیا وہ بھاگے مگر جب معلوم ہوا کہ امیر المومنینؑ ہیں تو کہنے لگے کہ ہمکو تجھ سے

فخر کردن حق تعالیٰ بامیر المومنین بر ملائکہ مقربین

کچھ کام نہیں محمد کہاں ہے اُس کا نشان بتلا دے حضرت نے فرمایا تم نے انکو میرے سپرد کیا تھا کہ مجھ سے دریافت کرتے ہو تم انکو یہاں سے نکالنا چاہتے تھے وہ خود نکل گئے ابوجہل نے کہا اس بیچارے کو کچھ نہ کہو کہ یہہ محمد کے دام فریب میں پھنسا ہے وہ اسکو اپنی جگہہ پر چھوڑ گیا ہے کہ خود چھوٹ جائے اور یہہ ہلاک ہو **قطب** راوندی نے روایت کی ہے کہ ابن الکوّا خارجی نے حضرت امیر المومنینؑ سے پوچھا کہ تم اس وقت کہاں تھے جبکہ ابوبکر حضرت کے ساتھ غار مین تھے - آپنے فرمایا کہ میں اسوقت آنحضرتؐ کی خوابگاہ میں لیٹا اپنی جان کو اُن پر فدا کرتا تھا جب قریش حربہ و ہتھیار لے کر اندر آئے اور آنحضرتؐ کو وہاں نہ پایا تو بکمال قہر و طیش مجھکو پکڑا اور آزار کرنے لگے پھر زنجیرون مین باندھ کر ایک مکان مین قید کیا اور دروازہ پر قفل لگا کر ایک عورت کو نگاہ بانی کو چھوڑا اور وہاں سے چلے گئے پس مینے ایک آواز سُنی کہ کوئی کہتا ہے یا علی بمجرد سُننے اس آواز کے تمام درد و کلفت مجھ سے زائل ہو گئی پھر دوسری آواز کان میں آئی اسوقت تمام زنجیرین جو مجھ پر لپٹی تھیں ٹوٹ کر علیحدہ جا پڑیں تیسری بار آواز آئی کہ یا علیؑ فوراً دروازہ مکان کا کھل گیا اور میں باہر نکل آیا **بہر کیف** جب کفار مکہ کو معلوم ہوا کہ حضرت رسولخدا اُن سے پوشیدہ ہو گئے تو ہر طرف آپکی تلاش میں پھرنے لگے ابوجہل نے منادی کرائی کہ جو شخص محمد کو پکڑ لائے یا اس کا نشان ہمکو بتلائے تو سو شتر اسکو اپنے مال سے دونگا - پس ایک مرد قائف (سراغ رسان) کو لائے اُس نے نقش قدم آنحضرت کے پہچانے اور غار ثور تک سراغ آپ کا پہنچایا - غار پر پہنچے تو مکڑی نے باعجاز آنحضرت در غار پر جالا تندیا تھا - اور جفت کبوتر نے آکر آشیانہ بنا کر انڈے دئے تھے قریش وہاں پہنچے تو کبوتر اپنے آشیانے سے اُڑا یہ حالات دیکھ کر اُنہون نے کہا کہ محمد یہاں ضرور آیا ہے مگر غار مین نہیں گیا - اگر غار میں جاتا تو جالا مکڑی کا سلامت نہ رہتا اور پرندے اُڑ جاتے پس یا تو یہاں سے آسمان کو اُڑ گیا ہے یا زمین مین چلا گیا - بروایت دیگر موہنہ اس غار کا تنگ تھا حضرت رسولخدا وہاں تشریف لائے تو بامر الٰہی اس قدر کشادہ ہو گیا کہ حضرت مع شتر اسمین داخل ہوتے پھر ویسا ہی تنگ ہو گیا جیسا کہ تھا - اور امر خدا سے ایک درخت اسکے موہنہ پر اُگا اور اسی قدر بلند ہو گیا پس کفار سر غار پر حیران کھڑے تھے - ابوبکر کہ حضرت کی رفاقت مین غار کے اندر تھے خوف و ہراس اُن پر طاری ہوا جون جون یہہ لوگ باتین کرتے تھے انکا شدت اضطراب سے حال دگرگون ہوا جاتا تھا سخت پیچ و تاب مین تھے قریب تھا کہ غار سے نکلکر کفار اشرار سے ملجاتین اس وقت ایک شخص کفار سے غار کی طرف موہنہ کر کے پیشاب کرنے بیٹھا ابوبکر نے کہا اس مرد نے ہمکو دیکھ لیا ہے حضرت رسالتؐ پناہ نے فرمایا ہرگز نہین دیکھا - دیکھ لیتا تو ہمارے سامنے اپنی عورتین برہنہ نہ کرتا غرض ہر چند حضرت سمجھاتے کہ خدا ہمارے ساتھ ہے اور تسلّی دیتے تھے مگر حضرت صدیق کو یقین نہ آتا تھا اور انکے غم و اضطراب میں ذرا کمی نہوتی تھی چنانچہ حقتعالیٰ قرآن شریف میں اس کی خبر دیتا ہے إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا یعنی جبکہ نکالا اسکو کفار نے درانحالیکہ وہ دوسرا تھا دو کا جبکہ کہتا تھا اپنے ہمراہی کو غمگین نہو کہ خدا ہمارے ساتھ ہے - یہہ آیہ ہے جس سے حضرات اہل سُنت بڑے طمطراق کے ساتھ فضیلت شیخ اول کی اثبات فرماتے ہین - تمام تر زور

اضطراب خلیفۂ اول در بیان غار

الکا لفظ لصاحبہ پر ہے یعنے یہہ کہ حق تعالی نے ابوبکر کو صاحب پیغمبر کہا ہے اور اس سے کمال مدح وستائش حضرت یار غار کی عیان ہے حالانکہ لفظ صاحب میں کوئی مدح وستائش نہین اس کے معنی لغت مین صرف ہمراہی او ساتھی کے ہین جو کسی کا ساتھی وہمراہی ہو وہ اُس کا صاحب ہے خواہ اُسکو دوست رکھے یا نہ کیونکہ مفہوم لفظ صاحب میں دوستی ومحبت اصلاً شامل نہین یوسف علیہ السلام زندان مصر مین تھے اہل زندان باوصف کافر ہونے کے اُنکے صاحب اور ساتھی تھے چنانچہ قرآن مین ہے یَا صَاحِبَیِ السِّجْنِ یعنے یوسف نے انکی خطاب میں کہا اے میرے قید خانہ کے مصاحبو بلکہ انسان تو انسان حیوان بھی اگر آدمی کے ساتھ ہو تو محاورہ عرب میں اُس کا صاحب کہلاتا ہے چنانچہ عرب کہتے ہیں صَحِبَ الْحِمَارُ وَالْحِمَارُ صَاحِبُہٗ ساتھ لیا اُس نے گدھے کو گدھا اُسکا ساتھی ہے متنبی شاعر کہتا ہے ؎ وَیَسْتَصْحِبُ الْاِنْسَانُ مَنْ لَا یُلَائِمُہٗ یعنی بسا اوقات انسان اپنے مخالف طبع لوگون کو اپنے ساتھ لیتا ہے پس آیہ مذکورہ میں کوئی فضیلت وفوقیت حضرت شیخ صاحب کے لئے نہین ہان ضعف ایمان انکا اس آیہ سے بخوبی عیان ہے کہ باوجود ہمراہ ہونے پیغمبر خدا کے اور بار بار فہمائش آنحضرت کے تسلی نہ پاتے تھے اور ڈرتے اور گھبراتے تھے پس وہ بار خاطر تھے نہ یار شاطر بخلاف امیر المومنین کے کہ سینکڑون تلوارون کے تلے لیٹے ذرا پروانہ کرتے اور اپنی جان کو فدائے رسول الانس والجان فرماتے تھے شاعر نے خوب کہا ہے ؎ بس کن حدیث غار کہ غار است نزد عقل * آن حزن وبیقراری۔ شیخ محترم *

(مراد چالاک وہوشیار ہے)

اور چونکہ خلیفہ اوّل کے بقول اُنہین کے مُریدون کے کہین غار ہی میں سانپنے بھی کاٹ لیا تھا اور حضرت امیر کی خدمت مین مسجد کوفہ مین اژدہے کی آنیکی حکایت مشہور ہے تو شاعر مذکور اس کے بعد کہتا ہے ؎ مہر من آن امام کہ فرمائش اژدمار * من این امام مار گزیدہ کجا برم * الغرض اس سے آگے حقتعالی فرماتا ہے وَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلَیْہِ وَاَیَّدَہٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْھَا یعنی اور نازل کیا حق تعالی نے سکینہ اپنا پیغمبر پر اور مدد کی اس کی لشکرون کے ساتھ جنکو تم نہ دیکھتے تھے شیخ مفید علیہ الرحمہ نے افادہ فرمایا ہے کہ حق تعالی نے قرآن مین جس مقام پر انزال سکینہ فرمایا تو آنحضرت کے ساتھ مومنین پر بھی ضرور سکینہ نازل کیا ہے بخلاف اس مقام کے کہ ابوبکر حضرت کے ساتھ تھے اُنکو اس شرف سے محروم رکھکر انزال سکینہ صرف پیغمبر خدا پر فرمایا ہے اگر خلیفہ اوّل ایمان سے بہرہ ور ہوتے تو ضرور وہ بھی نزول سکینہ مین آنحضرت کے شریک ہوتے۔ اِسکے جواب مین علماء اہل سُنّت نے بہت کچھ ہاتھ پانو مارے ہین مگر کوئی معقول بات آج تک نہیں لا سکے اور تفصیل ان سوال وجواب کی کتب مُناظرہ مین مرقوم ہے بالجملہ

روانگی حضرت رسولخدا مع ابوبکر سوئے مدینہ منورہ

حضرت رسولخدا تین روز غار مین رہے حضرت امیر المومنین رات کے وقت حاضر خدمت ہوتے اور آب وطعام ودیگر ضروریات آپکے لئے بہم پہنچاتے تیسری شب کو جبکی صبح کو ارادہ روانگی مدینہ کا تھا دو شتر حضرت کے اور دلیل راہ وابوبکر کی سواری کے لئے لے گئے۔ یہہ دونو اونٹ آنحضرت کی ملکیت خاص سے تھے۔ مگر مدارج النبوۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوبکر کے تھے انہوں نے چار سو درہم بقولے آٹھ سو کو خرید کئے تھے۔ اسوقت آگے لائے تاکہ انمین سے ایک قبول کریں آپنے ایک کو بشرط بیع قبول کیا ابوبکر نے وہ آنحضرت کے ہاتھ نوسو درہم پر فروخت کیا یعنے بروایت اوّل سات سو درہم کا وبروایت ثانی پانچ سو کا نفع آپسے حاصل کیا

اہل سُنّت کہتے ہین کہ ابوبکر نے بہت سا مال حضرت رسول پر انفاق کیا تھا نہ معلوم وہ کب اور کس طرح انفاق کیا ہوگا جبکہ ایسے ضرورت کے وقت میں آپنے ان کا ایک اونٹ بلا قیمت منظور نہ فرمایا اور انہوں نے تگنے چوگنے دامون پر آنحضرت کے ہاتھ فروخت کیا سُبْحَانَ اللّٰہ سوداگر لوگ عموماً جزوی نفع پر مال فروخت کیا کرتے ہین بعض جنکو زیادہ چاٹ لگی ہوتی ہے سوائے ڈیوڑہے تک کر لیتے ہین۔ مگر حضرت یار غار کا دونے نفع پر بھی پیٹ نہ بھرا۔ انہون نے دو سو یا چار سو کا مال نوسو رسول خدا کے ہاتھ فروخت کیا۔ شیخ عبد الحق یہہ بھی کہتے ہیں کہ ابوبکر نے چار مہینے پیشتر انکو خرید کیا تھا اور علف کھلا کر موٹا کیا تھا گویا بزعم خود یہہ ابوبکر کی زیادہ ستانی کا عذر بیان فرمایا ہے ہم کہتے ہین کہ گھاس وغیرہ ہی کھلایا تھا مشک وزعفران تو نہیں کھلایا تھا پھر گھاس نہ دیتے تو کیا انکو بھوکا مار دیتے اور کیا چار مہینے گھاس کھلانے سے دو سو کا اونٹ نوسو کا ہو جاتا ہے القصہ مکہ مین حضرت رسولخدا کو بوجہ آپ کی امانت ودیانت کے ابتدا سے معتمد ومعتبر سمجھتے تھے اور بنام ابو القاسم امین موسوم کرتے تھے۔ اسی لئے بہت سا مال مکہ والون کا اور اور لوگون کا کہ بیرونجات سے حج کے لئے آتے تھے آپکے پاس امانت تھا بنا بریں حضرت امیر کو ہمراہ نہ لیا اور امر کیا کہ مکہ مین ٹھیر کر تمام امانات کو جو آپکے ذمے واجب الادا تھین ادا کریں اور شب وروز منادی کرین کہ جس کی کوئی امانت ہو حاضر ہو کر وصول کرے اور کہدیا کہ جو امانتیں رد کرین علانیہ سب کے روبرو رد کرین کہ پھر کسیکو جائے کلام باقی نہ رہے۔ پھر فرمایا اے برادر مین تمکو اپنی دختر نیک اختر فاطمہ پر خلیفہ کرتا ہون اور تم دونو کو خدا کے سپرد کرتا ہون جب ان امور سے فارغ ہو تو اپنے اور فاطمہ زہرا اور فاطمہ بنت اسد ودیگر مستورات کے لئے سواری خرید کر رکھو جسوقت میرا خط تمہارے پاس پہنچے بلا توقف روانہ مدینہ ہو جاو یہہ کہکر دونو بزرگوار باہم بغل گیر ہوئے۔ پس سرور کائنات متوجہ مدینہ سکینہ ہوئے اور امیر المومنین مکہ کو واپس تشریف لے گئے۔ کفار مکہ کو جب معلوم ہوا کہ حضرت رسولخدا ان کے درمیان سے نکل گئے تو ایک تہلکہ عظیم انمین پڑا اور تذکرے ہونے لگے کہ دیکھو محمدؐ نے ہمکو کیا دھوکہ دیا کہ ہزارون کا زر وزیور جو اُس کے پاس امانت تھا لیکر چلدیا یہہ ہمارے کردار کی سزا ہے کہ امین جانکر مال سپرد کیا۔ اب مال کا مال گیا اور احمق بھی بنے۔ از انجملہ عُقبہ بن ابی مُعیط ملعون کہ حضرت رسالت پناہ سے سخت عداوت رکھتا تھا۔ بہت بُرے کلمات آنحضرت کی شان میں کہتا تھا۔ ایک مرتبہ امیر المومنین اپنے چچا عباس بن عبد المطلب کے پاس بیٹھے تھے کہ اُس شقی نے ایک کلمہ بیجا زبان سے نکالا۔ حیدر کرار کو غصہ آیا اور تلوار میان سے نکال کر مثل باز نر کے کہ کبوتر پر جھپٹے اُس پر حملہ آور ہوتے۔ اور فرمایا او سگ ناپاک زادہ ناپاکان تیرا موہنہ ہے کہ حق مین سید البشر طیب وطاہر کے کلمات ناہموار کہے تو اس جناب کو اپنا سا خیال کرتا ہوگا تحقیق کہ وہ حضرت جملہ رجس اور نجاسات سے پاک وپاکیزہ ہیں جو ہمارے ساتھ بقدم عداوت پیش آئیگا عنقریب اپنی حرکت پر نادم وپشیمان ہوگا۔ اور دوست وپیرو ہمارا ہر آفت وبلا ومصیبت وعنا سے محفوظ رہیگا۔ اگر وہ جناب بحکم خدا یہاں سے تشریف لے گئے تو کیا ہوا مین خلیفہ وجانشین وپسر عم آنحضرت کا موجود ہون جس کی جو امانت ہو وہ میرے پاس آئے سب ادا کرونگا۔ پھر باواز بلند فرمایا۔ اے معشر قریش اے

بنی زہرہ و بنی لوحے و بنی غالب و بنی اُمیہ و بنی مخزوم وغیرہ اے اہل حرم محترم جس کی کوئی امانت حضرت رسولخدا کے پاس ہو مین اُس کا ضامن ہوں مجھ سے آکر طلب کرے بعد ازاں اس حجرے مین داخل ہوئے جسمین ودائع و امانات رکھی تھین - چند تھان حریر کے زمین پر بچھا دیتے اور تمام اموال و اسباب کو نکال نکال کران پر ڈالنا شروع کیا - اور صاحبان امانت کو بلایا ہر ایک اپنا مال لیتا اور مدح و ثنائے رسولخدا میں رطب اللسان باہر جاتا تھا کہ ہر ایک کا مال پہنچ گیا - اور محمد مصطفے و علی مرتضی کی صفت و ثنا کرتے اور دعائیں دیتے اپنے گھرون کو واپس ہوئے - اُدھر حضرت رسولخدا مدینہ کی طرف تشریف لیجا رہے تھے کہ اثناء راہ مین اُم معبد خزاعیہ کے خیمہ مین فروکش ہوئے ایک ضعیف و لاغر بھیڑ کہ کبھی نر کے ساتھ جفت ہوئی تھی - اور مطلق دودہ اُس کے تھا گوشہ خیمہ مین کھڑی تھی آپنے اس کے تھنون پر ہاتھ پھیر اشیر فراوان اس سے حاصل ہوا - ہاتھ موہنہ دھویا کلی کی وہ پانی ایک جھاڑی کی جڑ مین گیا تو صبح کو اس جھاڑی کی جگہہ ایک درخت عظیم پر برگ و بار دکھائی دیا ام معبد مذکور کی بہن کی بیٹی ہند کہتی ہے کہ اُسکے پھل بزرگ اور خوش ذائقہ تھے اور بوئے عنبر اُنسے آتی تھی - اور شیرینی میں شہد سے زیادہ تھے - بھوکا انکو کھاتا تو سیر ہو جاتا پیاسا سیراب ہوتا اور بیمار شفا حاصل کرتا تھا - کوئی اونٹ کوئی بکری اس کے پتے نہین کھاتے تھے الا یہہ کہ انکا دودہ بڑہ جاتا تھا ہمنے کثرت برکات کی وجہہ سے اس درخت کا نام شجرۂ مبارکہ رکھا تھا - اہل بادیہ شفاء بیماران کی غرض سے دُور دُور سے ہمارے یہاں آتے - اور اس پیڑ کے پھل اور پتے لیجاتے - عرصۂ دراز تک یہی کیفیت رہی - حتے کہ ایک روز صبح کو اُٹھے تو دیکھا کہ میوے اُسکے گر گئے ہین اور پتون پر خزاں آگئی ہم یہہ دیکھ کر مضطر و بیقرار تھے تا اینکہ خبر آئی کہ حضرت رسالت پناہ نے دُنیا سے رحلت کی پھر اُس درخت پر وہ تری و تازگی نہ رہی اور نہ ویسے کثرت سے پھل آتے تھے - اس واقعہ کے تیس۳۰ سال بعد ایک روز دیکھا کہ اس کے تمام پھل گر گئے اور بجائے اُن کی جڑ سے لیکر شاخون تک کانٹے نکل آئے کہ ناگاہ خبر قتل امیر المومنین علی علیہ السلام پہنچی پھر اس درخت پر پھل نہ آیا صرف پتون سے منتفع ہوتے تھے تا اینکہ ایک بار دیکھا کہ اُس کے تنے سے خون خالص جاری ہے اور پتے مُرجھا گئے ہم کمال اندوہگین تھے کہ اتنے میں خبر شہادت امیر المومنین حسین رضی اللہ عنہ ہمکو ملی پس وُہ درخت تمام خشک ہوکر نیست و نابود ہو گیا - یہہ حدیث ملا عبد الرحمن جامی نے شواہد النبوہ کے رکن چہارم میں ربیع الابرار زمخشری سے نقل کی ہے اُس کے آخر مین لکھتے ہین کہ زمخشری کہتا ہے کہ تعجب ہے کہ قصہ اس درخت کا مثل قصہ شیر و گوسفند کیون نہ مشہور ہوا مؤلف اوراق کہتا ہے کہ اسمین کوئی تعجب نہین - قصہ گوسفند محض رسول اللہ کا معجزہ تھا - اسکو ہر شخص نے نقل کیا درخت کا قصہ انحضرت کا معجزہ تھا اور امیر المومنین و امام حسین علیہما السلام کی فضیلت پر بھی شامل تھا وہ بھلا اس قدر مشہور کیون ہونے لگا تھا یہی غنیمت ہے کہ اسکو زمخشری جیسے متعصبوں نے روایت کیا - اور ملا عبد الرحمن نے اس سے نقل فرمایا اس کی شہرت دیکھتے تھو تو علامہ جار اللہ کو کتب شیعہ کا مطالعہ کرنا تھا بالجملہ قصہ مذکورہ کتب شیعہ میں مشہورات سے ہے اور بحار الانوار و مناقب ابن شہر آشوب وغیرہ مین مذکور و مسطور ہے الحاصل حضرت رسولخدا وارد مدینہ ہوئے تو بیرون شہر محلہ

قبا میں درمیان قبیلہ عمر بن عوف کے نزول اجلال فرمایا پس ابو واقد لیثی کو وہان سے مکہ بھیجکر امیر المومنین کو پیغام دیا کہ جلد اہل حرم لیکر اس طرف کا عزم کرین اور مکہ میں زیادہ توقف روا نہ رکھین - اور خود قبا میں ٹھیر کر اُنکی آنیکا انتظار کھینچنے لگے ابو بکر نے کہا یا رسول اللہ مدینہ مین تشریف لے چلئے کہ لوگ حضرت کے مشتاق ہین - فرمایا جبتک میرا بھائی علی ابن ابی طالب اور میری دختر فاطمہ زہرا نہ آلین شہر مین نہ جاؤنگا - ہر چند حضرت عتیق اصرار کرتے تھے مگر کچھ فائدہ نہ تھا - تا اینکہ ابو بکر حضرت کو قبا میں چھوڑ کر مدینہ میں چلے گئے کہتے ہیں کہ یہہ پہلا حسد تھا کہ صدیق سُنیان سے امیر مومنان کی نسبت ظاہر ہوا اور عداوت انحضرت کی پایۂ ثبوت کو پہنچی - امیر المومنین کو فرمان واجب الاذعان رسول انس و جان پہنچا تو کوچہ ہائے مکہ مین گشت کر کے مکرر منادی کی کہ جسکا کوئی مطالبہ حضرت رسولخدا پر ہو حاضر آئے کیونکہ مین اب مکہ سے روانہ ہوتا ہون کوہ صحرا و شہر و قریہ سے زن و مرد آئے اور جس کا جو کچھ چاہئے تھا لیگیا پس حضرت امیر نے ضعفائے مسلمین کو امر کیا کہ پوشیدہ و سبکبار رات کو شہر سے نکلین اور وادی ذی طوا میں جمع ہون تا اینکہ وہ حضرت ان سے ملحق ہون اور آپ سامان سفر مین مصروف ہوئے شتران سواری و بار برداری جو ضرور تھی خرید کئے محمل و کجاوے زنان اہل حرم کے لئے بہم پہنچائے ضروریات مُہیا ہو گئی تو عورات کو سوار کر کے اور ایمن پسر ام ایمن دایہ رسولخدا و ابو واقد لیثی کو ہمراہ لیکر علانیہ روز روشن مین شہر سے باہر ہوئے کفار بد کردار آپ کو دیکھتے تھے مگر با عجاز حضرت رسولخدا و ہیبت شیر خدا کچھ کہہ نہ سکتے تھے راہ مین ابو واقد اونٹون پر تشدد کرتا اور انکو تیز ہانکتا تھا حضرت نے فرمایا نرمی کر عورات کے ساتھ اے ابو واقد اور شتران کو ان کے آہستہ لیچل کہ وہ ضعیف ہین ابو واقد نے عرض کی مجھکو خوف ہے کہ کچھ لوگ قریش سے ہمارے پیچھے آئین آپنے فرمایا اس کی فکر نہ کر اور خاطر جمع رکھ کیونکہ حضرت رسولخدا نے مجھکو خبر دی ہے کہ کوئی ضرر تجھکو ان سے نہ پہنچے گا پس حضرت آہستہ آہستہ اونٹون کو چلاتے تھے اور رجز پڑھتے جاتے تھے وادی ضجنان کے قریب پہنچے تو آٹھ سوار مسلح کہ کفار قریش نے انکو بھیجا تھا نمودار ہوئے ایک ایمن سے حارث بن اُمیہ کا غلام جناح نام نہایت دلیر و دلاور مرد تھا حضرت نے انکو دیکھا تو ابو واقد اور ایمن کو امر کیا کہ شتران نسوان کو بٹھا دین اور آپ با شمشیر برہنہ ایک طرف متوجہہ ہوئے کفار بھی مقابل ہوئے اور کہا یا علی تمہارا گمان یہہ ہے کہ ان عورات کو ہمارے درمیان سے لیجاؤ ہم ہرگز انکو نہ جانے دین گے اور تمہارا سر تن سے جدا کرین گے پس اونٹوں کی طرف بڑھے کہ انکو اُٹھا لائین حضرت نے انہین روکا جناح بیفلاح نے شمشیر کا وار حضرت سے کیا آپنے اسکو رد کیا اور ایک تلوار اس زور سے اس کے شانے پر لگائی کہ اس کے دو ٹکڑے ہوکر یال اسب تک پہنچی پھر مثل شیر غُرّان اور دون کی طرف متوجہہ ہوئے کفار نابکار صولت و سطوت حیدر کرار کی تاب نہ لاکر بھاگے اور کہتے جاتے تھے کہ اے پسر ابو طالب ہم سے ہاتھ اُٹھاؤ کہ ہم تم سے کوئی سروکار نہین رکھتے حضرت نے فرمایا مین باعلان اپنے بھائی رسولخدا کی طرف ہجرت کرتا ہوں اور عورات کو اپنے ہمراہ لئے جاتا ہون جو چاہے کہ اس کا خون زمین پر روان ہو میرے سامنے آئے اور مجھکو اس سے روکے - ایک روایت میں ہے کہ امیر المومنین ابطح مکہ سے باہر آئے تو کفار کو حمیت جاہلیت دامنگیر ہوئی اور وہ ایک دوسرے کو لعنت ملامت کرنے لگے

کہ نامرد و ایک لڑکا ۲۰ سال کی عمر کا اس جرأت و جسارت کے ساتھ عورات کو تمہارے درمیان سے لیجائے اور تم کھڑے دیکھتے رہو اس سے زیادہ کیا بیغیرتی ہو گی۔ ابوسفیان و ابوجہل و عقبہ بن ابی معیط نے شہر میں پھر کر لشکر جمع کیا اور عقب میں بکبر و اجلال کے بہ نیتِ قتال و جدال روانہ ہوئے وادی ضجنان کے قریب پہنچکر مقابلہ ہوا مگر ہیبتِ اسد اللہ الغالب کی بمجرد دیکھنے کے ان روباہون پر غالب آئی اور کہا آج شب کو آرام کرین صبح کو جنگ کرین گے امیر المومنین مستورات کو لیکر ایک سمت دامن کوہ مین اُترے اور لشکرِ قریش دوسری جانب فروکش ہوا رات کو صارم غلام عقبہ کو کہ سخت بیباک و متہور چالاک تھا انہون نے مقرر کیا کہ قافلہ مہاجرین پر شبخون مارے امیر المومنین حفاظت قافلہ کے لئے بیدار و ہشیار تھے صارم آگے آیا تو حضرت نے بیک ضربتِ شمشیر اُسے قتل کیا اور دونو کان اسکے پکڑ کر پہاڑ کی چوٹی پر لے گئے اور پتھرون کی ٹیک لگا کر سامنے کھڑا کر دیا کہ گویا پہرہ دار ہے تا کہ جانوران صحرا اسکو دیکھ کر آگے نہ آوین صبح کو کفارِ نابکار بارادہ کارزار صف آرا ہوتے امیر المومنین نے اس گروہ پر کہ ہزارہا پیدل و سوار تھے ایک حملہ حیدری کیا اور اس قدر تیغ زنی و سر افشانی فرمائی کہ کشتون کے انبار لگ گئے جو زندہ بچے انہون نے فرار اختیار کیا اس انبوہ کثیر سے صرف پچاس ساٹھ آدمی بچے جو بھاگ کر جان بر ہوتے ورنہ تمام وہین کھیت رہے امیر المومنین مظفر و منصور سواریون کو ہمراہ لئے آگے کو چلے وادی ضجنان مین پہنچکر ایک روز مقام کیا یہان پر ام ایمن کنیز رسولخدا آ کر آنحضرت سے مل گئین اور بہت سے مسلمین مکہ بھی باریاب خدمت ہوئے اس شب کو تمام قافلہ مصروفِ عبادت رہا صبح کو نماز پڑھکر بار کیا اور مدینہ کو روانہ ہوتے ہر کوچ و مقام مین ذکر خدا کرتے چلے جاتے تھے راوی کہتا ہے کہ جبرئیل نے نازل ہو کر حضرت رسولخدا کو آنحضرت کی فتحیابی کی خبر پہنچائی تھی جس روز امیر المومنین داخل مدینہ ہونے کو تھے حضرت رسالت مآب نے مع جماعت اصحاب شہر سے باہر آپ کا استقبال کیا اور فرمایا یا علی کون تمہاری مثل ہو سکتا ہے جو عہد تم نے خدا سے کیا تھا اُسکو پورا کیا اور میری وصیت بجا لائے اور جان اپنی مجھ پر فدا کی جسطرح ہارون وصیِ موسیٰ تھے اُسی طرح تم میرے خلیفہ و وصیِ بلا فصل ہو اور دوست و شیعہ تمہارے تمام رستگار ہین اس کے سوا اور بہت سے کلمات صفت و ثنائی حیدر کرار مین ارشاد فرمائے پھر سب کے سب روانہ ہو کر شاداں و فرحان داخل مدینہ سکینہ ہوئے

ذکر بنائے حضرت رسولخدا مسجد مدینہ را و منزلتے عالی کہ برائے امیر المومنین درین خصوص بظہور آمدہ

ناسخ التواریخ میں بروایت اہل سنت مذکور ہے کہ حضرت رسولخدا محلہ قبا مین فروکش تھے تو اہل مدینہ خواستگار ہوئے کہ ایک مسجد اس جگہہ تعمیر ہو آپ نے فرمایا کہ ایک شخص ناقہ پر سوار ہو کر باگ اُس کی چھوڑ دے جس مقام پر ناقہ توقف کرے اُسی مقام پر مسجد بنائی جائے اس لئے خلیفہ اوّل ناقہ پر سوار ہوئے مگر ناقہ اپنی جگہہ سے نہ ہلا ناچار اُتر آئے پس خلیفہ ثانی حضرت عمر اسپر چڑھے تب بھی ناقہ نے ایک قدم آگے نہ رکھا مجبور وہ بھی اپنا سا موںہہ لیکر اُترے اسوقت امیر المومنین نے ارادہ سواری کا کیا ہنوز قدم مبارک رکاب مین ناقہ کی درست نہ رکھا تھا کہ ناقہ جست کرنے اور دوڑنے لگا حضرت نے فرمایا ارخ زمامہ یعنی یا علی باگ کو ڈھیلی چھوڑ دو پس ایک زمین پر کہ

اسکو مربد[1] کہتے تھے اور کلثوم بن ہدم کی ملکیت سے اُسی کے مکان کے متصل تھی توقف کیا چنانچہ وہی مقام تعمیر مسجد کے لئے تعین ہوا پیغمبر خدا نے اُسکو مالک سے مول لیا اور مسجد بنائی۔ یہی مسجد ہے کہ مسجد قبا کے نام سے مشہور ہے اور پہلی مسجد ہے جو آپ نے مدینہ میں تعمیر فرمائی اور یہہ آیہ شریفہ اسکی شان مین نازل ہوئی لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ترجمہ البتہ وہ مسجد کہ روز اول سے اس کی بنیاد تقوی و پرہیزگاری پر ہے زیادہ حقدار ہے کہ تو اسمین کھڑا ہو اسمین کچھ لوگ ہیں کہ طہارت و پاکیزہ ہونیکو دوست رکھتے ہیں اور اللہ دوست رکھتا ہے پاکیزہ رہنے والون کو۔ اور نیز سالِ اول ہجرت میں مسجد بزرگ مدینہ کہ مسجد نبی کے نام سے مشہور ہے اور سوائے مسجد الحرام کے تمام مساجد سے افضل و اشرف ہے بنا ہوئی قطعہ زمین جس کی قسمت مین روز ازل سے یہہ دولت لکھی تھی دو یتیم انصاریوں سہل و سہیل نام کا مملوک تھا اس خزانے مین چند درخت خرمے کے لگے تھے بقیہ گورستان تھا کہ یہودی اپنے مُردون کو وہاں دفن کرتے تھے حضرت نے دس اشرفی طلائی کو اسے خرید کیا اور امر کیا کہ خشت خام وہین کی مٹی سے تیار کریں اور ایک مسجد کی بنیاد رکھی کہ طول و عرض اس کا برابر ایکسو ہاتھ کا مقرر کیا بوقت تعمیر مسجد اصحاب موضع حرہ سے پتھر لاتے تھے حضرت رسالت پناہ بھی انکے شریک تھے اور یہہ رجز پڑھتے جاتے تھے ؎ لا خیر الا خیر الاخرہ ۔ فارحم الانصار والمہاجرہ یعنی کوئی خیر و خوبی نہین بجز خیر و خوبی آخرت کے خداوندا رحم کر انصار و مہاجرین پر۔ اصحاب نے یہہ دیکھا تو بہت جد و جہد سے کام کرنے لگے اور اس رجز کو پڑھتے تھے لَئِنْ قَعَدْنَا وَالنَّبِيُّ يَعْمَلُ ۔ فَذَاكَ مِنَّا الْعَمَلُ الْمُضَلَّلُ یعنی اگر ہم بیٹھ رہیں اور پیغمبر خدا کار کریں تو ہمارا یہہ فعل گمراہون کا فعل ہے۔ سید نور الدین سمہودی سُنّی نے تاریخ مدینہ مسمی بوفاء الوفی مین روایت کی ہے کہ اسوقت حضرت رسول اللہ نے ردا دوش مبارک سے اُتار رکھی تھی۔ اصحاب نے بھی بتاسی آنحضرت کے اپنی ردائین اور چادرین اُتار لین اور بہہ تن مصروف کار ہوتے الا عثمان بن عفان کہ مرد نظیف و صفائی پسند تھے اینٹ پتھر اُٹھاتے تو اسکو کپڑوں سے علیحدہ رکھتے زمین پر ڈالتے تو آستینون کو جھاڑتے کپڑون سے گرد و غبار پونچھتے اور صاف کرتے علی بن ابی طالب اُنکو دیکھ کر یہ شعر پڑھتے تھے ؎ لا یستوی مَنْ یَعْمُرُ الْمَسَاجِدَا ۔ یَدْأَبُ فِیْهَا قَائِمًا وَ قَاعِدًا ۔ وَمَنْ یُرَی عَنِ التُّرَابِ حَائِدًا یعنی برابر نہین وہ شخص کہ تعمیر مسجد کرتا ہے اور نشستہ و برخاستہ اس مین زحمت اُٹھاتا ہے اس شخص کے کہ گرد و غبار سے بچتا اور پرہیز کرتا ہے۔ عمار یاسر بغیر اس کے کہ معلوم کریں کہ یہ کس کی طرف اشارہ ہے اِن اشعار کو نقل کرنے اور دوہرانے لگے عثمان نے عمار سے اسکو سنا تو اُنکو بہت غصہ آیا اور کہا اے پسر سمیہ تو مجھ پر طنز کرتا ہے اور آوازہ کستا ہے اگر اس سے باز نہ آئیگا تو یہہ لاٹھی کہ میرے ہاتھ مین ہے تیرے موںہہ پر مارونگا راوی حدیث (ام سلمہ) کہتی ہیں کہ پیغمبر خدا اسوقت ایک دیوار کے سائے میں بیٹھے تھے عثمان کا یہ کلام سنکر غضب آنحضرت پر طاری ہوا اور فرمایا عمار جلدۃ بین عینی و انفی کہ عمار مجھکو اپنی آنکھ و ناک کے درمیان کی جلد کے برابر عزیز ہے جو اسکو

[1] مربد بروزن ممبر زمین کا وہ قطعہ ہے کہ اونٹون کے بٹھانے یا خرما وغیرہ کے سکھانے کے لئے اسکو علیحدہ کر رکھا ہو ۱۲

سنائیگا مجھکو سنائیگا۔ سب لوگ یہہ سنکر خاموش رہ گئے پھر عمار یاسرؓ سے کہنے لگے کہ پیغمبر خدا تمہارے سبب سے غضبناک ہوئے ہمکو خوف ہے کہ ہمارے بارے مین قرآن نازل ہو۔ پس یہہ پہلی عداوت عثمان کی تھی عمارؓ کے ساتھ اس کے بعد جو سلوک خلیفۂ ثالث نے اپنی عہد خلافت مین حضرت عمار یاسرؓ کے ساتھ کئے معروف و مشہور ہین اور اس کتاب میں بھی اپنی موقعہ پر بعض انمین مذکور۔ بالجملہ بنیاد مسجد کی پتھرون سے پُرکرکے اوپر خشت خام کی عمارت بنا کی اور بقدر ایک قد آدم دیوارون کو بلند کیا اور قبلہ اس کا بیت المقدس کی طرف رکھا۔ تین دروازے اسمین رکھے ایک خاص رسولخدا کے لئے دوسرا باب الرحمۃ تیسرا آخر مسجد مین عام لوگون کے واسطے چھت اسمین نہ تھی مگر پس از چندے چوب خرما کو بطور ستون کے کھڑا کرکے شاخہائے خرما سے سقف پوش کیا تاکہ نمازی تمازت آفتاب سے محفوظ رہین اصحاب نے عرض کی کہ اوپر سے کاہ گل کردین کہ بارش سے بھی بچاؤ ہو قبول نہوا اور فرمایا بلند مسجد موسیٰؑ اسی قدر تھی اس سے زیادہ اجازت نہ دونگا گرداگرد مسجد کے حجرات و مکانات ازواج رسولخدا و دیگر مہاجرین کے بناتے گئے کہ دروازے انکے صحن مسجد مین کھلے تھے حضرتؐ کے مکان کے پہلو مین ایک حجرہ امیر المومنینؑ کے لئے تعمیر ہوا اور ایک جگہہ حضرت حمزہ سید الشہداء کے لئے معین فرمائی۔ مگر تھوڑے عرصے کے بعد قبلہ بیت المقدس کی طرف سے تحویل ہوکر کعبہ مقدسہ کی طرف مقرر ہوا اور دروازے سب کے بند کردئے گئے صرف دروازہ حضرت رسولخدا کا اور ایک علی مرتضیٰ کا کھلا رہا **مسند احمد بن حنبل** و دیگر کتب اہل سنت میں بطرق متعددہ منقول ہے کہ صدر اسلام میں اصحاب نے وضو و نماز کی آسانی کے لئے دروازے مسجد رسول میں کھول لئے تھے کچھ عرصہ بعد حکم الہٰی نازل ہوا کہ تمام دروازے بند کردئے جائین صرف ایک دروازہ علیؑ کا کھلا رہے لوگ اس مقدمے مین باہم گفتگوئین کرتے تھے حضرت رسولخدا نے یہہ سنا تو ممبر پر تشریف لے گئے اور حمد و ثنائے الہٰی کے بعد فرمایا کہ مینے سب کے دروازے بند کرنے اور علیؑ کا دروازہ کھلا رہنے کا حکم اپنی طرف سے نہین دیا بلکہ جسطرح حق تعالیٰ کیطرف سے مامور ہوا اسکی تعمیل بجالایا بتحقیق کہ اس سے پہلے حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو امر کیا کہ ایک مسجد پاک و پاکیزہ بنا کر کہ بجز تیرے اور تیرے بھائی ہارون کے کوئی اسمین سکونت نہ کرنے پائے ایسا ہی مجھکو مامور کیا ہے کہ ایک مسجد تمام آلودگیون سے پاک تعمیر کرون کہ بجز میرے اور علیؑ کے کوئی اسمین اقامت نہ کرنے پائے **نیز مسند** مین ہے کہ بعض مہاجرین نے مسجد کے گرد مکان بنائے اور دروازے انکے مسجد میں کھولے تھے گاہ بیگاہ اس راہ سے مسجد میں چلے آتے اور رات کو وہان خواب کرتے تھے پس حکم الہٰی نافذ ہوا کہ تمام دروازے بند کردئے جائین حضرت رسولخدا نے معاذ بن جبل کو امر کیا کہ اس کی منادی کردے سب نے اس حکم کی تعمیل کی الا علی بن ابی طالب کہ حضرت رسولخدا نے انکو کہا یا علیؑ تو پاک و پاکیزہ ہے بدستور ساکن رہ امیر حمزہؓ کو یہ حال معلوم ہوا تو دلگیر ہوئے اور حضرت کی خدمت مین حاضر ہوکر عرض کی کہ ہمکو مسجد سے

مناقب ابن شہر آشوب میں ہے کہ کل دس مکان آپ نے بنائے نو اپنی اولاد و ازواج کے لئے دسوان کہ ان کے درمیان تھا علیؑ و فاطمہؑ کے واسطے پس اس مکان مین علیؑ اور ان کی اولاد رہتی رہی تا اینکہ عبد الملک بن مروان نے اس پر حسد کرکے گرادیا اور صحن مسجد مین شامل کرلیا ۱۲ منہ

شروع عداوت عثمان با عمار یاسر

مسدودی بابہای صحابہ بجز باب علی

نکالتے ہو اور اطفال بنی عبد المطلب کو اسمیں ساکن کرتے ہو آپ نے فرمایا کہ اگر یہہ امر میرے اختیار مین ہوتا تو کسیکو نہ نکالتا بخدا قسم کہ یہہ ایک عطائے خدا ہے خاص علیؑ کے حق مین تحقیق کہ اے چچا تم خیر و خوبی پر ہو اور عاقبت تمہاری بخیر ہے اور تمکو خدا اور رسول کی طرف سے بشارت ہو چونکہ حضرت نے انکو بشارت دی تھی لہذا حضرت حمزہؓ جنگ احد مین شہید ہوئے اور نیز ایک جماعت کو صحابہ سے یہ امر ناپسند ہوا عمر بن خطاب نے چند بار عرض کی کہ مجھکو ایک دریچہ رکھنے کی اجازت و بجائے آخر ایک روشندان پر راضی ہوتے مگر رضائے الہٰی نہ ہوئی کہ ایک سوراخ بھی ان کے گھر سے مسجد مین کھلا رہے پس صحابہ باہم بیٹھتے اور اس بات کا تذکرہ کرتے تھے تا اینکہ حضرت رسولخدا نے یہہ سنا تو ممبر پر گئے اور خطبہ بلیغ ادا کیا کہ لوگوں کو ناگوار ہے کہ انکے دروازے مسجد کی طرف سے بند ہوگئے اور علیؑ کا دروازہ کھلا رہا قسم بخدا کہ مین نے انکو مسجد سے نہین نکالا اور نہ مین نے علیؑ کو مسجد مین ساکن کیا ہے بلکہ حق تعالیٰ نے ایسا کیا ہے۔ اُس جل شانہ نے جسطرح ہارونؑ اور اولاد ہارونؑ کو مسجد موسیٰؑ میں رہنے کی اجازت دی اور آورون کو اس سے منع کیا تھا اسی طرح علی اور اسکی ذریت کو میری مسجد میں رہنے کی اجازت فرمائی اور آورون کو اس سے منع کیا ہے بتحقیق کہ علیؑ کو مجھ سے وہ نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰؑ سے تھی پس جو شخص کہ حکم الہٰی پر راضی نہو اور یہہ امر اسکو ناگوار گزرے اسکو چاہیے کہ اس طرف (راہ شام کی طرف اشارہ فرمایا) چلا جائے اور نیز مسند مین روایت ہے کہ عباسؓ حضرتؐ کے چچا نے سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ اُس نے کہا کہ علیؑ کے لئے چند فضیلتیں ہین جو کسی صحابی کے لئے نہین ایک یہہ کہ بروز خیبر رسولخدا نے علم نصرت شیم انکو دیا دوسرے تمام صحابہ کے دروازے مسجد کی طرف سے بند کردئے مگر علیؑ کا دروازہ کھلا رکھا **روایت** ہے کہ عباس حضرتؐ کے چچا نے ہر چند التماس کیا کہ انکا مکان اس حکم سے مستثنیٰ رہے مگر قبول نہوا پس گزارش کیا کہ ایک سوراخ ہی میرے مکان سے مسجد مین رہے کہ اُس سے نگاہ کرسکوں یہہ بھی نہ مانا تا اینکہ راضی ہوئے کہ ایک پرنالہ مسجد کی طرف نصب کریں کہ بوقت بارش پانی انکے مکان کا صحن مسجد مین گرے اور یہی باعث انکی فخر و امتیاز کا ہو اس کی اجازت ہوئی اور حضرت رسولخدا نے بپاس خاطر اپنے عم مکرم و محترم کے اپنے ہاتھ سے پرنالہ نصب فرمایا۔ یہہ پرنالہ زمانہ رسولخدا و ابوبکر اور تین سال اول خلافت عمر مین بدستور نصب تھا اس کے بعد عمر نے اسے اُکھڑوا دیا امیر المومنینؑ کو یہہ جرأت خلیفہ صاحب کی ازبس ناگوار گزری اور شمشیر بکف اس جگہہ تشریف لائے اور خود کھڑے ہوکر پرنالہ کو اس کی جگہہ پر نصب کرایا ہم اسکا مفصل قصہ آگے لکھیں گے بالجملہ یہہ ایک فضیلت ہے کہ اس سے اعلیٰ درجہ کا اختصاص و اتحاد حضرت امیر المومنینؑ کا حضرت سید المرسلین کے ساتھ ثابت ہوتا ہے **صاحب** جامع الاصول نے۔ صحیح ترمذی سے نقل کیا ہے کہ رسولخدا نے امیر المومنینؑ کو فرمایا کہ کسیکو حلال نہیں کہ اس مسجد مین جنب ہو سوائے میرے اور تمہارے پس اگر دل حق گزین و دیدۂ راست بین کوئی رکھتا ہے تو صرف یہی ایک فضیلت اس کی ہدایت کے لئے کافی و وافی ہے واللہ الہادی **عقد مواخات فیمابین**

امیر المومنینؑ وسید و سرور کائنات و خلاصہ موجودات صلوات اللہ علیہما - ہرچند امیر المومنینؑ نفس رسول رب العالمین ابتداء عالم سے انحضرتؐ کے اخ و برادر ہیں اور دنیا میں بھی جو قرب قرابت آپ سے انحضرتؐ کو تھی وہ کسی دوسرے کو نہ تھی باوجود اس کے عقد مواخات میں بھی کہ فیمابین صحابہ منعقد ہوا چونکہ کوئی دوسرا انحضرتؐ کا عدیل و ہمسر نہ تھا وہی حضرت برادر و شفیق حضرت رسولخدا کے قرار پائے انحضرتؐ نے آپکو اپنی اخوت و برادری خاص سے اختصاص بخشا مورخین نے لکھا ہے کہ سال اول ہجرت میں پانچ یا آٹھ مہینے ہجرت کے بعد حضرت رسولخدا نے صحابہ مہاجرین و انصار کے درمیان عقد مواخات قائم کیا اور ایک کو دوسرے کا بھائی بنایا تاکہ یہہ لوگ باہم اتحاد و ارتباط رکھیں اور ہر شدت و رخا میں ایک دوسرے کے شریک حال رہیں یہہ عقد مسجد میں بیٹھکر مستحکم کیا گیا اور ایک وثیقہ اس بارے میں تحریر ہوا چنانچہ جوڑیاں صحابہ کی اس تحریر کے موافق ایک دوسرے کے بھائی کہلاتے اور باہم دیگر میراث پاتی تھیں تا اینکہ بعد غزوہ بدر جبکہ آیہ میراث نازل ہوئی تو میراث بالمواخات کا حکم برطرف ہوا **بالجملہ** سلمانؓ فارسی کو ابو درداء عمر بن ثعلبہ انصاری کے ساتھ ابو عبیدہ جراح کو سعد معاذ کے ساتھ ابوبکر بن ابی قحافہ کو حارثہ بن زید انصاری کے ساتھ عمر بن خطاب کو عتبان بن مالک انصاری کے ساتھ عثمان بن عفان کو اوس بن ثابت کے ساتھ زبیر بن العوام کو سلمہ بن سلامہ کے ساتھ طلحہ بن عبید اللہ کو کعب بن مالک کے ساتھ عمار یاسر کو ثابت قیس انصاری کے ساتھ علی ہذا باقی مہاجرین کو بقیہ انصار کے ساتھ برادر گردانا اور رشتہ مواخات انکے درمیان محکم کیا - بعد ازان امیر المومنینؑ کا ہاتھ پکڑکر فرمایا کہ میرا بھائی یہہ ہے - اور ابن حجر عقلانی نے شرح صحیح بخاری میں ابن عبد البر سے نقل کیا ہے کہ اس عقد کے علاوہ ایک اور عقد درمیان مہاجرین کے منعقد ہوا وہ اس طرح پر تھا کہ ابوبکر کا عمر کے ساتھ اور طلحہ کا زبیر کے ساتھ اور عثمان بن عفان کا عبد الرحمن بن عوف کے ہمراہ لگ جوڑ کیا اور جعفر بن ابیطالب کو معاذ بن جبل کا اور حمزہ بن عبد المطلب کو زید بن حارثہ کا بھائی بنایا پس علی مرتضیٰؑ نے عرض کی یا رسول اللہ آپنے صحابہ کے درمیان اخوت و برادری قرار دی میرا بھائی کسکو مقرر فرمایا آپنے کہا انا اخوک میں تیرا بھائی ہوں اور بروایت دیگر فرمایا انت اخی فی الدنیا والآخرۃ یعنے تو دنیا و آخرت میں میرا بھائی ہے حذیفہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ سید و سردار مرسلانؐ پیشوائے متقیانؑ رسولخدائے عالمیان تھے کوئی انحضرتؐ کا شبیہہ و نظیر نہ تھا الا علی ابن ابیطالبؑ کہ انحضرتؐ کے اخ و برادر تھے

بلے زما و رو ہر ش نزاو طفل نظیر ☆ کسے کہ ہمچو پیمبر بود برادر او ☆

یہی باعث تھا کہ وہ جناب اکثر فرماتے تھے کہ میں ہوں بندہ خدا اور بھائی رسولخدا کا ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ ممبر کوفہ پر فرما رہے تھے انا عبد اللہ و اخو رسول اللہ میں ہوں بندہ خدا و برادر رسول اللہ و وارث محمد مصطفیٰؐ و شوہر فاطمہ زہرا و سید و سردار اوصیا ایک شخص زیر ممبر سے اٹھکر بولا اسکو بھلا معلوم نہیں ہوتا کہ کہے انا عبد اللہ و اخو رسول اللہ جو نہیں یہہ کلمہ اس کے زبان سے نکلا جنون اُس کے دماغ میں پیدا ہوا بجدیکہ اس کا سر پکڑکر مسجد سے باہر لے گئے لوگوں نے اس کے رشتہ داروں سے پوچھا کہ اسکو کبھی کوئی عارضہ ہوا ہے کہا کبھی نہیں **عقد نکاح امیر المومنینؑ علی مرتضیٰ با سیدۃ النساء فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہما** اس شادی خانہ

آبادی کی تاریخ میں اختلاف ہے کشف الغمہ میں حضرت امام بحق ناطق جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ ماہ رمضان سنہ ہجری میں عقد نکاح اور اس کے تین مہینے بعد ماہ ذی الحجہ سال مذکور میں زفاف واقعہ ہوا اور بعض علماؑ نے کہا ہے کہ خطبہ یعنی منگنی ماہ مبارک رمضان میں اور عقد شوال میں بعد مراجعت از جنگ بدر سولہ روز بعد وفات رقیہؓ دختر خدیجۃ الکبریٰ خواہر مادری انحضرتؐ کے ہوا اور شیخ مفیدؒ و سید ابن طاوسؒ وغیرہ دیگر علما شیعہ شب پنجشنبہ اکیسوین ماہ محرم سال تین ہجری بتلاتے ہین اور سُنیون کے یہان ماہ صفر ایک سال بعد ہجرت کے لکھا ہے لیکن مشہور درمیان علماء امامیہ قول اول ہے اور بنا بر اس کے جبکہ تاریخ ولادت جناب سیدہ بیسوین جمادی الثانی پانچ سال بعد از بعثت پیغمبر لین کہ وہ بھی مشہور ہے تو سن شریف انحضرتؐ کا بوقت نکاح نو سال و چند ماہ کا ٹھیرتا ہے اور سن مبارک امیر المومنینؑ کا اسوقت علی الاشہر چوبیس سال کا تھا حضرت صادقؑ فرماتے ہیں کہ اگر حقتعالیٰ علی علیہ السلام کو فاطمہ زہرا کے لئے پیدا نہ کرتا تو دنیا میں کوئی اس جناب کا کفو و ہمسر نہ تھا یہہ مضمون باسناد معتبرہ بسیار سُنی و شیعہ نے حضرت رسول خدا سے نقل کیا ہے - مورخین نے لکھا ہے کہ جب جناب سیدہ سن بلوغ کو پہنچیں تو روساء و بزرگان قریش و دیگر اکابر و اشراف مسلمین نے حضرت رسولخدا سے آپ کی خواستگاری کی مگر جو شخص اس امر کی درخواست کرتا تھا حضرت روئے مبارک کو اُس کی طرف سے پھیر لیتے تھے اور اس طرح نفرت و کراہت کا اظہار کرتے کہ اُسکو گمان ہوتا کہ آپ مجھ پر خشمناک ہیں عجب نہیں کہ وحی آسمانی میری بارہ میں نازل ہوا ہو از انجملہ ابوبکر عمر نے بھی یکے بعد دیگرے اپنے لئے یہہ درخواست پیش کی انکے ساتھ بھی حضرت ویسے ہی کبیدگی و کشیدگی سے پیش آئے اور کہا کہ فاطمہؑ کی تجویز رضائے حق سبحانہ تعالیٰ پر موقوف و منحصر ہے وہ کریم جہاں چاہیگا اسکی نسبت کریگا - اسی طرح عبد الرحمن بن عوف صحابی و باعتقاد اہل سُنت یکے از دہ یار بہشتی نے بھی اپنی دولت و ثروت کے بھروسہ پر اسکا حوصلہ کیا بلکہ اس بیباک نے صاحب لولاک سے کہا کہ اگر فاطمہؑ مجھ سے بیاہی جائے تو مہر میں مال فراوان دون - اللہ اللہ کیسے ضعیف الاعتقاد یہہ لوگ تھے کہ پیغمبر خدا کو بھی اپنی طرح مال کا خواہان دنیا کا طلبگار جانتے تھے حضرت اس کی اس بیہودہ سرائی سے بہت برہم ہوتے اور جوش غیظ میں ہاتھ بڑھا کر کچھ سنگریزے زمین سے اُٹھالئے وہ کنکریاں دست حق پرست میں تسبیح کرتی تھیں پھر انکو زمین پر پھینکدیا تو جواہر بے بہا تھے پس فرمایا یا ابن عوف تو ہمکو مال کا لالچ دیتا ہے ہمارے نزدیک اسکی کیا حقیقت ہے **القصہ** جب سب کو قرائن سے معلوم ہوا کہ یہہ دولت علی بن ابی طالبؑ کا حصہ ہے حضرت خاتون جنت کو خدا و رسول نے صرف شیر خدا کے لئے روک رکھا ہے اور وہی اسکا استحقاق بھی رکھتے ہین تو خاموش ہو رہے لیکن شیخین جیسے ہوشیارون کو اسوقت اور سوجھی انہون نے ارادہ کیا کہ چلکر علیؑ کو اُبھارے اور انسے اس امر کی درخواست کرائے اگر التماس انکی درجہ اجابت کو پہنچی جیسا کہ گمان غالب ہے تو دل سوزی کا اظہار ہے اور مُفت کرم داشتن ورنہ رد و انکار کی صورت میں علی بھی تو اس ندامت و خجالت کا ذائقہ چکھیں جو اورون کو نصیب ہو چکی ہے یہ منصوبہ گانٹھ کر دونو بزرگوار مع عبد الرحمن بن عوف و بر دایتے سعد معاذ انصاری کی ساتھ امیر المومنینؑ کے گھر پر آئے مگر وہان حضرت کو نپایا آپ اسوقت ایک انصاری کے باغ میں شتر آب کش کے ذریعہ خرمے

درخواست عبدالرحمن بن عوف

کے درختوں میں پانی دے رہے تھے کہ اجرت اسکی وجہ معاش مین صرف کرین یہہ لوگ حضرت کی خدمت مین پہنچے تو ابوبکر نے سلسلہ کلام چھیڑا کہ اے ابو الحسن کوئی خیر وخوبی نہیں کہ تم مین نہو بلکہ تم ہر فضیلت میں اوروں پر سبقت لیگئے ہو حضرت رسولخدا کے ساتھ قرابت قریبہ رکھتے اور تمام سے پہلے ان پر ایمان لائے اسکے بعد سے ہمیشہ نصرت و اعانت انحضرت میں ساعی رہے ہو پس کیا وجہہ ہے کہ باوجود اتنے حقوق کے تم نے ابتک فاطمہ زہرا کی خواستگاری نہیں کی تمام قریش حضرت سے یہ درخواست کرچکے مگر کسی کی بات قبول نہین کرتے کہتے ہین کہ یہہ امر حوالہ رضائے خدا ہے میرا گمان یہہ ہے کہ خدا و رسول نے فاطمہ زہرا کو تمہاری واسطے رکھا ہوا ہے حضرت امیرؑ نے یہہ سنا تو آبدیدہ ہوکر فرمایا اے ابوبکر تو نے میرے غم کو تازہ کیا اور جو آرزو کہ میرے دل مین پوشیدہ تھی اس کو جوش میں لایا مجھکو اور رغبت فاطمہ نہو بھلا یہ کب ہوسکتا ہے مگر بوجہ ناداری کے حیا دامنگیر ہے کہ اس بات کو زبان پر لاؤن ابوبکر نے کہا دنیا وما فیہا رسول اللہ کی نظر مین ہیچ ولوچ ہے اس کا ذرا خیال دل مین نہ لاؤ اور جاکر انحضرت سے اسکی درخواست کرو یہہ روایت ملا صالح کشفی سنی صاحب مناقب مرتضوی کی ہے اور بعض روایات مین ہے کہ سعد انصاری نے انحضرت کو اس درخواست کرنے پر ترغیب دی اور بنا بر بعض جابر انصاری نے اور اور لوگوں کے نام بھی مذکور ہوتے ہین روضۃ الاحباب مین ہے کہ یاران علی واہل وخواص انحضرت نے انکو برانگیختہ کیا کہ فاطمہ کی درخواست کرین ظاہرا یہی ٹھیک معلوم ہوتا ہے کیونکہ ابوبکر وعمر کو انحضرت سے کون سا خلوص محبت تھا کہ یہہ خیرخواہی کرتے اور جو شاید ایسا ہوا بھی ہو تو انہین خیالات سے ہوا ہوگا جو پیشتر ذکر ہوئے بہرکیف آپ اونٹ لیکر مکان پر آئے اور اونٹ کو باندھا اور نعلین پائے مبارک مین پہنی اور متوجہ حرم سرائے نبوی ہوئے حضرت رسول اسوقت ام سلمہؓ کے گھر مین تشریف رکھتے تھے امیر المومنینؑ نے کنڈی دروازے کی کھٹکائی ام سلمہ نے کہا کون ہے قبل اسکے کہ حضرت کہیں کہ مین ہون رسولخدا نے فرمایا اے ام سلمہؓ دروازہ کھول کہ یہہ دوست ہے خدا و رسول کا لاجرم خدا و رسول بھی اسکو دوست رکھتے ہین ام سلمہؓ نے عرض کی میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یا رسول اللہ یہہ کون شخص ہے کہ بغیر دیکھے بھالے آپ اس کے حق مین ایسا ارشاد فرماتے ہین فرمایا خاموش رہ اے ام سلمہؓ یہہ کوئی لغو اور بیہودہ آدمی نہین بڑا مستقل مزاج میرے چچا کا بیٹا سب سے زیادہ ہمارا دوست اور پیارا ہے ام سلمہؓ کہتی ہین کہ یہہ سنکر مین اتنا جلد اٹھی کہ قریب تھا کہ پاؤں دامن مین الجھ کر مونہہ کے بھل گر پڑوں بارے دوڑ کر دروازہ کھولا قسم بخدا کہ جبتک مین پردہ میں نہ چلی گئی علیؑ نے مکان مین قدم نہ رکھا جسوقت مین اوٹ مین ہوگئی تو اندر آئے اور کہا السلام علیک یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپ نے بکمال بشاشت فرمایا وعلیک السلام اور اشارہ بیٹھنے کا کیا علی علیہ السلام آپ کے سامنے سر جھکا کر اس طرح بیٹھے کہ گویا کسی کام کو آتے ہیں اور کہتے ہوئے شرم آتی ہے ام سلمہؓ کہتی ہین کہ حضرت رسول انکا مدعا دلی پاگئے تھے فرمایا اے علیؑ معلوم ہوتا ہے کہ تم کوئی حاجت لیکر آئے ہو اگر کوئی مطلب رکھتے ہو تو بیان کرو کہ حاجتین تمہاری میرے نزدیک مقضی وبرآوردہ ہین عرض کی میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یا رسول اللہ آپ جانتے ہیں کہ بچپنے سے آپ نے مجھکو میرے

باپ ابوطالب اور ماں فاطمہ بنت اسد سے لیا اور کھانے پینے میں اپنا شریک کیا اور اپنے طور پر تعلیم وتربیت فرمائی ہمیشہ والدین سے زیادہ مجھ پر مہربان رہے آپکی بدولت حق تعالی نے مجھکو دولت ایمان بخشی ہرچند آپ ہر طرح میرے کفیل کار و پشت پناہ و سرپرست ہیں لیکن مین چاہتا ہون کہ زوجہ واہلیہ میرے لئے ہو تاکہ اپنا گھر آباد کرون اسی غرض سے حاضر خدمت ہوا ہوں التماس میری قبول ہو اور میرا نکاح اپنی دختر نیک اختر فاطمہ زہرا کے ساتھ فرما دیں ام سلمہ کہتی ہین کہ مین روئے مبارک کی طرف دیکھ رہی تھی ہنوز علیؑ کا کلام تمام نہوا تھا کہ دیکھا میں نے کہ چہرۂ اقدس کثرت خوشی سے مانند آفتاب روشن ہوگیا و بروایت دیگر امیر المومنینؑ نے فرمایا مین حاضر خدمت ہوا جب نظر مبارک میرے اوپر پڑی خندان ہوئے اور فرمایا اے ابو الحسن کدھر آئے ہو جو مدعا ہو بیان کرو پس مین نے اپنی خویشی و یگانگت و سبقت اسلام ونصرت دین وغزا وجہاد راہ خدا ایک ایک کا ذکر کیا فرمایا یا علی تو راست کہتا ہے اور جو تو نے ذکر کیا تو اس سے بہت بڑھ کر ہے مین نے عرض کی یا رسول اللہ میری خواہش یہہ ہے کہ فاطمہؑ کو میرے ساتھ تزویج کرین حضرت نے فرمایا تجھ سے پیشتر اور لوگ بھی یہہ درخواست کی تھی مگر جب فاطمہؑ سے انکا ذکر آیا تو آثار کراہت اسکے بشرے سے نمایاں ہوئے تو ٹھہر کہ مین فاطمہؑ سے استمزاج کرون پھر جواب دونگا پس آپ اندر تشریف لے گئے فاطمہ زہراؑ نے حضرت کو آتے دیکھا تو سرو قد تعظیم کو اٹھیں اور حسب دستور ردا دوش مبارک سے سنبھالی نعلین پائے اطہر سے لین اور پانی لاکر دست وپائے اقدس کو دھویا بعد ازاں مودب خدمت مین بیٹھین حضرت نے فرمایا اے فاطمہ علیؑ بن ابی طالب کی فضیلت وقرابت کو جانتی ہو جو حقوق کہ دین خدا مین وہ رکھتے ہین تمکو معلوم ہین تحقیق کہ مینے حقتعالی سے التجا کی تھی کہ تمکو ایسے شخص سے کہ تمام خلقت سے بہتر اور سب سے زیادہ اسکا محبوب ہو تزویج کرے سو علی بن ابی طالب تمہارے خواستگاری کو آتے ہین تمہاری اسمین کیا رائے ہے فاطمہؑ یہہ سنکر چپ ہوگیئن اور کوئی علامت کراہت کی انسے ظاہر نہوئی حضرت نے فرمایا اللہ اکبر سکوتہا اقرارہا اسکی خاموشی بمنزلہ اس کے اقرار کے ہے بروایت اول حضرت نے متبسم ہوکر فرمایا یا علیؑ تیرے پاس کچھ ہے بھی جس پر فاطمہ کے ساتھ تیرا نکاح کردیں امیر المومنینؑ نے عرض کی فداک ابی وامی یا رسول اللہ میرا حال آپ سے پوشیدہ نہین ایک زرہ ایک تلوار ایک اونٹ رکھتا ہون بس یہی کل میری کائنات ہے حضرت نے فرمایا تلوار کی تجھکو احتیاج ہے اس سے راہ خدا مین جہاد کرتا ہے شتر آبکش حضر مین پانی لانے سفر مین اسباب لادنے کے لئے کارآمد ہے مگر زرہ کے بغیر کارروائی ہوسکتی ہے اسکو بیچ ڈالو یہی مہر فاطمہ ہے اور ہم تجھ سے اسپر رضامند ہین

نکاح آسمانی بحکم حضرت جل وعلا سبحانی

پس حضرت نے فرمایا اے ابو الحسن تجھکو بشارت ہو اور شادو رہ تو کہ قبل اسکے کہ مین زمین پر تیرا نکاح کرون حق تعالی بالائے آسمان یہہ نکاح کرچکا ہے ابھی تیرے آنے سے ذرا آگے ایک فرشتہ میرے پاس آیا جس کے بہت سے مونہہ اور بیشمار بازو تھے میں نے کبھی اس سے پیشتر ایسا فرشتہ نہ دیکھا تھا اس نے کہا یا محمد اَبشِر باجتماع الشمل وطہارۃ النسل یعنی اے محمد بشارت ہو تمکو کہ افتراق وجدائی تمہاری اہل سے دور ہوئی اور نسل پاک و پاکیزہ کی بنیاد رکھی گئی میں نے پوچھا تیرا اس عبارت سے کیا مدعا ہے بولا مین ایک فرشتہ سطائیل نام قوائم عرش سے ایک قائمے پر تعینات ہوں مینے حقتعالی سے درخواست کی تھی کہ مژدہ تزویج

علیؑ و فاطمہؑ اوّل میں پہنچاؤں اس لئے حاضر خدمت ہوا ہوں جبرئیل میری عقب میں آتی ہیں وہ مفصل کیفیت اس واقعہ کی حضرت سے بیان کریں گے پس جبرئیل آئے اور سلام کے بعد ایک پارچہ حریر بہشتی سفید رنگ کا مجھکو دیا جسپر دو سطریں نور کی تحریر تھیں میںنے پوچھا اے برادر جبرئیل یہہ پارچہ کیسا ہے اور کیا اسپر لکھا ہے کہا اے محمد حقتعالی نے زمین کی طرف ایک نگاہ کی اور تمام خلائق سے تمکو اپنی رسالت و نبوت کے لئے اختیار کیا پس دوبارہ اسپر مطلع ہوا اور تمہارے بھائی ابن عم اور وزیر علی بن ابی طالب کو برگزیدہ فرمایا اور اس کا عقد تمہاری دختر فاطمہ کے ساتھ کیا پس امر کیا کہ بہشت آراستہ ہوں اور درخت طوبےٰ حلّے و زیورات سے ملبس ہو حوران جنت زینت کریں اور ملائکہ سمٰوات چرخ چہارم پر بیت المعمور کے پاس جمع ہوں پس رضوان خزانہ دار بہشت نے ممبر نور جس پر آدمؑ نے خطبہ کہا تھا جبکہ اسمار حسنیٰ ملائکہ پر عرض کئے تھے نصب کیا پس ایک فرشتہ فرشتگان حجب سے جسکو راحیل کہتے ہیں اور تمام فرشتوں میں خوش آواز و شیرین زبان ہے اُس ممبر پر گیا اور حمد و ثنائی حضرت باری بکمال بلاغت و فصاحت ادا کی پھر کہا کہ اختیار کیا خداوند جبار نے بندہ گرامی و پسندیدہ اپنے کو بہترین زنان عالم کے لیے کہ دختر ہے افضل انبیا و اشرف مُرسلان کی پس پیوند کیا اپنے نبی کو ایک مرد کے ساتھ کہ اسکے کُنبے سے مصاحب اُسکا ہے اور قبول کرنیوالا اسکی دعوت کا ہے اور سبقت کرنیوالا اس کے دین کی طرف ہے یعنی علیؑ بن ابی طالب کا نکاح بتول عذرا فاطمہ زہرا کے ساتھ منعقد فرمایا جبرئیل کہتے ہیں کہ اس کے بعد میںنے بحکم خدائے جل و علا علیؑ و فاطمہؑ کا نکاح پڑھا اور ملائکہ مقربین کو اس پر گواہ گردانا اور انکی گواہی کو اس پارۂ حریر پر ثبت کیا پروردگار عالم کا حکم ہے کہ اس کتبہ کو آپ کو دکھاؤں پھر مشک کی مُہر لگا کر خازن بہشت کے سپرد کروں اور امر کیا حقتعالی نے شجر طوبےٰ کو کہ تمام حُلّے اور زیورات اپنے اس تقریب مبارک میں نثار کرے چنانچہ اس نے تمام برگ و ساز اپنا اس خوشی میں لٹا دیا ملائکہ و حوران بہشت نے اس نچھاور کو اُٹھایا اور اس پر فخر و مباہات کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو ہدیہ دینگے تا بروز قیامت یہہ کیفیت نکاح آسمانی کی ہے اب تمکو ارشاد جناب باری ہے کہ مجمع اصحاب کے سامنے زمین پر بھی اس نکاح کو منعقد کرو اور بشارت دو علیؑ و فاطمہؑ کو کہ حقتعالی انکو دو پسر پاک و پاکیزہ عطا کریگا کہ صاحب فخر و فضیلتہائے بیشمار ہوں گے دنیا و آخرت میں پس حضرت نے فرمایا یا علیؑ وہ فرشتہ ہنوز آسمان پر بھی نہ پہنچا ہوگا کہ تو نے کُنڈی دروازے کی ہلائی ابن شہر آشوب نے مناقب میں روایت کی ہے کہ نکاح امیر المومنینؑ کا فاطمہ زہرا کے ساتھ زمین پر چالیس روز بعد نکاح آسمانی کے ہوا اور وہ پہلی یا چھٹی ذی الحجہ کو ہوا تھا شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے روایت کی ہے کہ حضرت رسولخدا نے اس روز ایک فرشتہ دیکھا جس کے چوبیس مونہہ تھے حضرتؐ نے اسکو جبرئیل جانکر کہا اے اخی جبرئیل میں نے اس سے پیشتر تمکو اس صورت میں نہ دیکھا تھا فرشتے نے کہا یا رسول اللہ میں جبرئیل نہیں ہوں میرا نام محمود ہے حق تعالی نے مجھکو امر کیا ہے کہ ایک نور کو دوسرے نور کے ساتھ تزویج کروں یعنی علیؑ کو فاطمہؑ کے ساتھ بیاہ دوں جب فرشتے نے پُشت موڑی تو دیکھا کہ اس کے دونو شانوں کے درمیان لکھا تھا محمد رسول اللہ و علیٌ وصیّہٗ رسولخدا نے پوچھا اے محمود تمہارے شانوں کے درمیان یہہ عبارت کب سے تحریر ہے کہا بائیس ہزار سال قبل

خطبہ راحیل

روایت شیخ صدوق علیہ الرحمہ

خلق آدم سے صاحب ناسخ التواریخ کہتے ہیں کہ یہہ حدیث اہل سُنّت کے یہاں بھی بطرق متعددہ مروی ہے فرق اسقدر ہے کہ انکے یہاں اس مَلَک کا نام بجائے محمود کے صرصائیل ذکر ہوا ہے اور لکھا ہے کہ اسکے بیس سر اور ہر سر میں ہزار آنکھیں تھیں اور ہاتھ اسکے اسقدر دراز تھے کہ آسمانوں اور زمینوں سے نکلے ہوئے تھے اور شانوں کے درمیان بعد کلمہ شہادتین لکھا تھا علی ابن ابیطالب مُقسم الجنّۃ بہرکیف حضرت رسولخدا نے امیر المومنینؑ سے فرمایا یا علی بشارت ہو تمکو کرامت پروردگار کی میں اس جل شانہٗ کے حکم کو تمہارے بارے میں جاری کرونگا تم آگے چلکر مسجد میں ٹھیرو میں بھی پیچھے سے آتا ہوں تاکہ فاطمہ کے ساتھ تمہارا نکاح کروں اور فضائل و مناقب کو سب کے سامنے بیان کروں جن سے آنکھیں تیری اور تیرے دوستوں کی روز قیامت تک ٹھنڈی رہیں پس حضرت امیر المومنینؑ آپ کی خدمت سے شاداں و فرحاں باہر آئے مسجد کیطرف تشریف لیجاتے تھے راہ میں ابوبکر و عمر کہ آپکے واپسی کے منتظر تھے آپسے ملے اور حال دریافت کیا حضرت نے فرمایا کہ پیغمبر خدا نے میرا نکاح فاطمہ کے ساتھ کر دیا اور مجھکو خبر دی کہ حقتعالی نے بالائے آسمان یہہ نکاح منعقد فرمایا اور وہ حضرت ابھی مسجد میں آتے ہیں تاکہ اسکا اعلان سب کے سامنے کریں شیخین نے یہ سُنکر بظاہر اظہار مسرت و شادمانی کا کیا مگر دلوں کا حافظ خدا ہے **الغرض** حضرت امیر مع ابوبکر و عمر مسجد میں آئے اور انکے پیچھے حضرت رسولخدا بھی داخل ہوئے آپنے بلالؓ کو حکم کیا کہ مہاجر و انصار کو جمع کر پس ممبر پر تشریف لیگئے اور حمد و ثنائے الٰہی کے بعد فرمایا اے معشر مسلمین جبرئیل امین میرے پاس آئے اور خبر دی کہ حقتعالی نے ملائکہ کو بیت المعمور پر جمع کیا اور سب کے سامنے فاطمہ اپنی کنیز میری دختر کا نکاح اپنے بندے علیؑ بن ابی طالب کے ساتھ کر دیا اور ملائکہ کو اسپر شاہد کیا پس مجھکو امر کیا ہے کہ تمہارے حضور میں اسکا اعادہ کروں اور تمکو اسکا شاہد گردانوں بروایتے حضرت نے فرمایا ایہا النّاس مردانِ قریش مجھ سے بار بار فاطمہ کی خواستگاری کرتے تھے مگر میں اسکی تجویز کو حق سبحانہ تعالی پر حوالے کرتا تھا بتحقیق کہ میرے پاس جبرئیل آئے اور کہا حق تعالی فرماتا ہے کہ اگر میں علیؑ کو پیدا نہ کرتا تو فاطمہ تمہاری دختر کا روئے زمین پر آدم و غیر آدم سے کوئی ہمسر نہ تھا کہ جس کے ساتھ اسکا عقد ہوتا۔ پس حضرت بیٹھ گئے اور امیر المومنینؑ کو فرمایا اے ابوالحسن اُٹھو اور فاطمہؑ کی خواستگاری کرو حضرتؑ امیر اُٹھے اور ایک خطبہ مختصر بکمال بلاغت و فصاحت پڑھا وہ خطبہ یہہ ہے الحمد للہ شُکراً لانعُمِہٖ واَیادِیہ ولا الٰہ الّا اللہُ شہادۃً تبلُغہ و ترضیہ وصلّی اللہُ علٰی محمّدٍ صلوۃً تزلفہ و تحظیہ والنّکاحُ مِمّا امر اللہ عزّ و جلّ بہٖ و رضیہ و مجلسنا ھذا قضاہُ اللہُ واذن فیہ وقد زوّجنی رسول اللہ ابنتہ فاطمۃ وجعل صداقھا درعی ھذا وقد رضیتُ بذلک فاسئلوہ واشھدوا

خلاصہ مضمون بلاغت مشحون خطبہ شریفہ کا یہہ ہے کہ اوّل حمد خدا کی پھر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ پر درود بھیجا بعد ازاں فرمایا کہ نکاح ایک امر ہے کہ حق تعالی نے اسکو پسند کیا اور اسکا حکم فرمایا ہے بتحقیق کہ ہماری یہہ مجلس بحکم و قضائے کردگار مرتب ہوئی ہے مقصود اس سے یہہ ہے کہ حضرت رسولخدا نے اپنی دختر مطہر فاطمہؑ زہرا کا نکاح میرے ساتھ کر دیا اور اس میری زرہ کو اسکا مہر گردانا میں اس پر راضی ہوں تم بھی حضرت رسولخدا سے اسکو دریافت کر لو تاکہ گواہ رہو حاضرین مجلس نے حضرت سے پوچھا یا رسول اللہ آیا آپنے فاطمہؑ کا عقد علیؑ بن ابی طالب کے ساتھ مہر مذکور پر کر دیا ہے فرمایا ہاں کر دیا اسپر مجلس سے شور مبارک باد بلند ہوا سب نے کہا بارک اللہ لھما و علیھما

خطبہ امیر المومنین

روایات دربارۂ مہر جناب فاطمۂ زہرا

وجمع شملکما یعنی خداوند دولہا دلہن کو یہہ شادی مبارک کرے اور ان کے درمیان اتفاق و ملاپ رہے **مؤلف** کہتا ہے کہ اس روایت سے زرہ کا مہر مقرر ہونا پایا جاتا ہے اور ایک روایت میں پانچ سو درہم مہر کے ذکر ہوئے ہیں ممکن ہے کہ قیمت زرہ کی پانچ سو درہم ہوں پس مآل دونوں روایتوں کا ایک ہی ہوگا اور احادیث مین وارد ہے کہ حقتعالی نے ربع یعنی چہارم دنیا کو مہر فاطمہ قرار دیا اور بہشت و دوزخ کو آنحضرت کا مہر گردانا تاکہ روز قیامت اپنے دوستونکو بہشت مین اور دشمنوں کو دوزخ مین داخل کرین لیکن زمین پر مشہور مہر آنحضرت کا پانچ سو درہم ہے روایت ہے کہ حقتعالی نے پیغمبر خدا کے پاس وحی بھیجی کہ ہم نے مہر فاطمہ خمس یعنی پانچواں حصہ دنیا کا اور تہائی بہشت اور چار نہرین نہر فرات نیل مصر و نہروان و نہر بلخ مقرر کیا ہے مگر تم اے محمد اسکو پانچ سو درہم پر یا دو تاکہ تمہاری اُمت میں یہہ مقدار سُنت رہے فردوس الاخبار میں کہ کتب اہل سُنت سے ہے روایت کی ہے کہ حضرت رسولخدا نے امیر المومنین سے فرمایا یا علی حق تعالی نے فاطمہ کو تجہ سے تزویج کیا اور زمین کو اسکا مہر مقرر کیا پس جو زمین پر راہ چلے اور تمہارا دشمن ہو وہ بحرام راہ چلتا ہے منقول ہے کہ رسولخدا اس کار خیر سے فراغت پاکر مسجد سے حرم سرا مین تشریف لیگئے تو جناب فاطمہ کو گریان پایا فرمایا اے فاطمہ کس لئے روتی ہے قسم بخدا کہ اگر میرے اہل بیت میں علی سے بہتر کوئی اور ہوتا تو مین تیرا نکاح اس سے کرتا تحقیق کہ مینے یہہ نکاح نہین کیا حق تعالی نے اس کے ساتھ تجھکو بیاہا ہے اور خمس مال تیرا مہر مقرر فرمایا ہے جبتک زمین و آسمان باقی ہے خمس تیرا اور تیری اولاد کا حق ہے مناقب مرتضوی میں نقل کیا ہے کہ جناب سیدہ اپنے مہر چار سو درہم قیمت زرہ سے مطلع ہوئیں تو حضرت رسولخدا کی خدمت مین عرض کی کہ سب کی لڑکیون کا مہر درہم و دینار سے ہوتا ہے آپ کی دختر کا بھی یہی ہوگا تو اوروں سے کیا فرق ہوگا دعا کیجئے کہ حقتعالی میرا مہر آپ کی اُمت کی شفاعت قرار دے حضرت نے درگاہ باری مین دعا کی اور فی الفور درجہ اجابت کو پہنچی جبرئیل امین ایک قطعہ حریر لائے دو سطرین اس میں لکھی ہتیں مضمون یہہ کہ حق تعالی نے مہر فاطمہ اس کی باپ کی اُمت کی شفاعت مقرر کی ہے جناب سیدہ اس رقعہ کو ہمیشہ بطور تبرک اپنے پاس رکھتی ہتین بوقت رحلت وصیت کی کہ اسکو میرے ساتھ قبر مین دفن کردینا تاکہ فردا قیامت اس حجۃ سے اپنے باپ کی اُمت عاصی کو بخشواؤں

سامان جہیز جناب سیدہ مروی ہے کہ حضرت رسولخدا نے امیر المومنین سے فرمایا یا علی اپنی زرہ حطمیہ[1] کو بیچکر ہمارے پاس لے آؤ کہ سامان جہیز تمہاری زوجہ کا بہم پہنچے حضرت امیر حسب الارشاد زرہ کو بازار مین فروخت کے لئے لے گئے سُنی کہتے ہین کہ عثمان بن عفان نے وہ زرہ چار سو اسّی درہم پر خرید کی یہاں تک تو مضائقہ نہین اس سے آگے خلیفوں کے شیداؤں اور انکے فخر و فضیلت کے دلدادون نے ایک اور مضمون تراشا ہے کہ عثمان نے روپیہ اور زرہ دونو امیر المومنین کو دیکر کہا اے ابو الحسن تم اس زرہ کے لئے زیادہ اولٰے ہو میں یہہ زرہ تمکو اپنی طرف سے ہبہ کرتا ہوں ظاہرا یہہ فقرہ متعصبین اہل سُنت کا

[1] حطمہ بن محارب ایک زرہ بنانے والے کا نام ہے زرہ حطمیہ اسکی طرف منسوب ہے یا زرہ حطمیہ اس زرہ کو کہتے ہیں کہ جسپر لگ کر تلوار ٹوٹ جائے کیونکہ حطم کے معنی لغت میں ٹوٹنے کے ہیں یا زرہ گران بہا اور عریض کو کہتے ہیں اور اسی سے ہے حدیث ازدواج فاطمہ کی آنحضرت نے علی علیہ السلام سے فرمایا این درعک الحطمیہ یا علی تمہاری زرہ حطمیہ کہاں ہو کذا فی القاموس

گھڑا ہوا ہے ورنہ انکے یہاں بھی کتب معتبرہ مین مثل روضۃ الاحباب وغیرہ کے صرف اسقدر لکھا ہے کہ عثمان نے اس زرہ کو چار سو اسّی درہم خرید کیا اور روایات شیعہ کے موافق تو یہہ ہے کہ حضرت امیر نے وہ زرہ بیچ ڈالی عثمان اور غیر عثمان کا اسمین مذکور نہیں اور عثمان کے زرہ واپس دینے کا تو کیا ہی کہنا ہے۔ ہان بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جبرئیل نے امیر المومنین سے بشکل اعرابی بنکر اسکو خریدا تھا اور قیمت آنحضرت کو دی تھی پھر زرہ رسول اللہ کو دینے گئے تھے شاید یہی قصہ یار لوگون نے عثمان سے چسپان کردیا ہے **بالجملہ** امیر المومنین کہتے ہیں کہ مینے زر قیمت لاکر رسولخدا کی دامن میں ڈال دیا نہ حضرت نے پوچھا کہ کس قدر ہیں نہ مینے ہی مارے شرم کے اس کا کچھ ذکر کیا حضرت نے ویسے ہی بے گنے ایک مٹھی درہموں کی بھر کر بلال کو دی کہ اس سے خوشبو و عطریات فاطمہ کے لئے خرید کرے پھر دو مٹھیاں اور بھریں اور ابوبکر و عمار یاسر و دیگر صحابیوں کے حوالے کیں کہ پارچہ و دیگر اسباب خانہ داری جو مناسب جانے لیویں ایک روایت مین ہے کہ ایک ثلث روپیہ خوشبو کے لئے اور دو تہائی پارچہ و اثاث البیت کے واسطے مرحمت فرمایا ظاہرا مراد یہہ ہے کہ جس قدر روپیہ اسوقت عنایت کیا اسمین تہائی خوشبو اور دو تہائی دیگر سامان کے لئے تھا نہ یہہ کہ تمام روپیہ اسیوقت خرچ کردیا گیا کس لئے کہ دیگر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ روپیہ مصارف روز رخصت کے لئے حضرت ام سلمہ کے سپرد کیا تھا الحاصل یہہ حضرات بازار میں پہنچے اور خرید اسباب شروع کی جو چیز لیتے پہلے پوچھ پوچھکر حضرت ابوبکر کو دکھلا لیتے جب وہ کہتے تب اسکو لیتے پس انہون نے ایک کرتہ سات درہم کو خریدا اور ایک چادر چار درہم کو لی اور ایک قطیفہ (سرپیچ) سیاہ خیبری اور ایک کھٹولا کھجور کے بالوں سے بنا ہوا دو گدے نیچے بچھانے کے کہ ایک میں لیف خرما دوسرے مین بھیڑ کے بال بھرے تھے اور چار تکیے طائف کے چمڑے کے کہ گیاہ اذخر انمین بھرا تھا اور ایک پردہ بالو نکا اور ایک حصیر ہجر کا اور ایک چکّی آٹا پیسنے کی ایک بادیہ تانبے کا ایک ظرف چمڑے کا پانی پینے کے لئے ایک کاسہ لکڑی کا دودہ پینے کا ایک مشک پانی کے لئے ایک لوٹا مٹی کا سیاہ روغن کیا ہوا ایک گھڑا مٹی کا سبز روغن کیا ہوا چند کوزے مٹی کے خریدے بروایتے ایک چھلنی آٹا چھاننے کی دو بازوبند چاندی کے بھی تھے جب تمام اشیاء خرید ہوگئیں تو کچھ چیزیں ابوبکر نے باقی دیگر اصحاب نے اُٹھائیں اور حضرت کی خدمت میں لائے آپ ایک ایک چیز کو ہاتھ میں لیتے اور الٹ پلٹ کر دیکھتے اور فرماتے بارک اللہ لاہل البیت خدا گھر والوں کو اسمین برکت دے بروایتے آپ نے یہہ سامان دیکھا تو اشک آنکھوں مین بھر لائے اور فرمایا اللھم بارک لقوم جل آنیتھم الخزف یعنی پروردگارا برکت دے اُس قوم کو کہ تمام ظروف انکے مٹی کے ہین **القصہ** امیر المومنین فرماتے ہیں کہ نکاح کے بعد ایک مہینا گزر گیا مین ہمیشہ حضرت کے ساتھ نماز پڑھتا اور گھر کو لوٹ آتا اصلا فاطمہ کا ذکر زبان پر نہ لاتا حضرت بھی کچھ اس کا ذکر مذکور نہ فرماتے الا گاہ گاہ جبکہ تنہا ہوتے تو کہتے کیا ہی خوب زوجہ تیری ہے اے ابو الحسن شاد رہ کہ ہم نے بہترین زنان عالم کے ساتھ تیری شادی کی ہے ایک روز ازواج پیغمبر نے مجھ سے کہا یا علی اگر تم کہو تو ہم تمہاری طرف سے پیغمبر سے اس کا ذکر چھیڑین کہ وہ حضرت تمہاری زوجہ کو رخصت کردین مینے کہا بہتر ہے کہو۔ اور ایک روایت مین ہے کہ عقیل برادر امیر المومنین آنحضرت کے پاس آئے اور کہا اے بھائی مجھکو فاطمہ دختر محمد کے ساتھ تمہاری شادی ہوجانے سے

سامان جہیز جناب سیدہ

رخصت و دواع جناب سیدہ

اس قدر خوشی ہوئی ہے کہ کسی بات سے ایسی خوشی نہوئی تھی اب تم کسلئے آنحضرتؐ سے درخواست نہیں کرتے کہ تمہاری زوجہ کو تمہارے گھر میں بھیجدیں ہماری دلی آرزو ہے کہ ہماری آنکھیں تمہاری زفاف سے روشن ہون حضرت نے فرمایا قسم بخدا کہ میری بھی یہی خواہش ہے مگر شرم آتی ہے کہ آنحضرتؐ کے سامنے اسکا ذکر زبان پر لاؤں عقیل نے قسمیں دیکر آپکو درخواست کرنے پر آمادہ کیا اور اپنے ساتھ لیکر پیغمبر خدا کیطرف چلے راستہ میں اُم ایمن کنیز رسولخدا کو یہہ حال معلوم ہوا تو انہوں نے کہا تم ٹھیرو میں اس کی تحریک کرتی ہوں کیونکہ ایسے کاموں میں عورتوں کی بات زیادہ اثر رکھتی ہے پس اُم ایمن اندر گئی اور حضرت اُمِ سلمہؓ سے صلاح کی ام سلمہؓ ازواج پیغمبر کو ہمراہ لیکر حاضر خدمت ہوئیں آپ اسوقت عائشہ کے حجرے میں تشریف رکھتے تھے یہہ سب ملکر سامنے بیٹھیں اور پرواز کلام اس طرح پر شروع کیا کہ اگر آج خدیجہؓ زندہ ہوتیں تو انکی آنکھیں انکی دختر کے دیدار سے ٹھنڈک پاتیں حضرت نے جو ہیں نام خدیجہ کا سُنا تو گریاں ہوئے اور فرمایا اَیْنَ مثل خدیجۃ صَدَّقَتْنِی حِیْنَ کَذَّبَنِی النَّاسُ وَاٰزَرَتْنِی عَلٰی دِیْنِ اللّٰہِ وَاَعَانَتْنِی عَلَیْہِ بِمَالِھَا اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ اَمَرَنِی اَنْ اُبَشِّرَ خَدِیْجَۃَ بِبَیْتٍ فِی الْجَنَّۃِ مِنْ قَصَبِ الزُّمُرُّدِ لَا صَخَبَ فِیْہِ وَلَا نَصَبَ یعنی کوئی مثل خدیجہ کے کہاں ہے اس نے میری تصدیق کی جبکہ اور آدمیوں نے جھٹلایا دین خدا میں میری مددگار رہی اور اپنے مال سے میری اعانت کی بتحقیق کہ حق تعالیٰ نے مجھکو امر کیا کہ اسکو بشارت دوں کہ خدا نے ایک مکان قصب زمرد کا اسکے لئے بہشت میں بنایا ہے جسمیں کوئی تعب و مشقت نہیں اُم سلمہؓ بولیں ہمارے ماں باپ تم پر فدا ہوں یا رسول اللہ جسقدر آپ خدیجہؓ کی تعریف کرتے ہیں سب بجا و درست ہے اب وہ رحمت خدا میں واخل ہوئیں اور کرامتہائے حقتعالی کو پہنچیں انکو نعمتہائے پروردگار مبارک اور گوارا ہوں ہمکو بھی حق تعالیٰ منازل بہشت میں انکے ساتھ جمع کرے اسوقت ہمارے یہاں اکٹھے ہونے سے یہ غرض ہے کہ تمہارے بھائی اور ابن عم علی ابن ابی طالب چاہتے ہیں کہ حضرت انکی زوجہ فاطمہ زہرا کو انکو عطا کریں آپنے فرمایا اے اُم سلمہ کسلئے علیؑ نے خود مجھ سے اسکا سوال نہیں کیا ام سلمہ نے کہا حیا انکو مانع ہے حضرت نے ام ایمن سے کہا کہ جا علیؑ کو بلا لا امیر المومنینؑ آئے تو عورتیں ایک طرف ہو گئیں آپ اندر آئے فرماتے ہیں کہ میں حضرت کی خدمت میں بیٹھ گیا شرم سے سر جھکاتے تھا پیغمبر خدا نے فرمایا یا علیؑ چاہتا ہے کہ تیری زوجہ کو تیرے حوالے کر دیا جائے مینے آہستہ سے کہا ہاں یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں فرمایا بہتر ہے ہم آج ہی شب کو فاطمہ کو وداع کر دینگے پس میں خوشی خوشی باہر آیا اور آپنے اسیوقت اپنی ازواج کو بلا کر کہدیا کہ فاطمہ کو زینت کرو اور خوشبو میں لگاؤ اور ایک حجرے میں اسکے لئے فرش بچھاؤ کہ فاطمہ اپنے شوہر کے پاس داخل ہو بروایتے ام سلمہؓ سے فرمایا کہ تم اپنا حجرہ آراستہ کرو اور تمام کاروبار کا انہیں کو کفیل گردانا ام سلمہ کہتی ہیں کہ مینے فاطمہ سے پوچھا کہ تمہارے پاس کچھ خوشبو بھی ہے کہ اپنے لئے رکھ چھوڑی ہو کہا ہاں ہے اور ایک شیشہ لے آئیں اسمیں سے تھوڑی سی خوشبو میری ہتیلی پر ڈالی ایسی بوئے خوش مینے کبھی نہ سونگھی تھی دماغ دماغ معطر ہو گیا مینے کہا فاطمہ یہ خوشبو تمکو کہاں سے ہاتھ آئی انہوں نے کہا کبھی کبھی دحیہ کلبی میرے باپ رسولخدا کی خدمت میں آتے ہیں تو حضرت فرماتے ہیں اے فاطمہ مسند لاؤ اور اپنے چچا کے واسطے بچھاؤ میں انکے لئے فرش بچھا دیتی ہوں وہ اسپر بیٹھتے ہیں جب اُٹھتے ہیں تو انکے کپڑوں سے ایک شے

جھڑتی ہے رسول اللہ مجھے کہتے ہیں کہ اسکو اٹھا رکھو یہی وہ خوشبو ہے کہتے ہیں کہ عنبر خالص جبرئیل کے پروں سے جھڑتا ہے جناب سیدہ نے جبرئیل کو دحیہ کلبی اسلئے کہا کہ پیغمبر او تھا وہ انکی شکل میں رسولخدا کے پاس آتے تھے پھر اُم سلمہ کہتی ہیں کہ اسکے سوا فاطمہ کسیقدر عرق گلاب لائیں کہ کبھی ویسا خوشبو دار گلاب دیکھنے میں نہ آیا تھا مینے کہا فاطمہ یہ گلاب تمکو کہاں سے ملا کہا یہ گلاب نہیں یہ عرق مبارک رسولخدا ہے جب آپ دوپہر کے وقت قیلولہ فرمانے میں تو سونے میں پسینہ آتا ہے میں وہ پسینہ اس شیشے میں لے لیتی ہوں اور منقول ہے کہ جبرئیل ایک حلہ بہشت سے لائے جسکی قیمت کُل دنیا کے برابر تھی جب حضرت فاطمہؑ نے اسکو پہنا سب زنان قریش اسکو دیکھکر حیران ہو گئیں اور پوچھنے لگیں کہ فاطمہ یہ کپڑا تمکو کہاں سے ملا ہے آپ نے فرمایا حق تعالیٰ نے مجھکو عنایت کیا ہے **القصہ** حضرت سنگار کا حکم دیکر طعام ولیمہ کی تیاری میں مصروف ہوئے۔ کچھ درہم قیمت زرہ سے حضرت اُم سلمہؓ کے پاس رکھے تھے وہ لیکر امیر المومنین کو دیے اور فرمایا انکا روغن خرما و بروایتے روغن خرما دہی خرید لاؤ کہ خبیص[۱] تمہاری طرف سے اور روٹی گوشت ہماری طرف سے ہوگا حضرت علیؑ کہتے ہیں کہ میں حسب الارشاد یہ اشیاء خرید کر خدمت میں لیگیا آپنے ایک دسترخوان چمڑے کا منگایا اور تمام کھجوریں اسپر ڈالدیں پھر گھی اور دہی بھی اس پر اونڈھا دیا اور آستینیں چڑھائیں اور دست مبارک سے ان چیزوں کو باہم ملایا اور امر کیا کہ روٹیاں بہت سی تیار کیجائیں اور ایک مینڈھا فربہ ذبح کرایا جب تمام کھانا تیار ہو گیا تو مجھکو حکم دیا کہ جاؤ اور کھانے کے لئے لوگوں کو طلب کرو میں مسجد میں گیا تو دیکھا کہ مسجد آدمیوں سے پُر ہے مجھکو شرم آئی کہ بعض کو بلاؤں اور بعض کو نہ بلاؤں ایک بلند جگہ پر کھڑے ہو کر کہا بھائیو ولیمہ فاطمہ میں کھانیکو چلو یہہ سُنکر تمام آدمی اٹھ کھڑے ہوئے مجھکو آدمیوں کی کثرت اور کھانیکی قلت سے تردد ہوا آگے بڑھکر حضرت کی خدمت میں عرض کی کہ آدمی بہت آگئے ہیں فرمایا کچھ اندیشہ نہ کرو اور ایک رومال کھانے پر ڈھانکدیا اور فرمایا دس دس آدمیوں کو اندر بلاؤ میں دس آدمیونکو بلاتا جب وہ کھا کر باہر نکلتے تب اور دس کو بلاتا پہلے کھانا کھاتے پھر کھجوروں کا ملیدہ نوشجان کرتے تھے کہ برکت حضرت رسالت پناہ سات سو مردوں نے اسطرح پر کھانا کھا لیا اور دوسری روایت میں ہے کہ جب امیر المومنینؑ نے آواز دی تو وہ آواز باعجاز رسالت پناہی تمام مدینہ ولواح مدینہ میں پہنچی لوگ اسکو سُنکر اپنے گھروں باغوں اور کھیتوں سے متوجہ دولت سرائے نبوی ہوتے پس دسترخوان مسجد میں بچھا دیے گئے اور دعوتی کھانیکو بیٹھ گئے چار ہزار سے کچھ اوپر آدمی تھے سب کھا کھا کر سیر ہو گئے اور کھانا ہنوز بحال خود باقی تھا پھر حضرت نے کچھ طبق منگوائے اور بھر بھر کر اُمہات مومنین یعنی اپنی ازواج کو بھیج اور کہلا بھیجا کہ اپنے عزیزوں ہمسایوں کو بھی کھلائیں پھر ایک طباق بھرا اور فرمایا یہ علیؑ و فاطمہؑ کا حصہ ہے راوی کہتا ہے کہ تین روز تک لوگ آتے اور کھانا کھاتے اور کھانا کم نہ ہوتا تھا **ولیمہ** سے فراغت پا کر حضرت اندر تشریف لیگئے اور ام سلمہؓ سے کہا کہ فاطمہ کو میرے پاس لے آؤ وہ گئیں اور جناب سیدہ کو اپنے ساتھ لائیں کثرت شرم وحیا سے جناب سیدہ دامن زمین پر گھسیٹتی آتی تھیں اور تمام بدن اطہر پسینہ میں تربتر ہو گیا تھا ایک جگہ راہ میں ٹھوکر کھائی حضرت رسولخدا نے فرمایا کہ حق تعالیٰ دنیا اور آخرت کی لغزشوں سے تجھ کو نگاہ رکھے سامنے کھڑی ہوئیں تو آپنے چادر

[۱] خبیص بروزن امیر ایک حلوا ہے کہ بروغن و خرما سے تیار کرتے ہیں اسکو فارسی میں افروشہ کہتے ہیں ۱۲ منتہی الارب

جبرئیل کے پروں سے عنبر گرنا

ولیمہ شادی جناب سیدہ

چہرہ انور سے سرکائی اور حضرت علیؑ کو جمال بے مثال اس بدر آسمان کمال کا دکھلایا رونمائی کے بعد ہاتھ فاطمہ کا پکڑکر علی علیہ السلام کے ہاتھ میں دیا اور فرمایا بارک اللہ لک فی ابنۃ رسول اللہ کہ دختر رسول اللہ تجھکو مبارک ہو یا علی خوب زوجہ ہے تیری فاطمہ اور اے فاطمہ خوب شوہر تیرا ہے علی۔ جبرئیل امین ولیمہ کی تقریب سے ایک خوان آسمان سے لائے تھے اسمیں کسی قدر روٹیاں کچھ کیلے کی پھلیاں اور کشمش اور بہی بھی آپ نے ایک دانہ بہی کا اٹھایا اور دست مبارک سے اسکے دو ٹکڑے کئے ایک ٹکڑا علیؑ کو اور ایک فاطمہؑ کو عنایت کیا اور فرمایا یہہ ہدیہ بہشت ہے تمہارے لئے ان کاموں کے بعد آپ نے دختران عبدالمطلب و دیگر زنان بنی ہاشم و زنان مہاجر و انصار کو امر کیا کہ فاطمہ کے ساتھ ساتھ چلیں اور تکبیر و ذکر خدا اور ہنسی خوشی کی باتیں کرتی جائیں مگر کوئی بیہودہ کلمہ زبان سے نہ نکالے کہ جس میں خدا ناراض ہو پس خچر اپنی سواری کا جسے شہبا کہتے تھے طلب فرمایا اور ایک چادر اسپر ڈالکر جناب سیّدہ کو سوار کیا پیغمبر خدا اسکے آگے اور جبرئیل دہنی جانب اور میکائیل بائیں طرف اور ستر ہزار فرشتے پیچھے تسبیح خواں رواں ہوئے اور ستر ہزار حوریں حضرت سیّدہ کی سواری کو گھیرے ہوئے تھیں۔ علماء اہل سُنّت نے جابر بن سُمرہ سے روایت کی ہے کہ شب زفاف جبرئیلؑ نے استر کی باگ تھامی اسرافیل نے رکاب لی میکائیل نے دمچی پکڑی۔ پیغمبر خدا فاطمہ کے کپڑوں کو سنوارتے جاتے تھے یہہ فرشتے تکبیر کہتے اور ان کے ساتھ اور ملائکہ نعرہ تکبیر بلند کرتے تھے چنانچہ یہہ تکبیر اُسنے قیامت تک سُنّت رہی کہ عروسی کے موقع پر کہا کریں ایک روایت میں ہے کہ خچر کی لگام سلمان فارسیؓ کے ہاتھ میں تھی اور حمزہ و عقیل و جعفر و دیگر اہل بیت انکے پیچھے پیچھے جاتے تھے بنی ہاشم ننگی تلواریں ہاتھ میں لئے تھے ازواج پیغمبر ام سلمہ و عائشہ وغیرہ کچھ اشعار بطور رجز پڑھتیں اور ساتھ کی عورتیں انکا پہلا مصرعہ کہتی تھیں غرض اس شان و شکوہ سے سواری مانند باد بہاری چلی جاتی تھی عرب کا معمول تھا کہ زفاف کے موقع پر کہا کرتے تھے بالرفاء والبنین یعنی زوج و زوجہ میں موافقت رہے اور وہ صاحب اولاد ہوں حضرت رسولخدا نے دستور جاہلیت سے جانکر اس سے منع کیا اور فرمایا بجائے اسکے یہ کلمہ کہو علی الخیر والبرکۃ یعنی یہ شادی خیر و برکت کے ساتھ ہو مکان پر پہنچے تو آپنے جناب سیّدہ کو سواری سے اُتارا اور امیر المومنینؑ کے سپرد کیا کہ اپنی خوابگاہ کو جاؤ مگر میں جبتک تمہارے پاس نہ آؤں کوئی بات نہ کرنا یہہ کہکر واپس ہوئے اور باقی ہمراہی بھی اپنے اپنے گھر و نکو لوٹے مگر ستر ہزار فرشتے بموجب احادیث رات بھر تسبیح و تقدیس الٰہی میں مصروف رہے امیر المومنینؑ کہتے ہیں کہ میں فاطمہؑ کا ہاتھ پکڑے ہوئے مکان میں لے گیا وہ جاکر ایک گوشہ میں بیٹھ گئیں اور شرم سے سر جھکائے تھیں اسیطرح میں بھی ایک سمت خاموش بیٹھا تھا کہ اتنے میں حضرت رسولخدا بھی تشریف لائے اور فرمایا یہاں کون ہے ہم نے کہا آئیے یا رسول اللہ بخیر و برکت تشریف لائے پس داخل حجرہ ہوئے اور فاطمہ کو اپنے برابر بٹھایا پھر فرمایا تھوڑا سا پانی لاؤ فاطمہ اُٹھیں اور کاسہ چوبی میں پانی بھر لائیں حضرت نے اسمیں سے ایک گھونٹ لیکر اس پیالی میں کلی کی اور تھوڑا سا پانی اسمیں سے جناب سیّدہ کے سر پر ڈالا تھوڑا سا ان کے دونوں پستانوں کے درمیان چھڑکا قدرے پشت پر شانوں کے بیچ میں چھڑکا اور فرمایا پروردگارا یہہ میری بیٹی ہے اور تمام عالم سے زیادہ مجھکو محبوب اور پیاری ہے اور جناب

امیرؑ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا خداوندا یہہ میرا بھائی ہے اور جملہ خلائق سے عزیز ہے بار الہا اسکو اپنا دوست و اطاعت گزار و فرمان بردار بنا اور اسکی زوجہ کو اسپر مبارک گردان پھر فرمایا جا اے علی اور اپنی بی بی کے پاس داخل ہو خدا تجھپر مبارک کرے و رحمت الٰہی تم پر نازل ہو تحقیق کہ حق تعالیٰ حمید مجید ہے یہہ کہکر باہر نکلے اور بازو دروازے کے پکڑکر فرمایا طہرکما و طہر نسلکما انا سلم لمن سالمکما و حرب لمن حاربکما استودعکما اللہ واستخلفہ علیکما یعنی خدا تمکو پاک کرے اور نسل پاک پاکیزہ تم سے پیدا ہو میں تمہاری دوست کا دوست ہوں اور تمہارے دشمن سے دشمنی رکھتا ہوں تمکو سپرد خدا کرتا ہوں اور اس جل شانہ کو تم پر اپنا خلیفہ کرتا ہوں پھر فرمایا کیا خوب دو دریائے علم ہیں کہ باہم ملاقات کرتے ہیں اور دو ستارے آسمان سعادت کے ایک دوسرے سے نزدیک ہوتے ہیں یہ کہکر وہاں سے چلے گئے اور دولہا دلہن نے آرام کیا صبح زفاف حضرت پھر تشریف لائے اور ایک کاسہ شیر اپنے ساتھ لواتے لائے پس حضرت فاطمہ کو دیا اور فرمایا اشربی فداک ابوک پی میری پیاری کہ تیرا باپ تجھ پر فدا ہو پھر امیر المومنینؑ کو دیا اور فرمایا اشرب فداک ابن عمک پی لے تیرے چچا کا بیٹا تجھ پر نثار ہو۔ اور ایک روایت میں حضرت امیر المومنینؑ سے منقول ہے کہ اسکے بعد آپ تین روز تک ہمارے پاس تشریف نہ لائے چوتھی صبح کو آئے تو اسماء بنت عمیس خثعمیہ کو در حجرہ پر پایا فرمایا تو یہاں کیسلئے کھڑی ہے حالانکہ حجرے میں مرد بیگانہ ہے اس نے کہا قربان جاؤں لڑکی جب اوّل بار اپنی شوہر کے پاس جاتی ہے تو اسکو ایک خادمہ درکار ہوتی ہے کہ خدمت کرے اور کفیل کار ہو میں فاطمہؑ کی حاجت روائی کو لئے یہاں حاضر ہوں فرمایا اے اسماء حق تعالیٰ تیری دنیا و آخرت کی حاجتیں برلاوے نقل ہے کہ یہ نیک بی بی تیرہ رات برواتیے سات رات جناب سیّدہ کے پاس حاضر رہی اور خاص خاص خدمتیں آپ کی اس سے متعلق تھیں کہتی ہیں بوقت وفات خدیجہ کبرٰی مادر فاطمہ اسماء نے اس خدمت کا ذمہ اُٹھایا تھا۔ خدیجہ کو بوقت نزع اپنی لخت جگر کی طرف سے فکر لاحق تھا کہ زفاف کے موقع پر کون اس بن ماں کی بچی کا خبرگیراں ہوگا اسماء اُن کے سرہانے حاضر تھیں کہا بی بی اگر میں اسوقت تک زندہ رہی تو وعدہ کرتی ہوں کہ اس خدمت کو اپنی سعادت جانکر اسمیں کوتاہی نہ کرونگی پس اس وقت اُنہوں نے وعدہ وفائی فرمائی۔ اسماء بنت عمیس بڑی خوش اعتقاد عورت تھی۔ اہل بیت کی محبت پر ہمیشہ ثابت قدم رہی ابتدا میں انکا نکاح جعفر طیار سے ہوا تھا آخر میں خود مولائے مومنین کی زوجیت کا شرف حاصل کیا درمیان میں جیسے چاند کو گہن لگتا ہے یا سورج بدلی میں آجاتا ہے کچھ عرصہ تک وہ خلیفہ اوّل کے نکاح میں مبتلا رہی اور صحبت ناجنس کے عذاب کو صبر و شکیبائی سے برداشت کرتی تھیں مگر جو خصوصیت کہ اہل بیت علیہم السلام کے ساتھ تھی اسمیں سر مو فرق نہیں آنے دیا انہیں دنوں میں انہوں نے فدک کے مقدمے میں ابوبکر کے برخلاف جناب سیّدہ کی گواہی دی تھی۔ اور اس معصومہ کی وفات میں جن کی نماز جنازے تک حضرت شیخ صاحب کو نصیب نہیں ہوئی وہ اوّل سے آخر تک شریک کار و بار رہیں چنانچہ ان امور کا ذکر آگے موقعہ بموقعہ آئیگا القصہ حضرت امیرؑ فرماتے ہیں کہ اس صبح کو سردی زیادہ تھی میں اور فاطمہ ایک چادر میں لیٹے تھے جب ہمنے

اسماء بنت عمیس

حضرت کی گفتگو ہمارے ساتھ سُنی تو چاہا کہ اُٹھ کر علٰحدہ ہو جائیں حضرت نے اپنے حق کی قسم دی کہ اپنی جگہ سے نہ ہلنا ناچار ہم اسیطرح لیٹے رہے تا اینکہ حضرت آکر ہمارے سرہانے بیٹھ گئے اور اپنے دونو پاؤں ہمارے بیچمیں لپار دئے دہنا پاؤں مینے اپنی چھاتی سے اور بایاں فاطمہ نے اپنی چھاتی سے لگالیا کہ خنکی اور بہی دور ہو حضرت صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حلال کام میں غیرت نہیں چاہئے جبکہ رسولخدا نے علیؑ وفاطمہؑ کو شب زفاف فرمایا کہ کوئی کام نہ کرنا تا وقتیکہ میں تمہارے پاس نہ آؤں اور جب صبح کو انکے پاس تشریف لائے تو پائے مبارک انکے درمیان دراز کئے اور وہ بچھونے پر لیٹے ہوئے تھے بالجملہ حضرت فرماتے ہیں کہ جب پاؤں گرم ہوگئے تو رسول اللہ نے فرمایا یا علیؑ ایک کوزہ پانی کا لے آؤ میں اُٹھا اور پانی حاضر کیا آپنے تین مرتبہ لعاب دہن اسمیں ڈالا اور آیات قرآنی اسپر دم کئے پھر فرمایا یا علیؑ اسکو پی لے مگر تھوڑا سا چھوڑ دینا مینے پیا حضرت نے باقی پانی کو میرے سر و سینہ پر چھڑکا اور فرمایا اَذْهَبَ اللّٰهُ عَنْكَ الرِّجْسَ وَطَهَّرَكَ تَطْهِيرًا یعنی خدا ہر رجس و بدی کو تجھ سے دور کرے اے ابو الحسن اور گناہوں اور عیبوں سے پاک کرے پھر فرمایا اور پانی لا مینے لاکر حاضر کیا حضرت نے پھر وہی عمل کیا اور فاطمہ کو بلایا اور بقیہ کو انکے سر و سینہ پر چھڑکا اور وہی دُعا ان کے لئے کی پھر مجھکو فرمایا ذرا باہر جاؤ میں باہر چلا گیا تو تنہائی میں فاطمہ سے پوچھا کہو بی بی تمہارا شوہر کیسا ہے عرض کی یا رسُول اللہ جس رات علیؑ میرے پاس آئے مینے سُنا کہ زمین انکے ساتھ باتیں کرتی ہی خوف و ہراس اس سے مجھ پر طاری ہوا پیغمبر خدا نے یہ سُنا تو سجدۂ شکر میں جُھک گئے سر اُٹھایا تو کہا بشارت ہو تجھکو اے فاطمہ کہ حق تعالی نے تیرے شوہر کو تمام خلائق پر ترجیح دی تیری نسل پاک و طیب ہو گی زمین جو اسکی ساتھ باتیں کرتی ہے اسکا سبب یہ ہے کہ حق تعالی نے اسکو مامور کیا ہے کہ جو کچھ اسپر واقع ہو اس سے علی علیہ السلام کو خبر دے بروایت دیگر فاطمہؑ نے عرض کی میرا شوہر ہر طرح سے بہتر و افضل ہے الا یہ کہ زنان قریش کہتی ہیں کہ پیغمبر نے اپنی بیٹی ایک مفلس فقیر کو دیدی ہے رسولخدا نے فرمایا اے بیٹی میری تیرا باپ فقیر نہیں تیرا شوہر فقیر ہے تحقیق کہ تمام خزانے روئے زمین کے میرے سامنے پیش ہوتے مینے صرف خدائے جل و علا اختیار کیا اور دنیا نہ چاہی اے فاطمہ اگر تو وہ جانے جو کچھ کہ میں جانتا ہوں تو تیری نظر میں دُنیا کی کچھ حقیقت نہ رہے آگاہ رہ کہ علیؑ تیرا شوہر اسلام میں سب سے سابق ہے اور علم و بردباری میں تمام سے فائق جناب احدیت نے تمام عالم سے دو مرد و نکو چُنا اور چھانٹا ایک تیرا باپ ہے دوسرا تیرا شوہر ہے تیرا شوہر بس اچھا شوہر ہے اسکی اطاعت کر اور کسی بات میں اس کی مخالفت روا نہ رکھ بعد ازان امیر المومنینؑ کو آواز دی کہ یا علیؑ اپنے گھر میں آؤ اور اپنی زوجہ کے ساتھ نرمی اور مدارا کرو بتحقیق کہ فاطمہ میری پارۂ تن ہے اس کی ایذا سے مجھکو ایذا ہوتی ہے اور اس کی خوشی بعینہ میری خوشی ہے تم دونو کو خدا کے سپرد کرتا ہوں وہی میرا خلیفہ ہے تم پر یہہ کہکر باہر تشریف لے گئے علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ بخدا سوگند جبتک فاطمہ زندہ رہیں مینے کبھی انکو آزردہ نہیں کیا کوئی امر مجھ سے ایسا نہیں واقع ہوا جو انکی ناخوشی کا موجب ہوا اسی طرح فاطمہؑ نے بھی مجھ کو کسی بات میں آزردہ نہیں کیا۔ اور کبھی میری نافرمانی اُنسے نہیں ہوئی بلکہ انکو دیکھ کر خوش ہوتا تھا اور غم و الم میرے دل سے دور ہوتا تھا

حضرت صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ حقتعالی نے رسول اللہ کی طرف وحی کی کہ فاطمہ کو کہدو کہ علیؑ کی نافرمانی نہ کرے اگر وہ غضبناک ہوگا تو میں غضبناک ہونگا نیز آنحضرت سے روایت ہے کہ حقتعالی نے امیر المومنینؑ پر اور عورتیں حرام کی تھیں جبتک کہ فاطمہ زندہ رہیں یہہ اس لئے کہ وہ حضرت طاہرہ تھیں حیض انکو نہ آتا تھا۔ مجلسی علیہ الرحمہ نے بعض محققین علما سے نقل کیا ہے کہ خدا تعالی نے سورۂ هَلْ اَتٰى میں انواع و اقسام نعمات بہشت کا ذکر کیا ہے مگر حوروں کا ذکر نہیں فرمایا شاید چونکہ یہہ سورہ اہل بیت کی شان میں آیا ہے حقتعالی نے فاطمہ کی رعایت سے حوروں کا ذکر نہیں فرمایا

کیفیت معاشرت امیر المومنین و سیدۃ النساء العالمین

روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ حضرت رسولخدا نے مقرر کیا کہ اندر کے کاروبار مثل کھانا پکانے جھاڑو دینے آٹا پیسنے کے فاطمہ زہرا کریں اور باہر کے کام پانی لانے بازار سے سودا خرید کر لانے کے علی مرتضیٰ یا آپکی مادر گرامی فاطمہ بنت اسد بجا لائیں اور نیز روضۃ الاحباب میں ہے کہ علی علیہ السلام نے فرمایا کہ فاطمہ دختر رسولخدا کو گھر کے کاروبار یعنے آگ کے آگے بیٹھنے آٹا پیسنے جھاڑو دینے سے زحمت زیادہ پہنچی اور رنگ آپکے چہرہ کا متغیر ہو گیا۔ ایک روز مینے انسے کہا کہ کچھ بردے تمہارے باپ کے پاس بندی میں آئے ہیں اگر آنحضرت سے اپنا حال جا کر کہو تو ممکن ہے کہ ایک خادم تمکو عطا کریں اور اس زحمت سے نجات ہو فاطمہ پیغمبر خدا کے گھر گئیں مگر حضرت اسوقت گھر میں تشریف نہ رکھتے تھے عائشہ تھی اُس سے حال بیان کیا اور واپس چلی آئیں حضرت رسولخدا شام کو دولت سرا میں تشریف لائے تو عائشہ نے فاطمہ کا طلب خادم کے لئے حاضر ہونا بیان کیا۔ آپ اُسیوقت خانۂ علیؑ و زہرا کیطرف متوجہ ہوتے دونو بزرگوار جامۂ شب خوابی پہنکر اسوقت لیٹ رہے تھے حضرت کو آتے دیکھکر اُٹھنا چاہا آپنے امر کیا کہ اپنے مقام سے حرکت نہ کرو اور خود تشریف لاکر انکے سرہانے بیٹھ گئے اور پائے مبارک کو انکے درمیان داخل کیا علی علیہ السلام کہتے ہیں کہ اثر پائے مبارک اور راحت و خوشی اُنکی ہمارے سینوں کو معلوم ہوئی پس فرمایا اے فاطمہ تم ہمارے گھر طلب خادم کے لئے گئی تھیں علی مرتضیٰ نے کہا یا رسول اللہ مینے انکو بھیجا تھا کیونکہ کارخانگی سے فاطمہ کو بہت تکلیف ہوتی ہے حضرت نے فرمایا میں تمکو ایسی بات تعلیم کرتا ہوں کہ خادم سے بہت بہتر ہے۔ جب سونے لگو تو چونتیس [34] مرتبہ اللّٰہ اکبر تینتیس [33] مرتبہ الحمد للہ تینتیس [33] مرتبہ سُبحان اللہ کہہ لیا کرو کہ یہہ تسبیح تمہارے لئے خادم سے کہیں بہتر ہے۔ علی مرتضےٰ کہتے ہیں کہ مینے اسیوقت سے یہ تسبیح پڑھنی شروع کر دی پھر کبھی اس ورد کو نہیں چھوڑا۔ لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ یا حضرت کیا آپنے شب صفین یعنے لیلۃ الہریر کو بھی اسکو ترک نہیں کیا فرمایا کہ ہاں اس رات کو بھی نہیں چھوڑا بروایتے ارشاد کیا کہ اوّل شب کو بھول گیا تھا آخر میں تدارک کیا مؤلف کہتا ہے کہ یہہ روایت روضۃ الاحباب کی مطابق و موافق ہے روایت تسبیح فاطمہ کی کہ بعد ہر نماز کے اسکا پڑھنا کتب شیعہ میں وارد ہے اور اسکے موافق عملدرآمد ہوتا ہے مگر بحار الانوار میں جو روایت اس مقام پر وارد کی ہے اسمیں یہ تسبیح اس ترتیب سے ذکر نہیں ہوئی اسمیں پہلے تینتیس [33] مرتبہ الحمد للہ پھر تینتیس مرتبہ سُبحان اللہ پھر چونتیس [34] مرتبہ اللہ اکبر ذکر ہوا ہے ہو سکتا ہے کہ راوی کو سہو ہوا ہو اور اس نے اس ترتیب کو اُلٹ کر یعنی چونتیس مرتبہ اللہ اکبر بجائے اوّل کے آخر میں ذکر کر دیا ہو اور ممکن ہے کہ سوتے وقت اس طرح پر ہو اور نماز کے بعد موافق روایت روضۃ الاحباب

تسبیح فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا

کے ہو بہر حال بحار الانوار میں اس کے بعد اس قدر اور عبارت ہے کہ حضرت نے فرمایا اے فاطمہ یہہ تسبیح سو کلمہ ہیں زبان سے اور ثواب اسکا
ہزار ہے میزان میں اے فاطمہؑ اگر اس تسبیح کو ہر روز صبح کیوقت پڑھو گی تو حق تعالیٰ کفایت کریگا تمہاری دنیا و آخرت کی حاجتونکو
لکھا ہے کہ ہر چند اُسوقت نظر بمصالح اسلام و مسلمانان حضرت نے درخواست اپنی نورِ دیدہ کی منظور نہیں کی الّا العد میں ایک لونڈی
آپکو عنایت کی جسکا نام فضّہ رکھا گیا۔ اُسوقت سے معمول یہ تھا کہ ایک روز گھر کا کام جناب سیدہ کرتی تھیں ایک روز فضّہ سے
کراتی تھیں۔ سلمان فارسیؓ کہتے ہین کہ مین جو ایک روز فاطمہ کے گھر گیا دیکھا کہ وہ جناب چکّی پیس رہی ہین اور دست مبارک زخمی ہو کر خون
اس سے بہہ رہا ہے تا اینکہ دستہ چکّی کا لہو لہان ہو گیا ہے امام حسین مارے بھوک کے ایک طرف پڑے رو رہے ہیں لیکن فضّہ
لونڈی آپ کی آرام سے بیٹھی ہے مینے عرض کی اے دختر رسول کس لئے آپ لونڈی سے خدمت نہیں لیتی فرمایا میرے باپ نے
مجھکو نصیحت کی ہے کہ ایک روز میں کام کروں ایک روز فضّہ کرے **مثنوی** یوں ہوا ارشاد اے یار رسول ✤ حکم پر بابا کے
چلتی ہے بتول ✤ بسکہ صاحب عدل ہے میرا پدر ✤ ہے یہہ حکم حضرت خیر البشر ✤ ایک دن فضّہ کرے سب کاروبار ✤ دوسرے
دن بنت شاہ نامدار ✤ ایکدن لونڈی اگر ایذا اُٹھائے ✤ دوسرے دن چاہئے آرام پائے ✤ جسکی ہے مخلوق یہہ اے
باتمیز ✤ ہے اُسی آقا کی زہرا بھی کنیز ✤ یہہ نہیں انصاف اے عالی مقام ✤ ایک لونڈی دوسرے سے لیوے کام ✤ چیف
بی بی نیکے بیٹی فاطمہ ✤ رات دن ایذا اُٹھائے خادمہ ✤ **بالجملہ** حضرت خاتونِ جنّت باوجود لونڈی کے بھی جیسا کہ برگزیدگان
خدا کا معمول ہے سب کاروبار خانگی اپنے ہاتھوں کرتیں اور دیگر عورات کی طرح اسکو مطلق عیب و عار نہ جانتی تھیں جو وقت گھر کے
کام دھندے سے بچتا وہ طاعت خدا مین محراب عبادت میں بسر فرماتیں۔ لکھا ہے کہ ایکروز حضرت رسولخدا علی علیہ السّلام کے
گھر مین گئے تو دیکھا دونو میاں بیوی بیٹھے اناج پیس رہے ہیں فرمایا تم دونو میں کون زیادہ تھکا ہوا ہے حضرت امیرؑ نے کہا یا رسول
اللہ فاطمہ بہت تھک گئی ہین پس حضرت نے جناب سیدہؑ سے کہا کہ تم اُٹھو وہ اُٹھیں تو فخر کائنات اُنکے مقام پر بیٹھ گئے اور
امیر المومنینؑ کے ساتھ چکّی چلانیمیں مصروف ہوتے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا کہ جناب سیدہؑ چکّی پیستے پیستے سو جاتین فرشتے
آتے اور چکّی چلاتے۔ اکثر ایسا واقع ہوتا کہ جناب معصومہ چکّی پیسنے مین لگی ہوئی ہین اور ملائکہ حسنین علیہما السّلام کا گہوارہ ہلا رہی
اور انکو بہلا رہے ہیں شاعر کہتا ہے ؎ ہمیشہ اسکے صاحبزادونکا گہوارہ جنبان تھا ✤ عجب ؤ حسب یاد تھا روح الامین کو
بھی خوشامد کا ✤ مناقب خوارزمی میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ مجھکو رسول اللہ نے علیؑ کے بلانیکو
بھیجا۔ میں آنحضرت کے گھر پر گیا تو دیکھا کہ علی موجود نہیں الّا چکّی آٹا پیسنے کی خود بخود چل رہی ہے اور آٹا اُس سے گر رہا ہے۔
حیرت ہوئی اور حضرت کی خدمت میں واپس آکر یہہ ماجرا بیان کیا آپ نے فرمایا اے سلمانؓ اس سے تعجب نکر تحقیق کہ حق تعالیٰ
کیطرف سے چند فرشتے اہل بیت کیخدمت کے لئے مقرر ہین کہ کاروبار خانگی مین انکی امداد کرتے ہین وُہی اس چکّی کو بھی پھراتے
ہین۔ نقل ہے کہ ایکمرتبہ حضرت رسالت پناہ خانہ ملائک آشیانہ امیر المومنینؑ مین داخل ہوئے تو دیکھا کہ فاطمہ چولھا جھونک رہی ہیں

اور امیر المومنینؑ عدس صاف کر رہے ہین فرمایا اے ابو الحسن جو کچھ مین کہتا ہوں سنو کیونکہ جو کچھ کہونگا حق تعالیٰ کی طرف سے
اور اس جلّ شانہ کے حکم سے کہونگا۔ کوئی شخص کاروبار خانگی میں اپنی زوجہ کو مدد نہین دیتا الّا یہ کہ بقدر ہر ایک بال کے کہ اس کے
بدن پر ہے ایک سال کی عبادت کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے جسمین دنکو روزہ رکھا ہو اور رات کو نماز مین
کھڑا رہا ہو۔ اور اور بہت سے ثواب بیان فرمائے۔ بیشتر ایسا ہوتا تھا کہ کاشانہ عرش آستانے میں تین تین روز کھانا
نہیں پکتا تھا۔ اور وہ حضرات واسطے رضائے حق سبحانہ تعالیٰ کے صبر کرتے تھے۔ گھر میں ایک کھال کے سوا فرش نہ تھا۔ کہ
دنکو اسپر اونٹ دانہ کھاتا تھا۔ رات کو دونو بزرگوار اس کا بستر کرتے تھے ؎ اور اوڑھنے کو خانۂ بنت رسول میں ✤ بس
ایک ہی ردا تھی علیؑ و بتول میں ✤ ایکدن سلمان فارسیؓ نے دیکھا کہ چادر جسے جناب سیدہ اوڑھتی ہیں اسمین بارہ پیوند
لیف خرما کے لگے ہین کہا افسوس ہے قیصر و کسریٰ سندس و حریر پہنین اور دختر رسول اللہ کا یہہ لباس ہو حضرت رسولخدا نے
یہ سنکر فرمایا اے سلمانؓ میری بیٹی گروہ سابقین سے ہے کہ سبقت کریگی طرف نعمات جنت کے سب سے پہلے جناب فاطمہؑ
نے عرض کی یا رسول اللہ سلمان میری چادر کو دیکھکر تعجب کرتا ہے حالانکہ قسم ہے اُس خدائے برتر کی جس نے آپکو نبی برحق
کیا ہے کہ پانچ سال سے میرے اور علیؑ کے پاس سوائے ایک کھال کے کپڑا نہیں دنکو اونٹ اسپر دانہ کھاتا ہے رات کیوقت
ہم اسکو اپنا فرش خواب بناتے ہین اور ہمارا تکیہ چمڑے کا ہے کہ اس کے اندر خُرمے کی چھال بھری ہوئی ہے روایت ہے کہ کسی
شقی نے اشقیا سے حضرت فاطمہ سے کہدیا کہ تمہارے شوہر علی ابن ابی طالب ابو جہل کی بیٹی کے ساتھ عقد کیا چاہتے ہین جناب
سیدہ نے قسم دیکر پوچھا کہ یہہ صحیح ہے اس مردود نے قسمیں کھالین کہ اسمین سرِ مو فرق نہین حضرت صادقؑ فرماتے ہین کہ
غیرت عظیم اس سبب سے فاطمہ پر طاری ہوئی اور غم و غصّہ نے دل پر ہجوم کیا دن فکر و تردد مین کٹا رات ہوئی تو حسنینؑ و اُمِّ
کلثوم کو لیکر حضرت رسولخدا کی خدمت میں حاضر ہوئیں امیر المومنینؑ دولت سرا مین تشریف لائے تو جناب سیدہؑ کو نہ پایا
حیرت اور تعجب مین رہے اور سبب اسکا آپ کو معلوم نہ تھا اور حیا دامنگیر ہوئی کہ باپ کے گھر سے انکو بلوائیں بنا برین محزون
و ملول مسجد مین جاکر نماز پڑھنے لگے بہت دیر تک نماز پڑھی آخر خاک مسجد جمع کرکے اسپر تکیہ لگا کر لیٹ رہے حضرت رسولخدا
نے فاطمہ کو غمگین دیکھا تو غسل کیا اور لباس پہنکر مسجد مین جاکر نماز پڑھنے لگے ہر دو رکعت کے بعد دعا مانگتے تھے کہ الٰہی غم و
الم کو فاطمہ کے دور کر کیونکہ آپکو آہ و زاری کرتے اور کروٹین بدلتے چھوڑ گئے تھے الغرض جب آنحضرت نے دیکھا کہ کسی طرح فاطمہ کو
آرام و قرار نہین آتا تو سب کو اپنے ساتھ مسجد مین جہان امیر المومنینؑ فرش خاک پر لیٹے تھے لوالائے اور کہا اُٹھو اے ابو تراب
تم نے آج بہت سے سوتوں کو جگایا ہے جاؤ ذرا ابو بکر و عمر کو بلا لاؤ شیخین حاضر حضرت ہوتے تو انکو سُنا کر امیر المومنینؑ سے
کہا یا علی تجھکو معلوم ہے کہ فاطمہ میری پارہ تن ہے جس نے اُسکو ایذا دی اس نے مجھکو ایذا دی اور جس نے میرے بعد اسکو
ایذا دی اور ستایا ایسا ہے گویا میری زندگی مین ستایا اور جس نے میری زندگی میں ستایا گویا میرے بعد ستایا امیر المومنینؑ نے عرض

کی یا رسول اللہ یہہ درست ہے لیکن قسم ہے اس خدائے برتر کی جس نے آپ کو پیغمبری پر بھیجا کہ مجھکو اس امر کی جو فاطمہ
نے سُنا خبر تک بھی نہیں میرے دلمین کبھی اس کا خیال بھی نہین آیا۔ حضرت نے فرمایا تو راست کہتا ہے پس حضرت فاطمہؑ
شاد ہوگیئن اور مسکرانے لگین بحدیکہ دندان مبارک نمایان ہوئے۔ اسوقت ایک شیخ نے دوسرے سے کہا کہ اس شخص نے
ناحق ہمکو اسوقت بلایا۔ ہمکو ان باتون سے کیا علاقہ تھا۔ پس حضرت رسولخدا نے علیؑ کا ہاتھ پکڑا اور امام حسن کو گود میں لیا
اور جناب امیر نے امام حسینؑ کو اُٹھایا اور جناب فاطمہؑ نے اُمّ کلثوم کو لیا اور سب کے سب حجرہ امیر المومنینؑ میں آئے حضرت نے
سب کو لٹا کر ایک چادر اُن پر ڈھانپ دی اور سیر د بخدا کر کے واپس مسجد میں تشریف لائے اور باقی رات کو عبادت پروردگار
میں بسر کیا **مولف کہتا ہے** ۔ کہ روایت خطبہ دختر ابو جہل دراصل روایات اہل سُنّت سے ہے اہل حق کے نزدیک
بعید ہے کہ حضرت امیر و فاطمہ زہرا میں کوئی ایسا نزاع و جھگڑا واقع ہو کہ اس کے تصفیہ کے لئے جناب رسالتمآب کو حکم
ہونا پڑے۔ اسلئے کہ وہ دونو معصوم تھے اور رتبہ معصوم بلند ہے اس سے کہ ایسی صورتین انکو پیش آئیں اسی لئے شیخ
صدوق علیہ الرحمہ نے ایسے روایات کو معتبر نہیں جانا چنانچہ بہتیر بضمن بیان کُنیات امیر المومنینؑ الخ اقول نقل ہوا پس
جو روایت اس قسم کی بطریق شیعہ نقل ہوتی ہے تقیہ پر محمول ہوسکتی ہے یعنی ممکن ہے کہ بحالت تقیہ ائمہ علیہم السّلام نے
ایسا فرمایا ہو یا کوئی اور ایسی ہی مصلحت ہو جسکو ہماری عقول ادراک نہ کر سکین بہر کیف روایت مذکورہ بالا میں شیخین کے
اسوقت طلب کرنے سے مقصود انکو تنبیہ کرنا تھا اور یہ مقصود گو اسوقت تو انکی سمجھ مین نہ آیا۔ الّا ثانی الحال جبکہ بعد رحلت
رسول اللہ انہون نے دیدہ و دانستہ جناب سیّدہ کو فدک و غیرہ کے مقدمے میں ایذائیں پہنچائیں تو اسوقت تو ضرور جان گئے
ہونگے کہ یہہ ہمکو سنایا جاتا تھا مگر یہاں ان باتونکی پرواہی کسے تھی لاجرم جہانتک ان سے ہوسکا آنحضرت کے آزار مین
کوتاہی نہین کی چنانچہ شمہ اسکا آگے ذکر ہوگا اور ممکن ہے کہ یہہ خبر اسی طرف سے جناب سیّدہ کو دی یا دلائی گئی ہو پس
اس صورت میں آنحضرت کے طلب کرنیکی مصلحت ظاہر ہے کہ انہین کے سامنے اسکی تکذیب بھی ہو جائے **قصّہ متکلمہ**
بقرآن مناسبات مقام سے ہے قصّہ جناب فضّہ کنیز فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا کا۔ اس مقدس عورت نے آخر
عمر مین سوائے قرآن کے کلام کرنا بالکل موقوف کر دیا تھا۔ جو بات کرتی تھیں۔ بذریعہ آیات قرآنی کہتی تھین بحار الانوار مین
کتاب ابو القاسم قشیری سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص ایک مرتبہ راہ حج مین قافلہ سے جدا ہو کر صحرا مین رہ گیا۔ وہان
ایک عورت اسکو ملی پوچھا تو کون ہے اُس نے بجائے اس کے کہ اپنا حال بیان کرے اس آیہ شریفہ کی تلاوت کی وَ
قُلْ سَلَامٌ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ یعنی کہہ سلام بعد ازان تم جان جاؤ گے۔ پس اس شخص نے سلام کیا اور پوچھا اے نیک بی بی
تم اس صحرا میں کیا کرتی ہو کہا مَنْ یَّھْدِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ یعنے جسکو خدا ہدایت کرتا ہے کوئی اسکو گمراہ نہین کر سکتا وہ
شخص پا گیا کہ راہ گم کردہ ہے کہنے لگا آیا تم آدمی ہو یا قوم جنات سے ہو تو نیکبخت عورت بولی یَا بَنِیْ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ

پوچھا کہاں سے آئی ہو کہا یُنَادَوْنَ مِنْ مَّکَانٍۭ بَعِیْدٍ کہا کہاں کا ارادہ ہے فرمایا وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ یعنی واسطے اللہ
کے ہے لوگون پر حج خانہ کعبہ کا معلوم کیا کہ ارادہ حج کا ہے پوچھا قافلہ سے کب جدا ہوئی۔ فرمایا لَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ
فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ معلوم ہوا کہ چھ روز سے علٰحدہ ہیں عرض کی طعام حاضر ہے اگر رغبت ہو تو کھاؤ کہا وَمَا جَعَلْنٰھُمْ جَسَدًا لَّا یَاْکُلُوْنَ
الطَّعَامَ یعنے حق تعالیٰ فرماتا ہے ہمنے انکو ایسا جسم نہیں بنایا کہ کھانا نہ کھائیں جانا کہ کھانا کھانا چاہتے ہیں پس کھانا کھلایا اور اپنی
ہمراہ لیا کہا کہ جلد جلد چلو زن صالحہ نے کہا لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا یعنے شتر کے ساتھ چلنا میری طاقت سے باہر ہی
مرد نے کہا تو میرے ساتھ سوار ہو جاؤ کہا لَوْ کَانَ فِیْھِمَآ اٰلِھَۃٌ اِلَّا اللّٰہُ لَفَسَدَتَا یعنے اگر ہاین آسمان و زمین سوائے خدا کے اور معبود
ہوتے تو انکے انتظام میں خلل آتا اور فساد پڑجاتا۔ مرد نے جانا کہ زن و مرد کا ایک جگہہ جمع ہونا موجب فساد جانتی اور اس سے کراہت
کرتی ہین پس خود پیادہ ہو کر شتر سواری اس معظمہ کے آگے کیا کہ سوار ہو جیے وہ سوار ہوئی اور کہا سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا پاک ہی
وہ خدا جسنے اس جانور کو ہمارا مطیع و مُسخّر کیا۔ راوی کہتا ہے کہ جب ہم قافلہ میں پہنچے تو مینے کہا کوئی رشتہ دار تمہارا اس قافلہ میں
ہے کہا یَا دَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَۃً فِی الْاَرْضِ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۔ یٰیَحْیٰی خُذِ الْکِتٰبَ ۔ یٰمُوْسٰٓی اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰہُ مینے ان چار ونامون
سے آواز دی دیکھا مینے کہ چار جوان اس آواز کو سُنکر قافلہ سے نکلے اور ہماری طرف متوجہ ہوئے مینے اُس بی بی سے پوچھا
کہ یہہ تم سے کیا رشتہ رکھتے ہیں بولیں اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَۃُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا کہ مال اور بیٹے زینت ہیں زندگی دنیا کے لئے مینے جانا کہ انکی
بیٹے ہین جب وہ جوان نزدیک آئے تو انسے خطاب کرکے کہا قَالَتْ یٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْہُ اِنَّ خَیْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِیُّ الْاَمِیْنُ
یعنے وہ آیتہ تلاوت کی جسمیں دختر شعیب نبی کا موسیٰ علیہ السّلام کو اجیر کرانا اور اپنے باپ سے انکی سفارش کا ذکر ہے حقتعالیٰ فرماتا
ہے کہ کہا اس نے اے باپ میرے اجیر کر اسکو تحقیق کہ یہہ بہتر ہے ان لوگو نکا کہ اجیر مقرر کرے تو انکو یہہ قوی و امانتدار ہے
وہ شخص کہتا ہے کہ یہ سُنکر اُن جوانوں نے مجھکو بطور اُجرت کچھ مال دیا۔ زن صالحہ نے کہا وَاللّٰہُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ یعنے اللہ مضاعف
و دونا کرتا ہے جس کے لئے کہ چاہے اسپر انہوں نے کسی قدر اور مجھکو دیا مینے ان سے حال اس زن پاک سیرت کا پوچھا تو انہوں نے
کہا کہ یہ ہماری ماں فضّہ کنیز فاطمہ زہرا ہیں بیس برس ہوئے ہین کہ سوائے قرآن کے کلام نہین کیا **حقیر مؤلف** کہتا ہے کہ
حضرت فضّہ خادمہ اہل بیت بلکہ خمسہ آل عبا تھیں انہوں نے انفاس متبرکہ حضرات پنجتن سے اکتساب فیوض کیا تھا جو تقوی و
طہارت و علم و فضیلت انسے ظاہر ہو جائے تعجب نہین حُسینیہ ایک کنیز آزاد کردہ حضرت امام جعفر صادقؑ نے جس طرح پر
ہارون رشید کے دربار مین ہزارہا علماء و فضلا کے مجمع پر غلبہ پایا اور قاضی یحیی بن اکثم وغیرہ کو بند اور لاجواب فرمایا معروف
و مشہور ہے اور یہہ قصّہ زبان عربی فارسی و اُردو میں مُدوّن و مسطور نیز جامع اوراق نے ایک کتاب میں دیکھا ہے کہ حضرت
ابو حنیفہ کوفی امام اعظم اہلسنّت ایک بار منیٰ میں حج کے موقع پر (حلق) سر منڈوانے کے لئے حجام کے تلاش میں تھے انکو ایک
شخص حجام کے لباس میں ملا اس سے اصلاح بنوانے لگے تو اس نے کہا کہ رو بقبلہ ہو اور شق راست میری جانب کرو اور

بسم اللہ کہو امام صاحب نے متعجب ہوکر پوچھا اے شخص تو کون ہے کہ تو نے صرف اصلاح سر میں تین مسئلے مجھکو تعلیم کئے کہ آگے
معلوم نہ تھے - کہا میں غلام آزاد کردہ امام جعفر صادق علیہ السلام ہوں پس جبقدر علم و فضیلت ان لوگوں سے ظاہر ہو جائے
تعجب نہیں ہاں مادہ قابل چاہئے کہ کسب فیضاں کر سکے نہیں تو کچھ فائدہ نہو گا - حضرت انس بن مالک خادم خاص حاجب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ تھے مگر عقیدہ درست نہ تھا اہل بیت اطہار کی طرف سے سینہ صاف نہ رکھتے تھے - خود باب
مدینہ علم نبیؐ امیر المومنین علیؑ کے لئے پیغمبر کے گھر کا دروازہ کھولنا گوارا نہ تھا - شہادت حدیث غدیر کو بزمان خلافت جناب امیرؑ
نسیان کے حیلہ سے ٹال گئے انجام یہہ ہوا کہ انحضرتؐ کی دعائے بد سے مبروص ہوکر مرے - سچ کہا ہے ؎ گوہر پاک بباید کہ شود
قابل فیض - ورنہ ہر سنگ و گلے لؤلؤ و مرجان نشود ؎ ایُّہا النّاظرین حال عروسی جناب سیدہ و دامادی سید و سردار
اولیا مولانا علی مرتضیٰ یہان پر ختم ہوا اب آگے راہ خدا میں آنحضرتؐ کے سر فروشی و جان فشانی کے واقعات ہین - یعنے بزم شادی کا
بیان یہان تمام ہوا اب رزم کی داستانیں شروع ہیں - جس دھوم دھام سے آپکا بیاہ رچایا گیا کہ حقتعالی بالائے آسمان اس کا
میر سامان تھا رضوان خازن بہشت نے ممبر بچھایا راحیل نے خطبہ پڑھا - جبرئیل نکاح خوان تھے ملائکہ کرام گواہ بنے طوبی نے زیورات
نثار کئے حوران بہشت نے اس نچھاور کو چنا - پھر حضرت رسالت نے زمین پر اسے دُہرایا دنیا مین اعلان فرمایا - اسی زور و شور کے
آپکے جنگ و جہاد کے معرکے ہین جنھون نے بڑے بڑے شجاعوں کے نام صفحۂ دہر سے مٹا دیئے کفر و شرک کی کمر توڑی حق پرستی
و خدا شناسی شائع ہوئی فرشتوں کی تحسین و آفرین کی آواز مابین زمین و آسمان بلند ہوئی حضرت حق سبحانہ نے تلوار ذوالفقار
بصلۂ مردانگی بھیجی - حق یہہ ہے کہ تائید الہی و توجہ رسالت پناہی ہر حال مین شامل حال امیر المومنینؑ تھی اور وہ حضرت ان باتوں مین
آپ ہی اپنی نظیر تھے **واضح** رہے کہ جہاد امیر المومنینؑ کفار معاندین کے ساتھ اور جد و جہد انحضرتؐ کے تمہید قواعد ملت و ترویج
شعائر اسلام و اعلاء کلمۂ حق مین اور لڑائیاں آپکی اشرار یہود و احزاب مشرکین دشمنان دین سے مشہور و معروف ہین تمام موافق
و مخالف اس سے واقف اور ہر دوست و دشمن اسکا معترف ہے ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ لیکن جہاد راہ خدا پس دوست و دشمن اسکو
جانتا ہے کہ وہ جناب سید مجاہدین مین بلکہ جہاد مخصوص ذات بابرکات انکے ہے دوسرا اسمین شریک و سہیم نہین - جو آثار کہ
جنگ بدر و احد و خندق وغیرہ میں شمشیر صاعقہ بار حیدر کرار سے ظاہر ہوئے کتب تاریخ واقدی - و بلادری - وغیرہ انسے مملو و
مشحون ہین اور اسمین طول فضول ہے کیونکہ مجاہدات علیؑ معلومات ضروریہ سے ہیں جیسا کہ وجود مکہ و بغداد معلومات ضروریہ سے ہے
فی الواقع اسلام و مسلمانی کی بنیاد قوت بازوئے حیدری سے قائم ہوئی اور اسکی جڑون نے زور دست ید اللہی سے مضبوطی
پائی - جو تیغ زنی و سر افشانی کہ حمایت اسلام و بانی اسلام مین حضرت اسد اللہ الغالب نے فرمائی اس کی رو سے کہہ سکتے ہیں
کہ اگر ذوالفقار علیؑ نہوتی تو اسلام کبھی یہ فروغ نپاتا بلکہ پردۂ عدم سے عالم ظہور میں بھی نہ آتا تلوار حیدر کرار نے گردن کشوں کی
گردنیں بدن سے جُدا کیں اور سرکشوں کے سرون کو اسلام کے آگے جھکا دیا چنانچہ خود فرماتے ہیں ؎ و ما ان ذلت اضرہم بسیفی

مجاہدات امیر المومنینؑ در خدمت سید المرسلینؐ

اِلیٰ اَنْ ذَلَّ لِلْاِسْلَامِ قَوْمِیْ ؎ یعنی میں برابر راہ خدا میں تلواریں مارتا رہا تا اینکہ میری (مغرور) قوم اسلام کے سامنے ذلیل
و خوار ہو گئی چنانچہ ثبوت اس دعوی کا اس کتاب مین کتب فریقین سے موقع بموقع آیگا **مخفی** نرہے کہ اہل حدیث و تاریخ کا اصطلاح
مقرر کی ہے کہ جن لڑائیوں میں حضرت رسولخدا بنفس نفیس شریک ہوئے انکو غزوہ یا غزاۃ کہا کرتے ہین اور جنمیں آپنے شرکت
نہیں فرمائی بلکہ اصحاب سے کسی کو فوج کا سردار کرکے بھیجدیا انکو سریہ کے نام سے پکارتے ہیں حیوۃ القلوب سے معلوم ہوتا ہے
کہ تمام لڑائیاں جو عہد رسولخدا میں واقع ہوئیں تعداد مین اسّی تھیں حدیث مین وارد ہے کہ اگر کوئی نذر کرے کہ دراہم
کثیرہ راہ خدا مین تصدق کرونگا تو اسکو چاہئے کہ اسّی درہم خیرات کرے کیونکہ حق تعالی فرماتا ہے لَقَدْ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ فِیْ مَوَاطِنَ کَثِیْرَۃٍ
یعنی حق تعالی نے مقامات کثیرہ مین تمہاری نصرت کی امام علی نقی علیہ السلام فرماتے ہین کہ ہم نے شمار کیا کہ جو لڑائیاں حضرت
رسولخدا کے عہد میں ہوئیں اور حق تعالی نے مسلمانوں کو انمیں فتح و نصرت بخشی کل اسّی تھین - منقول ہے کہ غزوات رسولخدا
چھبیس تھے اور سریہ پچاس سے کچھ اوپر اس مقام پر بعض مشہور غزوے اور سریے ذکر ہوتے ہین **اوّل** - افضل غزوات
رسولخدا مین غزوۂ بدر[1] ہے جسکو بدر کبرے اور بدر قتال بھی کہتے ہیں کیفیت اس کی اس طرح پر ہے کہ حضرت رسولخدا مکہ سے
ہجرت کرکے مدینہ مین تشریف لائے اور اصحاب انجاب و اہل بیت اطیاب کو ایک جا پایا - گویا کفار اشرار کے دست تعدی سے
گونہ نجات حاصل ہوئی - تو ادائے فرائض رسالت و بسط بساط شریعت مین دلجمعی سے مصروف ہوئے شہر علم نبوت کو کھولا
اور امیر المومنین علی مرتضیٰ کو کہ وصی و خلیفہ آپکے تھے دروازہ اس شہر کا مقرر کیا چنانچہ حدیث شریف اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَ عَلِیٌّ بَابُہَا[2]
اسکی شاہد ہے پس علم و حکمت کو اس دروازۂ عالی کی راہ خلائق مین پھیلانا شروع کیا - قوانین شرع نے تمہید پائی اور
آئین دین مبین منضبط ہوئے تعلیم و تربیت مسلمین مین آپ اس قدر حریص تھے کہ تکلیف اُٹھاتے اور زحمت جھیلتے تھے مگر
کسل و ملالت کو اصلاً اپنے مین راہ نہ دیتے تھے معمول تھا کہ جو شخص پابندی شرع اقدس میں جس قدر زیادہ سرگرمی ظاہر
کرتا اسی قدر آنحضرت کے نزدیک معزز و محترم گنا جاتا - ادھر آپ تربیت و تہذیب بندگان خدا میں اس طرح پر دل و جان
سے لگے ہوئے تھے اور اُدھر مشرکین قریش اپنے کفر و عناد پر ویسے ہی تُل رہے تھے بلکہ انکی وحشیانہ حرکتیں دن بدن
بڑھتی جاتی اور ایذا پہنچاتی تھین متواتر خبریں آتی تھیں کہ مسلمانوں کو جو انکے پنجۂ ظلم مین گرفتار ہین شکنجۂ عذاب میں کھینچ
رکھا ہے مکہ مین یا باہر جہان جب کسی سے ملتے ہین زبان ذم و نکوہش اسلام مین دراز کرکے لوگوں کو جادۂ مستقیم سے ہٹاتے اور

[1] بدر بن مخلد بن نضر بن کنانہ ایک شخص کا نام ہے جس نے مابین مکہ و مدینہ ایک مقام پر چند کنوئیں لگائے تھے اس منزل اور ان کنوؤں کو اس کے نام سے منزل بدر و چاہ بدر کہتے ہین چونکہ یہ لڑائی اسی منزل میں ان کنوؤں کے پاس ہوئی اس لئے جنگ بدر کے نام سے موسوم ہوئی یا یہ کہ بدر اس کنوئے کو کہتے ہیں جس کے نزدیک جنگ واقع ہوئی بوجہ اس کے مدور ہونے اور پانی اس کی تہ میں مثل ماہ شب چاردہ کے چمکنے کے اس سے پہلے کفار قریش بسرداری کرز بن جابر الفہری مدینہ سے تین منزل اپنے مویشی اگر شتران رسولخدا و مواشی دیگر مردم کو تاراج کر لیگئے تھے حضرت نے یہ سنا تو جماعت مہاجرین کو ساتھ لیکر اور علم نصرت شیم اس فوج کا امیر المومنینؑ کے ہاتھ میں دیکر مدینہ سے برآمد ہوکر واسطے تلاش مشرکین مین چاہ بدر تک تشریف لے گئے مگر کہیں پتہ و نشان اس گروہ بے شکوہ کا نہ ملا ناچار مدینہ کو مراجعت فرمائی پس اسی کے اعتبار سے اس جنگ کو بدر کبرے یعنی بڑا غزوہ اور بدر قتال یعنی وہ غزوہ بدر جس میں کہ جنگ واقع ہوئی کہتے ہین - منہ عفی عنہ

[2] یعنی مین شہر علم ہون اور علیؑ اس کا دروازہ ۱۲

غزوۂ بدر

غول بیابانی کی طرح گمراہ کرتے ہیں انہی دنوں مین خبر آئی کہ کاروان قریش کہ شام سے واپس ہو کر مکہ کو جا رہا تھا۔ اثنائے راہ مین شتران مہاجران چراگاہ سے ہنکا کر مکہ کو بھی ساتھ لیتا گیا۔ یہہ وحشتناک خبرین باعث ملال بلکہ اشتعال طبع اقدس ہوئین ارشاد فرمایا کہ جنے اس قوم کے ساتھ برلے سری کی نرمی کی اور لینت و مدارا کو انتہا کو پہنچایا اور بعثت سے آجتک زبانی پند و نصیحت پر اکتفا کرتا رہا کہ شاید اپنی وحشیانہ طریق اور جاہلانہ وطیرہ سے باز آئین اور راہ ہدایت اختیار کرین مگر کچھ فائدہ نہوا وہ بدستور اپنی حماقت و جہالت پر اڑے ہوئے ہیں اور آتش فتنہ و فساد کو روشن کر رکھا ہے معلوم ہوا کہ اب یہہ آگ بجز آب شمشیر اور کسی طرح نہ بجھے گی پس آیہ شریفہ اُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا[۱] وَإِنَّ اللّٰهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ نازل ہوئی اور شمشیر شیر خدا نے میان سے کنارہ کیا یعنی دوسرے سال ہجرت سے آپنے انا النبی بالسیف کا اعلان فرمایا اور کمر کو جہاد اہل عناد کے لئے محکم باندھا ٥ بسال دوم بہتر بن عباد ٭ برافراخت رایت بعزم جہاد ٭ کمر بست بر قتل اعداء دین ٭ جو گفتش خدا اقتلوا المشرکین ٭ مروی ہے کہ ایک قافلہ قریش کا جسمین ابو سفیان بن حرب و عمرو عاص وغیرہ چالیس آدمی تھے تجارت کے واسطے مکہ سے شام کو گیا تھا بہت سامال و متاع لوگون کا اسمین تھا بلکہ کہتے ہین کہ قریش سے کوئی شخص ایسا نہ تھا کہ تھوڑا بہت مال اسکا اس قافلہ مین نہو حضرت رسولخدا نے یہہ سنا تو اصحاب کو جمع کر کے ترغیب لائی کہ جلکر ان کی سد راہ ہونا چاہئے اور وعدہ فرمایا کہ اس سفر مین یا تو قافلہ کا مال تمہارے ہاتھ آئیگا نہین تو کفار نابکار پر غلبہ پاؤ گے اور فتح و نصرت تمکو ہو گی۔ مدعا یہہ کہ قریش بھی لوٹ مار کا جو انہون نے مال مسلمین مین شروع کر دی تھی ذرا مزہ چکھ لین اور اسلام کی شوکت ان پر عیان ہو جائے پس حقتعالی نے طمع مال کو ذریعہ خروج گردانا اور حضرت تین سو تیرہ[۳۱۳] مرد جنگی کے ساتھ بارہوین رمضان المبارک کو مدینہ سے روانہ ہوئے یہہ تعداد بیشک اصحاب طالوت کی برابر ہے جبکہ جنگ جالوت کے لئے گیا اور اسپر فتحیاب ہوا تھا نیز لکھا ہے کہ حضرت صاحب الامر عجل اللہ فرجہ بھی اسی قدر ہمراہیوں کے ساتھ ظہور فرماوین گے الحاصل تیراسی[۸۳] بقولے ستاسی آدمی مہاجرین سے تھے باقی انصار علم رسولخدا و مہاجرین امیر المومنین کے ہاتھ مین تھا اور علم انصار سعد بن عبادہ انصاری خزرجی کو عطا ہوا تھا۔ اس فتحمند لشکر مین کل ستر شتر تھے اور دو یا تین گھوڑے ایک گھوڑا مقداد بن اسود کے اور ایک مرثد بن ابی مرثد کے پاس تھا تیسرا شاید زبیر بن العوام کا تھا چونکہ آدمی زیادہ اور سواریاں کم تھیں دو دو تین تین آدمی باری باری ایک ایک سواری پر سوار ہوتے تھے حتے کہ خود حضرت رسولخدا کے شتر غضباء مین بھی امیر المومنین اور زید بن حارثہ اسی طرح کے شریک تھے یہ دونو بزرگ ہر چند بدل خواہان ہوئے کہ حضرت کے بدلے بھی ہم پیادہ چلین اور آپ سوار رہیں مگر قبول نہوا۔ آلات حرب سے صرف چھ زرہ اور سات تلوارین اس لشکر مین تھین حضرت رسالت پناہ نے یہ سامان قلیل لشکر خدا کا دیکھا تو دست دعا دراز کئے اور کہا یا رب اِنَّهُمْ حُفَاةٌ فَاحْمِلْهُمْ وَجِيَاعٌ فَأَشْبِعْهُمْ وَعُرَاةٌ فَأَلْبِسْهُمْ وَعَالَةٌ فَأَغْنِهِمْ پروردگارا یہہ لوگ برہنہ پا ہیں انکو سوار کر بھوکے ہین سیر فرما لباس نہین رکھتے کپڑے عنایت فرما مفلس تہی دست ہین اپنے لطف سے غنی کر ببرکت اس دعا کے واپسی میں کوئی ایسا نہ تھا کہ مال اسباب لباس سے خالی ہو۔ اور ابو سفیان کو توجہ رسولخدا

[۱] یعنی مسلمانون کو قتال کرنے کی اجازت دی گئی کیونکہ ان پر ظلم ہوتا تھا بے شک حقتعالی انکی مدد کی طاقت رکھتا ہے ۱۲

کی اطلاع ہوئی تو وہ اثنائے راہ سے شام کی طرف پلٹا اور منزل نقرہ پر پہنچکر ایک قاصد تیز رفتار ضمضم بن عمر خزاعی نام کو شتر راہوار دے کر مکہ کو روانہ کیا اور بیس دینار اس کی اُجرت مقرر کئے تا کہ جسقدر جلد ممکن ہو اہل مکہ کو یہہ خبر پہنچا دے اور خود قافلہ سمیت راہ معروف کو چھوڑ کر دست راست کو ہو لیا دریا کے کنارے کنارے چلکر پانچ روز مین جدہ اور وہاں سے تین دن مین مکہ پہنچ گیا اور کسیکو اسکے حال سے اطلاع نہوئی جسوقت ابو سفیان مکہ مین داخل ہوا تو اہل مکہ بارادۂ جنگ باہر نکل چکے تھے القصہ ضمضم کے مکہ پہنچنے سے تین[۳] روز پیشتر عاتکہ بنت عبد المطلب عمہ رسولخدا نے خواب مین دیکھا کہ ایک شتر سوار ابطح مین کھڑا للکار رہا ہے کہ اے معشر قریش جلدی کرو اور اپنی قتل گاہ کی طرف روانہ ہو پھر وہ سوار مسجد الحرام کی طرف چلا لوگ اس کے ساتھ تھے اور بام خانہ کعبہ پر چڑھ کر یہی آواز دی بعد ازان کوہ ابو قبیس پر گیا اور سنگ عظیم پہاڑ کی چوٹی سے لڑھکا یا کہ راہ میں آتے آتے ریزہ ریزہ ہو گیا۔ اور مکہ مین کوئی گھر بنی ہاشم اور بنی زہرہ کے گھرون کے سوا ایسا نہ رہا جسمین ایک ٹکڑہ اس پتھر کا نہ پہنچا ہو عاتکہ نے صبح کو یہہ خواب اپنے بھائی عباس بن عبد المطلب سے بیان کیا عباس نے عتبہ سے اسکو نقل کیا اور رفتہ رفتہ تمام شہر مین مشہور ہو گیا۔ ابو جہل نے یہہ کیفیت سُنی تو کہا عاتکہ جھوٹ بولتی ہے اُس نے کوئی خواب ایسا نہیں دیکھا یہ اولاد عبد المطلب میں دوسری پیغمبر پیدا ہوئی ہے قسم بہ لات و عزے کہ میں تین روز انتظار کرتا ہوں اگر اس عرصہ میں اس کا صدق ظاہر ہوا تو فبہا ورنہ ایک کتبہ تحریر کرونگا کہ کوئی قبیلہ بنی ہاشم سے زیادہ دروغگو نہیں انکی عورت و مرد سب جھوٹ بولتے ہیں اور اس کو تمام قبائل عرب میں پھراؤنگا کہ کوئی انکا اعتبار نہ کرے تیسرے روز ضمضم پہنچا اور با حال تباہ چاک گریباں اونٹ کے دُم کی طرف مُنہہ کئے گوش و بینی شتر سے خون روان وا ویلا مکہ میں کھڑے ہو کر پکارا اے جماعت قریش اپنی قافلہ کی خبر لو قبل اس کے کہ محمد اُسکو تاراج کرین شاید تمہارے پہنچتے پہنچتے انکا کام تمام ہو جائے مکہ میں اس آواز پر تہلکہ پڑ گیا اور ہر شخص چلنے کی تیاری کرنے لگا سہیل بن عمر و صفوان بن اُمیہ و ابو البختری بن ہشام و نبیہ بن حجاج وغیرہ شرفاء مکہ نے کہا اے گروہ قریش کونسی مصیبت اس سے زیادہ ہو گی کہ محمد اور اس کے ساتھی تمہارے بھرپور قافلہ کو لوٹ لیں قسم بخدا کہ کوئی عورت مرد تم میں ایسا نہیں جسکا مال اس قافلہ مین نہو اُٹھو اور فوراً اسکا تدارک کرو مبادا کہ کام ہاتھ سے نکل جاوے نہین تو آج سے تمہارے کاروبار بند اور تمہاری سوداگری مسدود ہوئی۔ پس صفوان نے ابتدا کی اور پانسو اشرفی خرچ سفر کے لئے اپنے پاس سے نکالکر رکھدی اس کے بعد سہیل بن عمر نے بہت سا مال حاضر کیا۔ اسیطرح اوروں نے بھی حسب حیثیت روپیہ دیا یہانتک کہ کوئی قریش مین باقی نہ رہا جو اس چندہ میں شریک نہوا ہو پس بہت جلد سامان عظیم تیار ہو گیا اور ان لوگون نے صلاح کی کہ جو کوئی اس سفر مین ساتھ جانے سے پہلو تہی کرے اس کا گھر تباہ و خراب کر دین اسپر عباس بن عبد المطلب کو بھی ناچار ساتھ چلنا پڑا پس وہ بھی مع اپنے دو بھتیجون نوفل بن حارث بن عبد المطلب و عقیل بن ابی طالب بروایتے طالب بن ابیطالب کے ہمراہ ہوئے جائزہ لشکر لیا گیا تو نو سو پچاس[۹۵۰] مرد جرار گنتی مین آئے سو گھوڑے اور سات سو اونٹ ہمراہ رکھتے تھے۔ بارہ شخص

[۳] بنی ہاشم کو جو کفار کی طرف سے لڑائی میں شریک ہوئی کوئی صدمہ نہیں پہنچا اور بنی زہرہ اخنس کے کہنے سے اثنائے راہ سے واپس گئے چلے گئے تھے اسلئے محفوظ رہے چنانچہ آگے اس کا ذکر آتا ہے ۱۲ منہ عفی عنہ

یعنی عباس بن عبد المطلب عتبہ بن ربیعہ شیبہ بن ربیعہ ابی بن خلف حکیم بن خزام نضر بن حارث زمعہ بن اسود ابوجہل بن ہشام ۔ ابو البختری بن
ہشام حارث بن عامر بن نوفل نبیہ و منبہ پسران حجاج روسا و بزرگان قوم سے تھے مقرر ہوا کہ ہر روز لشکر کا کھانا اور چارپایوں کا گھاس دانا
ایک سردار دے چنانچہ عین معرکہ بدر کے روز حضرت عباس کی باری تھی الغرض سب سامان ٹھیک ٹھاک کرکے بڑے کر و فر سے باہر نکلے گانے
بجانے والی عورتیں ساتھ تھیں شراب پیتے راگ سنتے دف بجاتے اچھلتے کودتے چلا جاتے تھے روضۃ الاحباب غیرہ مین ہے کہ ابوسفیان نے
کسی کو اس مغرور لشکر کے پاس بھیجکر پیغام دیا کہ تم لوگ قافلہ کی حفاظت و حمایت کے لئے جاتے تھے اب قافلہ صحیح و سلامت اپنے مقام پر پہنچگیا
بہتر ہے کہ واپس چلے آؤ اور محمد سے تعرض نہ کرو مگر ابوجہل نے اس سے انکار کیا اور کہا قسم بخدا کہ ہم مراجعت نہ کرین گے تاآنکہ بدر پہنچکر
تین روز قیام کرین اور شتر قربانی کرکے کہانے کھلائیں اور مجلس عیش و عشرت جمائین رقص و سرود کرین اور شرابین اڑائیں اس سے ہماری
عظمت و شوکت کا سکہ عرب مین بیٹھ جائیگا پھر کسیکو جرات نہ ہوگی کہ ہمارے جان و مال پر طمع کرے اخنس بن شریق نے کہا اے بنی زہرہ تمہارا
مال خدا کے فضل سے سلامت آگیا اب اس مرد کی بات نہ سنو اور خیر و عافیت سے اپنے گھرونکو لوٹ جاؤ پس بنی زہرہ بالتمام واپس
ہوگئے لیکن ابوسفیان نے کلام نافرجام ابوجہل کا سُنا تو کہا واقوماہ ھذا فعل عمرو بن ہشام ہائے میری قوم یہہ عمر بن ہشام یعنی ابوجہل
کے کرتوت ہین ۔ باوجود اسکے حمیت جاہلیت نے نہ چھوڑا مشرکون کے ساتھ گیا اور جنگ بدر مین شریک ہوا اور چند زخم کھاکر
لوٹ دم بھاگا بالجملہ حضرت منزل سفرا پر ایک منزل بدر سے مدینہ کی طرف قیام پذیر تھے کہ جبرئیل امین نازل ہوئے اور وحی لائے کہ
قافلہ قریش تمہارے ہاتھ سے نکل گیا ۔ لیکن کفار قریش کہ حمایت قافلہ کے لئے نکلے تھے اس طرف آرہے ہین انکے ساتھ جنگ کرنا چاہئے
حقتعالی تمہاری نصرت کریگا حضرت نے اصحاب کو جمع کرکے یہہ حال بیان کیا اور انکی رائے دریافت کی ۔ سب سے پہلے حضرت ابوبکر
نے اٹھکر کہا یا رسول اللہ قریش مردان جنگ آزمودہ اس فن مین مہارت کامل رکھتے ہین اور پورے ساز و سامان کے ساتھ آئے ہین ہمکو
پیشتر سے یہ حال معلوم نہ تھا ۔ حضرت کو کلام ابوبکر کا ناپسند ہوا فرمایا بیٹھ جا پس عمر بن الخطاب اُٹھے اور وہی باتین کین جو ابوبکر نے کہی تھیں
آپ نے انکو بھی بٹھا دیا ۔ اور فرمایا کہو کیا کرنا چاہئے پس مقداد بن اسود اُٹھے اور عرض کی یا رسول اللہ ہم آپ پر ایمان لائے ہیں اور
تصدیق رسالت کی ہے شہادت دیتے ہین کہ جو کچھ آپ خدا کی طرف سے لائے ہیں حق و صدق ہے اگر آپ ارشاد کرین تو جلتی آگ میں
گر پڑین کانٹوں میں گھس جائین اور کچھ پروا نہ کرین ہم بنی اسرائیل کی طرح نہیں کہ انہون نے موسیٰ سے کہا تھا فاذھب انت وربک فقاتلا
انا ھھنا قاعدون تم اور تمہارا خدا جاکر جنگ کرو ہم یہان بیٹھے ہین بلکہ ہم کہتے ہین فاذھب انت وربک فقاتلا انا معکم مقاتلون یعنے ہم
تمہارے ساتھ ہوکر لڑینگے تیار ہین حضرت نے اسکو دعاء خیر دی پھر فرمایا ایھا الناس اشیروا علی لوگوں مجھکو صلاح دو کہ کیا کروں
اور غرض آپکی تکرار کلام سے یہ تھی کہ انصار سے کوئی بولے کیونکہ زیادہ تعداد لشکر میں انصاریوں ہی کی تھی ۔ اور نیز جبکہ بیعت عقبہ مین انہوں نے
حفاظت رسولخدا کا ذمہ اُٹھایا تھا تو یہ کہا تھا کہ آپ ہماری امان مین ہین اگر کوئی غنیم مدینہ میں آپ پر آئیگا تو ہم حمایت کرین گے جیسا کہ اپنے
ماں باپ اور زن و فرزند کی حمایت کرتے ہین حضرت کو خیال تھا کہ مبادا انصار کہین کہ ہم پر اپنے عہد کے موافق مدینہ کے اندر آپکی حمایت

لازم ہے نہ بیرون شہر اسوقت سعد معاذ انصاری اُٹھے اور عرض کی میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں یا رسول اللہ شاید حضرت
کی غرض اس بار بار کے سوال کرنے سے ہم لوگ ہین فرمایا ہاں عرض کی ہم آپکو نبی فرستادہ خدا جانتے ہین اور شہادت دیتے ہین کہ جو ہین
آپ حق تعالی کی طرف سے لائے ہین راست و درست ہے جو چاہئے ہمکو حکم دیجئے کہ ہماری جانیں نثار کے لئے آمادہ ہیں اور مال آپ کے
سامنے حاضر جسقدر چاہین آپ اس سے لے لین اور جتنا مرضی ہو چھوڑ دیں قسم بخدا کہ جو آپ لے لین گے وہ اس سے بہتر ہوگا جو چھوڑ دینگے
پھر کہا ہم مدینہ مین کچھ لوگ اپنی قوم سے چھوڑ آئے ہین جو ہمارے نسبت فنون جنگ سے زیادہ ماہر ہین اور حُسن عقیدت مین کسی طرح ہم سے
کمتر نہین اگر وہ جانتے کہ اس سفر میں آپ کو لڑائی پیش آئیگی تو کبھی خدمت سے جدا ہوتے اب شتران سواری آپکے لئے مہیا ہین اگر فتح و نصرت
ہمارے شامل حال ہوئی تو زہے دولت ورنہ در صورت ہمارے مغلوب و مقتول ہونیکے آپ بے تامل ان اونٹون پر سوار ہوں اور
ہمارے بھائیوں کے پاس چلے جائین کہ ہمارے بعد وہ آپ کی نصرت کرین گے حضرت رسولخدا سعد کے کلام سے شاد ہوگئے بروایتے
فرمایا یا سعد جزاک اللہ عن بیعتک و مروتک وعھدک وعقلک خیرا پھر ارشاد کیا کہ انشاء اللہ تعالی ایسا ہوگا کیونکہ حقتعالی نے
میرے ساتھ وعدہ نصرت فرمایا ہے اور اسکا وعدہ خلاف نہین ہوتا ۔ پس وہان سے سوار ہوئے اور بدر پہنچکر عدوہ شامی کے قریب منزل
کی اُدھر سے مشرکین بھی عدوہ یمانی کے نزدیک اُترے ہوئے تھے صرف ایک پہاڑی ٹیلہ درمیان حائل تھا رات ہوئی تو امیر المومنین
مامور ہوئے کہ حال قریش سے کوئی خبر لادین سعد وقاص و زبیر بن العوام آپکے ساتھ ہوئے تھوڑی دور لشکر سے باہر گئے تھے کہ چند شتر
آبکش قریش کے انکو دکھائی دئے آدمی جو اونٹون کے ساتھ تھے انکو دیکھ کر بھاگ گئے الا دو تین نفر کہ گرفتار ہوئے باقیوں نے ترساں
و لرزاں لشکر میں جاکر غل مچایا کہ اے آل غالب ابن ابی کبشہ (پیغمبر خدا) آن پہنچا ۔ اسکے آدمی ہمارے اونٹ گرفتار کر لیگئے اس بات کے
سُننے سے ترس و بیم افواج غنیم پر چھا گیا ۔ یہاں یہ قیدی حضرت رسالت پناہ کے سامنے پیش ہوتے تو آپ نے پوچھا تم کون لوگ ہو
عرض کی سقے ہین کہ لشکر کے لئے پانی لاتے ہین فرمایا کتنا لشکر ہوگا عرض کی تعداد اس لشکر عظیم کی ٹھیک ہمکو معلوم نہین فرمایا کتنے اونٹ
ہر روز نحر ہوتے ہین کہا کبھی نو کبھی دس فرمایا ہزار سے کم اور نو سو سے زیادہ نہین پھر اسماء روساء قریش کے دریافت کئے غلاموں نے
ایک ایک سردار کا نام بتلایا حضرت اصحاب کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا مکہ نے اپنے جگر گوشونکو نکالکر تمہاری سامنے ڈالدیا ہے احادیث
معتبرہ مین ہے کہ جنگ بدر کی رات کو پانی نہ رہا تو حضرت امیر بحکم حضرت رسالت پناہ مشک لیکر کوئیں پر گئے ڈول موجود تھا لہذا کوئین کے
اندر اُترکر پانی بھرا اور لیکر چلے تھے کہ تین جھونکے ہوا کے ایک دوسرے کے بعد ایسے تیز و تند آئے کہ آپ چل نہ سکے ہر بار جب زور کا جھونکا
آگے کیطرف آتا تھا تو بیٹھ جاتے تھے وہ فرو ہوتا تھا تو پھر چلتے تھے حاضر درگاہ ہوئے تو حضرت نے پوچھا یا علی اتنی دیر کیوں لگائی آپ نے
حال بیان کیا فرمایا یہ جبرئیل و میکائیل و اسرافیل ایک ایک ہزار ملک کے ساتھ تھے کہ ہماری مدد کو آسمان سے آئے ہین تمہارے سلام کو تمہارے
پاس گئے تھے القصہ صبح سترہویں رمضان روز جمعہ کو قریش بکمال کبر و طیش میدان مین نکلکر صف آرا ہوئے ادھر سے حضرت رسولخدا

عدوہ بالضم کرانہ وادی و بالکسر جائے بلند ۱۲ منتہی

نے بھی لشکر اسلام کو تیاری کا حکم دیا۔ سب سے اول جس نے کفار سے قدم میدان کارزار میں رکھا عتبہ پسر ربیعہ تھا اس کا بھائی شیبہ اور بیٹا ولید اس کے ساتھ تھے **نقل** ہے کہ مسلمان کثرت کفار سے خائف و ترساں ہو رہے تھے حق تعالیٰ نے انکی تسلی کے لیئے یہہ آیہ شریفہ نازل کی وان جنحوا للسلم فاجنح لھا وتوکل علی اللہ یعنے اے رسول ہمارے اگر وے صلح کی طرف مائل ہوں تو تو بھی اس طرف میل کر اور خدا پر بھروسہ رکھ بنابریں آپنے اہل مکہ کو پیغام بھیجا کہ اے معشر قریش میں نہیں چاہتا کہ سب سے پہلے تم پر تلوار اٹھاؤں۔ مجھکو عرب کے ساتھ رہنے دو اگر راست گو نکلا اور قبائل پر غالب آیا تو تمہارے لئے فخر و ناموری کا باعث ہونگا کیونکہ تمہاری قوم و قبیلہ سے ہوں اور جو معاملہ بالعکس ہوا تو عرب میرے لئے کافی ہیں تم کو اس تکادو کی ضرورت نہیں عتبہ مذکور نے یہہ پیام سنا تو کہا قسم بخدا کہ محمدؐ نے تمہارے ساتھ انصاف کیا جو اسکا کلام نہ مانیگا کبھی فلاح نہ پائیگا۔ پس شتر سرخ مو پر سوار ہوا حضرتؐ نے فرمایا ان یک فی احد من القوم خیر ففی صاحب الجمل الاحمر ان یطیعوہ یرشدوا یعنی اگر اس قوم میں کوئی بھلائی ہے تو اس لال اونٹ والے میں ہے اگر اسکا کہنا مانیں گے تو رستگار ہونگے پس عتبہ نے لوگونکو جمع کرکے کہا اے گروہ قریش آج میرا کہنا مان لو چاہو پھر کبھی نہ مانیو تحقیق کہ محمد تمہارا بھائی چچا کا بیٹا اور تمہارا بہتر و مہتر ہے اس کی قرابت داری کا لحاظ کرو اور اسکی بات سنو اور میرے کہنے پر عمل کرو اور یہاں سے واپس ہو جاؤ۔ ابوجہل نے یہ سنا تو مارے غصہ کے لال ہو گیا اور دلمیں پیچ و تاب کھانے لگا کہ اگر آج عتبہ کی چرب زبانی سے لشکر میدان سے لوٹ گیا تو فخر بزرگ اسکو ہمیشہ کے لئے حاصل ہوگا۔ بولا اے عتبہ تو نے شمشیر بران پسران عبدالمطلب کو دیکھا اور ترس و خوف تجھ پر غالب آگیا تو اب ہمکو الٹا پھر نیکو کہتا ہے جبکہ قریب ہے کہ دشمن پر فتح پائیں اور برسوں کے بخار دل سے نکالیں عتبہ یہہ سنکر اپنے اونٹ سے کود پڑا اور جھپٹ کر ابوجہل کو اس کے گھوڑے سے کھینچ لیا اور زمین پر ڈالکر چاہتا تھا کہ ہلاک کرے اور لوگ درمیان میں آگئے اور انکو الگ کیا عتبہ نے کہا یہ مجھکو بزدل و ڈرپوک کہتا ہے آج معلوم ہو جائیگا کہ کون ڈرپوک ہے اور اسی جوش میں اپنے بھائی شیبہ اور اپنی بیٹے ولید کو آواز دی کہ باہر آؤ اور زرہ جنگ کر پہنی اور خود طلب کیا مگر اسکا سر اتنا بڑا تھا کہ تمام لشکر میں ایک خود اس کے برابر کا نہ ملا ناچار دو عمامے سر پر لپیٹے اور بھائی اور بیٹے کو ساتھ لیکر از راہ عصبیت جاہلیت سب سے پہلے میدان میں نکلکر آواز دی کہ اے محمدؐ کسی کو بھیج کہ ہمارے ساتھ جنگ آزما ہو تین مرد انصار سے عوف و معوذ پسران حارث و عبداللہ بن رواحہ اس طرف سے برآمد ہوئے عتبہ نے نام و نسب انکا دریافت کیا جب معلوم ہوا کہ انصار ہیں تو کہا تم ہمارے کفو نہیں ہو چلے جاؤ کہ ہم اپنے مثل کے سوا کسی کے ساتھ نہ لڑیں گے۔ اور پکارا اے محمد ہمارے بنی اعمام کو قریش سے ہماری طرف بھیجو راوی کہتا ہے کہ حضرت رسولخدا ابھی نہیں چاہتے تھے کہ ابتدا لڑائی کی انصار کی طرف سے ہو آپنے عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب کو کہا اے عبیدہ اٹھ عبیدہ مردانہ اٹھے حالانکہ ستر سال انکی عمر سے گزر چکے تھے پھر اپنے عم محترم حمزہ بن عبدالمطلب سے فرمایا اٹھو اے چچا بعد ازاں امیرالمومنینؑ امام الاشجعین کو اشارہ کیا آپ از روئے سن کے سب سے چھوٹے تھے پس تینوں بزرگوار تلواریں ہاتھ میں لیکر حضرتؐ کے سامنے کھڑے ہوئے فرمایا جاؤ اور طلب کرو اپنا حق جو حقتعالیٰ نے تمہارے لئے مقرر کیا ہے تحقیق کہ قریش بڑے غرور و نخوت سے آئے ہیں

کہ نور خدا کو بجھاویں مگر خدا نہیں چاہتا کہ اسکا نور بجھے اور وہ اپنے دین کے نور کو پورا و کامل کئے بغیر نہ رہیگا اے عبیدہ تو عتبہ کے ساتھ لڑائی کر اور اے حمزہ تو شیبہ کے ساتھ اور اے علیؑ تو ولید کے ساتھ نبرد آزما ہو پس تینوں کو دعاء خیر دیکر رخصت کیا میدان میں آئے تو چونکہ خود پہنے ہوئے تھے عتبہ نے انکو نہ پہچانا کہا تم کون ہو نام و نسب اپنا ظاہر کرو عبیدہ نے کہا میں عبیدہ پسر حارث بن عبدالمطلب ہوں کہا اچھا کفو ہے تو وہ دونو کون ہیں کہا ایک حمزہ بن عبدالمطلب دوسرا علی بن ابی طالب عتبہ نے کہا وہ بھی ہمارے ابنا جنس و چچازاد ہیں کم رتبہ کے آدمی نہیں لعنت خدا ہو اس پر جس نے ہمکو ایک دوسرے کا مقابل کیا یعنے ابوجہل ملعون نے ہمکو لڑوایا ہے پس عبیدہ نے عتبہ پر حملہ کیا اور ایک ضربت اسکے سر پر لگائی کہ سر اسکا شگافتہ ہو گیا۔ عتبہ نے ایک وار عبیدہ کے پاؤں پر کیا جس سے دونو پیر عبیدہ کے کٹ کر زمین پر گر پڑے۔ امیرالمومنینؑ ولید کے مقابل ہوئے تو یہہ رجز پڑھا ؎ انا ابن ذی الحوضین عبدالمطلب ÷ وھاشم المطعم فی العام السغب ÷ اوفی بمیثاقی واحمی عن حسب ÷ یعنے میں ہوں پسر عبدالمطلب کا جو حاجیوں کو سیراب کرتا اور بیٹا ہاشم کا جو قحط سال میں لوگوں کو کھانا کھلاتا تھا۔ اپنے عہد کو کہ رسولخدا کے ساتھ کیا ہے پورا کرونگا اور اپنے حسب کی حمایت کرونگا۔ یہہ کہکر ایک تلوار ولید کے دہنے شانے پر ماری کہ اسکے بغل کے نیچے سے نکل گئی ولید نے جھک کر دست بریدہ کو بائیں ہاتھ سے اٹھایا اور اس زور سے حضرت کے سر پر مارا کہ فرماتے ہیں کہ معلوم ہوا کہ گویا آسمان میرے سر پر ٹوٹ پڑا ایک انگشتر طلائی اسکے ہاتھ میں تھی کہ ہاتھ کی حرکت کے ساتھ بجلی کی طرح چمکتی تھی پس ولید نے ایک نعرہ مارا کہ اسکی ہیبت سے دونو لشکروں میں زلزلہ پڑ گیا اور پشت کرکے اپنے باپ کی طرف بھاگا امیرالمومنینؑ نے پیچھے سے پہنچکر ایک تلوار اس کے اور لگائی کہ بن ران پر بیٹھی اور اسکا کام تمام کیا۔ حمزہؓ و شیبہ میں تھوڑی دیر رد و بدل ہوتی رہی ایک تلوار مارتا دوسرا اسکو ڈھال پر روکتا تھا یہانتک کہ تلواریں کند ہو گئیں اور ڈھالوں کے کٹ کٹ کر ٹکڑے ہو گئے پس دونو نے تلواریں پھینکدیں اور کشتی کرنے اور زور آزمانے لگے دونو لشکر انکا تماشا دیکھ رہے تھے امیرالمومنینؑ ولید سے فارغ ہوتے تو مسلمانوں نے غل مچایا یا علی اس کتے کی خبر لو کہ تمہارے چچا کو بری طرح چمٹا ہے حضرت اس طرف متوجہ ہوئے اور امیر حمزہ کی پشت کی طرف آئے چونکہ حمزہ کا قد شیبہ سے نکلتا ہوا تھا آپنے فرمایا اے عمو ذرا اپنا سر جھکا لو حمزہ نے اپنا سر نہوڑایا کہ شیبہ کی چھاتی میں لگا دیا امیرالمومنینؑ نے ایک تلوار لگائی کہ شیبہ کی کھوپری صاف اڑ گئی پھر عتبہ کے پاس آکر چونکہ اسمیں ہنوز جان باقی تھی اسکو بھی فی النار کیا اس طرح پر قریش کے تینوں نامی دلیر زور بازوئے حیدری سے پست ہوئے اور رعب اسلام عبدۂ اصنام پر چھا گیا۔ پس امیرالمومنینؑ و حمزہؓ نے عبیدہ کو اٹھایا اور حضرت رسولخدا کی خدمت میں لائے حالانکہ مغز انکے ساق پا سے بہہ رہا تھا۔ چنانچہ عبیدہ اسی صدمہ سے جنگ بدر سے لوٹتے وقت مقام روحا یا صفرا پر فوت ہوئے اور اسی جگہہ دفن کیے گئے رحمۃ اللہ علیہ عتبہ وغیرہ کے مارے جانے کے بعد حنظلہ بن ابوسفیان لڑائی کے ارادہ سے باہر آیا۔ امیرالمومنینؑ نے ایک ضرب تلوار اسکے سر پر لگائی کہ دونو آنکھیں نکلکر اسکے موہنہ پر آرہیں اور وہ گرتے ہی ٹھنڈا ہو گیا۔ یہہ حنظلہ معاویہ بن ابوسفیان کا

عبدۂ اصنام پوجنے والے بتوں کے ۱۲ منہ

بھائی اور ولید بن عتبہ اسکا ماموں اور عتبہ بن ربیعہ پدر ہندہ اس کا نانا تھا اسیوجہ سے امیر المومنین اپنے عہد خلافت میں اس سے کہتے تھے وَعِندِی السَّیفُ الَّذِی اَعضَضتُہُ + اَخَاکَ وَخَالَکَ وَجَدَّکَ یَومَ بَدرٍ یعنے اے معاویہ میرے پاس وہ تلوار جس سے تیرے بھائی اور تیرے ماموں اور نانا کو بروز بدر قتل کیا ہنوز موجود ہے اور نیز ان لوگوں سے جو تیغ قہر ید اللہی سے

قتل عاص بن سعید

اُس روز قتل ہوئے ایک عاص بن سعید بن عاص ہے یہ شخص شجاعت و دلیری مین شہرۂ آفاق تھا اور قوت و جسامت کے لحاظ سے گاو قریش کہلاتا تھا امیر المومنین کے سامنے آیا تو حسب معمول ایک ادمین مقتول ہوا ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ میں نقل کیا ہے کہ ایک روز عمر کے زمانے میں عاص مذکور کا بیٹا سعید بن عاص بن سعید عثمان بن عفان کے ساتھ بارگاہ خلافت مین گیا۔ عثمان تو اپنی رسوخ کی وجہہ سے خلافت پناہ کے نزدیک جا بیٹھے مگر سعید ایک گوشہ میں علحدہ بیٹھ گیا عمر نے اس کی طرف دیکھ کر کہا ہم سے اس اعراض و کشیدگی کا کیا باعث ہے مگر تیرا گمان یہ ہوگا کہ مینے تیرے باپ کو قتل کیا۔ سو مینے اسکو قتل نہیں کیا۔ ہر چند میری دلی آرزو تھی کہ بروز بدر اسپر دسترس پاؤں مگر اسکو دیکھ کر رعب مجھ پر طاری ہوا اور جرأت نہوئی لیکن ابو الحسن نے حملہ کیا اور ہنوز میں اپنے مقام پر نہ پہنچا تھا کہ انکے ہاتھ سے اسکا قضیہ فیصل ہو چکا تھا۔ امیر المومنین بھی اس مجلس میں تشریف رکھتے تھے فرمایا یا عمر محا الاسلام بماقبلہ لماذا تہیج القلوب اے عمر اسلام پہلی باتونکو محو کر چکا تو کس لئے دلوں کو بھڑکاتا ہے سعید نے کہا قسم بخدا اسکو کفو کریم نے قتل کیا ہے میں دوست نہ رکھتا تھا کہ میرا باپ اولاد عبد مناف کے سوا کسی اور کے ہاتھ سے مارا جاتا القصہ شیر بیشہ ہیجا علی مرتضی اسی طرح جہاد اعدا میں مصروف تھے جو آگے آتا پنجہ موت اور چنگ اجل سے سلامت نہ جاتا حضرت کو دیکھکر اور مسلمانوں کی رگوں میں بھی خون شجاعت نے سرایت کی اور ہنگامہ کارزار گرم ہو گیا۔ اسوقت ابلیس لعین سراقہ بن مالک کی صورت مین قریش کے پاس آکر بولا کہ علم لشکر مجھکو دو کہ میں تمہاری طرف سے جنگ کرونگا۔ اور بہت سے شیطانوں کو قبیلہ سراقہ کی صورت مشرکون اور مسلمانون کو دکھلا دیا اس سے قریش کے حوصلے بڑھ گئے اور آثار بیدلی و ہراس مسلمانوں کے چہروں سے ظاہر ہونے لگے حضرت رسولخدا نے یہ دیکھا تو دست دعا بدرگاہ کبریا بلند کئے اور عرض کی اللھم انجز ما وعدتنی پروردگارا اپنے

نزول ملائکہ بجنگ بدر

وعدے کو جو فتح و نصرت کا تونے میرے ساتھ کیا ہے وفا کر۔ پھر کہا ان تھلک ھذہ العصابۃ من الاسلام لا تعبد فی الارض ابدا یعنے خداوندا اگر یہہ لوگ کہ تیرے دین کی نصرت کرتے ہیں آج مارے گئے تو پھر روئے زمین پر کبھی کوئی تیری پرستش نہ کرے گا یہہ کہتے اور الحاح و زاری جناب باری میں کرتے تھے کہ ناگاہ غشی کہ علامت نزول وحی ہے آپ پر طاری ہوئی ایک لمحہ کے بعد وحی منجلی ہوئی تو فرمایا خدا کا شکر ہے کہ اس نے دعا اپنے پیغمبر کی اجابت کی یہ جبرئیل ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ مسلمانوں کی امداد کو آئے ہیں اسوقت ایک کالی گھٹا جسمیں بہت سی بجلیاں چمکتی تھین مسلمانوں کے سر پر دکھائی دی اور ہتھیاروں کی آوازیں سُنیں خلاصہ یہ کہ شیطان نے جبرئیل کو دیکھا تو علم ہاتھ سے پھینک کر بھاگا منبہ بن حجاج نے اسکا گریبان پکڑ کے کہا اے سراقہ کہاں جاتا ہے چاہتا ہے کہ ہمارا کام درہم برہم ہو جائے ابلیس نے ایک ہاتھ اس کے سینہ پر مارا کہ دور ہو میں وہ باتین دیکھتا ہون جو تو نہیں دیکھ سکتا۔ یہ کہکر

فرار ہو گیا خاتمہ جنگ کے بعد قریش نے مکہ مین شکایت کی کہ ہمکو سراقہ نے شکست دلائی سراقہ یہہ سنکر ان کے پاس آیا اور بحلف کہا کہ مجھکو تمہاری لڑائی کی خبر بھی نہیں نہ میں تمہاری ساتھ گیا تھا میں تمکو کسطرح شکست دلو اسکتا ہوں حیران تھے کہ یہہ کیا کہتا ہے یہی تو اول بھاگا تھا۔ مسلمان ہوئے تو معلوم ہوا کہ وہ شیطان تھا سراقہ کی صورت میں الحاصل امیر المومنین ویسے ہی لیری و دلاوری کے ساتھ میدان میں لڑ رہے تھے بڑے بڑے نامی گرامی کفار آپکے آگے آتے اور آب شمشیر کے گھاٹ سیدھے دوزخ کو چلے جاتے۔ فرماتے ہیں کہ مجھکو قریش کی جرأت و جہالت پر حیرت ہے کہ باوجودیکہ انہوں نے دیکھ لیا کہ ولید جیسا جوان مرد میرے ہاتھ سے بیجان ہوا حنظلہ کے سر میں چوٹ لگی تو دونو آنکھین اس کی نکل پڑین پھر بھی اپنی حماقت سے وہ باز نہیں آتے اور میرے سامنے آتے ہین

قتل ابو جہل

اسی گیرودار میں ابو جہل بن ہشام کہ خمیر مایۂ فساد و سرگروہ اہل عناد تھا بعض انصار کے ہاتھ سے خاک ہلاک پر گرا اور قول مخبر صادق کہ حق تعالی اسکو میرے ضعیف ترین اصحاب کے ہاتھ سے قتل کرے گا راست نکلا عبد اللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ میں ابو جہل کے سر پر پہنچا تو ہنوز اس کے بدن مین جان تھی۔ مجھکو مکہ میں اُس کے ہاتھ سے بہت ایذائیں پہنچی تھین۔ جاتے ہی اسکے چھاتی پر سوار ہو گیا اور گردن پر پاؤں رکھکر اس کی ٹھوڑی کے بال نوچنے لگا۔ اور کہا خدا کا شکر ہے کہ اس نے تجھکو ذلیل و خوار کیا ابو جہل نے کہا اے گڈریے بھیڑوں کے چرانیوالے تو مقام عالی پر سوار ہوا۔ مگر یہ تو بتلا کہ فتح کسکی ہے عبد اللہ نے کہا اے دشمن خدا تو فرعون سے بھی بدتر ہے وہ ڈوبتے وقت تو ایمان لے آیا تھا تو مرتے وقت بھی اپنے کفر سے باز نہین آتا آگاہ رہ کہ فتح خدا و رسول کے لئے ہے اب میں تجھکو تیری بدکرداری کی سزا دیتا ہوں اور تیرے سر کو بدن سے جدا کرتا ہوں ابو جہل نے کہا لست باول عبد قتل مولاہ معنی یہہ کہ آگے بھی بہت سے غلامون نے اپنے آقاؤں کے سر قلم کئے ہین تو مجھکو قتل کریگا تو کوئی انوکھی بات نہین۔ لیکن مین چاہتا ہوں کہ میرا سر کاٹے تو شانون سے ملا ہوا کاٹنا کہ اور سروں مین بلند دکھائی دے عبد اللہ نے کہا میں زنخ سے ملا کر کاٹونگا کہ نظروں میں پست و خوار معلوم ہو القصہ ابن مسعود نے سر بے مغز ابو جہل کا جدا کیا۔ اور حضرت رسولخدا کی خدمت مین لاکر قدموں پر ڈالدیا آپنے سجدۂ شکر ادا کیا کہ فرعون اُمت

قتل نوفل بن خویلد

مارا گیا ایک شیاطین قریش سے نوفل بن خویلد زبیر بن عوام کا چچا تھا کہ حضرت رسالت پناہ کے ساتھ کمال درجہ دشمنی و عداوت رکھتا تھا کہتے ہین کہ ایک بار اس نے طلحہ زبیر بروایتے طلحہ و ابو بکر کو مسلمانی کے جرم مین ایک شبانہ روز رسی مین باندھکر عذاب کیا تھا یہی وجہ تھی کہ قریش اس کی بہت تعظیم کرتے اور اپنا پیشوا مانتے تھے حضرت رسولخدا کو اس کا آنا معلوم ہوا تو دعا کی اللھم اکفنی نوفل بن خویلد بار خدایا مجھ سے نوفل کی شرارت دفع کر۔ امیر المومنین ایک حملے میں صفوف دشمن کو چیرتے پھاڑتے جا رہے تھے کہ ناگاہ نوفل مذکور حضرت کو نظر آیا ایک تلوار اس کے خود پر لگائی کہ دامن تک کاٹتی چلی گئی پھر دوسری ٹانگوں پر ماری جس سے دونو پیر کٹ کر گر گئے پس اسکا سر کاٹ کر حضرت رسولخدا کی خدمت میں لے گئے اسوقت پہنچے جبکہ حضرت کہہ رہے تھے کون ہے جو نوفل کی خبر ہمکو پہنچا دے پس حضرت اس کا مارا جانا معلوم کرکے مسرور ہوتے اور فرمایا کہ خدا کا شکر ہے

اسماے کشتگان بدست امیر المومنین

کہ اس نے دعا میری قبول کی۔ یہہ خوش خبری آپکو مژدۂ قتل ابوجہل سے پہلے پہنچی تھی محمد بن یعقوب کلینیؒ نے حضرت جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ قریش اولاد عبد المطلب کو بجبر واکراہ اپنے ساتھ لائے تھے ہنگام جنگ جبکہ رجز خوانیاں ہونے لگین تو طالب بن ابی طالب بھی ان کے ساتھ رجز پڑھتے تھے مگر وہ برخلاف سب کے اپنے لشکر کے لئے بددعا کرتے اور مسلمانون کے واسطے فتح ونصرت کی دعا مانگتے تھے قریش کو مضمون رجز معلوم ہوا تو کہا یہ ہمکو شکست دلائیگا اور انکو واپس مکہ بھیجدیا حضرت صادقؑ کہتے ہین کہ طالب دل مین مسلمان تھے روایت ہے کہ عین ہنگامۂ کارزار مین امیر المومنینؑ نے ایک مٹھی کنکریونکی بھر کر حضرت رسولخدا کو دی۔ اور آپنے باشارہ جبرئیلؑ کفار کی طرف پھینک کر فرمایا شاھت الوجوہ بگڑ جائین یہ صورتین پس جس جس کے وہ سنگریزے لگے سب کے سب قتل ہوتے چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے فلم تقتلوھم ولکن اللہ قتلہم وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ یعنے تم نے انکو قتل نہین کیا مگر خدا نے قتل کیا ہے اور تو نے سنگریزے نہین پھینکے بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکے پیشتر گزرا کہ اس لڑائی مین فرشتے مسلمانون کی مدد کو آئے تھے انہون نے شیاطین ہی کو ہزیمت نہین کیا بلکہ مشرکون کے قتل واسیر کرنے مین بھی موقع بموقع مسلمانون کی مدد کرتے تھے یہ ملائکہ ابلق گھوڑون پر سوار سرخ زرد عمامے نور کے سر پر باندھے تھے جنکے شملے آگے پیچھے چھوٹے تھے جس کافر کی تلوار لگتی اور خون اس سے روان نہوتا تو یہ علامت تھی کہ وہ ضرب فرشتے کے ہاتھ کی ہے زوال آفتاب کے بعد کفار مین یارائی قرار نہ رہا پیٹھ دکھا کر بھاگے اور فتح عظیم کہ تمام فتوحات اسلامیہ بمنزلہ اس کے ثمر ونتیجون کے ہین مسلمانون کو حاصل ہوئی بقول صحیح اس لڑائی مین ستر آدمی کفار کے مارے گئے اور اسی قدر اسیر ہوئے مقتولین سے چھتیس[۳۶] نفر بلا شرکت غیرے صرف تیغ یداللّٰہی سے بیجان ہوئے باقیون مین تمام مسلمان اور ملائکہ اور نیز حضرت امیر المومنین علیہ السلام شریک تھے محمد بن اسحاق کہ مورخین اہل سنت سے ہے صاف کہتا ہے کہ جو لوگ کہ شمشیر علی بن ابی طالبؑ سے قتل ہوئے اس سے زیادہ ہین کہ جو تمام مسلمانون نے قتل کئے۔ شیخ مفید علیہ الرحمہ تفصیل اسماء کشتگان امیر المومنین اس طرح بہ ترتیب رقم فرماتے ہین [۱] ولید بن عتبہ [۲] عاص بن سعید۔ [۳] طعیمہ بن عدی بن نوفل۔ [۴] نوفل بن خویلد۔ [۵] زمعہ بن اسود [۶] حارث بن زمعہ۔ [۷] نضر بن حارث بن عبد الدار۔ [۸] عمیر بن عثمان بن کعب بن تیم چچا طلحہ کا۔ [۹] عثمان بن عبید اللہ۔ [۱۰] مالک بن عبید اللہ دو بھائی طلحہ کے۔ [۱۱] عیسیٰ بن عثمان۔ [۱۲] مسعود بن امیہ بن مغیرہ۔ [۱۳] قیس بن فاکہ بن مغیرہ۔ [۱۴] حذیفہ بن ابی حذیفہ بن مغیرہ۔ [۱۵] ابو قیس بن ولید بن مغیرہ۔ [۱۶] حنظلہ بن ابو سفیان۔ [۱۷] عمرو بن مخزوم۔ [۱۸] ابو المنذر ابن ابی رفاعہ۔ [۱۹] منبہ بن حجاج سہمی۔ [۲۰] عاص بن منبہ۔ [۲۱] علقمہ بن کلدہ [۲۲] ابو العاص بن قیس بن عدی۔ [۲۳] معاویہ بن مغیرہ بن ابی العاص۔ [۲۴] لوذان بن ربیعہ۔ [۲۵] عبد اللہ بن منذر بن ابی رفاعہ۔ [۲۶] مسعود بن امیہ بن مغیرہ۔ [۲۷] حاجب بن سائب بن عویمر۔ [۲۸] اوس بن مغیرہ بن لوذان۔ [۲۹] زید بن ملیص۔ [۳۰] عاصم بن ابی عوف۔ [۳۱] سعید بن وہب [۳۲] معاویہ بن ابی عامر بن عبد القیس۔ [۳۳] عبد اللہ بن زہیر بن حارث بن اسد۔ [۳۴] سائب بن مالک۔ [۳۵] ابو الحکم بن اخنس۔ [۳۶] ہشام بن ابی امیہ بن مغیرہ مروی ہے کہ ایک روز قبل از جنگ بدر حضرت خضرؑ امیر المومنینؑ کو خواب مین نظر آئے اور کلمہ یا ھو یا من لا ھو

الا ھو کہ درحقیقت ایک اسم اعظم ہے آپکو تلقین کیا۔ امیر المومنینؑ کہتے ہین کہ یہ کلمہ طیبہ لڑائی میں میری ورد زبان تھا۔ اسی کی برکت سے حقتعالیٰ مجھکو دشمنون پر مظفر ومنصور کرتا تھا۔ منقول ہے کہ حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے کہدیا تھا کہ عباس وعقیل وحارث بن عبد المطلب اپنی خوشی سے لڑائی میں نہیں آئے مشرکین انکو بجبر واکراہ لائے ہین جنکو وہ ملین قتل نہ کرے بعد اختتام جنگ ابو بشیر یا ابو بصیر انصاری عباس وعقیل کو گرفتار کرکے حضرتؐ کے پاس لایا آپنے پوچھا تو نے ان دونو کو اسیر کیا عرض کی ایک مرد سفید لباس نے جسکو مین پہچانتا نہین میری مدد کی فرمایا وہ فرشتہ تھا۔ بروایتے خود عباسؓ نے کہا مجھکو ابو بصیر نے نہیں پکڑا بلکہ میرے برادر زادے علیؑ نے پکڑا ہے حضرتؐ نے فرمایا درست ہے وہ ایک فرشتہ تھا بصورت علیؑ کی حقتعالیٰ نے فرشتونکو میرے مدد کے لئے علیؑ کی صورت مین بھیجا تاکہ رعب انکا دشمنون کے دلمیں بیٹھ جائے

انجام کار ابولہب بن عبد المطلب

ابو رافع مولائے رسول اللہ کہ ابتدا مین غلام عباس بن عبد المطلب تھا کہتا ہے کہ اسلام ہمارے (یعنی عباسؓ کے) گھر مین داخل ہوگیا تھا ام الفضل زوجہ عباس اور مین صریح مسلمان تھے لیکن عباس کا چونکہ بہت سا مال قریش کے پاس پھنسا ہوا تھا اس لئے اظہار اسلام نہ کرسکتے تھے۔ دشمن خدا ابولہب بیماری کے سبب خود جنگ بدر مین نہ گیا اپنی طرف سے عاص بن ہشام کو بھیجکر فتح کا انتظار کررہا تھا کہ قریش کی ہزیمت کی خبر مکہ مین پہنچی بہت نادم وخجل ہوا لیکن ہم لوگوں نے سرے سے توانائی آگئی۔ مین ایک روز حجرۂ زمزم مین بیٹھا تیر بنا رہا تھا ام الفضل میرے پاس بیٹھی تھین کہ ابولہب پائے کشان وہان آیا اور میری طرف سے پیٹھ موڑ کر بیٹھ گیا اتنے مین ابو سفیان بن حارث بن عبد المطلب بھی آنکلا ابولہبنے اسے اپنے پاس بٹھالیا اور بہت التفات سے پوچھنے لگا کہ برادرزادے تو ٹھیک ٹھیک حال اس لڑائی کا مجھسے بیان کر ابو سفیان نے کہا عمو کیا بیان کروں ہم وہاں پہنچے دشمن سے مُنھ بھیڑ ہوئی ہم نے شکست کھائی بھاگے انہون نے تعاقب کیا اور قتل وقید جو چاہا سو کیا۔ مگر میں اپنے لشکر کو ملامت نہین کرتا کیونکہ مینے زمین وآسمان کے درمیان کچھ لوگ سفید پوش ابلق گھوڑون پر ایسے سوار دیکھے کہ کوئی بھی انکا مقابلہ نہین کرسکتا تھا۔ ابو رافع کہتا ہے کہ مینے کہا وہ فرشتے تھے ابولہبنے ایک الٹا ہاتھ میرے مارا دوسرا مارنا چاہتا تھا کہ ام الفضل ستون خیمہ اٹھا کر اس کی طرف دوڑین اور اس زور سے اسکی سر پر مارا کہ سر پھٹ گیا اور کہا اس کا آقا یہاں نہیں تو تو اسکو ضعیف وذلیل جانتا ہوگا۔ ابولہب اپنا سا مونہہ لئے اٹھکر گھر کو چلا گیا اور ایک ہفتہ کے بعد مرض عدسہ[۱] میں مبتلا ہوکر مرگیا۔ چونکہ لوگ اس مرض سے بہت نفرت کرتے تھے تین روز تک گھر میں مُوا پڑا رہا کوئی اس کے پاس تک نہ جاتا تھا آخر اس کے بیٹون کو لوگوں نے ملامت کی کہ تمہارا باپ گھر مین سڑ رہا ہے اور تم دفن نہین کرتے پس انہون نے اسکی لاش کو کھینچکر بیرون شہر ایک طرف ڈالدیا اور پتھرون مین چھپا دیا راوی کہتا ہے کہ اب وہ مقام عمرہ کے راستے پر واقع ہے جو اس راہ سے گزرتا ہے چند پتھر اسپر پھینک دیتا ہے چنانچہ پتھرون کا انبار بڑھتے بڑھتے بجائے خود ایک پہاڑ بنگیا ہے بالجملہ قریش سے جیسا کہ لکھا گیا ستر آدمی قتل اور اسیقدر دستگیر ہوئے اور لشکر منصور سے چودہ گیارہ یا نو اشخاص نے

[۱] عدسہ ایک پھنسی ہے کہ آدمی کے نکلتی ہے اور بیشتر اوقات اسکو مار ڈالتی ہے غالبًا یہ وہی مرض ہے جو آجکل ہندوستان خصوصًا نواح بمبئی میں بہت زور شور ہے اور بنام طاعون موسوم ہے۔ منہ

باختلاف اقوال شہادت پائی کہ اوّل انہنے عبیدہ بن حارث بن عبد المطلب پسر عم پیغمبر تھے قریشی قیدیونکو دست بستہ حضرت رسولخدا کے سامنے حاضر کیا تو عقبہ بن ابی معیط و نضر بن الحارث ایک رسی مین بندھے تھے آپنے نگاہ تند ایک طرف دیکھا نضر چلایا یا محمد بحق قرابت کہ میرے اور تمہارے درمیان ہے میرے ساتھ وہی کرو جو اور قریش کے ساتھ کروگے - فرمایا اسلام قاطع رحم و قرابت ہے مسلم و کافر میں کوئی قرابت نہین رہ سکتی - عرض کی آپنے فرمایا ہے کہ قریش اسیر ہوں تو انکو قتل نہ کرو ارشاد ہوا تو قریش سے نہیں ایک مجوسی آتش پرست ہے اہل صفوریہ کا تیرا باپ جس سے تجھکو نسبت کرتے ہیں عمر مین تجھ سے چھوٹا ہے روایت ہے کہ نضر مذکور سخت متعصب تھا قریش کو ہزیمت ہوئی تو یہ بھی فراریوں میں شامل تھا بھاگتا تھا اور کہتا تھا خداوندا اگر دین اسلام حق ہے اور تیری طرف سے ہے تو ہم پر پتھر برسا کہ ہم تاب اس کے دیکھنے کی نہین لا سکتے پس گرفتار آیا اور اسوقت علی علیہ السلام نے بحکم خیر الانام اسکو قتل کیا - نضر مارا گیا تو عقبہ سامنے آیا یہہ عقبہ نہایت بدذات خبیث تھا مکہ میں امیہ بن خلف کے کہنے سے پیغمبر پر تھوکتا تھا حضرت نے عہد کیا تھا اگر اس پر قابو ہو تو قتل کئے بغیر نچھوڑین امیر المومنین سے فرمایا یا علیؑ اسکو قتل کرا اور اپنے پیغمبر کی نذر ادا کر امیر المومنینؑ اسے قتل کرنے لگے تو بولا اے محمد میرے بعد میرے بچوں کا کون کفیل ہوگا حضرت نے فرمایا مسلمان نہوں گے تو آتش جہنم انکی کفالت کریگی اسیوجہہ سے عقبہ صبیۃ النار کے نام سے مشہور ہوا - یہ عقبہ آخری مرد ہے قتلائے بدر سے کہ امیر المومنینؑ کے ہاتھ سے مارے گئے ولید بن عقبہ فاسق جس کے بعض حالات آئندہ اس کتاب میں مذکور ہین اس عقبہ کا بیٹا ہے **القصہ** نضر و عقبہ مارے گئے تو اصحاب کو اندیشہ ہوا کہ مبادا حضرتؐ تمام اسیرون کے مارنے کا حکم دین اور فائدہ کہ فدیہ لینے مین ہمکو مدنظر ہے فوت ہوجائے کہنے لگے یا رسول اللہ یہ لوگ آپ کے قوم و قبیلہ سے ہین اُن پر رحم کیجئے اور فدیہ لیکر آزاد فرمائیے مگر حضرت خاموش تھے سعد معاذ نے جانا کہ حضرت اخذ فدیہ سے کراہت رکھتے ہین عرض کی یہہ پہلی لڑائی ہے اگر ہم مشرکین کو قتل کرین تو اس سے بہتر ہوگا کہ فدیہ لیکر چھوڑ دین عمر خطاب نے کہا یا رسول اللہ ان لوگون نے آپکو جھٹلایا اور وطن سے نکالا انکا قتل ہی کرنا بہتر ہے علیؑ کو حکم دیجئے کہ عقیل کو قتل کرے مین فلان کو قتل کرتا ہون مجلسی علیہ الرحمہ فرماتے ہین کہ خلیفہ ثانی کی کوئی غرض اس صلاح سے نہ تھی بجز اس کے کہ کسی طرح علیؑ کا بھائی مارا جائے ورنہ جبکہ حضرت نے پہلے ہی فرما دیا تھا کہ بنی ہاشم کو قتل نہ کرو کہ وہ اپنی مرضی سے نہین آئے تو اب اس کلام کا کون محل تھا - اور حیرت ہے کہ یہ شجاعت کہ اسیروں کے قتل مین شیخ صاحب اب ظاہر کرتے تھے لڑائی کیوقت کہاں گئے تھے کہ ایک کافر بھی آپکے ہاتھ سے مارا نہ گیا چنانچہ تاریخ فریقین اس کی شاہد ہے **الحاصل** قرار پایا کہ فی کفر کچھ روپیہ حسب حیثیت لیکر قیدیون کو رہا کیا جاوے - قریش اپنے اپنے واسطہ وارون کے لئے مکہ سے مال بھیجتے اور انکو چھڑاتے تھے - ابو العاص بن ربیع شوہر زینب بنت خدیجۃ الکبریٰ بھی بندی میں تھا زینب نے اسکے فدیہ مین ایک گردن بند بھیجا کہ خدیجہؑ نے انکو دیا تھا حضرت رسولخدا نے وہ گردن بند دیکھا تو دلگیر ہوئے اصحاب نے یہ دیکھ کر فدیہ ابو العاص کا معاف کر دیا اور وہ گردن بند زینب کے پاس واپس بھیجدیا گیا - ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں اس مقام پر ایک کلام اپنے اُستاد نقیب ابو جعفر سے

قتل عقبہ بن ابی معیط

نقل کیا ہے کہ قضیہ فدک مین انشاء اللہ تعالیٰ ذکر کیا جائیگا **غزوۂ اُحد** ہجرت سے تیسرے سال ماہ شوال میں جنگ احد واقع ہوا - یہ معرکہ تمام و کمال حضرت شیر ذو الجلال کی سعی بازو سے سر ہوا - کیونکہ تمام اصحاب حضرت رسالتمآب کو نرغۂ اعدا مین تن تنہا چھوڑکر بھاگ گئے تھے - اس نازک وقت مین جو حیرت بخش کام حیدری جرأت و جان بازی سے نکلا - اُس کی نظیر صفحہ تاریخ نہیں ملتی - آپنے بزور شمشیر ایک بار نہین بارہا کفار اشرار کے ہجوم کو پراگندہ کیا - اور ہزاروں تلواروں کے نیچے اُس ذات مقدس کی نگاہبانی فرمائی - اس ہمت و جوانمردی کی ملاء اعلےٰ میں دھوم مچ گئی فرشتون نے مابین زمین آسمان لَا فَتٰی اِلَّا عَلِی لَا سَیْفَ اِلَّا ذُو الْفِقَار کی منادی کی جبرئیل نے اس جانفشانی کی رسول اللہ کے سامنے داد دی اور اسپر مبارکباد کہی - لکھا ہے کہ شکست بدر سے آسائش و آرام قریش پر حرام ہوگیا اور جہان انکی نظر میں تیرہ و تاریک دکھائی دیتا تھا انہون نے اپنی عورتونکو رونے اور نوحہ کرنے سے روک دیا تھا کہ مبادا جوش غضب شدت گریہ سے مدہم پڑجائے اور آنسوؤں کا پانی آتش غیظ کو بجھاوے اگلے سال بنی کنانہ وغیرہ اپنے ہم سوگند قبیلوں کو مدد کے لئے بلایا اور بہت سے سلاح و سامان کے ساتھ تین ہزار سوار اور دو ہزار پیادے مردان کار لیکر کشتگان بدر کے بدلہ لینے کی نیت سے مدینہ پر چڑھ آئے اور اپنی عورتونکو بھی ساتھ لیتے آئے تا کہ دردناک الحان میں شکست بدر کا حال سناتی اور انکے غصہ کی آگ کو بھڑکاتی رہین چنانچہ ہند بنت عتبہ زوجہ ابوسفیان وعمرہ دختر علقمہ حارثیہ بھی لشکر میں شامل تھیں - اُدھر سے حضرت رسولخدا بھی سات سو مرد جنگی کے ساتھ مخالفون کے دفعیہ کے ارادہ سے مدینہ سے نکلے - بیرون شہر کوہ احد کے متصل دونو لشکرونکا مقابلہ ہوا حضرت نے دامن کوہ میں پہاڑ کی طرف پیٹھ کر کے اس طرح پر کہ کوہ عینین بائیں ہاتھ پر اور مدینہ پیش رو رہے صفین راست کیں اس کوہ عینین میں ایک شعب (گھاٹی) تھی جہاں سے دشمن کے گھات لگانے اور اندر گھس آنے کا اندیشہ تھا اس لئے آپ نے عبد اللہ بن جبیر کو مع پچاس کمانداروں کے سر شعب پر کھڑا کیا کہ کسی کو اس طرف سے نہ آنے دے اور تاکید کی کہ لشکر اسلام کی فتح ہو یا شکست وہاں سے جنبش نہ کرے **علم کبیر** خاصہ رسولخدا اس روز بھی مانند جنگ بدر کے شیر خدا علی مرتضیٰ کے ہاتھ مین تھا لیکن علَم صغیر کہ اصطلاح اہل جنگ میں لوا کے نام سے موسوم ہے مُصعب بن عمیر کو عنایت ہوا **شیخ** مفید علیہ الرحمہ روایت کرتے ہین کہ علمداری قریش زمانہ قدیم سے قصی بن کلاب کے نام تھی وہ ہر جنگ مین رایت و لوا دونوں کے حامل ہوتے تھے بعد ازاں حمل رایت اولاد عبد المطلب میں اور لوا بنی عبد الدار مین قرار پایا حضرت رسولخدا مبعوث بہ نبوت و مامور بجہاد ہوئے تو حملہ تر و خشک آپ کے اختیار میں آیا آپنے منصب رایت بنی ہاشم پر برقرار رکھا اور امیر المومنینؑ کو علمدار مہاجرین بنایا چنانچہ غزوۂ ودان سے کہ پہلا غزوہ ہے آج تک وہی حضرت علمدار لشکر رہتے تھے لیکن لوا ابتدائے جنگ میں مصعب بن عمیر کو عنایت کیا تھا مصعب نے شہادت پائی اور لوا اس کے ہاتھ سے گرا تو قبائل قریش بہت شوق سے اس کے آرزومند تھے مگر حضرت رسولخدا نے امیر المومنینؑ کو سب پر ترجیح دی اُس روز سے امیر المومنینؑ حامل رایت و حامل لوا ہر دو ہوئے تب سے یہ منصب جلیل بنی ہاشم مین چلا آتا ہے لیکن

مشرکون کی علمداری بدستور بنی عبدالدار مین تھی - اس لڑائی مین بھی طلحہ بن ابی طلحہ عبدری علمدار لشکر تھا دونون لشکر میدان مین مقابل یکدگر کھڑے ہوئے تو ابوسفیان بن حرب نے طلحہ کے پاس آکر کہا کہ قریش کو جنگ بدر مین علمدارون کی نامردی سے روز بد دیکھنا نصیب ہوا اگر تم لوگ اس منصب کی شرائط پوری نہین کر سکتے تو علم ہم کو دو طلحہ کو کہ سردار قوم وکبش قریش تھا یہ کلام بہت ناگوار گزرا کہا تو ہمکو یہ کہتا ہے قسم بخدا کہ آج ہم ہین اور موت یا فتح پا ئین گے ورنہ ہلاک ہو جائین گے پس میدان مین آکر لکارا اے اصحاب محمد تم کہتے ہو کہ ہماری کشتے دوزخ مین اور تمہارے بہشت مین جاتے ہین پس جسکو تم سے آرزوئے بہشت ہو میرے سامنے آئے مین اسکو ابھی بہشت مین بھیجتا ہون چونکہ کسی مین طاقت اس کے مقابلہ کی نہ تھی سب خاموش تھے اسوقت مولائے مومنان مانند شیر غراں پرے سے نکلے اور یہ رجز پڑھا ؎ یا طلحُ اِن کُنتم کما تقولُ + لکمُ خیولٌ ولنا فصولُ + فاثبت لننظر اینا المقتول + واینا اولی بما تقولُ + فقد اتاکَ الاسد الصَّئولُ + لصارم لیس بہ فلول + ینصرہُ النّاصرُ والرّسُولُ یعنے اے طلحہ اگر تم ایسے ہو جیسا کہ تو کہتا ہے تو تمہارے پاس گھوڑے ہین اور ہمارے پاس تلوارین بس ٹھیر دیکھین کہ کون ہم سے قتل ہوتا ہے اور کون زیادہ سزاوار ہے اس گفتگو کا جو تو کہتا ہے پس شیر حملہ آور تجھ پر آپہنچا اس کے پاس تلوار ہے جو کبھی کُند نہین ہوتی اور خدا و رسول اس کے مددگار ہین طلحہ نے پوچھا تو کون ہے کہا علی ابن ابی طالب طلحہ نے کہا اے قضم مین جانتا تھا کہ بجز تیرے کوئی میرا مقابل نہ ہو گا - روایت ہے کہ کسینے حضرت صادق علیہ السّلام سے پوچھا کہ امیر المومنینؑ نے طلحہ کے ساتھ جنگ کیا تو اس نے بلفظ قضم کس لئے آنحضرت کو خطاب کیا حضرت نے فرمایا جس زمانے میں حضرت رسولخدا مکہ مین تھے کفار مکہ ابوطالب کے خوف سے خود آنحضرت سے متعرض نہو سکتے تھے اِلّا اپنے لڑکونکو سکھلا دیتے تھے کہ راہ مین چلتے پھرتے آپ کو ایذا پہنچائیں پس حضرت گھر سے باہر جاتے تو لڑکے پتھر ڈھیلے آنحضرت پر پھینکتے کوڑا کرکٹ ڈالتے امیر المومنینؑ کو یہ حال معلوم ہوا تو عرض کی یا رسُول اللہ جسوقت آپ باہر تشریف لیجائیں تو مجھکو ہمراہ لیچلین پس کے بعد حضرت ملازمت اشرف مین ہوتے اور اطفال انکی طرف متوجہ ہوتے تو حضرت انکو پکڑتے اور انکی رو و بینی کو زخمی کرتے پس لڑکے اپنے گھرونکو جاتے اور کہتے قضما علیؑ کہ ہمکو علیؑ نے مجروح کیا اسوقت سے آپکو قضم کہنے لگے تھے - الغرض طلحہ نے ایک وار آنحضرت پر کیا آپنے سپر پر روکا اور ایک تلوار اُس نابکار کے سر پر لگائی کہ سر کا بھیجا نکل پڑا پھر دوسری چوٹ کی دونو ٹانگین کٹ کر زمین پر آرہین اور طلحہ مع نشان کفر زمین پر گرا - امیر المومنینؑ نے چاہا کہ اس کا سر قلم کرین اس نے رحم و قرابت کا واسطہ دیا نیز اسکا ستر کھل گیا تھا آپ لوٹ گئے مسلمانون نے کہا یا علیؑ کس لئے اس کا کام تمام نہین کرتے فرمایا اس ضربت سے جانبر نہو گا الحاصل طلحہ کبش قریش تھا جو حضرت رسولخدا نے قبل از جنگ خواب مین دیکھا تھا اس کے قتل ہونے پر آپ نے بآواز بلند تکبیر کہی اور مسلمانون نے بھی آپکے ساتھ تکبیر کہی اسوقت فوجون نے دریا کی موجون کی طرح اپنی جگہہ سے حرکت کی اور صفین ٹوٹ پھوٹ کر مسلمین و مشرکین باہم دست و گریبان ہو گئے - کتب

تاریخ مین لکھا ہے کہ حضرت رسولخدا نے ایک تلوار ابو دجانہ انصاری کو دی جسکی ایک سمت یہ شعر تحریر تھا ؎ فی الجُبن عار و فی الاقبال مکرمۃ + والمرءُ بالجبن لا ینجو من القدر + ترجمہ نامردی سے پشت کرنے میں عیب عار ہے اور مردانگی سے حملہ آوری میں قدر و عزت + حالانکہ آدمی نامردی سے موت کے ہاتھ سے نجات نہیں پاسکتا + ابو دجانہ اس تلوار کو لیکر مردانہ فوج اعدا میں گھُس گئے جس گروہ پر جاتے اسکو پس پا و پامال کرتے تھے تا اینکہ منتہائے لشکر پر جہاں عورتیں کھڑی دف بجاتی اور رجز کے راگ گاتی تھین جا پہنچے ہند بنت عتبہ سامنے تھی چاہا کہ ایک ارمین جہان کو اس کے لوث وجود سے پاک کریں مگر بدیں خیال کہ شمشیر رسولخدا کو ایک بدکار عورت کے خون مین آلودہ کرنا زیبا نہیں اس ارادہ سے باز رہے - القصہ طلحہ قتل ہوا تو علم قریش اس کے بھائی ابوسعید بن ابی طلحہ نے لیا وہ بھی ہاتھ سے حیدر کرار کے فی النار ہوا پھر عثمان بن ابی طلحہ نے اسکو سنبھالا وہ بھی مارا گیا - پھر مسافع بن ابی طلحہ پھر حارث بن ابی طلحہ نے باری باری نشان کفر برپا کیا مگر امیر المومنینؑ کی تلوار سے نہ وہ قائم رہ سکے نہ انکا نشان علی ہذا جو علم لیتا مارا جاتا تا اینکہ بروایت صحیح نو سردار علمدار قبیلہ عبد الدار کے شیر خدا کے ہاتھ سے دار البوار کو پہنچے جب کوئی شخص اس قبیلہ میں علم برداری کے قابل نہ رہا تو ایک غلام سیاہ فام پرے سے نکلا اس خطا کردار کا نام بمفاد عکس نہند نام زنگی کافور صواب تھا - غیظ و غضب سے آنکھین لال کئے کف موہنہ سے جاری علم کو زمین سے اُٹھا کر چلا یا مین اپنے آقا ونکی بدلے محمدؐ کے سوا کیکو نہ مارونگا جسم پلید اسکا بزرگی میں ایک گنبد خورد کی مانند معلوم ہوتا تھا - اسکی لاف و گزاف سنکر سب ڈر گئے اِلّا امیر المومنینؑ کہ خوف و ہراس آپکے واسطے خلق ہی نہوا تھا آگے بڑھے اور بیکضرب شمشیر اس کا بدن بیچ سے اسطرح کاٹ ڈالا کہ دونو ٹانگین زمین پر گر کر کھڑی رہ گئیں مشرکین و مسلمین آپکے ہاتھ کی صفائی پر حیران و انگشت بدندان تھے - بروایتے ایک تلوار لگائی کہ دست راست اسکا قطع ہو گیا غلام نے بائین ہاتھ سے علم تھاما دوسری ضرب میں وہ بھی ندارد تھا تب تو اُسنے علم کو سینے سے لگا کر دونو بازوؤں سے دبایا اور کہا اے بنی عبد الدار مین تمہاری یاری و مددگاری کی غرض سے بجالایا امیر المومنینؑ نے ایک ضربت اس کے سر پر لگائی اور قضیہ پاک کیا معلوم ہوتا ہے کہ دونو صورتیں اس کی قتل کی عمل میں آئی تھیں پس کفار ہزیمت پاکر بھاگے اور فتحمند لشکر مال و اسباب انکا تاراج کرنے لگا اسوقت ایک چشم زخم مسلمانوں کو ایسی پہنچی جس سے سارا بنا بنایا کام مٹی ہو گیا تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ کوہ عینین مین جیسا کہ پہلے ذکر ہوا ایک گھاٹی تھی - جہان سے غنیم کے پس پشت سے حملہ آور ہونیکا کھٹکا تھا حضرت رسالت پناہ نے عبد اللہ جبیر کو اس پر مقرر کیا اور یہانتک کہدیا تھا کہ ہم قریش کو مارتے مارتے مکہ تک پہنچا دیں یا وہ ہمکو ہزیمت کرکے مدینہ مین داخل کریں مگر تم اپنی جگہ سے حرکت نہ کرنا قریش بھی اس کار آمد موقع سے ناواقف تھے خالد بن ولید ابوسفیان کے کہنے سے چند بار اثناء جنگ میں اس طرف آیا - مگر ابن جبیر کے اصحاب نے مارے تیروں کے اسکا موہنہ پھیر پھیر دیا اسوقت جو قریش منہزم اور مسلمان لوٹ مین مصروف ہوئے تو درے والون کے موہنہ مین پانی بھر آیا ابن جبیر نے ہر چند نصیحت کی سمجھایا کہ خدا سے ڈرو رسُول اللہ نے ہمکو کیا تاکید کی ہے مگر انہون نے ایک نہ سُنا اور وہان سے

کھسک گئے خالد فوج لئے گھات میں کھڑا ہی تھا فوراً اندر آ دھمکا عبداللہ چند آدمیوں سے جو اس کے ساتھ رہ گئے تھے
مزاحم ہوا مگر کیا پیش جا سکتے تھے سب کے سب ہیں کھیت رہے۔ ادھر عمرہ بنت حارث نے علم لشکر کہ سرنگون پڑا تھا اٹھا کر سیدھا
کھڑا کر دیا۔ قریش نے بھاگتے میں مڑ کر نشان لشکر کو کھڑا دیکھا تو واپس آئے اور دونو طرف سے مسلمانوں کو گھیر لیا پس جو حالت
کہ ایک لمحہ پہلے قریش کی تھی وہی اُسوقت مسلمانوں کی ہو گئی کھلبلی پڑ گئی اور جسکو جدھر راستہ ملا بھاگ نکلا حضرت رسولخدا نے
خود سر مبارک سے اُٹھا کر باواز بلند فرمایا لوگو ادھر آؤ میں رسولخدا ہوں خدا و رسول سے بھاگ کر کہاں جاؤ گے مگر کچھ اثر نہ تھا
حضرت عمر خطاب کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے بروز بدر صبر و ثابت قدمی پر ہم سے بیعت لی تھی اور کہدیا تھا کہ معرکہ سے بھاگنا ضلالت
و گمراہی ہے اور جہاد میں مارا جانا شہادت پانا اور شہیدوں کے لئے جنت خلد کے ضامن ہوتے تھے۔ ہم میدان میں کھڑے
تھے کہ ناگاہ سو مرد بزرگان و صناوید قریش سے بہت سی سپاہ کے ساتھ ہماری طرف متوجہ ہوئے ہم سے صبر نہو سکا بھاگے
اُسوقت علیؑ مثل شیر نر کے کہ گور خر پر جاوے بے دھڑک مشرکین میں گھس گئے مگر جب ہمکو دیکھا کہ بھاگے جا رہے ہیں پکارے
زشت ہوں او بگڑ جائیں یہ صورتیں کہاں جاتے ہو کیا جہنم ہی کا ارادہ کر لیا ہے جب دیکھا کہ نہیں لوٹتے تو ہم پر حملہ کیا ایک
عریض تلوار اسوقت انکے ہاتھ میں تھی کہ موت اس سے ٹپکتی تھی کہا تم نے عہد کیا اور اسکو توڑ ڈالا تم ان لوگوں سے زیادہ
قتل کے لائق ہو۔ اسوقت دیکھا میں نے کہ دو آنکھیں انکی مانند دو کالنہ روغن زیت کے کہ آگ اینمیں روشن ہو یا دو پیالہ پُر از
خون کیطرح لال تھیں خوف ہوا کہ کہیں ایک حملے میں ہم سب کو نیست و نابود نہ کر ڈالیں میں نے آگے بڑھ کر کہا اے ابوالحسن تمکو
خدا کی قسم ہے کہ ہم سے ہاتھ اُٹھاؤ عرب کا دستور ہے کبھی بھاگتے کبھی حملہ کرتے ہیں جب حملہ کرتے ہیں تو بھاگنے کی کسر نکال دیتے
ہیں۔ گویا میرا لحاظ کیا اور مونہہ پھیر کر کافروں کی طرف پلٹ گئے۔ عمر کہتے ہیں اب بھی جب مجھکو انکی وہ مہیب شکل یاد آجاتی
ہے تو بدن کے بال کھڑے ہو جاتے ہیں **القصہ** خالد نے حضرت رسولخدا کو تھوڑے سے آدمیوں کے ساتھ دیکھا تو آپنے
اصحاب پر چلایا کہ یہ ہے جسکو تم طلب کرتے تھے اب اسے جیتا نچھوڑو ان بھیاؤں نے تیر تلوار برچھوں اور پتھروں کا
مینہہ برسا دیا اصحاب کہ رکاب سعادت میں تھے خوب جی کھولکر لڑے۔ بہتوں نے گلگونۂ شہادت سے سرخروئے جاوید
حاصل کی۔ مابقی بھاگ گئے لیکن کفار برابر اُمڈے چلے آ رہے تھے پس حضرت پر حالت غشی طاری ہوئی شیطان نے آپکی
قتل کی خبر اُحد و مدینہ میں اُڑا دی اس سے رہے سہے ہوش بھی مسلمانوں کے اُڑ گئے **یاد رہے** کہ یہہ وہی خالد ولید
ہے جو ثانی الحال مسلمان ہو کر خلیفہ اوّل کے زمانے میں انکے پیشگاہ سے ملقب سیف اللہ ممتاز ہوا۔ یہہ اس کے کفر کے
دنوں کے کارنامے ہیں آئندہ عہد مسلمانی کے کرتوت بھی کسی قدر اس کتاب میں ہم بیان کریں گے۔ شیخ عبدالحق دہلوی
کہ اپنے عقیدے کے موافق خالد خام کار کو پکا مسلمان سمجھے ہوئے ہیں اسکو حال کی تشدد و تقلب پر بہت تعجب کرتے ہیں کہ باوجود
سطوع انوار و بروز اسرار انکی آنکھوں پر یہہ کیسا پردہ پڑا ہوا تھا مگر ہمارے نزدیک اس کے مسلمانی کے حالات کفر کی حالات

سے کچھ بہت مختلف نہیں تھے بلکہ زیادہ تر انکے ساتھ ملتے جلتے ہوئے تھے شیخ صاحب خود کہتے ہیں کہ اس کا باپ ولید بن مغیرہ
اشد کفار و الد الخصام تھا پس بیٹے کے بھی ساتھ کفر باقی رہے تو تعجب نہیں۔ الغرض حضرت نے غش سے آنکھیں کھولیں تو امیر المومنینؑ
کے سوا مسلمانوں سے کسی کو اپنے پاس نہ پایا پوچھا یا علیؑ یہ لوگ کہاں گئے عرض کی عہد کو توڑ کر بھاگ گئے فرمایا تو کفار کو
مجھ سے دفع کر۔ مورخین نے لکھا ہے کہ آٹھ شخصوں نے باہم عہد کیا تھا کہ مر جائیں گے مگر خدمت بابرکت سے جدا نہ ہونگے
نام نامی ان کے یہہ ہیں امیر المومنینؑ طلحہ زبیر ابودجانہ انصاری کہ نام انکا سماک بن خرشہ تھا۔ حارث بن صمہ حباب
بن المنذر عاصم بن ثابت سہل بن حنیف سب نے حضرت کے سامنے جہاد کر کے داد مردی و شجاعت دی مگر آخر کار کثرت
کفار سے فرار کیا الا علی بن ابی طالب کہ بدستور اسی جگہہ پر قائم تھے حضرتؐ نے فرمایا تو کس لئے اوروں کے ساتھ نہ بھاگا
آپنے عرض کی یا رسول اللہ اَ اَکفر بعد الایمان اِنَّ لِی بِکَ اُسوۃ اے رسولخدا آیا میں ایمان کے بعد کفر اختیار کرتا
بتحقیق کہ مجھکو آپ سے اقتدا و پیروی ہے بقول صاحب مدارج یعنی مجھکو صرف آپ سے کام ہے اُن یار دوستوں سے جو مال
کے پیچھے بھاگ گئے کچھ غرض نہیں رکھتا بنا بریں مشہور ہے لیکن بعض روایات امامیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کا کلام
آنحضرت نے ابودجانہ سے فرمایا تھا امیر المومنینؑ سے اور یہ اقرب بصواب ہے **روضۃ الاحباب** وغیرہ میں ہے
کہ امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ جبکہ کفر مسلمانوں پر غالب آتے تو ایکبار پیغمبر خدا میری نظر سے غائب ہو گئے میں نے ادھر اُدھر
حضرت کو ڈھونڈا لاشہائے مقتولین کے درمیان تلاش کیا کہیں نہ پایا تو دل میں کہنے لگا کہ پیغمبر ایسے نہیں کہ معرکۂ جنگ سے
گریزاں ہوں اور قتل بھی نہیں ہوئے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید حقتعالی نے ہماری حرکت سے غضبناک ہو کر اپنی پیغمبر کو
آسمان پر اپنے پاس بلا لیا ہے پس اس سے بہتر کچھ نہیں کہ ان ملاعین کے مقابلہ میں داد جہاد دوں تا اینکہ مارا جاؤں پس
نیام تلوار کو توڑ کر پھینکدیا اور با تیغ برہنہ اس انبوہ میں گھس گھس گیا یہانتک کہ انکو متفرق و پراگندہ کر ڈالا اس وقت
دیکھا میں نے کہ حضرتؐ انکے درمیان صحیح و سالم موجود ہیں جانا کہ حق تعالی نے ملائکہ کرام سے انکی نگہبانی کرائی ہے **القصہ** حضرت
امیر کمر جانفشانی کو کسے ہوئے قلع و قمع اعدا میں مصروف تھے غنیم بار بار حضرت رسالت پر چڑھ کر آتے شیر خدا یکہ و تنہا انکا
مقابلہ کر کے مونہہ پھیر دیتے تھے حتےٰ کہ لڑتے لڑتے تلوار آنحضرت کی پارہ پارہ ہو گئی وہ تیغ شکستہ حضرت رسولخدا کے پاس
لائے اور ثابت تلوار کی درخواست کی حضرتؐ نے ذوالفقار مرحمت کی۔ امام رضا علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ ذوالفقار جبرئیلؑ
آسمان سے آنحضرتؐ کے لئے لائے تھے اس کا قبضہ چاندی کا تھا اور وہ ہنوز ہمارے پاس موجود ہے۔ ابن ابی الحدید اپنے
قصیدہ رائیہ میں اس کی طرف اشارہ کر کے کہتا ہے ؎ وحَیثُ الرمیضُ لشعشعانی فائض + مِنَ المصلِ الاعلےٰ
تبارکَ مصدرا + فلیس سواع بعد فخرا بمعظّم + ولا اللات مسجوداً لھا و معفّرا یعنی جب سے برق درخشندہ (ذوالفقار
مبارک) اعلے جائے صدور (آسمان) سے نازل ہوئی ہے۔ سواع و لات (نام دو بتوں کا) کی اسوقت سے کچھ عزت نہیں رہی

حال ذوالفقار

کوئی انکو سجدہ نہین کرتا اور جبین کو انکے آگے خاک پر نہیں رگڑتا۔ حکیم سنائی حدیقہ میں کہتے ہین ؎ ذوالفقارے کہ از
بہشت خدائی ٭ بفرستادہ بود شرک زدائی ٭ علے ہذا مولوی معنوی ایک غزل مین فرماتے ہیں ؎ حضرت شاہے کہ
بیک ذوالفقار۔ ران گران از تن عنتر گرفت ٭ تیغ علی کورہ و سندان ندید ٭ نے علی از دست آہنگر گرفت ٭ بقولے
یہہ تلوار منبّہ بن حجاج کی تھی حضرت امیرؑ نے بروز بدر اسکو قتل کرکے رسولخداؐ کی خدمت مین پیش کش گزرانی۔ اسوقت
انحضرتؐ نے آپ کو عنایت کی بہرکیف حضرت امیر المومنینؑ ذوالفقار لیکر پھر مصروف جہاد ہوئے رسولخدا ذرا پیچھے
سرک کر پہاڑ سے مل گئے تھے تاکہ لڑائی ایک سمت سے واقع ہو۔ کفار نابکار بار بار آپ پر حملے کرتے امیر المومنینؑ تن تنہا
انکو پریشان کرتے ایک مرتبہ ایک گروہ آیا آپنے ہشام بن امیّہ مخزومی کو انکے درمیان سے ہلاک کیا باقی فرار ہوئے
دوسرا دستہ متوجہ ہوا عمر بن عبداللہ جمحی انمین سے بدست حیدر کرار فی النار ہوا باقیوں نے ہزیمت کھائی۔ اور گروہ آیا بشر
بن مالک عامری آپکے ہاتھ سے قتل ہوا اِبن مسلمان کچھ کچھ واپس آنے لگے سب سے پہلے ابودجانہ و سہل بن حنیف انصاری
نے مراجعت کی وہ حضرتؐ کے پاس کھڑے ہوئے آپ کی نگاہبانی کرتے تھے اور امیر المومنینؑ بزور شمشیر دہنے بائیں سے
دشمنوں کو ہٹاتے اور دور کرتے تھے کہ بقول صاحب کشف الغمہ دس مرتبہ دس گروہ نے آنحضرتؐ پر حملہ کیا اور دسوں
دفعہ آپنے انکا وار رد فرمایا مثل شیر غضبناک جہاد اعدا مین مصروف تھے تا اینکہ نوّے زخم سر سینہ شکم دست و پا مین
لگے روضۃ الصفا میں ہے کہ سولہ ضربت حضرت کے لگے ہر ضربت مین زمین پر گرے اور ہر مرتبہ ایک مرد خوش رو
خوشبو آتا اور بازو پکڑ کر آپکو اُٹھاتا اور کہتا۔ حملہ کران اشرار پر بتحقیق کہ تو طاعت خدا و رسول مین ہے اور وہ دونو تجھ سے
راضی و خوشنود ہین۔ بعد ختم جنگ یہ ماجرے رسولخدا سے بیان کیا تو آپنے فرمایا یا علیؑ تو اس مرد کو پہچانتا ہے۔ عرض
کی نہین اِلّا وحیہ کلبی سے مشابہ تھا فرمایا تیری آنکھین روشن ہون کہ وہ جبرئیل تھا۔ الغرض امیر المومنینؑ سید المجاہدین
نے اسقدر جنگ و جہاد کیا کہ کفار باوجود کثرت و شوکت کے آخر کار منہزم ہوئے اسوقت مابین زمین و آسمان ایک آواز سنائی
دی کہ کوئی کہتا ہے ؎ لافتے الّا علی لا سیف اِلّا ذوالفقار ٭ کہ کوئی مرد نہین بجز علیؑ کے اور کوئی تلوار نہین
سوائے ذوالفقار کے حضرت رسولخدا نے فرمایا یا علیؑ تو اپنی مدح سنتا ہے کہ رضوان فرشتہ تیری اور تیری تلوار کے حق
میں کیا کہہ رہا ہے حضرت امیر المومنینؑ فرط انبساط سے رونے لگے۔ اور شکر حق تعالیٰ بجالائے۔ بعض روایات میں ہے
کہ جبرئیل امین کرسی زرین پر درمیان آسمان و زمین لافتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار کہتے ہوئے دکھائی دئے ممکن ہے کہ
رضوان و جبرئیل دونو نے یہہ منادی کی ہو پس جبرئیل رسولخدا پر نازل ہوتے اور کہا علیؑ نے آج حق وفاداری و جان
نثاری ادا کیا حضرت نے فرمایا کیونکر نہ کرتا اِنَّ علیاً مِنّی وَ اَنَا مِنہُ بے شبہ علیؑ مجھ سے ہے اور مین اس سے جبرئیل
نے کہا انا منکما یعنے مین تم دونو سے ہوں صاحب روضۃ الاحباب نقل حدیث کے بعد کہتے ہین کہ اس حدیث کو

بڑے بڑے محدثوں اور مورخوں نے اس طریق سے اپنی کتابوں مین نقل کیا ہے۔ اور مجلسی علیہ الرحمہ فرماتے ہین کہ حدیث ندائی
لافتی سُنّی و شیعہ کے یہاں متواترات سے ہے ابن ابی الحدید وغیرہ مشاہیر علمائے اہل سُنّت نے کہا ہے کہ یہ حدیث احادیث مشہور سے
ہے اسکا انکار نہیں ہو سکتا عبداللہ بن مسعود صحابی زید بن وہب سے حال جنگ احد بیان کر رہے تھے زید نے پوچھا کیا واقعی علی بن
ابیطالبؑ سہل بن حنیف و ابودجانہ کے سوا تمام صحابہ رسولخدا کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے انہوں نے کہا سوائے علیؑ کے کوئی بھی آنحضرتؐ
کے پاس نہ رہا تھا عاصم بن ثابتؓ ابودجانہ و سہل بن حنیف وہ لوگ ہین جنہوں نے سب سے پہلے انحضرتؐ کی طرف مراجعت کی پھر
طلحہ بن عبیداللہ آکر شامل ہوئے۔ زید کہتا ہے مینے کہا ابوبکر و عمر اسوقت کہاں گئے تھے کہا بھاگ گئے تھے پوچھا عثمان کا کیا حال تھا کہا
وہ بھاگ کر اتنی دور نکل گئے تھے کہ تیسرے روز مدینہ مین واپس آئے رسول اللہ نے انکو دیکھا تو کہا ذَھَبتَ فِیھَا عَرِیضَۃً کہ تو
اس موقعہ پر لمبا بھاگنا بھاگا تھا۔ کہا اے عبداللہ تم اسوقت کہاں تھے کہا مین بھی بھگوڑوں میں شامل تھا۔ کہا تو یہ حالات تمکو کیسے
معلوم ہوئے ابن مسعود نے کہا عاصم بن ثابتؓ سہل بن حنیف کی زبانی سنی۔ کہا حیرت ہے کہ علی ابن ابی طالب ایسے دشوار موقع پر
کسطرح ثابت قدم رہے کہا تجھکو کیا فرشتوں کو بھی اس سے حیرت تھی مگر تو نے نہین سُنا کہ جبرئیل زمین آسمان کے درمیان پکارتے پھرتے
تھے لا سیف الا ذوالفقار ولا فتی الّا علی زید نے کہا کیونکر معلوم ہوا کہ یہہ آواز جبرئیل ہی کی ہے عبداللہ مسعود نے کہا مسلمانون
نے اسکو سُنا رسولخدا سے پوچھا کہ کسکی آواز ہے آپنے بتایا کہ جبرئیل کی ہے حقیر مولف کہتا ہے کہ اس روایت سے جسے شیخ مفید
علیہ الرحمہ نے بطرق اہل سُنّت روایت کیا ہے دریافت ہوتا ہے کہ گو بھاگنے میں ابوبکر عمر عثمان تینون صاحب متساوی الاقدام ہیں
الّا تیسرے روز واپس آنے کی فضیلت مخصوص حضرت ذی النورین کے لئے ہے لیکن روضۃ الصفا مین کہ روایت مذکور وہان بطور
اختصار نقل ہوئی ہے وارد ہے کہ تینون بزرگوار تیسرے ہی روز آئے تھے اور رسولخدا نے تینون کو فرمایا تھا لقد ذھبتم فیھا عریضا
غرض اسمین شک نہین کہ انحضرات سے مطلق پایداری نہین ہو سکی اور بخلاف امر حق تعالیٰ جاھدوا فی سبیل اللہ حق جھادہ
جہاد کر راہ خدا مین جیسا کہ جہاد کا حق ہے۔ معرکہ سے روگردان ہوئے۔ حضرت عثمان کا بھاگنا اور تیسرے روز مدینہ مین لوٹ کر آنا تو اہل سنت
کے یہاں متواترات سے ہے اور شاید قریب باجماع پہنچا ہو خلیفہ ثانی کے فرار ہونے مین بھی واقدی وغیرہ انکے مورخین معتبرین
شیعوں کے ساتھ متفق اللفظ ہین اور نقل کرتے ہین کہ ضرار بن خطاب نے نیزے کا سرا عمر کے لگا کر کہا کہ تجھکو اس نعمت کا شکر ادا کرنا
چاہئے کہ آج میرے ہاتھ سے رہا ہو گیا۔ مگر ابوبکر کے گریز کا صاف صاف اقرار کرتے ذرا ہچکچاتے ہیں اور اس سے گریز کرتے
ہین حالانکہ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ انہوں نے تمام جنگ میں کسی کافر کے ایک زخم نہین لگایا نہ آپ کوئی زخم کھایا۔ یہہ نہایت
عجیب بات ہے کہ ایک شخص ایسے معرکہ ہوش ربا مین جسمین تمام صحابہ رسولخدا کو چھوڑ کر بھاگ جائیں اوّل سے آخر تک موجود رہے لیکن
نہ وہ کسی کا بال بیکا کرے نہ اسکا بال ذرا بیکا ہو حالانکہ خود رسولخدا بھی اس ہنگامہ مین چوٹ چپیٹ سے سلامت نہین رہے یہان بنا
مجبوراً یہہ کہنا پڑتا ہے کہ چونکہ کفار حضرت صدیق کو پہچانتے اور بباطن ان سے ملے ہوئے تھے جان بوجھکر متعرض نہوتے پس جو بھاگنا

کے منکر ہین اسکو مانیں کیونکہ یہہ تو ممکن نہیں ہے کہ نسیبہ[1] جراحہ ایک عورت تک بھی اس بلوۂ عام مین زخم کھائے اور نہ کھائیں تو حضرت یار غار فانظروا یا اولی الابصار واعتبروا غایۃ الاعتبار **شیخ** مفید علیہ الرحمہ سُنّیون کے طریق پر عبداللہ بن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا علی بن ابی طالب کے لئے چار فضیلتین ہین کہ انکے سوا کسی میں نہیں اوّل وہ تمام عرب و عجم سے پہلے انحضرت پر ایمان لائے اور آپ کے ساتھ نماز پڑھی۔ دوم ہر لڑائی میں آپ کے علمدار ہوتے تھے۔ تیسرے بروز احد تمام صحابہ رسولخدا کو چھوڑکر بھاگ نکلے مگر وہ ثابت قدم رہے اسی طرح وندنایا کئے۔ چوتھے انہوں نے رسولخدا کو قبر مین داخل کیا یعنے وہ آخر العہد ہین انحضرت سے **فائدہ** مولانا مجلسی علیہ الرحمہ حیات القلوب مین جنگ اُحد کے حالات میں فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ نادِ علی جنگ اُحد میں نہین بلکہ جنگ خیبر میں نازل ہوئی ہے۔ لیکن شیخ عبدالحق دہلوی مدارج النبوہ میں لکھتے ہین کہ ظاہر یہہ ہے کہ نادِ علی اسی معاملہ و معرکہ میں اُتری ہے واللہ اعلم۔

شہادت امیر حمزہ سید الشہدا رضی اللہ عنہ

وحشی قاتل حمزہؓ جبیر بن مطعم کا غلام تھا۔ جبیر کا چچا طعیمہ بن عدی بن الخیار جنگ بدر مین حضرت حمزہ کے ہاتھ سے مارا گیا تھا۔ قریش جنگ اُحد کے لئے چلے تو جبیر نے وحشی سے کہا اگر میرے چچا کے قاتل (حمزہ) کو قتل کرے تو اسکے بدلے مین تجھکو آزاد کردونگا ہند بنت عتبہ زوجہ ابوسفیان کو یہہ حال معلوم ہوا تو بہت درپے ہوئی راہ میں جہاں وحشی اسکو ملتا طمع دیتی اور سمجھاتی کہ حمزہ ہی نے میرے باپ عتبہ کو بھی قتل کیا ہے جسطرح ہو اسکو قتل کر اگر یہہ کام تیرے ہاتھون بن پڑا تو آزادی کے سوا تیرے تئین بہت سا نفع ہوگا تجھے نہال کردونگی۔ بروایتے ہند نے کہا اگر محمدؐ و حمزہؓ و علیؑ سے ایک کو بھی تو نے قتل کیا تو اسکے عوض مین ہم اس قدر مال تجھکو بخشیں گے کہ راضی ہوجائیگا۔ وحشی نے کہا مجھکو محمدؐ تک رسائی نہین۔ حمزہؓ کو اگر سوتا پاؤن تو جگا نہین سکتا ہان اگر ممکن ہوا تو علیؑ پر حربہ چلاؤنگا۔ کہتے ہین کہ یہ وحشی حربہ چلانے مین بہت چالاک تھا۔ جس کی طرف ہتھیار پھینکتا خطا نہوتا۔ لڑائی کے دن جبکہ ہنگامہ کارزار گرم ہوا تو امیر المومنینؑ کو دیکھا کہ فنون جنگ مین ماہر اور چار طرف باخبر ہین ان سے قطع اُمید کی ناگاہ اس کی نظر حمزہ پر پڑی کہ مثل پیل دمان و شیر ژیان لشکر مین گھس کر صفوں کو روندتے چلے آرہے ہیں سباع بن عبدالعزی خزاعی حضرت کے مقابل ہوا اس کی ماں مکہ مین عورتون کی ختنہ کیا کرتی تھی امیر حمزہ نے اسکے اسم شنیع سے سباع کو ملامت کی کہا اے پسر مقطعہ البظور یعنی تیرا یہہ مقدور کہ خدا و رسول سے لڑنے آئے یہ کہتے ہی اسکو قتل کیا وحشی گھات مین تاک لگائے بیٹھا تھا۔ حمزہ اس طرف کو موڑے تو اس نے حربہ ایک طرف پھینکا جو ٹھیک ناف کے نیچے بیٹھا اور دوسری طرف کو

[1] نسیبہ بنت کعب مازنیہ ایک بہادر عورت تھی حضرت رسولخدا اسکو غازیوں کی خدمت و زخمیوں کی مرہم پٹی کے لئے لڑائیوں مین ساتھ لیجایا کرتے تھے جنگ احد مین وہ اپنے شوہر اور عمارہ و عبداللہ دو بیٹوں کے ساتھ آئی تھی بوقت جنگ مشکیں بھر بھر کر مسلمانوں کو پانی پلاتی پھرتی تھی۔ جب لشکر اسلام کو ہزیمت ہوئی اور اصحاب حضرت رسولخدا کو چھوڑکر بھاگنے لگے تو اس شیردل عورت نے سقائی چھوڑکر حضرت رسول خدا کی حفاظت و حمایت پر کمر باندھی۔ حضرت نے اس کو ایک ڈھال دلوادی تھی اس ڈھال کو اور اپنے بدن کو انحضرت پر سپر کرتی اور کافرون کے حملون کو روکتی اور جنگ کرتی تھی تا اینکہ ۱۳ زخم اس کے لگے کہ ایک زخم اُن مین کا ایک سال میں اچھا ہوا تھا حضرت رسول خدا نے اس کے حق میں فرمایا تھا المقام اُمّ عمارہ خیر من مقام فلان و فلان یعنی آج نسیبہ کا کام ابوبکر و عمر کے کام سے بہتر ہے ۱۲ خلاصہ روضۃ الصفا و مجموعہ وفادار ہر گوشت آدینہ باد ہے فرح زن کہ اسکو کاٹ کر عورت کے ختنہ کرتے ہین ۱۲ منہ

نکل گیا وحشی بھاگا اور حمزہ اسکے پیچھے چلے مگر زخم کاری لگا تھا طاقت نہ رہی زمین پر گرے کچھ لوگ انکے پاس آئے اور پکارا اے ابوعمارہ جواب نہ ملا جانا کہ کام تمام ہوا وحشی تھوڑی دور یہ ماجرے کھڑا دیکھ رہا تھا جب سب لوگ اِدھر اُدھر ہوگئے تو قریب آیا اور اپنا حربہ کھینچکر اسی سے شکم سید الشہدا چاک کیا اور جگر نکالکر ہند کے پاس لیگیا کہ لے یہ تیرے باپ کے قاتل کا جگر ہے اس ملعونہ نے جگر عم پیغمبر لیکر موہنہ مین رکھا اور دانتوں سے چبایا حضرت صادقؑ کہتے ہین کہ حق تعالیٰ نے نہ چاہا کہ کوئی جزو انحضرت کے بدن کا جہنم مین جاوے پس وہ جگر مثل سنگ سخت ہوگیا چبا نہ سکی زمین پر ڈالدیا ہوا مامور ہوئی اور اس جزو مقدس کو اسکے مقام پر پہنچادیا پس ہند ملعونہ اس روز سے اٰکلۃ الاکباد (جگر خوارہ) کے نام سے مشہور ہوئی۔ پھر وحشی کے ساتھ جہاں حمزہ پڑے تھے آئی۔ اور ان کے کان ناک ہاتھ خصیہ عضو تناسل کاٹ کر ایک رسی میں پروئے اور بشدت عداوت سے اسکو ہار کی طرح گلے مین پہنا یہہ حضرت معاویہ کی ماں کی کیفیت تھی اب ذرا ان کے بلوا صاحب ابوسفیان شوہر ہندہ کا حال بھی سُنئے وہ اسپ سوار لاشہ حمزہ پر تشریف لائے اور پاس کھڑے ہوکر نیزہ جو ہاتھ مین تھا اُس جناب کے موہنہ پر مارتے اور کہتے تھے اے عاق اپنے کئے کا ذائقہ چکھہ حلیس بن علقمہ کو حمیت عرب دامنگیر ہوئی بولا اے بنی کنانہ اس مرد کو کہ بزرگ قریش ہونیکا دعوی کرتا ہے دیکھو کہ اپنے مردہ چچازاد بھائی کے ساتھ کیا سلوک کر رہا ہے بارے اسکے کہنے سے کچھ غیرت سی آئی کہا سچ کہتا ہے مجھسے غلطی ہوئی کہین اور اس کا ذکر نہ کرنا **مُولّف** کہتا ہے کہ یہ قصہ ہو بہو مشابہ ہے ساتھ قصہ سر اقدس امام حسین علیہ السلام کے جبکہ یزید کے سامنے لایا اور طشت زرین مین زیر تخت رکھا گیا تھا۔ یزید ابوسفیان کا پوتا تھا تو امام عالیمقام بھی حمزہ سے قرابت وہی نسبت رکھتے تھے۔ اگر حمزہ سید شہدائے اُحد ہین تو خامس آل عبا سید و سردار شہدائے عالم۔ وہان ابوسفیان گھوڑے پر سوار کھڑا نوک سنان حمزہ کے لب و دندان پر مار رہا تھا یہاں یزید ملعون تخت سلطنت پر بیٹھا چوب خیزران (بید) اس مقدس مقام پر لگاتا تھا جسطرح ابوسفیان اپنی باجیانہ حرکت کے درمیان ذق ایُّہا العاق (مزہ چکھ اے عاق) کہکر اپنے دل کا بخار نکالتا تھا اسیطرح یزید بدبخت بھی نشۂ غرور مین چور اپنے بڑوں بدر کے کشتون کو بلاتا تھا کہ آکر دیکھو مینے کسطرح تمہارے دشمنوں کی اولاد سے تمہارے بدلے لئے۔ اگر ابوسفیان کو حلیس بن علقمہ نے ملامت کی تو یہاں بھی ابوبرزہ اسلمی صحابی سے یہہ حال دیکھا نہ گیا پکارا دائے ہو تجھ پر اے یزید حسین کے دانتون پر چھڑی لگاتا ہے قسم بخدا کہ مینے حضرت رسالتؐ کو بارہا اس لب و دندان کے بوسے لیتے دیکھا اور انکو سید و سردار جوانان بہشت کہکر پکارتے سنا ہے پس فی الحقیقہ یہہ دونوں قصے بایکدگر بہت ہی مشابہت رکھتے ہین فرق صرف اس قدر ہے کہ ابوسفیان ابن علقمہ کی سرزنش پر کچھ شرما گیا مگر یزید پلید بیحیائی و بدذاتی میں اپنے دادا کا بھی دادا نکلا۔ اس نے بجائے اس کے کہ اس شفیق ناصح یعنی ابوبرزہ اسلمی کی نصیحت مانی اسکو بکمال ذلت و خواری مجلس سے نکلوادیا **القصہ** بعد اختتام جنگ حضرت رسولخدا کو حمزہ کی فکر ہوئی امیر المومنینؑ سے فرمایا یا علیؑ جاکر اپنے چچا کو تلاش کرو حضرت امیرؑ ڈھونڈتے ڈھونڈتے لاش حمزہؓ پر پہنچے انکو اس حال مین دیکھ کر نہ چاہا کہ یہ منحوس خبر حضرتؐ کے پاس لیجائیں تا اینکہ

حال ابوسفیان پدر معاویہ

حضرت رسولخدا خود وہان تشریف فرما ہوئے جب اپنے عم محترم کو اس حالت میں غلطان بخاک و خون پایا تو رقت اس جناب پر
طاری ہوئی فرمایا مجھکو کبھی اس قدر غم و الم نہیں ہوا تھا جیسا کہ آج اس موقع پر ہوا۔ پس بردیمنی دوش مبارک سے اُتار کر حمزہ پر ڈالی
چادر چھوٹی تھی پیر کھلے رہے انکو اذخر گھاس سے ڈھانپا اور نماز پڑھ کر اس جناب کو زیر زمین دفن کیا۔ اور فرمایا اگر اندیشہ
نہوتا کہ زنان بنی عبد المطلب گریہ و بکا کریں گی اور غمگین ہونگی تو امر کرتا کہ لاشہ حمزہ کو اسی طرح رہنے دین تاکہ جانوران صحراو
مرغان ہوا انکا گوشت کھائیں اور وہ قیامت کے دن انکے شکم سے محشور ہوں تحقیق کہ مصیبت جس قدر عظیم ہو اسکا ثواب بھی ویسا
ہی عظیم ہوتا ہے۔ پھر حکم دیا کہ لاشہائے شہدا کو جمع کریں کل ستر شخص اس لڑائی مین شہید ہوئے تھے بقدر اسیران جنگ بدر کے
جنکو پہلے سال فدیہ لیکر رہا کیا تھا ارشاد جناب باری تھا کہ جتنے اشخاص سے فدیہ لوگے اُتنے ہی تم سے آئندہ جنگ میں مقتول ہونگے
مسلمان اس شرط پر راضی ہوگئے تھے کہ اسوقت مال دنیا سے متمتع ہوں ثانی الحال عزّ شہادت پہنچکر درجات آخرت پائیں پس سب پر
نماز پڑھی اور دو دو تین تین کو ایک ایک قبر مین مدفون کیا الا حمزہ کہ علحدہ قبر مین دفن ہوئے بروایتے حمزہ کو بھی انکے بھانجے عبد اللہ بن
جحش کے ساتھ کہ اُمیمہ بنت عبد المطلب کے بطن سے تھے ایک قبر میں رکھا کہتے ہین کہ عبد اللہ جب کو لڑائی کے ارادہ گھر سے نکلتے
تھے تو کہتے جاتے تھے الٰہی آج ایسی قوی بازو کافر سے میرا مقابلہ ہو کہ شہید کرکے میرے کان اور ناک کاٹ لے تاکہ بروز قیامت
جب تو پوچھے کہ ناک اور کان کہاں گئے تو مین کہوں تیری اور تیرے رسول کی راہ مین نذر کئے اسوقت تو کہے البتہ ع گوش
و بینی بُریدہ یافتی۔ راوی کہتا ہے صبح کو عبد اللہ یہ آرزو کرتے تھے عصر کے وقت مینے دیکھ لیا کہ کفار نے انکی گوش و بینی کاٹ کر
ایک رسی میں گوندھ دیئے ہیں۔ جناب سیدہ خبر قتل جناب رسالت مآب سُنکر مدینہ سے گریہ کنان اُحد میں چلی آئیں تھیں ان کے
ساتھ ایک ظرف پر آب تھا حضرت رسولخدا نے اُس پانی سے روئے مبارک کو دھویا پس امیر المومنین تشریف لائے حالانکہ
دستہائے مبارک شانوں تک خون مین رنگین تھے اور ذو الفقار سے لہو ٹپک رہا تھا جناب سیدہ کو دی کہ اسکو لے تحقیق کہ
آج اس نے مجھ سے بیوفائی نہین کی پھر چند اشعار متضمن اپنی شجاعت اور بہادری کے بطور رجز پڑھے آخر انکا یہ شعر ہے

امیطی دماء القوم عنہ فانہ ٭ سقی آل عبد الدار کاس حمیم — یعنی اے فاطمہ ان لوگوں کا خون اس تلوار سے
دور کر تحقیق کہ اس نے اولاد عبد الدار کو حمیم جہنم سے سیراب کیا ہے **بنا بر مشہور** مقتولان قریش اس لڑائی میں اٹھائیس نفر ہیں مورخین
اہل سنت نے اعتراف کیا ہے کہ عمدہ انمیں حضرت امیرؑ کے ہاتھ سے مارے گئے محمد بن اسحاق کہ اس سے بڑھکر کوئی معتبر مورخ
انکے یہاں نہیں کہتا ہے کہ علمدار قریش طلحہ بن ابی طلحہ کو انہوں نے قتل کیا نیز اس کے بیٹے ابو سعید بن طلحہ اور اس کے بھائی خالد
بن ابی طلحہ و عبد اللہ جمحی بن حمید و ابو الحکیم بن اخنس و سعد بن ابی حذیفہ و امیہ بن ابی حذیفہ و ارطاۃ بن شرحبیل و ہشام بن امیہ و عمرو
بن عبد اللہ جمحی و بشیر بن مالک و صواب غلام بنی عبد الدار۔ ان سب کو آنحضرت نے واصل جہنم فرمایا۔ اور فتح آپ کے دست
حق پرست پر واقع ہوئی۔ حق تعالیٰ نے تمام صحابہ کو بھاگنے پر زجر و عتاب کیا انکی مدح آسمان سے نازل ہوئی۔ ابن طاؤس علیہ الرحمہ

نے روایت کی ہے کہ امیر المومنین جنگ احد سے واپس آئے تو اسّی زخم جسم شریف میں ایسے تھے کہ انمین فتیلہ رکھا گیا حضرت
رسولخدا انکی مزاج پرسی کو آئے تو دیکھا کہ ایک نطع (فرش چرمی) پر لیٹے ہین۔ آپ یہ حال دیکھکر گریان ہوئے اور فرمایا جو کوئی
راہ خدا میں ایسی ایذائیں اُٹھائے۔ اس کریم پر لازم ہے کہ جزائے جمیل و اجر جزیل اسکو کرامت کرے امیر المومنین نے عرض کی یا
رسول اللہ خدا کا شکر ہے کہ مین حضرت سے روگردان نہین ہوا اور عار فرار سے سلامت رہا۔ اِلّا افسوس ہے کہ کیوں سعادت شہادت پر
فائز نہوا حضرت نے فرمایا یا علی تو اس سعادت پر فائز ہوگا **غزوۂ بنی نضیر** بنی نضیر و بنی قُریظہ دو قبیلے یہود کے کہ سلسلہ نسب
انبیا ہارون برادر موسیٰ علیہما السّلام تک پہنچاتے تھے نواح مدینہ میں ساکن تھے۔ بنی نضیر میں قریباً ایک ہزار اور قریظہ میں سات سو مرد جنگی
ہونگا۔ یہ لوگ حضرت رسولخدا کی امان میں تھے معاہدہ ہوگیا تھا کہ صلح و سلوک سے رہیں اور دشمنانِ اسلام کو کسی طرح کی امداد نہ دیں
لیکن انکے فیما بین قضیے جھگڑے چلے جاتے تھے۔ نضیر چونکہ تعداد مین زیادہ اور عبد اللہ بن ابی کے ساتھ ہم عہد و سوگند ہونیکا فخر
رکھتے تھے قریظہ کو خیال میں نہ لاتے اور ہر بات میں اُن پر فضیلت و فوقیت چاہتے تھے۔ اتفاق سے ان دونوں ایک تنازعہ انمین
پیدا ہوا فریقین نے حضرت رسولخدا کو اسمیں حَکَم ٹھیرایا آپنے بمقتضائے عدالت بلا رورعایت فیصلہ کردیا یہ فیصلہ بنی نضیر کے خلاف پڑا
یعنے اس سے انکی ادعائے فوقیت جاتی رہی انہوں نے چاہا کہ اس حکم سے سرتابی کرین عبد اللہ ابن اُبی نے بہت زور لگایا مگر اسلام
بھی اب زور پکڑ گیا تھا ایک پیش نہ چلی اور طرفین کو چار ناچار پیغمبر خدا کا حکم ماننا پڑا۔ لیکن بنی نضیر دلمین حضرت کے دشمن ہوگئے

حال عبد اللہ بن ابی

اور حال اس عبد اللہ بن اُبیّ کا یہ ہے کہ یہ شخص قبیلہ خزرج (انصار) میں ایک مقتدر شخص تھا بحدیکہ اسلام سے پہلے اہل مدینہ
اس کے بادشاہ بنانیکی تجویزیں کر رہے تھے چنانچہ ایک تاج بھی انہوں نے اسکے لئے بنوا لیا تھا کہ اتنے میں حضرت رسولخدا وہاں
تشریف لے آئے پس بفحوائے آب آمد تیمم برخاست وہ تمام دفتر گاؤخورد ہوگیا اور زمانے نے دوسرا پلٹا کھایا خود عبد اللہ کو خواہی نخواہی
اسلام قبول کرنا پڑا اگر باطن اسکا صاف نہ تھا۔ انہی دنوں مین حضرت رسولخدا کسی ضرورت میں بنی نضیر گئے تھے امیر المومنین اور چند
دیگر اصحاب ہمراہ رکاب تھے یہودیوں نے صلاح کی کہ ایک آدمی چپکے سے دیوار پر جسکے تلے آپ بیٹھے تھے چڑھ جاتے اور ایک بھاری
پتھر حضرت پر گرا کر آپکو قتل کرے عین موقع پر وحی ہوئی اور یہود حجود کا کید آپ پر کھل گیا لاجرم حضرت بغیر اسکے کہ کچھ زبان سے کہین وہانسے
اُٹھکر سیدھے مدینہ کو چلے آئے نیز اصحاب بھی یکے بعد دیگرے آپ سے راہ میں آملے یہ بنا ہے غزوہ بنی نضیر کی۔ مدینہ پہنچکر حضرت نے
انکو کہلا بھیجا کہ تم نے عہد شکنی کی اور غدر و بیوفائی تم سے ظاہر ہوئی اب کوئی حق تمہارا باقی نہ رہا فوراً ہمارے ملک سے اُٹھ جاؤ اگر
کوئی متنفس تمہارا دس دن کے بعد یہان نظر آیا تو قتل کیا جائیگا یہودیوں نے تعمیل حکم کے سوا چارہ نہ دیکھا مجبور سفر کی تیاری کرنے لگے
جہان جہان اونٹ چرائی پر بھیج رکھے تھے اُلٹے منگائے کچھ اونٹ کرایہ پر لئے کہ اسباب سامان ان پر بار کرکے کوچ کرین اتنے میں عبد اللہ
اُبیّ منافق نے انکو پیغام دیا کہ تم لوگ میرے ہم سوگند ہو ناحق اپنا وطن چھوڑتے ہو مین دو ہزار مرد سے تمہاری مدد کرونگا اور بنی قُریظہ
اور انکے ہم سوگند بنی غطفان بھی ایسے وقت کمک سے دریغ نہین کرین گے پس اپنے قلعوں کو مضبوط کرکے جمے رہو عبد اللہ کے اتنے

قتل عزور یہودی

سہارے سے یہودیوں کا حوصلہ بڑھ گیا اور انہوں نے پیغمبر خدا کو کہلا بھیجا کہ ہم اپنے گھروں کو نہ چھوڑینگے جو کچھ تم سے ہو سکے
کرو یہ پیام انکا حضرت خیر الانام کو پہنچا تو بآواز بلند تکبیر کہی اصحاب نے بھی آپکے ساتھ تکبیر کہی اور اسیوقت علم جنگ امیر المومنینؑ کے ہاتھ میں
دیکر آگے روانہ کیا پیچھے سے آپ بھی عبداللہ بن مکتوم کو مدینہ کی نگہبانی سونپ کر سوار ہوئے اور ایسے جلدی گئے کہ نماز عصر قبیلہ بنی
نضیر میں جاکر پڑھی۔ نضیریوں نے دروازے قلعوں کے بند کرکے مدافعہ و مقاتلہ کے لئے پاؤں جمائے سراپردہ نبوی بنی حطمہ کے پرلے
سرے پر لگایا گیا۔ اور مسلمانوں نے یہودیوں کا محاصرہ کر لیا کئی روز گزر گئے نہ ابن اُبی ہی انکی مدد کو آیا نہ بنی قریظہ و بنی غطفان سے کوئی نکلا
آخر ایک شب عزور نام ایک یہودی نے ایک تیر مسلمانوں کی طرف چلایا جو خیمہ رسالت کی چوٹی پر آکر لگا آپنے حکم کیا کہ خیمہ میدان سے
اُٹھاکر پہاڑ کی آڑ میں برپا کیا جائے۔ مہاجرینؓ و انصار خیمہ کی حفاظت کے لئے کھڑے ہو گئے۔ رات زیادہ گئی اور امیر المومنین علیہ السلام
نظر نہ آئے تو مسلمانوں میں چرچا ہوا حضرت رسولخدا نے فرمایا کہ تمہارے ہی کار کی اصلاح و درستی کے لئے گئے ہیں تھوڑی دیر بعد آپ تشریف
لائے اور عزور کا سر پُر غرور ہاتھ میں لئے تھے لاکر رسول اللہ کے پاؤں میں ڈال دیا اور عرض کی یہ ہے جس نے آپکے خیمہ پر تیر پھینکا
تھا حضرتؐ نے پوچھا یا علیؑ کسطرح تم نے اسکو قتل کیا۔ عرض کی یہ شخص از روئے جرأت و جسارت تمام قوم میں ممتاز تھا جب اس نے
تیر پھینکا میں نے گمان کیا کہ اپنی شجاعت کے گھمنڈ میں باہر بھی نکلیگا پس میں نے گھات لگایا کہ ناگاہ نو آدمیوں کے ساتھ باشمشیر برہنہ
قلعہ سے نکلا یہ جماعت میرے نزدیک پہنچی تو میں نے اُن پر حملہ کیا اور اسکا سر کاٹ لیا ساتھی نکل گئے مگر ابھی دور نہیں گئے اگر کچھ آدمی
میرے ساتھ چلیں تو انکو بھی ابھی پکڑے لاتا ہوں رسولخدا نے دس نفر آپکے ساتھ کئے کہ سہل بن حنیفؓ و ابودجانہ انصاری ان کے
درمیان تھے۔ امیر المومنینؑ نے قلعہ تک پہنچتے پہنچتے یہودیوں کو جا لیا اور ایک حملہ میں سب کو گھیر کر قتل کیا اور سر انکے کاٹ کر حضرت
کی خدمت میں لائے آپنے امر کیا کہ ان سروں کو دروازے بنی حطمہ سے آویزاں کریں اس واقعہ سے رعب اسلام یہود لئام پر چھا گیا اور
وہ جلاوطن ہونے پر دوبارہ راضی ہو گئے حضرت رسولخدا نے فرمایا پیشتر انہوں نے انکار کیا اب جسقدر مال اسباب انکے اپنے اونٹ
اُٹھا سکیں لیجائیں باقی کی اجازت نہ دی بروایتے ہر سہ کس کو ایک شتر اور ایک مشک پیکر نکالدیا یہ لوگ کچھ اذرعات[1] شام کچھ خیبر میں
جاکر آباد ہوئے اور انکی جائداد منقولہ و غیر منقولہ مع پچاس خود پچاس زرہ تین سو چالیس تلوار کے حضرت رسالت پناہ کے ہاتھ آئی۔
شیخ مفید علیہ الرحمہ ارشاد میں فرماتے ہیں کہ یہ اول فئی ہے جو آنحضرتؐ نے مہاجرین اولین کے درمیان قسمت کی۔ اسمیں سے جو کچھ
حضرت رسولخدا کے پاس رہا سب امیر المومنینؑ کو بخشدیا۔ اسطرح پر کہ تا دوام حیات حضرتؐ کے تصرف میں تھا بعد ازاں حضرت امیرؑ
کے ہاتھ میں اور پھر آجتک اولاد فاطمہؑ کے قبضہ میں ہے **مؤلف** کہتا ہے کہ جیسا یہود بنی نضیر کو عبداللہ بن اُبی نے اُکسا کر زیادہ
تباہ و خراب کیا ویسا ہی ہمارے اس زمانے میں ارمنی عیسائیوں کے ساتھ اہل فرنگ نے سلوک کیا مختصر کیفیت اسکی اس طرح پر ہے کہ
ملک ارمن (آرمینیہ) جسمیں زیادہ عیسائیوں کی آبادی ہے سلطنت روم کا ایشیائی صوبہ ہے یہ لوگ اس زمانے میں جبکہ عیسائی سلطنتیں

[1] اذرعات بکسر رائے مہملہ ایک شہر ہے شام میں ۱۲

روئے زمین پر پھیلتی جا رہی ہیں بھلا ایک اسلامی حکومت پر کیونکر راضی ہو سکتے ہیں لاجرم دیگر رومی عیسائیوں کی طرح وہ بھی آئے
دن فتنہ و فساد برپا رکھتے ہیں ان ایام میں یعنی ۱۳۱۳ ہجری میں حسب معمول ایک بغاوت ان میں پیدا ہوئی جسکے فرو کرنیکو افواج
ترک سلطان کیطرف سے بھیجی گئیں۔ یورپ کے اخباروں خاصکر انگلستان والوں نے اسپر ایک طوفان برپا کر دیا اور شور مچانے اور
واویلا کرنے لگے کہ آرمینیوں پر صریح ظلم ہو رہا ہے برطانیہ کلان ہرگز اسکو گوارا نہ کریگا کہ یہ لوگ یوں پائمال ہوں اور جسطرح ہو گا
ان مظلوموں کو ظلمہ کے پنجہ سے نجات دلوائیگا وغیرہ وغیرہ رفتہ رفتہ یہاں تک نوبت پہنچی کہ انہوں نے صاف صاف لکھا کہ سرکار انگریزی
تیار ہے کہ باتفاق روس و فرانس وغیرہ سلطنت روم کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دے۔ ارمنی عیسائی اس مذہبی ہمدردی پر بھر گئے
اور انمیں بغاوت اور سرکشی دم بدم بڑھنے اور پھیلنے لگی۔ ادھر ترک جو زمانے کے موافق غیر قوموں پر حکومت کرنیکا مادہ نہیں
رکھتے اور تیغ زنی اور سرافشانی کے سوا دوسرا کام انکو کم آتا ہے یہ حالت دیکھ کر آگ بگولا ہو گئے اور انہوں نے اس مادۂ فاسدہ
یعنی آرمینیوں کی ایک طرف سے صفائی کرنی شروع کر دی کیا معنی کہ پہلے اگر ایک ایک دو دو کو قتل کرتے تھے تو اب گروہ گروہ اور گانو گانو
کو قتل کرکے بھی سیر نہ ہوتے تھے۔ غرض مقتولوں کی تعداد ہزاروں سے گزر گئی اور لاکھوں پر جا پہنچی مگر نہ انگلستان نے مدد کی نہ روس و
فرانس نے۔ روس تو پہلے ہی سے سلطان کے ساتھ متفق الرائے تھا۔ فرانس اس فساد کا تمام الزام انگلستان کے سر لگاتا ہے۔ خود
انگلستان یہ کہکر کہ سلطان کا اسمیں ذرا قصور نہیں انکے اہلکار نالائق و نا اہل ہیں ہم آرمینیوں کی خاطر سلطان سے نہیں بگاڑ سکتے
بات کو ٹال گیا۔ ہمارے نزدیک سب سے زیادہ قصور اس قضیے میں لندنی اخبار نویسوں اور انکے نامہ نگاروں کا ہے جنہوں نے
بات کا بتنگڑ بناکر ادھر آرمینیوں کا کچلا کرایا۔ اُدھر انگریزی کے نیک نامی کے دامن پر عیب عار کا دھبہ لگایا۔ **غزوہ بنی
المصطلق** سال پنجم ہجری میں غزوہ بنی المصطلق[1] کہ اُسیکو غزوہ مریسیع[2] بھی کہتے ہیں واقع ہوا صورت اسکی یہ ہوئی
کہ حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے سنا کہ رئیس بنی المصطلق حارث بن ابی ضرار نے مسلمانوں کے اضرار و آزار کے لئے لشکر جمع کیا ہے اور
ارادہ مدینہ پر فوج کشی کا رکھتا ہے۔ پس حضرتؐ نے سپاہ نصرت پناہ کو تیاری کا حکم دیا۔ اور علم مہاجرین امیر المومنینؑ اور علم انصار سعد بن عبادہ کو
دیکر اس طرف روانہ ہوئے اثنائے راہ میں ایک روز ایک وادی کے قریب مقام تھا کہ ناگاہ جبرئیل امین نے نازل ہو کر عرض کی کہ اے حبیب
اللہ العالمین اس صحرا میں ایک گروہ کفار اجنہ کا تمہارے ہلاک کرنیکے لئے پنہاں ہوا ہے۔ یہ سنکر حضرتؐ نے جناب امیرؑ کو بلایا اور فرمایا اس
صحرا میں جاؤ اور جنات کو کہ دشمنان خدا و رسول ہیں اپنی قوت خداداد سے دفع کرو۔ اور اسمار الٰہی کو کہ تم انکے علم سے مخصوص ہو اپنا حصن
حصین بناؤ اور سو مرد اصحاب سے آپکے ہمراہ کئے جب وہ جناب قریب اس وادی کے پہنچے تو اصحاب کو وہاں چھوڑ کر آپ یکہ و تنہا کنار وادی تک
تشریف لیگئے۔ پس معوذتین اور اسمار الٰہی کو پڑھا اور انکو آگے بلایا۔ اصحاب آگے آئے۔ حتے کہ ایک تیر کے فاصلہ پر حضرتؐ سے رہ گئے

[1] مصطلق خذیمہ بن سعد بن عمرو بن عمیر بن ربیعہ بن حارث کا لقب ہے اور وہ قبیلہ خزاعہ کی ایک شاخ ہے ۱۲ [2] مریسیع بتصغیر مرسع بنی خزاعہ کے ایک کوئیں کا نام ہے جسپر بنی المصطلق منزل گزین تھے اور وہ مکہ و مدینہ کے درمیان نواح قدید میں واقع تھا ۱۲ منہ

اسوقت ایک اندھیاؤ اس زور سے چلا کہ قریب تھا کہ یہہ لوگ موہنہ کے بھل گر پڑیں حضرت اسد اللہ الغالب نے باَواز بلند پکارا کہ مین ہوں علی بن ابی طالب وصی رسولخدا و پسر عم محمد مصطفےٰ اگر مرد میدان ہو تو ٹھیر کر میرے ساتھ مقابلہ کرو ناگاہ کچھ لوگ زنگی سیاہ رنگ کہ شعلہ ہائے آتش انکے ہاتھوں سے جھڑتے تھے نمودار ہوئے اور رفتہ رفتہ تمام صحرا انسے بھر گیا۔ حضرت امیرؑ آیات قرآنی پڑھتے ہوئے انکے درمیان داخل ہوئے اور تلوار کھینچکر چپ و راست سے اُن پر وار کرتے تھے تھوڑی دیر میں وہ قوم جنات مثل دود سیاہ خستہ و تباہ ہوگئی حضرتؑ نے تلوار میان کی اور جس راہ سے اندر گئے تھے باہر نکل آئے اصحاب نے پوچھا اے ابو الحسن آپنے کیا کیا اور کیا دیکھا تحقیق کہ ہم مارے خوف کے قریب تھا کہ ہلاک ہوجائیں حضرت نے فرمایا جب وہ قوم مجھ پر ظاہر ہوئی تو مینے اسماء الٰہی کو اُن پر پڑھا وہ سب لپت و حقیر ہوگئے۔ پس مین بے دھڑک انمیں گھس گیا اور بہت سوں کو قتل کیا اگر بحال خود باقی رہتے تو تمام کو نیست و نابود کرتا شکر ہے کہ حق تعالیٰ نے مسلمانونکو اس بلا سے نجات دی۔ اب جو انسے باقی رہے وہ ہم سے پہلے حضرت رسولخدا کی خدمت میں پہنچکر مسلمان ہو گئے پس حضرت امیر اصحاب کو ساتھ لیکر حضرت رسالت پناہ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ انکو دیکھ کر شاد و خورم ہوتے اور دعائیں دینے لگے پس لشکر اسلام وہان سے چلکر مع الخیر وادی سے گزرا اور مقام مریسیع میں پہنچا اُدھر سے حارث بن ابی ضرار اپنے لشکر کے ساتھ مقابلے کے لئے صف آرا ہوا اور لڑائی شروع ہوگئی اثناء جنگ میں صفوان علمدار لشکر کفار ابو قتادہ کے ہاتھ سے مارا گیا اور مالک اور اسکا بیٹا امیر المومنین کے ہاتھ سے قتل ہوئے۔ کفار کو ہزیمت ہوئی اور مسلمانوں نے تعاقب کرکے دس شخص اور انسے فی النار کئے باقیون کو گرفتار کرلیا علاوہ برین دو ہزار شتر پانچہزار بھیڑ بکری دو سو عورتیں غنیمت مین ہاتھ آئیں منجملہ قیدیوں کے برہ بنت حارث ابن ابی ضرار کو امیر المومنین اسیر کرکے حضرت رسولخدا کی خدمت میں لائے وہ مسلمان ہوتے اور اسکا قبیلہ بھی اسلام لایا روایت ہے کہ برہ کے باپ حارث نے حضرتؐ کی خدمت میں عرض کی برہ زن کریمہ ہے آپ اس کو اسیر نہ بنائیں حضرت نے فرمایا اسکو اختیار ہے یہاں رہے یا اپنے گھر کو لوٹ جائے۔ حارث نے بیٹی کو سمجھایا کہ مجکو قوم میں فضیحت و رسوا نہ کرا اور اپنے گھر کو واپس چل مگر اس نے خدا و رسول کو اختیار کیا حضرت رسول اللہ نے اسکو آزاد کرکے اس کے ساتھ نکاح کرلیا اور جویریۃ نام رکھ کر داخل ازواج فرمایا مسلمانوں نے یہہ دیکھا تو مناسب نہ جانا کہ زوجہ پیغمبر کے عزیز و اقارب اسیری میں رہین سب نے اپنے اپنے قیدیونکو آزاد کردیا۔ اس لئے جویریۃ بی بی اپنی قوم و قبیلہ کے حق مین بہت مبارک و فرخندہ شمار ہوئی ہے

غزوۂ خندق اسی سال شنہ ہجری مین رسولخدا کو بہت بڑا مشہور غزوہ خندق کا پیش آیا اس غزوہ میں امیر المومنین امام المتقین کے مبارک ہاتھوں سے وہ عظیم کام نکلا کہ جس سے بڑھ کر شاید اسلام میں دوسرا کام نہوگا۔ اسی لئے اسکا ثواب بھی قیامت تک کے جن و بشر کی عبادت کے ثواب سے زیادہ قرار پایا کیفیت اسکی اجمال و تفصیل کے درمیان اس طرح پر ہے کہ پیشتر گزرا کہ یہود بنی نضیر کو مدینہ سے اخراج کئے گئے تو بعض انسے خیبر میں اور بعض شام مین چلے گئے۔ مگر جلاء وطن ہونے سے جو اشتعال طبع اور افروختگی انمین پیدا ہوگئی تھی اس نے کہین بھی آرام سے نہ بیٹھنے دیا۔ لاجرم حیّی بن اخطب۔ سلّام بن ابی الحقیق۔ کنانہ بن ربیع وغیرہ قریب بیس

اشخاص انتخابی کے مکہ گئے اور ابو سفیان سے ملکر اپنا رونا اس کے روبرو رویا اور خواستگار ہوئے کہ قریش پیغمبر خدا کی لڑائی میں انکو مدد دیویں یہاں تو خدا ہی (یعنی لات و ہبل) سے ایسا چاہتے تھے بہت آؤ بھگت سے پیش آئے اور وعدہ کیا کہ سب کام تمہارے حسب لخواہ ہوگا یہودیوں نے کہا پچاس شخص شرفاء قریش سے خانہ کعبہ کے اندر استوار عہد کریں تب ہمکو اطمینان ہوگا ابو سفیان نے انکی مرضی کے موافق پچاس مرد روساء واشراف قریش سے جمع کئے دونو فریق نے دیوار کعبہ سے سینہ لگا لگا کر قسمیں کھائیں کہ تادم زیست محمدؐ کے ساتھ لڑنے سے ہاتھ نہ اُٹھائیں گے۔ معاہدہ سے فراغت ہوئے تو قریش نے انسے پوچھا اے معشر یہود تم اہل کتاب سب سے مقدم ہو اسی سبب سے تمہارا علم بھی تمام کے علم سے سابق ہے۔ بھلا یہ تو بتلاؤ کہ ہمارا دین کہ خانہ کعبہ کی خدمت و مرمت کرتے ہین جو لوگ اس کی زیارت کو آتے ہیں انکے ساتھ خاطر تواضع سے پیش آتے ہیں معہذا اپنے باپ دادا کے دین کی روش پر بتونکو بھی پوجتے ہین "بہتر ہے"۔ یا محمد کا دین کہ چند بدعتیں ایجاد کرکے نیا مذہب پھیلانا چاہتا ہے۔ "بہتر ہے"۔ یہودی مسلمانوں سے ایسے بیزار اور مشرکون کے اسقدر گنونڈے ہو رہے تھے کہ انہوں نے باوجود اہل کتاب ہونے کے شرک و بت پرستی کو توحید پر ترجیح دی اور کہا تمہارا دین محمد کے دین سے بہتر ہے قریش اس سے نہایت ہی خوش ہوئے اور پھول گئے۔ مکہ سے ہٹ کر یہود وعنود نے دیگر قبائل عرب میں چکر لگایا جابجا لوگونکو مسلمانون کے خلاف بھڑکاتے پھرتے تھے انہوں نے بنی غطفان بن قیس بن عیلان کو نخلستان خیبر کی ایک سال کی تمام یا نصف پیداوار دینی کرکے گانٹھا۔ کہ وہ اس لڑائی میں انکا ساتھ دین غطفان کے ساتھ بنی اسد انکی ہم سوگند بھی چلنے تیار ہوئے اور نیز حارث بن عوف مزنی بنی مرہ کے ساتھ اور نویرہ بن طریف بنی اشجع سے اور عامر بن طفیل قبیلہ ہوازن سے لڑائی کو آمادہ ہوئے۔ علی ہذا قریش نے بنی سلیم اپنے حُلفاء ہم عہد کو طلب معاونت میں نامہ لکھا۔ انہوں نے ابو الاعور سلمی کو سپاہ دیکر اس طرف روانہ کیا۔ للمختصر قریش چار ہزار مردان کار کے ساتھ ابو سفیان بن حرب کی سرداری میں مکہ سے نکلکر یثرب کو روانہ ہوئے ایک ہزار بقولے پندرہ[15] سو شتر اور تین سو گھوڑے انمین تھے راہ میں دیگر قبائل مشرکین و یہود انمین شامل ہوتے گئے یہانتک کہ دس ہزار کی جمعیت ہوگئی۔ چونکہ اکثر قبائل و احزاب عرب اس لڑائی میں رسول اللہ کے برخلاف جمع ہوگئے تھے اس سے اس جنگ کو جنگ احزاب بھی کہتے ہین۔ اُدھر رسول مختار کو کفار کی اس جتھہ بندی کی خبر پہنچین تو اصحاب کو جمع کرکے مشورہ کیا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ ہمارے ملک مین دستور ہے کہ جب کبھی ایسا لشکر کثیر کسی شہر پر چڑھ آتا ہے کہ شہر والے اسکا مقابلہ نہیں کرسکتے تو ایک خندق اس کے گرد کھود لیتے ہین۔ تاکہ انکی شر سے محفوظ رہین خدا و رسول کو یہہ رائے پسند آئی اور رسولخدا انے تین ہزار مہاجر و انصار کے ساتھ مدینہ سے نکلکر کوہ سلع کے نزدیک خیمہ لگایا۔ کچھ حصہ شہر کا عمارات اور دیوار احاطہ سے محفوظ تھا باقی مشرق کی طرف کا کشادہ میدان خندق کے لئے معیّن ہوا حضرتؐ نے خود خط لگا کر مہاجر و انصار کے علحدہ علحدہ حصے بانٹ دئے چنانچہ ہر دس نفر پر چالیس گز و بروایتے دس گز کھدائی کا بڑتہ پڑا۔ حضرت رسولخدا و امیر المومنین مہاجرین کی طرف کام کرتے تھے بڑے قوی کارکن اور خندق کھودنے کے فن مین مہارت رکھنے والے حضرت سلمان فارسیؓ تھے کہ تن تنہا دس آدمیونکی

برابر کام کرتے تھے۔ کہتے ہین کہ پانچ گز لمبی اور اسی قدر گہری خندق ایک دن میں کھود لیتے تھے۔ اس لئے انکے بارے میں تکرار ہوا مہاجرین کہتے تھے کہ سلمان ہم میں داخل ہین۔ انصار انکو اپنی طرف کھینچتے تھے رسولخدا نے فرمایا سَلْمَانُ مِنَّا اَهْلَ الْبَیْتِ نہ مہاجرین سے اور نہ انصار سے ہے سلمان ہم اہلبیت سے ہے القصہ مسلمان خندق کھودنے میں لگے ہوئے تھے اور رسولخدا بھی ترغیب وتحریص کی نظر سے بنفس نفیس انکے شریک ہوتے تھے چھہ روز کامل کھدائی ہوتی رہی اس عرصہ میں کئی معجزے انحضرت سے ظاہر ہوئے مثل مشہور معجزہ جابر کے بیکصاع طعام حضرت کو دعوت کرنے اور ببرکت آپ کے ایک ہزار آدمی کے اس سے سیر ہو جانے کے کہ تفصیل انکی کتب مبسوطہ میں مذکور ہے۔ عمار یاسرؓ وعثمان بن عفان کے درمیان اس موقع پر بھی مثل موقع تعمیر مسجد نبی کے ایک جھڑپ ہوگئی وجہ وہی حضرت خلیفہ ثالث کی تن آرائی اور اپنے تئیں اونچے کھینچنا یہہ کام خاک مٹی کا تھا وہ گرد وغبار سے کوسوں بھاگتے تھے عمار یاسر خندق کھود رہے تھے اور غبار بلند تھا کہ عثمان وہان سے گزرے اور انہون نے چہرہ کو گرد سے بچانے کو آستین سے ڈھانپ لیا۔ عمار نے یہہ تن پروری دیکھی تو اعتراض کیا عثمان کو اس مرتبہ نہایت ہی غصہ آیا بولے اے پسر زن سیاہ تو مجھکو یہہ کہتا ہے اور اس پر بھی بس نہ کرکے حضرت رسولخدا کی خدمت میں جاکر عرض کیا کہ ہم اس لئے مسلمان نہیں ہوئے کہ لوگ ہمکو گالیاں دے لیا کریں۔ بروایت علی بن ابراہیم قمی علیہ الرحمہ حضرتؐ نے فرمایا۔ اگر اسلام درکار نہیں تو مجھکو تمہارے کافر ہوجانے کی پروا نہیں جہاں چاہو چلے جاؤ۔ اس پر یہہ آیہ شریفہ نازل ہوئی يَمُنُّونَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوا قُلْ لَا تَمُنُّوا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ یعنی منت واحسان کہتے ہیں تجھ پر اپنے اسلام لانے سے کہدے اے محمدؐ انسے کہ منت مت رکھو مجھ پر اپنے اسلام لانے سے بلکہ اللہ کا احسان ہے تم پر کہ تمکو ایمان کی طرف ہدایت کی۔ اگر تم راست گو ہو تحقیق کہ اللہ تعالیٰ آسمان وزمین کی غیب کی باتون کو جانتا ہے اور وہ تمہارے افعال و اعمال کا دانا وبینا ہے۔ علی بن ابراہیم کہتے ہین کہ سیاق آیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ فی الحقیقت یہہ لوگ اسلام نہ لائے تھے **بالجملہ** کفار کے مدینہ پہنچنے مین تین روز باقی تھے کہ مسلمان خندق کھود کر فارغ ہوگئے آٹھ دروازے اسکے رکھے اور ہر دروازے پر ایک ایک مرد مہاجر وانصار سے مع چند اشخاص کے مقرر ہوا کہ نگہبانی کرین اور کسیکو اندر نہ آنے دیں۔ بنی قریظہ نے حضرت رسولخدا سے عہد کر رکھا تھا کہ آپکے دشمنون کا ساتھ نہ دین گے وہ اپنے اقرار پر قائم اور اسوقت اپنے قلعون مین متحصن تھے۔ مگر قریش اور یہود بنی نضیر انسے غافل نتھے مدینہ پہنچتے ہی حیی بن اخطب یہودی رات کے وقت انکے مسکن پر گیا اور دروازہ قلعہ کا کھٹکایا کعب بن اسید رئیس قبیلہ کو حیی کا آنا دریافت ہوا تو بولا اما افعل بدخول حیی رجل مشؤم ہو الان یدعونی الی نقض العہد میں حیی کو اندر نہ آنے دونگا وہ ایک منحوس آدمی ہے اپنے قبیلہ (بنی نضیر) کو تو اسنے خراب کیا اب یہاں آیا ہے کہ ہم سے عہد شکنی کرائے۔ حیی نے کہا اے کعب دروازہ کھول کہ عزت ابدی تمہارے لئے لایا ہوں اشراف قریش قبیلہ بنی کنانہ وغطفان وغیرہ کے ساتھ دس ہزار مرد لیکر آئے ہیں اب بلا شک کہ محمدؐ اور اسکے اصحاب کو تباہ وبرباد کرلین یہہ لوگ یہانسے نہ جائیں گے۔ کعب نے کہا وائے ہو تجھ پر تو ذلت ابدی ہمارے لئے لایا ہے

ہمنے محمدؐ سے بھلائی کے سوا کچھ نہیں دیکھا ہمکو تیری حاجت نہیں جہاں سے آیا ہے لوٹ جا۔ مکار حیی نے کہا اے کعب تو ڈرتا ہے کہ میں اندر آؤنگا تو تجھے ضیافت کرنی پڑے گی اور آہو برہ بریاں جو تنور میں رکھا ہوا ہے اسمین شریک ہونگا اس لئے کواڑ نہین کھولتا۔ کعب کو یہہ سنکر طیش آیا اور کہا دروازہ کھول دو ابن اخطب اندر آیا تو لگا شیطان کیطرح یہودیوں کو بہلانے اور راہ صلاح وفلاح سے بہکانے اس قدر چرب زبانی کی کہ انکو اپنے ساتھ جانے پر راضی کرلیا۔ مزید احتیاط کے لئے عہدنامہ کہ حضرت رسولخدا نے انکو لکھدیا تھا منگا کر پھاڑ ڈالا کہ جو ہونا تھا سو ہولیا اب سوائے جنگ کے تمکو چارہ نہیں حضرت رسولخدا کو یہہ حال معلوم ہوا تو نہایت محزون ہوئے۔ اور خوف وہراس مسلمانوں مین دم بدم ترقی پکڑنے لگا۔ آپ نے سعد معاذ واسید بن حضیر انصاریوں کو کہ قبیلہ اوس سے تھے اور بنی قریظہ کے قدیمی ہم سوگند تھے انکی طرف بھیجا کہ تحقیق خبر لائیں اور حتی الامکان انکو نقض عہد سے باز رکھنے کی کوشش کریں مگر کچھ فائدہ نہوا یہودیوں نے انکو اندر نہ آنے دیا اور کعب نے بالائے قلعہ سے انکے سامنے ہوکر دونو کو سب وشتم کیا انکی شان مین حضرت سید الانس والجان کے ناشائستہ کلمات کہے۔ سعدؓ نے کہا تو مثل روباہ کے سوراخ میں گھسا ہے عنقریب قریش اپنے گھر کو لوٹ جائیں گے اسوقت رسولخدا تیرے گھر در کا محاصرہ کرکے اس سوراخ سے تجھے نکالین گے اور گردن مارین گے۔ یہہ کہکر واپس ہوئے اور ماجرے حضرت کی خدمتمین عرض کیا۔ **شیخ طبرسی** علیہ الرحمہ نے روایت کی ہے کہ لشکر قریش بیس روز سے زیادہ بیرون خندق پڑا رہا بجز اسکے کہ دور سے تیر وپتھر ایک دوسرے پر پھینکتے تھے کوئی لڑائی فریقین مین نہ ہوئی تھی حضرت رسولخدا نے مسلمانون کی کمزوری اور منافقون کا نفاق علانیہ دیکھا تو چاہا کہ عیینہ بن حصین وحارث بن عوف روساء غطفان سے ثلث میوہ مدینہ کا دینا کرکے صلح کرلین تاکہ وہ قریش کی حمایت سے دست بردار ہوں پس سعد بن عبادہ انصاری کو بلاکر مشورہ کیا سعد نے کہا یا رسول اللہ اگر یہہ امر حکم خدا بوحی آپکو پہنچا ہے تو محل چون وچرا نہین سر تسلیم خم ہے جو چاہے سو کیجئے آپنے فرمایا وحی اس بارے مین نہین آئی الا مینے دیکھا کہ تمام عرب تمہاری عداوت پر متفق ہوگیا ہے چاہتا ہون کہ بطمع مال انکی جمعیت کو متفرق کرون۔ سعد معاذ نے کہا جب ہم مشرک تھے خدا کو نہ پہچانتے تھے تو وہ ہمارے مال میں طمع نہ کرسکتے تھے اب کہ مشرف باسلام ہوئے اور آپ کی خدمت کا امتیاز حاصل کیا تو کیونکر اپنی پیداوار انکو دین اور یہہ عار گوارا کریں بخدا سوگند کہ ہمارے پاس بجز شمشیر انکے لئے دوسری شے نہین حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا وَهُوَ اَحْكَمُ الْحَاكِمِيْنَ **ترجمہ** جبتک کہ حکم کرے خدا ہمارے درمیان اور وہ ہے زیادہ حکم کرنیوالا حاکمون کا) رسولخدا نے فرمایا میرا بھی دلی منشا یہی ہے اپنی عزم پر ثابت قدم رہو ہرگز حقتعالیٰ اپنے پیغمبر کو مخذول نچھوڑیگا اور ضرور اس دین کو بموجب اپنے وعدہ کے جملہ ادیان پر غالب کریگا پس حضرت بقدم جد وجہد ستادہ ہوئے اور اصحاب کو جہاد اہل عناد کی طرف دعوت کی اور وعدہ نصرت ویاری جناب باری انکو پہنچایا۔ کفار اشرار سے عمرو بن عبدود وعکرمہ بن ابی جہل وہبیرہ بن ابی وہب وضرار بن خطاب ومرداس فہری ہتھیار لگائے عربی گھوڑون پر سوار لشکر سے نکلے بنی کنانہ کی منزل گاہ پر پہنچے تو انکو بھی لڑائی کے لئے برانگیختہ کیا خندق کے قریب پہنچے تو کہا یہہ ایک مکر ہے کہ عرب

جنگ عمرو بن عبدود

اس سے واقف نہ تھے یہہ اس فارسی کا کام ہے جو اسکے (پیغمبر) کے ساتھ ہے پس ایک مقام تنگ دیکھ کر گھوڑون کو ایڑ لگائی اور خندق کو پھلانگ گئے - عمرو بن عبدود شجاعت و مردانگی مین شہرۂ آفاق اکیلا ہزار مرد کے برابر شمار ہوتا تھا اسکو فارس یلیل کہتے تھے اس سبب کہ ایک مرتبہ قافلہ قریش کا کہ عمرو امین شامل تھا تجارت کے لئے شام کو جا رہا تھا - راہ میں یلیل کے مقام پر ناگاہ ایک ہزار قزاق انکے مقابل ہوئے اہل قافلہ تو انکو دیکھتے ہی بھاگ گئے مگر عمرو بدستور اپنے مقام پر کھڑا رہا رہزن نزدیک آئے تو اس نے ایک شتر بچہ اُٹھا لیا اور بطور سپر اُسکو اپنے موہنہ کے سامنے کر کے باشمشیر برہنہ ان پر حملہ کیا اور اسقدر جنگ کیا کہ قزاق ہزیمت پاکر بھاگے اور قافلہ صحیح سلامت نکل گیا تب سے اُسے فارس یلیل کہتے تھے - پس اسنے میدان مین گھوڑے کو جولان دیکر مبارز طلب کیا روضۃ الصفا میں ہے کہ اہل اسلام عمرو کی جرأت و جلادت سے پہلے سے آگاہ تھے شدت خوف سے خون انکے بدن کا خشک ہوگیا اور وہ خاموش بے حس و حرکت کھڑے تھے کانّ علیٰ رؤسہم الطّیر گویا انکے سرون پر پرندہ ہے - یہہ ایک ضرب المثل ہے عرب میں اونٹ کے سر مین جوئیں پڑجاتی ہین جب بڑی ہوتی اور ایذا دینے لگتی ہیں تو وہ سر جھکا کر بیٹھ جاتا ہے کوا آتا ہے اور اس کے سر پر بیٹھ کر جوئیں اپنی چونچ سے چنتا ہے اونٹ اس خوف سے کہ مبادا کوا اُڑ نہ جائے اور جوئیں سر مین رہ جائیں سر نیوڑائے چپ چاپ بیٹھا رہتا ہے اور اصلا حرکت نہین کرتا - اسی سے یہ مثل مشہور ہوگئی کہ جب کوئی خاموش بیٹھتا ہے تو کہتے ہین کہ گویا اس کے سر پر پرندہ ہے - نیز روضۃ الصفا مین ہے کہ رسولخدا نے تامل و تساہل اصحاب کا ملاحظہ فرمایا تو ارشاد کیا کیا سبب ہے کس لئے اسکا مقابلہ نہین کرتے حضرت عمر بن خطاب نے سب کی طرف سے عذر خواہی کی اور قصہ عمرو کے ہزار نفر راہزن کے ساتھ تنہا جنگ کرنے اور انکو شکست دینے کا جیسا اوپر ذکر ہوا مفصل بیان کیا یعنی جو خوف کہ خود حضرت کے دلمیں راسخ تھا اورون مین القا فرمایا بالجملہ عمرو نے نیزہ زمین گاڑ دیا اور اسپ کو جولان کرتا اور مبارز چاہتا تھا رسولخدا نے بیہودہ سرائی اس مردود کی سماعت کی تو فرمایا کوئی ایسا دوست نہین جو شر اس دشمن کا ہم سے دفع کرے امیر المومنینؑ سید الاشجعین اُٹھے اور عرض کی انا اُبادرُہ یا رسول اللہ میں اس سے لڑونگا اور اس کی شرارت کو بحول خدا آپ سے دفع کرونگا - حضرتؐ خاموش تھے دوبارہ عمرو نے آواز دی کہ کون ہے تم سے جو میرے ساتھ نبرد آزما ہو یا ایہا الناس تم کہتے ہو کہ تمہارے کشتے جنت مین اور ہمارے دوزخ مین جاتے ہین فما یحب احدکم ان یقدم علی الجنۃ او یقدم عدوّاً لہ الی النار پس کوئی نہین چاہتا کہ جنت میں داخل ہو یا اپنے دشمن کو جہنم کو بھیجے - یہہ کہتا اور دائین بائین گھوڑا کوداتا کبھی نیزہ کبھی شمشیر کو ہلاتا پھرتا تھا اور رجز پڑھتا جاتا تھا جب کسی کو اس کے مقابلے کی جرأت نہوئی تو امیر کبیرؑ دوبارہ اُٹھے اور اجازت پیکار طلب کی پیغمبر خدا نے فرمایا بیٹھ جا شاید کوئی دوسرا اُٹھے یا علی یہہ عمرو بن عبدود ہے امیر المومنینؑ نے عرض کی یا رسول اللہ مین بھی علی بن ابی طالب ہون ۵ پیمبر بگفتش کہ عمرو است این - کہ دست یلی آختہ زآستین + علیؑ گفت اے شاہ اینک منم - کہ یک بیشہ شیر ہست درجوشنم + اس دفعہ عمرو نے آگے بڑھ کر باآواز بلند کہا کہ میں مبارز طلب کرتے کرتے تھک گیا اور آواز

یلیل بدو یائے تحتانی دو نقطوں والی مثل طین ایک مقام کا نام ہے شام میں ۱۲

میری کند ہوگئی مگر کوئی تم سے میرے سامنے نہ آیا امیر المومنینؑ یہہ سنکر بیتاب ہوگئے اور باصرار و الحاح اجازت چاہی پس حضرت رسولخدا نے آپ کو قریب بلایا اور عمامہ مبارک اپنا سحاب نام انکے سر پر باندھا اور زرہ ذات الفضول بدن اقدس مین پہنائی اور تلوار ذوالفقار کو آپکی کمر سے لٹکایا اور رخصت کیا اور فرمایا اللّٰہمّ اعنہ علیہ پروردگار اعانت کر علیؑ کی اسپر پس دست دعا بلند کئے اور عرض کی پروردگار تو نے عبیدہ کو بروز بدر مجھسے لیا حمزہ کو بروز احد اخو فرمایا یہہ علیؑ میرا بھائی اور پسر عم ہے اللّٰہمّ احفظہ من بین یدیہ و من خلفہ و عن یمینہ و شمالہ و من فوق راسہ و من تحت قدمیہ فلا تذرنی فرداً و انت خیر الوارثین ۵ یعنی خداوندا آگے پیچھے دہنے بائیں بالائے سر و زیر ہر دو پا سے اسکی حفاظت کر اور مجھکو تنہا و اکیلا مت چھوڑ اور تو خیر الوارثین ہی پس شاہ مردان شیر یزدان مثل ببر مان و شیر ژیان کے میدان جنگ مین تشریف لائے ابن ابی الحدید نے روایت کی ہے کہ اسوقت حضرت رسولخدا نے فرمایا ذہب الایمان کلّہ الی الشرک کلّہ کہ تمام ایمان کل شرک کے سامنے گیا ہے پس صدائے گریہ و بکا زنان مدینہ سے بلند ہوئی کیونکہ عمرو کی برابر کسیکو نہ جانتے تھے اندیشہ تھا کہ امیر المومنینؑ کہیں اس کافر کے ہاتھ سے مارے نہ جائیں القصہ حضرت اسکے مقابل ہوئے تو اس نے نام و نشان آپکا دریافت کیا فرمایا مین ہون علیؑ بن ابی طالب پسر عم رسولخدا و داماد آنحضرت کا عمرو نے کہا ابوطالب ہمارا دوست و ندیم تھا میں نہین چاہتا کہ اس کا بیٹا میرے ہاتھ سے مارا جائے ابن ابی الحدید کہتا ہی کہ مینے اپنے شیخ اور اُستاد کے سامنے یہ حدیث پڑھی تو اُس نے کہا اُس ملعون نے جھوٹ کہا - اصل یہہ تھی کہ اس نے حضرت امیرؑ کبیر کو دیکھا اور آپکے کارنامے جنگ بدر و اُحد کے یاد آئے تو خوف اس پر طاری ہوا چاہتا تھا کہ حیلہ کر کے شیر خدا کے پنجہ سے نجات پائے اس لئے باپ کی دوستی کا بہانہ کیا - امیر المومنینؑ نے کہا لیکن مین چاہتا ہون کہ تجھے قتل کرون کیونکہ تو کفر و عناد پر مُصر ہے یہ سُنکر عمرو کو غیرت آئی اور حمیت جاہلیت اسکی دامن گیر ہوئی - تب واپسے امیر المومنینؑ نے کہا اے عمرو مینے سُنا ہے کہ تو پردہ ہائے خانہ کعبہ سے لپٹا ہوا کہہ رہا تھا کہ جو کوئی معرکہ جنگ مین تین امر مجھ پر عرض کرے البتہ مین ایک امر اس سے قبول کرونگا اب مین تین باتین تیری روبرو پیش کرتا ہون ایک انسے قبول کر اول یہہ کہ خدا اور رسول پر ایمان لا اور کثافت کفر و نجاست شرک سے باہر نکل کہا یہہ اُمید مجھ سے نہ رکھ ممکن نہین کہ مین مسلمان ہون - فرمایا دوسرا امر یہہ ہے کہ تو یہان سے لوٹ جا اور لشکر کو بھی اپنے ساتھ لیتا جا جو کچھ حضرت رسولخدا کہتے ہین اگر وہ راست نکلا اور انکا دعوی نبوت کو پہنچ گیا تو تمہارے لئے فخر و شرف کا باعث ہے کسلئے کہ تم آنحضرت کے قوم و قبیلہ سے ہو ورنہ دروغ گوئی کی صورت مین درندگان عرب انکو کفایت کرینگے - اس بدبخت نے کہا یہ بھی نہین ہوسکتا - اگر ایسا کرون تو زنان قریش گھرون مین تذکرہ کرین اور مرد اس مضمون کے شعر کہین کہ مین لڑائی سے جی چرا گیا اور جن لوگون نے مجھکو اپنا رئیس و مقدم مانا تھا انکی ذرا مدد نہ کرسکا - کہتے ہین کہ عمرو مذکور کے جنگ بدر مین سخت ضربت آئی تھی - اسی وجہہ سے وہ جنگ اُحد مین شامل نہو سکا وہ اب لڑائی کے لئے تلملا رہا تھا کہ مبادا جو نام مردانگی مین عرب مین اسکا نکلا ہوا ہے کہین پست نہو جائے الغرض اُس نے دوسری بات بھی نہ مانی امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ اگر ان مین سے کوئی بات تجھ کو

قتل عمرو بن عبدود

منظور نہین تو بہتر امر یہہ ہے کہ گھوڑے سے اُتر کر میرے ساتھ جنگ کر کیلئے کہ مین بھی پیادہ ہون عمرو یہہ سُنتے ہی گھوڑے سے
کود پڑا اور اس کے پاؤں کاٹ ڈالے اور کہنے لگا کہ میرا گمان نہ تھا کہ عرب مین کوئی بھی میرے ساتھ لڑنے کی جرأت کر سکے یہہ کہکر
ایک ضرب شمشیر حضرت پر لگائی آپنے سپر پر روکی سپر کو کاٹ کر سر اقدس تک پہنچی اور خون اس سے روان ہوا یہی مقام تھا کہ
جہان پینتیس سال بعد ابن ملجم ملعون نے زہر مین بجھی ہوئی تلوار ماری اور حضرت نے اس کے صدمے سے شہادت پائی -
الغرض امیر المومنینؑ نے اللہ اکبر کہکر ایک ضرب عمرو ملعون پر لگائی جس سے سر جس اس کا مثل گیند الگ جا پڑا صدائے تکبیر سے
مسلمانون کو آگہی ہوئی کہ حضرت اس خبیث پر غالب آئے - بروایت دیگر چونکہ خدعہ و فریب جنگ میں روا ہے امیر المومنینؑ
نے اس سے فرمایا کہ تو اپنے تیئن فارس عرب کہتا ہے بس نہین کرتا کہ مین تن تنہا تیرا مقابلہ کرون لیکن اپنے ہمراہ دوسرے
شخص کو لایا ہے کہ تیری مدد کرے عمرو یہہ سُنکر مُڑ کر پیچھے دیکھنے لگا حضرت نے ایک وار اسپر کیا کہ دونو پاؤن اس کے کٹ گئے
اور وہ زمین پر گرا ایک گرد بلند ہوئی کہ دیکھنے والون کو نہ معلوم ہوا کہ کسنے کسکو قتل کیا منافقوں نے غل مچایا علیؑ مارے گئے
تھوڑی دیر مین غبار فرو ہوا تو دیکھا کہ حضرت اسکے سینہ پر سوار اسکی ڈھاری ہاتھ مین پکڑے ہوئے سر قلم کر رہے ہیں پس
سر پُر غرور اس کا کاٹ کر حضرت رسولخدا کی خدمت مین لائے حضرت نے امیر المومنینؑ کو آتے دیکھا تو استقبال کے لئے آگے
بڑھے اور غبار چہرۂ مبارک سے پونچھتے تھے اور فرماتے تھے بشارت ہو اے علیؑ کہ اگر تیرے اس عمل کو تمام اُمت کے اعمال کے
ساتھ وزن کرین تو البتہ تیرا پلہ بھاری نکلے کس لئے کہ کوئی گھر مشرکون کا ایسا نہین کہ اسکے مارے جانے سے ضعف
اسمین داخل نہوا ہو اور کوئی گھر مسلمانون کا نہین جس نے اس سے قوت و عزت نہ پائی ہو اور نیز انحضرتؐ نے فرمایا لضربۃ
علی یوم الخندق افضل من اعمال امتی الی یوم القیامۃ یا افضل من عبادۃ الثقلین یعنی ضربت علیؑ کی بروز خندق افضل ہے میری اُمت
کی قیامت تک کی عبادت سے یا افضل ہے جن و انس کی عبادت سے ؎ ببین اجر یکضرب تیغش را ببین - گر انصاف
باشدہ ہمین بس ہمیں - عبد اللہ بن مسعود صحابی حاضر تھے انہون نے کہا کفی اللہ المؤمنین القتال بعلیؑ و کان اللہ عزیزا قویا ۵
کہ کفایت کیا اللہ تعالی نے جنگ کو مسلمانون سے ساتھ علی علیہ السلام کے اور ہے اللہ عزت والا قوی - عمر ابو بکر نے اُٹھکر
انحضرتؐ کے سر و چشم پر بوسے دیئے عمر نے کہا یا علیؑ عمرو کے زرہ کیوں چھوڑدی ایسی زرہ تو تمام عرب مین نہین مل سکتی
حضرت نے فرمایا مجھکو شرم آئی کہ اپنے پسر عم کو بعد قتل عریان کرون ابو بکر بن عباس سے منقول ہے کہ کہتا تھا کہ علیؑ نے
ایک ضربت لگائی کہ اسلام مین کوئی ضربت اس سے عزیز نہ تھی یعنی عمرو بن عبدود کی اور ایک ضربت کھائی کہ کوئی اس سے
زیادہ منحوس نہیں یعنی ضربت ابن ملجم مرادی کی **مولف کہتا ہے** کہ حدیث لضربۃ علی یوم الخندق از احادیث مشہورہ مستفیضہ
سے ہے کہ سُنی و شیعہ نے اپنے اپنے معتبر کتابون مین اسکو روایت کیا ہے تعجب ہے کہ باوجود ایسے احادیث کے بھی حضرات اہل سُنّت
ابو بکر و عمر کو انحضرتؐ پر ترجیح و تفضیل دیتے ہیں اور ذرا نہیں سوچتے کہ جب ایکضرب آپکی اس اُمت کی قیامت تک کی تمام عبادات

سے بہتر ہے تو اور ضربات و دیگر مجاہدات و باقی عبادات امیر المومنینؑ کے کہانتک ثواب ہونگے اور شیخین انکے مقابل میں کس حساب
مین شمار کئے جائیں گے طرہ یہ کہ خود انحضرتؐ پر تہمت لگائی گئی ہے کہ آپنے فرمایا من فضلنی علی ابی بکر و عمر جلدتہ حد المفتری
کہ جو کوئی مجھکو ابو بکر و عمر پر ترجیح دیگا اسکو مفتری کی حد لگاؤنگا - یعنی وہ سزا دونگا جو شرع میں جھوٹے افترا پرداز کے لئے مقرر ہے
کیا خوب جو اعتقاد کہ امیر المومنینؑ ان دو بزرگوں کی نسبت رکھتے تھے آئندہ ناظرین کتاب ہذا کو بخوبی معلوم ہو جائیگا یہان صرف
اسیقدر کافی ہے کہ اگر یہ صحیح ہو تو سب سے پہلے اس سزا کے مستحق خدا و رسول ٹھہرتے ہین جو ہمیشہ آپکو شیخین اور تمام صحابہ پر ترجیح دیتے
رہے خود اہل سُنّت نے بروایت عبد اللہ بن مسعودؓ روایت کیا ہے کہ انحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا علیؑ خیر البشر
فمن ابی فقد کفر کہ علیؑ بہترین بشر ہین جو اس سے انکار کرے کافر ہے بعد ازان خلیفہ اول بھی اس حد کی زد سے نہین بچ سکتے کیونکہ
وہ بھی اپنے عہد خلافت مین سر منبر فرماتے رہے اقیلونی اقیلونی لست بخیرکم و علیؑ فیکم کہ مجھکو خلافت سے نکالو میں
تم سے بہتر نہین جبکہ علیؑ تم مین داخل ہین پس شبہ نہین کہ یہ حدیث اور اور بہت سی احادیث مثل اس کے جنکا کہین سر اور پیر نہین ملتا
حکام وقت کے خوش کرنے کو خلفاء بنی اُمیہ کے زمانے مین گھڑی گئی ہین - مگر بعض علماء امامیہ نے اس مقام پر افادہ فرمایا ہے
کہ بالفرض تسلیم معنی اس حدیث کے یہہ ہونگے کہ تفضیل و ترجیح اس مقام پر ہوتی ہے جہان مُفضّل و مُفضّل علیہ کے درمیان کوئی مناسبت
ہو چونکہ امیر المومنینؑ اور شیخین مین اصلاً کوئی نسبت نہ تھی تو انحضرتؐ کو ان پر ترجیح دینا ایسا ہے جیسا کہ کوئی کہے کہ یہ انسان
اس لکڑی سے عاقل تر یا یہہ مشک بکری کی مینگنیون سے خوشبو تر ہے پس جیسے یہ باتین سراپا غلط و اہیات ہین ویسا ہی امیر المومنینؑ
کو ان لوگون سے افضل کہنا باعث آپکی کسر شان و قریب بہ تمسخر و استہزا تھا تو اس سبب سے آپنے فرمایا جو ایسا کہے گا جھوٹے افترا
پرداز کی سزا پائیگا - چنانچہ اسی مقام سے ہے کہ جب کسیکو اپنے مبارک نام کے ساتھ معاویہ کا نام لیتے سُنتے تو آپ فرماتے تھے انزلنی
الدھر ثم انزلنی حتی قیل علیؑ و معاویہ کہ زمانے نے مجھکو گرایا اور پھر گرایا حتے کہ کہا جاتا ہے کہ علیؑ و معاویہ پس یہان پر اول انزلنی
سے خلفاء ثلثہ کا زمانہ اور دوم سے معاویہ کا مراد ہے **لطف** یہہ ہے کہ خود حضرات اہل سُنّت اپنے مقتداؤں سے نقل کرتے
ہین کہ ابو بکر و عمر وغیرہ حضرت امیر المومنینؑ سے کوئی نسبت نہ رکھتے تھے اور انکا قیاس انحضرتؐ پر نہین ہو سکتا باوجود اس کے پھر
ایسے وضعی روایات کو زبان پر لاتے اور معتبر کہتے ہین کتاب مودۃ القربیٰ میں جس پر مولوی رشید الدین جیسے فاضل فخر کرتے ہین عبد اللہ
بن عمر خطاب سے نقل کیا ہے کہ وہ جب صحاب پیغمبر کا ذکر کرتے تو ابو بکر و عمر عثمان کا نام لیتے پھر خاموش ہو جاتے ایک شخص نے کہا اے
ابو عبد الرحمن علیؑ بھی تو اصحاب سے ہین تو حضرت ابن عمر نے فرمایا علیؑ اہل بیت سے ہین وہ کسی کے برابر قیاس نہین کئے جا سکتے
کیونکہ وہ رسول اللہ کے ساتھ اور انکے درجہ میں ہین - اللہ تعالی فرماتا ہے الذین امنوا و اتبعتھم ذریتھم بایمان الحقنا بھم
ذریاتھم یعنے جو لوگ ایمان لائے اور انکی ذریت انکے ساتھ ایمان لائی تو ملحق و شامل کیا ہم نے انکے ساتھ انکی ذریات کو پس حضرت ابن
عمر نے فرمایا کہ فاطمہؑ رسول اللہ کے ساتھ انکے درجہ مین ہین اور علیؑ فاطمہؑ کے ساتھ ہیں - **اور نیز** انہون نے نقل کیا ہے کہ بیعہ

اسدی حذیفہ بن الیمان کے پاس گیا اور کہا ہم جب مناقب علیؑ نقل کرتے ہیں تو اہل بصرہ کہتے ہین کہ تم علیؑ کے حق میں غلو کرتے ہو آیا کوئی حدیث تمہارے پاس اس بارے مین ہے تاکہ انکی زبان بند کیجائے حذیفہؓ نے کہا اے ربیعہ علیؑ کا کیا حال بیان ہو قسم بخدائے عزوجل کہ اگر امت محمدؐ کے اعمال روز بعثت انحضرتؐ سے لیکر قیامت تک ایک پلّے میں رکھے جائیں اور علیؑ کا عمل دوسرے پلے مین تو البتہ آپ کا پلّہ بھاری نکلے گا۔ ربیعہ نے کہا اسکا تو تحمل نہین ہو سکتا۔ حذیفہ کو غصہ آیا اور کہا کیونکر تحمّل نہیں ہو سکتا اے احمق کہان تھے ابوبکر و عمر و حذیفہ و دیگر اصحاب رسول اللہؐ اس روز جبکہ عمرو بن عبدود مبارز طلب کرتا تھا۔ اور سب اسکے مقابلے سے جی چراتے تھے اِلّا علی بن ابی طالب کہ میدان میں گئے اور حق تعالیٰ نے اسکو انکے ہاتھ پر قتل کیا قسم ہے خدائے بزرگ و برتر کی کہ حذیفہ کی جان اس کے قبضہ مین ہے کہ اجر و ثواب اسکا عظیم تر ہے اعمال اُمت محمدؐ سے تا بروز قیامت بالجملہ عمرو کی بہن اس کی لاش پر آئی تو دیکھا کہ لباس و سلاح اس کے بدن کے اتارے نہین گئے سمجھی کہ اسکا قاتل مرد کریم تھا جس نے ان چیزونکی پرواہ نہین کی پوچھا کس نے اسے قتل کیا ہے کہا علی بن ابی طالب نے تو اس نے یہہ دو شعر پڑھے ؎ لو کان قاتل عمرٍو غیر قاتله ✤ لکنتُ ابکی علیه آخر الابد ✤ لکنّ قاتلهٗ مَن لا یُعابُ بِه ✤ مَن کان یُدعیٰ ابوه بیضة البلد ✤ یعنی اگر قاتل عمرو کوئی اور شخص ہوتا تو میں ابدالآباد اس پر رویا کرتی۔ مگر اسکو ایسے شخص نے قتل کیا ہے جو کسی عیب سے منسوب نہین ہو سکتا۔ اور اس کا باپ بیضة البلد کے نام سے پکارا جاتا تھا بیضۃ البلد کے معنے مہتر و سردار شہر کے ہیں جس پر اہل شہر مجتمع ہون اور اس کا حکم مانین چونکہ حضرت ابوطالبؑ رئیس قریش و سردار مکہ تھے لہذا اس نام سے موسوم تھے قصّہ کوتاہ عمرو کے ساتھ ضرار ابن خطاب و ہُبیرہ بن ابی وہب و نوفل بن عبداللہ و عکرمہ بن ابوجہل بھی خندق کو عبور کر آئے تھے عمرو مارا گیا تو ضرار و ہبیرہ بقصد پیکار حضرت حیدر کرار کیطرف بڑھے آپ ضرار کی طرف متوجہ ہوتے۔ مگر ضرار کی نظر جو ہین آنحضرتؑ پر پڑی تو بے تحاشا بھاگا۔ اس سے سبب اس فرار فوری کا دریافت کیا گیا تو کہا مینے موت مجسّم کا علیؑ کے چہرے مین نظارہ کیا اسلئے قرار نہو سکا۔ ضرار کو بھاگتا دیکھ کر حضرت خلیفہ ثانی کو بھی شوق شجاعت چرایا اسکے پیچھے چلے تاکہ کوئی کام شہرت و عزت کا اُنکے ہاتھ سے بن پڑے۔ ضرار نے آپکو دیکھا تو پلٹا۔ مگر یہاں اسکو دیکھ کر تمام نشہ ہرن ہو گیا اور ہوش و حواس نے جواب دیدیا تھا۔ بارے ضرار نے زیادہ ضرر نہ پہنچایا صرف سر نیزہ کو انکے سر سے چھوا کر کہدیا کہ اے عمر یہہ ایک نعمت مشکورہ ہے جو تجھ پر ثابت کرتا ہون میرا یہ احسان کبھی فراموش نہ کرنا تاکہ تجھکو زندہ چھوڑ دیا اگر عہد نہ کیا ہوتا کہ قریش سے کسیکو قتل نہ کرونگا تو تو کبھی میرے ہاتھ سے زندہ و سلامت نہ جاتا **ابن ابی الحدید** معتزلی کہتا ہے کہ جنگ اُحد مین بھی حضرت عمر کو ضرار سے ایسی ہی ندامت اُٹھانی پڑی تھی۔ جنگ خندق مین یہہ دوسری بار ہی تھی **واقدی** نے دونو حکایتوں کو اپنی کتاب مغازی میں نقل کیا ہے۔ **ہُبَیرہ** تھوڑی دیر حضرت امیرؑ کے مقابلے مین کھڑا رہا یہہ ہبیرہ شوہر اُم ہانی خواہر امیر المومنینؑ تھا۔ آخر تاب ضرب دست یداللّٰہی نہ لا کر پیٹھ دکھائی اور بھاگتے میں زرہ اپنے بدن سے اتار کر حضرت کے

آگے پھینکتا گیا۔ ضرار و ہبیرہ بھاگے تو ان کے باقی رفیقوں عکرمہ وغیرہ کے بھی پاؤں اکھڑ گئے۔ یہہ سب اپنے اپنے مقام پر واپس پہنچ گئے اِلّا نوفل بن عبداللہ کہ خندق کو پھلانگنے مین پشت زین سے جدا ہو کر خندق مین گرا مسلمان اوپر سے پتھر مارنے لگے تو اُس نے کہا اس ترسانے سے تو بہتر ہے کہ ایک مرتبہ قتل ہی کر دو اس لئے امیر المومنینؑ نے خندق میں اُتر کر اُسے قتل کیا۔ ابوسفیان و خالد ولید کہ خندق کے باہر صف لشکر جمائے کھڑے تھے جب اُنہیں عمرو و نوفل کے مارے جانے اور باقی سرداروں کے خائب و خاسر پھر آنے کا حال معلوم ہوا تو خوف اُن پر چھا گیا اور مع لشکر وہاں سے باگ موڑی تھی غطفان نے بھی انکے ساتھ فرار کیا اور منزل عقیق تک ان سب نے کہین دم نہیں لیا اور کسی آدمی کو روانہ کیا کہ عمرو و نوفل کی لاشوں کو رسول اللہؐ سے خرید لے آپنے فرمایا کہ ہمکو ان کے پلید جسموں سے کچھ سروکار نہیں لَا نَاکُلُ ثَمَنَ الْمَوْتٰی ہم مردونکی قیمت نہیں کھاتے جہان چاہین اُنکو لیجائیں **مجلسی** علیہ الرحمہ کہتے ہین کہ بعض اہل سنت نے نقل کیا ہے کہ لشکر قریش عمرو کے قتل کے بعد بے توقف مکہ کو لوٹ گیا لیکن صحیح یہ ہے کہ وہ چندروز یا کچھ زیادہ میدان جنگ میں ٹھہر کر مسلمانوں کا محاصرہ کئے رہا اس عرصہ میں کثرت سرما و قلت آذوقہ سے طرح طرح کے مصائب مسلمانونکو پہنچیں اور بہت سے معجزات بھی حضرت رسالت پناہ سے ظاہر ہوئے اِلّا منافقون کی زبانین بند نہوتی تھین وہ کہتے تھے کہ خدا اور رسول نے ہمکو دھوکا دیا وہ فتح کہان گئی جسکا وعدہ تھا۔ بعض مسلمان اس بہانے سے کہ ہمارے گھر کنار شہر پر واقع ہین مبادا یہودی اُن پر چڑھ آئیں آہستہ آہستہ لشکر گاہ سے کھسکنے لگے۔ کچھ لوگ کہتے تھے کہ بادیہ کی طرف چلنا اور اہل بادیہ (بدویوں) سے امداد طلب کرنا چاہئے رسول خدا نے ایک جماعت کو اصحاب سے مقرر کیا کہ راتوں کو مدینہ کے گرد پھر کر پاسبانی کریں امیر المومنینؑ تمام شب لشکر کے گرد گشت کرتے اور نگہبانی کی شرطین بجا لاتے۔ قریش سے کوئی شخص ذرا بھی اپنی جگہہ سے حرکت کرتا تو حضرت خندق کے پار جاتے اور اسکا مقابلہ کرتے اور انکے لشکر مین پھرتے اور وہ آپکو دیکھتے آپ مطلق اس کی پروا نہ کرتے۔ اور راتونکو تنہا مشغول عبادت رہتے صبح ہوتی تو اپنے لشکر میں واپس آتے جس مقام پر آپ اُن ایام مین نماز پڑھتے وہاں بعد کو مسجد بنگئی چنانچہ یہہ مسجد مسجد امیر المومنینؑ کے نام سے مشہور ہے جو وہان جاتا ہے اسمین نماز پڑھتا ہے۔ مسجد فتح سے بقدر ایک تیر پرتاب بجانب عقیق واقع ہے جب حضرت رسول خدا نے دیکھا کہ اصحاب طول محاصرے سے تنگ آگئے اور گھبرا اُٹھے ہین تو مقام مسجد فتح پر تشریف لے گئے وہ ایک پہاڑ ہے جہاں پیچھے سے مسجد فتح بنا ہوئی اور دست دعا بگریہ و زاری حضرت باری مین دراز کئے اور ایفاء وعدہ ایزدی کی اسطرح پر درخواست کی یَا صَرِیْخَ الْمَکْرُوْبِیْنَ وَیَا مُجِیْبَ دَعْوَۃِ الْمُضْطَرِّیْنَ وائے کاشف کرب عظیم تو ہمارا اور ہمارے آباء اولین کا ولی ہے ہمارے اس غم والم کو دور کر اور اپنی قدرت کاملہ سے اس قوم کی شدت و عنا کو ہمارے سر سے اُٹھالے پس جبرئیل امین نازل ہوئے اور مژدہ قبول دعا حضرت کو پہنچایا اور ساتھ ہی طوفان عظیم باد صرصر کا آیا لشکر کفار میں کھلبلی پڑگئی خیمون کی میخیں اُکھڑ کر الگ جا پڑیں دیگیں جو چولھون پر بارہتیں ہوا کی تھپیڑوں سے سرنگوں گرین زحمت نے حد جماعت مشرکین کے بد حال ہو کر خائب و خاسر اپنے وطنوں کو انہوں نے فرار کیا اور مسلمانوں کو ضیق محاصرہ سے رہائی ملی ✤ **حدیث حُذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ** روضۃ الصفا میں بروایت محمد بن اسحاق نقل کیا ہے کہ ایک جوان مسجد کوفہ میں یمانی سے کہتا تھا

مسجد امیر المومنین

خوشا حال تمہارا اے ابوعبداللہ کہ تم حضرت رسولخدا کی خدمت میں پہنچے اور آپ کی زیارت سے مشرف ہوئے اگر ہمکو شرف ملاقات آنحضرت کا حاصل ہوتا تو اپنے تیئں خاک راہ انکا بناتے کہ وہ قدم مبارک اپنے ہم پر رکھتے۔ حذیفہ کو یہ کلام اسکا سنکر غصہ آیا اور کہا تو جھوٹ کہتا ہے تجھ سے بہتر اصحاب آنحضرت کی خدمت میں تھے انہوں نے ایسا نہیں کیا پس حدیث شب احزاب بیان کرنے لگے۔ کہ بخدا سوگند اس رات کو بھوکھ اور سردی نے ہمکو ایسا ستایا تھا۔ کہ خدا ہی جانتا ہے۔ کسقدر رات گذرے حضرت رسولخدا خواب سے بیدار ہوئے۔ اور چند رکعت نماز پڑھ کر فرمایا کہ کوئی مرد ہے کہ ہمکو اس قوم (کفار) کی خبر پہنچاوے۔ حق تعالیٰ اس عمل کی عوض اسکو بہشت میں میرا رفیق کریگا حذیفہؓ کہتے ہیں کہ بخدا مارے بھوکھ اور سردی کے کسینے جواب تک آنحضرت کو نہ دیا آپ پھر مشغول نماز ہوئے فارغ ہوئے تھوڑی دیر میں پھر فرمایا کہ جو اسوقت ان لوگوں کی خبر ہمکو لا کر دے فردا قیامت بہشت میں ہمارا رفیق ہوگا۔ اس مرتبہ بھی کوئی نہ بولا تا آنکہ تین چار بزرگان صحابہ کا نام لیکر خطاب کیا مگر کسینے جانا قبول نہ کیا اور انکا جواب یہ تھا کہ پناہ لیجاتے ہیں ہم طرف خدا و رسول کے اس آفت سے کہ ایسے وقت اپنی جگہہ سے جنبش کریں آخر مجھکو آواز دی کہ اے حذیفہ مینے عرض کی لبیک فرمایا کیا باعث ہے کہ مینے تین چار مرتبہ آواز دی اور تو سنتا تھا اور نہ بولا عرض کی یارسول اللہ جوع اور سردی مجھکو اس سے مانع آئی حضرت تبسم ہوئے اور فرمایا میرے نزدیک آ۔ مین نزدیک گیا تو دست مبارک میرے سینہ اور شانوں کے درمیان پھیر کر فرمایا اللھم احفظہ من بین یدیہ و من خلفہ و عن یمینہ و شمالہ و من فوقہ و تحتہ خداوندا آگے پیچھے و دہنے بائیں زیر و بالا سے حذیفہ کی حفاظت کر قسم بخدا کہ بھوکھ اور سرما کی زحمت مجھ سے زائل ہوگئی

مترجم کہتا ہے کہ واقعی صحابہ غیر معصوم جابر الخطا انسان تھے کبھی اطاعت و موافقت انسے ظاہر ہوتی تھی کبھی عصیان و مخالفت اہل سنت عموماً انکی مدح و ستائش میں بلند پروازیاں کرتے ہیں یہہ انکا افراط و غلو ہے۔ دیکھو حذیفہ جیسے بزرگوار راز دار رسول نے کیسے پوست کندہ حال بیان کردیا اور جوان ناوان کو کہ زیادہ گوئی کرتا تھا کسطرح ڈانٹا۔ بزرگان صحابہ سے بھی جنکا نام لیکر خطاب کیا گیا اور انہوں نے قبول نہ کیا ظاہراً شیخین اور ایسے ہی دیگر حضرات مراد معلوم تے ہیں نہ کہ سلمانؓ و ابوذرؓ و عمارؓ وغیرہ۔ امیر المومنینؑ تو خود بقول حضرت عبداللہ بن عمر جماعہ صحابہ سے ارفع و اخل اہل بیت رسالت تھے انسے کیونکر ممکن ہے کہ حضرت رسولخدا کسی کام کو کہیں اور سردی یا فاقہ انکو تعمیل ارشاد نبوی سے مانع آئے۔ علاوہ بریں نہ معلوم اسوقت وہ لشکر کے کس کنارے پر حفاظت میں مشغول ہونگے اگر شدت سرما و فاقہ کشتی آنحضرت میں بھی اثر کرتی تو پھر کارروائی کیونکر ہوتی اور کشتی اسلام کسطرح کنارے پر پہنچتی القصہ

حذیفہ کہتے ہیں کہ رسولخدا نے مجھے حکم دیا کہ لشکر کفار میں جا کر خبر لا کہ وہ کیا کر رہے ہیں اور تاکید فرمائی کہ کوئی حرکت وہاں تجھ سے صادر نہو پس مینے ہتھیار لگائے اور خندق سے عبور کیا۔ برکت سے دعا آنحضرت کی بھوکھ اور جاڑے کی شدت بالکل مجھ سے زائل ہوگئی اور ایسا گرم ہوگیا کہ گویا حمام میں جا رہا ہوں قریب پہنچا تو ایک درخت کی آڑ میں کھڑا ہوکر انکو تکنے لگا اندھیاؤ نے طوفان برپا کر رکھا تھا۔ ابوسفیان کے تاپنے کے لئے بہزار دقت تھوڑی سی آگ روشن کی تھی وہ کبھی اس پہلو کو اس سے گرم کرتا تھا کبھی اُسکو یعنے چاہا کہ اس موقع پر اسکے ایک تیر لگاؤں مگر قول رسول اللہ کا یاد آیا اور باز رہا۔ علقمہ بن سلاقہ پکار رہا تھا کہ اے آل عاص ہوا اور سردی

مجھکو مارے ڈالتی ہے۔ اسوقت لشکر خدا آپہنچا اور بڑے بڑے پتھر آسمان سے اُن پر برسنے لگے جنکو وہ ڈھالوں پر روکتے تھے ہوا کے جھونکوں سے انکے چراغ اُمید گل ہوگئے اور دلوں پر افسردگی کا ابر چھایا۔ ابوسفیان نے کہا ہمارے قیام کو یہاں محل ہوا اور دواب مویشی ہلاک ہوئے بنی قریظہ نے مخالفت کا رویہ اختیار کیا سلاح و ہتھیار کند و بیکار ہوگئے یہہ باد تند رہا سہا ستیاناس کئے دیتی ہے مین تو اب نہ ٹھیرونگا۔ یہہ کہکر اپنے اونٹ پر سوار ہوگیا۔ جلدی میں اس کے پاؤں کی رسن بھی نہ کھولی۔ عکرمہ بن ابی جہل یہ دیکھکر چلایا اے ابوسفیان تو پیشوائے قوم ہے انکو بلا میں چھوڑ کر کہاں بھاگا جا رہا ہے بارے اسکے کہنے سے کچھ شرم آئی اونٹ سے اترکر اس کا پاؤں کھولا اور مہار ہاتھ میں لئے چلا اور کہتا جاتا تھا کہ جلد بار کرو اسکے کہنے سے تمام قریش و غطفان و کنانہ و فزارہ ایک بار روانہ ہوئے اور ایک مرد انسے باقی نہ رہا راوی کہتا ہے کہ وہ بار کرنے میں مصروف ہوئے تو مین واپس ہوا۔ راستہ میں مجھکو بیس سوار سفید عمامے سر پر باندھے ملے ودو نے ان سے کہا کہ اپنے صاحب (پیغمبر خدا) سے کہہ کہ اللہ نے شر دشمن کو اُس سے دفع کیا اپنے مقام پر آیا تو پھر اُسی طرح جاڑا معلوم ہونے لگا حضرت رسولخدا اسوقت نماز پڑھ رہے تھے دست مبارک سے اشارہ کیا کہ نزدیک آ آپکے پاس ایک چادر طویل و عریض تھی اسکا ایک گوشہ مجھ پر ڈھانپ دیا مین اسکو اوڑھ کر گرم ہوا اور سوگیا صبح کو آپنے نماز سے فارغ ہوکر مجھکو پکارا کہ قم یا نومان اے بہت سونے والے اُٹھ عمدائی روح افزا آنحضرت سے بیدار ہوکر ماجرائے شب من و عن آپکے روبرو بیان کیا۔ روایت ہے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ اب وہ ہم سے لڑنے نہ آئیں گے ہم انکے جنگ کو جائیں گے ایسا ہی ہوا کہ پھر کفار کو فرصت نہوئی کہ لشکر مسلمانوں پر لائیں حتے کہ حضرت اُن پر گئے اور مکہ معظمہ کو فتح کیا۔ اس لڑائی میں چھ شخص مسلمانوں سے شہید ہوئے ایک انمیں حضرت سعد بن معاذ انصاریؓ تھے۔ ایک تیر آپکے ہاتھ پر لگا اور رگ اکحل جسکو ہفت اندام و میزاب بدن کہتے ہیں قطع ہوکر خون روان ہوا جب ضعف بڑھنے اور قوت گھٹنے لگی تو انہوں نے انگشت موضع زخم پر رکھ کر دعا کی پروردگارا اگر مسلمانوں کو قریش کے ساتھ ابھی لڑنا باقی ہے تو مجھکو اس زخم سے نجات دے۔ کیونکہ کوئی عمل خیر میرے نزدیک اس گروہ کے جنگ سے بہتر نہیں۔ نہیں تو مجھکو زندگی درکار نہیں تہ دل سے شہادت کا خواستگار ہوں صرف اس قدر مہلت دے کہ بنی قریظہ کا خاتمہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں اُنکی دعا مستجاب ہوئی اور خون بند ہوکر مقام زخم ورم کر آیا اور غزوہ بنی قریظہ کے بعد خود بخود کھل کر باعث شہادت ہوا چنانچہ اسکا ذکر آگے آتا ہے اور کفار سے تین شخص مارے گئے عمرو بن عبدود عامری و نوفل بن عبداللہ مخزومی یہہ تیغ شرربار حیدر کرار سے فی النار ہوئے ایک عثمان بن منبہ بنی عبدالدار سے اسکے ایک تیر لگا اور مکہ پہنچکر اسی کے صدمہ سے مرگیا۔

انجام کار بنی قریظہ و شہادت سعدؓ معاذ رضی اللہ

پہلے گزرا کہ بنی قریظہ و بنی نضیر حضرت بشیر نذیر کے ہم عہد اور آپ کے حفظ و حمایت میں داخل تھے۔ نضیر اپنی عہد شکنی کے سبب کیفر کردار کو پہنچی یعنے بلائے جلا میں مبتلا ہوکر وطن آوارہ ہوئے۔ قریظہ کو چاہئے تھا کہ اپنے بھائیوں کے حال سے عبرت پکڑتے اور جنگ خندق میں مسلمانوں کے ساتھ ہوکر دل و جان سے انکی امداد کرتے وہ برخلاف اس کے کفار قریش اور مفسدان بنی نضیر کے ساتھ شامل ہوگئے کہ اس سے کافروں کی قوت و شوکت بڑھ گئی اور مسلمانوں پر خوف و ہراس نے غلبہ کیا چنانچہ شمہ اس کا پیشتر بیان ہوا۔ بعض تواریخ میں ہے کہ امیر المومنینؑ نے عمرو بن عبدود

وغیرہ کو قتل کیا اور کفار نابکار کو ہزیمت کر کے مقام عقیق تک پہنچایا اور وہ دوسرے روز باہنگ جنگ پلٹے۔ تو بڑی سرگرم عداوت اسوقت یہی بنی قریظہ تھے انہوں نے طلوع شمس سے غروب آفتاب تک لشکر اسلام کے ساتھ میدان کارزار گرم رکھا۔ پس ایسے فتنہ جو مفسدہ پرداز قوم کا پہلو میں ہر دم لگا رہنا دشمن خانگی سے کم نہ تھا اور انکا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دینا ذمہ ہمت اہل اسلام پر لازم و متحتم بنابرین رسولخدا جنگ خندق سے فارغ ہو کر داخل دولت سرا ہوئے اور جناب سیدہ نے پانی مہیا کیا کہ گرد و غبار سے بدن اقدس کو شست و شو دیں تہیار اتار دیتے تھے مگر کپڑے ہنوز اتارنے نہ پائے تھے نہ علم نصرت شیم ابتک کھولا گیا تھا کہ جبرئیل امین آئے۔ اور کہا اے محمد رحمت خدا ہو تم پر تم نے ہتھیار کھولدئے حالانکہ ملائکہ آسمان بدستور کمر بستہ ہین۔ مین کفرہ قریش کو مقام روحا یا حمراء الاسد (باختلاف روایات) تک نکال کر واپس چلا آرہا ہون حکم خالق ذو المنن یہہ ہے کہ آپ نماز عصر قبیلہ بنی قریظہ مین جا کر پڑھیں مین آگے جا کر بام و در کو اہل غدر پر متزلزل کرتا ہوں جبرئیل تو یہ کہکر چلدئے اور رسولخدا نے امیر المومنین کو بلا کر حکم دیا کہ منادی کر دین کہ کوئی نماز عصر نہ پڑھے الا بنی قریظہ میں پس اصحاب نے اپنے مقام سے جنبش کی اور شیر خدا علم کبیر لیکر آگے بڑھے **امام محمد باقر** علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس روز رایت سیاہ امیر المومنین کے پاس تھا جسکو کہ عقاب کہتے تھے اور نیز لوائے سفید وہ حضرت رکھتے تھے۔ حضرت رسولخدا انکے پیچھے سوار ہوئے جس گروہ سے گزرتے وہ کہتا کہ ایک سوار دحیہ کلبی کی صورت کا تحریص جنگ کرتا آگے جا رہا ہے حضرت نے فرمایا وہ جبرئیل ہے الغرض امیر المومنین نے وہاں پہنچکر علم عین دیوار قلعہ کے تلے گاڑ دیا حضرت کو دیکھ کر قلعہ مین کھل بلی پڑ گئی اور چلائے قد جاءکم قاتل عمرو و قد اقبل الیکم قاتل عمرو کہ قاتل عمرو بن عبدود تم پر چڑھ آیا۔ اور رعب عظیم انکے دلوں پر چھا گیا آپ نے سنا کہ ایک شخص بطور رجز کے پڑھتا ہے ؎ قتل علیٌّ عمروًا۔ صاد علیٌّ صقرًا۔ قصم علیٌّ ظہرًا۔ ابرم علیٌّ امرًا۔ ہتک علیٌّ سترًا + یعنی قتل کیا علی نے عمرو کو اور صید کیا شہباز کو شکستہ کیا کمر کفر کو اور مضبوط کیا امر اسلام کو اور رہتک ناموس شرک فرمایا حضرت امیر نے یہ سنا تو فرمایا الحمد للہ الذی اظہر الاسلام و قمع الشرک کہ شکر ہے خدا ئیتعالی کا کہ اس نے اسلام کی نصرت کی اور کفر کو قلع و قمع فرمایا۔ بروایت دیگر امیر المومنین وہان پہنچے تو یہودی مسلمانون کو گالیان دینے اور حضرت رسولخدا کی نسبت ناسزا بکنے لگے۔ اتنے مین حضرت رسول دراز گوش پر سوار وہاں تشریف لائے۔ امیر المومنین نے آگے بڑھ کر عرض کی یا بی انت و امی یا رسول اللہ قلعہ کے پاس نہ آئے حضرت سمجھ گئے کہ یہود عنود نے گستاخانہ رویہ اختیار کیا ہے فرمایا یا علی مجھ کو دیکھینگے تو حق تعالی انکو ذلیل و خوار کریگا۔ کوئی ناشائستہ کلمہ زبان سے نہ نکال سکین گے۔ اور جس طرح حق تعالی نے تجھکو عمرو کے قتل پر قادر کیا انکو بھی تو ہی قتل کریگا۔ پھر نزدیک جا کر کہا اے برادران میمون و خوک اے پرستندگان طاغوت تم مجھکو دشنام دیتے تھے انا اذا احللنا بساحۃ قوم فساء صباح المنذرین بتحقیق کہ ہم جب کسی قوم کی ساحت میں بارادہ انتقام نزول کرتے ہیں پس ور برے ہے انکے لئے۔ کعب بن اشرف نے بالائے قلعہ سے کہا یا ابا القاسم ما کنت جہولا و لا سبابا قط اے ابو القاسم تم ہرگز جاہل و دشنام دہندہ نہ تھے حضرت صادق فرماتے ہین کہ حضرت رسول نے یہ کلمہ سنا تو شدت حیاسے عصا ہاتھ سے اور رداو دوش مبارک سے

گر گئی اور آپ چند قدم پیچھے کو ہٹ گئے پس لشکر اسلام قلعہ ہائے یہود کے نزدیک خیمہ زن ہوا اور پندرہ بقولے پچیس روز انکا محاصرہ کر کے سنگ و تیر ان پر برساتے تھے **روایت** ہے کہ ایک روز امیر کبیر سوار ہوئے اور یہہ کہکر کہ آج قلعہائے کفر کو فتح کرونگا ورنہ حمزہ سید الشہداء کیطرح شہید ہو جاونگا۔ ایک حملہ حیدری کیا کفار کے آپ کی ہیبت و دہشت سے دل ٹھکانے نہ رہے۔ تا مد حضرت رسول کے پاس بھیجکر خواستگار ہوئے کہ سعد معاذ انصاری جو کچھ ہمارے درمیان حکم کر دین ہمکو قبول و منظور ہے سعد کے جب جنگ خندق میں تیر لگا تھا بکمال ضعف مدینہ میں صاحب فراش تھے اسی سبب سے اس غزوہ میں بھی حاضر نہ تھے حسب الایماء حضرت رسالت پناہ انکو محافہ میں سوار کر کے لشکر گاہ میں لاتے۔ بنی اوس خویش و اقارب سعد نے محافہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا کہ اے ابو عمر اپنی قدیمی ہم عہدوں اور مددگاروں پہ رحم کرو انکی جانین بچاؤ۔ اس سعادتمند نے کہا کہ سعد راہ خدا میں ملامت کرنیوالوں کی ملامت سے خوف نہ کریگا اور کہا اے معشر یہود تم میری حکومت پر راضی ہو کہا راضی ہیں اور امید نیکی و احسان کی تم سے رکھتے ہین۔ پھر رسولخدا کی طرف مڑے اور بکمال ادب آپ سے اذن چاہا حضرت نے بھی اپنی رضامندی ظاہر کی تو سعد نے کہا حکم یہہ ہے کہ مردان یہود قتل کئے جائیں اور زنان و بچگان بردہ و اسیر اور مال و جائداد انکی مسلمانوں میں تقسیم ہو حضرت رسولخدا نے فرمایا اے سعد تم نے وہ حکم کیا جو حق تعالی بالائے ہفت آسمان کر چکا تھا پس یہودیوں کی مشکین باندہ کر مدینہ مین لائے۔ حی بن اخطب ملعون بھی انکے درمیان تھا انکو مسلمانوں پر قسمت کیا کہ جنت البقیع مین لیجا کر قتل کریں۔ حی کو حضرت امیر نے اپنے دست مبارک سے قتل کیا لکھا ہے جب اسکو دست بستہ حضرت کے سامنے کھڑا کیا تو بولا ایک شریف آدمی دوسرے شریف کے ہاتھ سے قتل ہوتا ہے آپ نے فرمایا بہت سے نیک بدوں کے ہاتھ سے اور بد نیکوں کے ہاتھ سے قتل ہوتے ہیں وائے برحال اسکے کہ نیکوکار شرفا اسکو قتل کرین اور خوشا حال اسکا کہ کفار اشرار کے ہاتھ سے مارا جائے نیز روایت ہے کہ نظر مبارک رسولخدا حی مذکور پر پڑی تو فرمایا اے فاسق صنع خدا کو اپنے حق مین کیونکر پاتا ہے کہا بخدا اسوگند اے محمد مین تمہاری عداوت میں اپنے تئیں ملامت نہیں کرتا جو کچھ مجھ سے ہو سکا کیا اور جسقدر جد و جہد امکان مین تھی بجا لایا الآجس کی خدا مدد نہ کرے وہ مخذول ہے۔ پھر اپنی قوم سے خطاب کیا کہ ایہا الناس کہ جو کچھ خواستہ خدا ہے ضرور ہو گا یہہ ایک قتل تھا کہ بنی اسرائیل پر لکھا جا چکا تھا۔ اپنے دین و یقین پر ثابت رہو۔ **کعب بن اسد** رئیس قبیلہ سامنے آیا تو حضرت نے فرمایا اے کعب تجھکو ابن حواش شامی اپنے عالم بزرگ کی پند سودمند نہوئی جو کہتا تھا کہ نعمات شام کو چھوڑ کر فقر و فاقہ کیطرف آیا ہوں کہ پیغمبر مرسل کا دیدار کروں جسکا وطن مکہ اور ہجرتگاہ مدینہ ہے نان خشک و چند دانہ خرما پر قناعت کرنے والا اور دراز گوش پشت برہنہ پر سوار ہونے والا ہے اس کے آنکھوں میں سرخی اور اسکی پشت پر مہر نبوت لگی ہوئی ہے۔ تلوار ہاتھ میں لیگا اور جو سامنے آئیگا اس پر جہاد کریگا اسکی بادشاہی منتہائی زمین تک پہنچے گی کعب نے کہا یہہ درست ہے اے محمد اگر یہود نہ کہتے کہ بخوف جان ایمان لایا ہوں تو مین البتہ تم پر ایمان لے آتا۔ مگر اب دین یہود پر مرتا ہوں پس حضرت نے حکم دیا کہ اسکو بھی قتل کرین مروی ہے کہ یہود لئام کا کام جب مرام انجام کو پہنچا تو سعد کا زخم کہ بحکم خدا ابتک بستہ تھا پھوٹ نکلا۔ اور یہی باعث انکی وفات کا ہوا رحمتہ اللہ علیہ۔ حضرت صادق علیہ السلام سے نقل ہے کہ سعد کی وفات کی خبر حضرت رسولخدا کو پہنچی

قتل حی ابن اخطب

قتل کعب بن اسد

وفات سعد بن معاذ انصاری

تو مع جماعت اصحاب انکے گھر پر تشریف لیگئے اور حاضر رہے جبتک کہ انکے غسل و کفن و حنوط سے فراغت ہوئے پس جنازۂ سعد کے پیچھے
برہنہ پا بلا ردا بصورت مصیبت زدون کے روانہ ہوتے راہ میں کبھی دہنی جانب جنازہ کو پکڑتے تھے کبھی بائین جانب کو۔ قبر پر پہنچے تو خود
بنفس نفیس قبر میں اُترے اور اپنے دست مبارک سے انکو لحد میں رکھا۔ بعد فراغت سبب ان امور کا دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ نعلین نہ
پہننے کا باعث یہ تھا کہ ملائکہ پا برہنہ جنازہ کے ہمراہ تھے مینے انکے تاسی کی اور بار بار کندھا بدلتا تھا کیونکہ جبرئیل انکی جانب چپ و راست کو
اُٹھاتے تھے میں بھی اسیطرف کو اُٹھاتا تھا جسکو جبرئیل اُٹھاتے تھے۔ نیز منقول ہے کہ ستر ہزار ملائکہ نے جنازہ سعد پر نماز پڑھی کہ جبرئیل
انکے درمیان تھے۔ حضرت رسولخدا نے پوچھا یا اخی جبرئیل کیا باعث تھا کہ تم نے اسقدر فرشتوں کے ساتھ اس کے جنازہ کی نماز پڑھی
کہا کہ وہ سورۂ قل ہو اللہ کا ورد رکھتے تھے کھڑے بیٹھے سوار پیادہ جاتے آتے اسکو پڑھتے رہتے تھے نیز منقول ہے کہ سعد نے
وفات پائی تو حضرت رسالت پناہ نے فرمایا رحمت خدا ہو تم پر اے سعد تم مثل ایک استخوان کے تھے گلوئے کافران مین اٹکے ہوئے
اگر میرے بعد زندہ رہتے تو مدینہ میں گوسالہ پرستی نہونے دیتے یعنے حق بحقدار پہنچتا اور عمر و بکر خلافت پر مسلط نہونے پاتے ۞ ذکر

غزوۂ حدیبیہ و شک کردن بعض صحابہ در نبوت آنحضرت

صورت اس غزوہ کی یہہ ہوئی کہ حضرت رسولخدا
نے خواب میں دیکھا کہ گویا مکہ معظمہ میں داخل ہوئے اور طواف خانۂ خدا و باقی شرائط عمرہ بجالائے بنا بریں اصحاب کو حکم دیا کہ آمادہ سفر ہون
اور ماہ ذی القعدہ ۶ھ ہجری میں چودہ پندرہ سو آدمی ساتھ لیکر مدینہ سے نکلے شتران قربانی آپ کے ہمراہ تھے مقام ذی الحلیفہ[1] سے
احرام عمرہ باندھا اور لبیک اللّٰھم لبیک کہتے ہوئے رہگرائے منزل مقصود ہوئے۔ اصحاب بعض اس مقام سے اور بہت سے
مسجد شجرہ سے مُحرم ہوئے قربانی کے جانور سب کے ساتھ تھے مکہ مین قریش کو یہہ حال معلوم ہوا تو انہوں نے مشورہ کیا۔ رائے ناصواب
انکی اس بات پر متفق ہوئی کہ جسطرح ہو حضرت کو زیارت خانہ کعبہ سے روکنا چاہئے پس خالد ولید کو دو سو سوار دیکر آگے بھیجا کہ موقع
پاکر لشکر اسلام پر چھاپا مارے لیکن فضل الٰہی شامل حال رسول ذی الجلال تھا اُس سے کیسکا بال تک بھی بیکا نہوا تا اینکہ آپ چلتے چلتے
مقام حدیبیہ پر کہ قریب بحرم واقعہ ہے پہنچکر فروکش ہوئے قریش بکمال قہر و طیش شہر سے نکل کر وادی ذی طوے مین خیمہ زن ہوئے
حضرت نے انکو پیغام بھیجا کہ میرا ارادہ لڑائی کا نہین اس لئے یہاں آیا ہون کہ طواف خانۂ معظمہ بجالاؤن اور جانوران قربانی کو ذبح
کرکے انکا گوشت تمہارے لئے چھوڑ جاؤن۔ مگر مشرک راضی نہوتے تھے۔ حضرت نے فرمایا کسلئے مجھکو بجال خود نہین رہنے دیتے کہ
اگر اپنے دعوے میں راست گو ہونگا تو بادشاہی دنیا مع فخر نبوت تمہارے لئے ہے کیونکہ تمہاری قوم اور خاندان سے ہوں وغیرہ
و بکے کئیرے مجھکو کفایت کرتے ہین تمکو حاجت زحمت اُٹھانے کی نہیں پس اپنے تمام اصحاب کو جمع کرکے ایک درخت ببول کے تلے
بیٹھکر بیعت لی یہ بڑی مشہور بیعت موسوم بہ بیعت رضوان و بیعت تحت الشجرہ ہے جسکا ذکر قرآن مین ہے۔ بارے ان باتون سے
وہ سنگین دل کچھ نرم ہوئے اور کہا کہ اب تو تمہارا ادھر آنا اور ہمارا سد راہ ہونا عرب میں مشہور ہوگیا ہے اگر اس وقت داخل مکہ ہوتے

[1] ذو الحلیفہ بضم حا و فتح لام وہ مقام ہے جسکو رسولخدا نے اہل مدینہ کا میقات یعنی احرام باندھنے کی جگہ مقرر فرمایا وہ مدینہ سے چھہ میل بجانب مکہ واقع ہے ۱۲ منہ

تو ہماری اسمیں سُبکی ہوگی اور دونکو حوصلہ ہوجائیگا جکجا جی چاہیگا بزبردستی چلا آیا کریگا۔ ہاں سال آئندہ ہم وعدہ کرتے ہین کہ تین دن صرف
تمہارے واسطے خانۂ معظمہ کو خالی کردین گے تم آکر بفراغت عمرہ بجالانا کسی قسم کی مزاحمت نہوگی۔ حضرت رسولخدا اس پر راضی ہوگئے
اور ٹھیر گیا کہ دس سال کے لئے فریقین مین مصالحہ ہوجائے کہ کوئی کسی سے تعرض نہ کرنے پائے راہیں آمد و رفت کی کھُلجائیں اور کار و بار تجارت
جاری ہو جنگ و جدال یک قلم برطرف مسلمان مکہ میں آسودہ حال و فارغ البال زیست کریں کفر و شرک پر انکو مجبور نہ کیا جائے۔ قریش نے
کہا اسقدر اور بھی درخواست ہے کہ جو کوئی ہماری قوم و قبیلہ کا بھاگ کر تمہارے پاس چلا آئے آپ اسکو واپس بھیجدیں اور جو وہاں سے
علٰحدہ ہوکر اپنے قوم میں شامل ہونا چاہے اسکے درپے نہوں حضرت نے فرمایا جو اسلام سے مرتد ہوکر کفر و شرک اختیار کرے ہم
تہ دل سے اس سے بیزار ہیں اور اصلا اس کی حاجت نہیں رکھتے۔ اس پر بعض کوتہ اندیش ضعیف الایمان مسلمان معترض ہوئے کہ ہمارے
آدمی وہ واپس نہ دیں اور ہم انکے لوٹادیں یہہ ٹھیک نہین اور مصلحت رسول کو انہوں نے نہ سمجھا زیادہ سرگرم اس بارے میں حضرت
عمر بن الخطاب تھے انہوں نے کہا کہ اگر یہ پیغمبر برحق ہوتے تو ہرگز اس صلح پر راضی نہوتے اور برملا حضرت رسولخدا پر اعتراض کیا
کہ کیا ہم حق پر اور قریش باطل پر نہین فرمایا بلاشبہ وہ باطل اور تم حق پر ہو کہا پھر کس لئے اس خواری سے صلح کیجاوے آپنے فرمایا
اے عمر حقتعالی میرے ساتھ فتح و نصرت کا وعدہ کرچکا ہے وعدۂ ایزدی مین کبھی خلاف نہوگا بروایت علی ابن ابراہیم قمی
عمر نے کہا اگر اس وقت چالیس مرد بھی میرے ساتھ ہوتے تو مین البتہ محمدؐ سے مخالفت کرتا اور جب قاصدان قریش مجلس سے
اُٹھ گئے تو انہون نے پھر کہا یا رسول اللہ آپنے نہیں کہا کہ ہم مسجد الحرام مین داخل ہونگے اور طواف خانہ کعبہ کرین گے اور
سر منڈائیں گے فرمایا مینے یہ کب کہا ہے کہ یہہ ساری باتیں اسی سال مین ہونگی مین اب بھی کہتا ہوں کہ حق تعالی مجھ سے فتح مکہ
کا وعدہ کرچکا ہے ہم ضرور مکہ میں جائیں گے اور طواف کریں گے اور حجامت کرائین گے مگر حضرت عمر کی اس سے تسلی نہوئی اور وہ
کہا کئے ماشککت فی نبوۃ محمدؐ کشکی یوم الحدیبیہ یعنی نبوت محمدؐ میں مجھکو شک تو بارہا ہوئے ہین الا حدیبیہ کے دن کا شک
ان سب سے بڑھا ہوا ہے۔ القصہ جب اس قسم کے حضرات نے شور و شغب زیادہ کیا تو حضرت نے فرمایا اگر صلح قبول نہین کرتے
تو تمکو اختیار ہے جاؤ اور انکے ساتھ جنگ کرو مجلسی علیہ الرحمہ نے حیات القلوب میں نقل کیا ہے کہ یہہ لوگ گئے کہ قریش آمادہ جنگ
دیکہا رہے تھے ان پر حملہ آور ہوتے اور یہہ تاب انکے حملہ کی نہ لاکر باحال پریشان بھاگے کفار نے انکا تعاقب کیا اسوقت آپنے فرمایا
یا علیؑ اُٹھو اور بزور شمشیر کفار کو پس پاکرو حضرت امیرؑ تلوار کھینچکر مقابل ہوتے تو انہون نے کہا یا علیؑ آیا محمدؐ اس صلح سے پشیمان
ہوئے حضرت نے فرمایا نہین وہ اپنے عہد پر قائم ہین پس اصحاب نادم و شرمندہ سامنے آئے رسولخدا نے انسے فرمایا مین تمکو
خوب جانتا ہوں کہ بدر کی لڑائی میں ڈر گئے اور جنگ اُحد مین بھاگے کہ پہاڑوں پر چڑھ گئے اور نیز اور بہت سے موقع انکو
یاد دلائے۔ مجلسی علیہ الرحمہ کہتے ہین کہ ابن ابی الحدید نے کہا ہے کہ چونکہ روی خطاب حضرت کی اس کلام میں عمر خطاب کی طرف
تھی تو اس سے لازم آتا ہے کہ وہ جنگ اُحد میں بھگوڑوں مین شامل تھے **مؤلف کہتا ہے** کہ حضرت خلیفہ ثانی کا اس رذیہ

رسولخدا کی بات نہ ماننا اور حضرت کی نبوت میں شک کرنا کتب اہل سنت میں بھی اسی طرح مصرح ہے جیسا کہ کتب شیعہ میں مزید اطمینان کے لئے چند عبارتیں انکی کتابوں کی یہاں پر نقل ہوتی ہیں روضۃ الصفا میں ہے - و در خاطر بعضے از اہل اسلام شیطان رجیم شبہات انداخت کہ مناسب صدق و یقین ایشاں نبود اور روضۃ الاحباب میں ہے مرویست از عمر بن خطاب کہ گفتا کہ در آن روز امر عظیم در دل من پیدا شد و مراجعت کردم با حضرت مراجعتے کہ ہرگز مثل آں نکردہ بودم پھر اسیطرح کے چند سوال و جواب جو کہ پہلے لکھے گئے درمیان خلیفہ ثانی اور حضرت رسول اللہ کے نقل کرکے لکھا ہے کہ عمر گوید ہمچنا ملول و محزون از مجلس آن سرور برخاستم و نزد ابوبکر صدیق رفتم و آن حکایات کہ بغرض حضرت سانیدہ بودم با وے گفت وہماں جواب کہ رسول گفتہ بود و از ابوبکر شنیدم در روایتے آنکہ صدیق گفت کہ اے عمر برو دست در رکاب او زن و ہیچ اعتراض مکن کہ وے فرستادہ خدا است ہرچہ کند بوحی کند و مصلحت در آن باشد انتہی حضرت ابوبکر کے اس آخری فقرہ کو کہ برو دست در رکاب او زن الخ ملاحظہ فرمانا چاہئے کہ اس سے روایت علی بن ابراہیم کی جو اوپر لکھی گئی یعنی عمر کہتے تھے کہ اگر میرے ساتھ چالیس آدمی ہوتے تو میں آنحضرت سے مخالفت کرتا آہ - صرف تصدیق ہی نہیں ہوتی بلکہ کچھ بڑھ کر ثابت ہوتا ہے کیا معنی کہ اس سے صاف صاف یہہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت پور خطاب نے جناب رسالت مآب کے ساتھ مخالفت کا ارادہ مصمم کر لیا تھا بخلاف روایت علی ابن ابراہیم کے کہ اسمین یہ خیال چالیس مرد کے ہمراہ ہونے پر مشروط ہے پس فرق ظاہر ہے اور قول خلیفہ اول ہیچ اعتراض مکن کہ وے فرستادہ خدا است ہرچہ کند بوحی کند و مصلحت در آں باشد" - اس سے عیاں ہے کہ خلیفہ ثانی پیغمبر پر اعتراض کرتے اور انکو فرستادہ خدا نہ جانتے اور انکے افعال کو مبنی بر مصلحت و موافق وحی الہی خیال نہ کرتے تھے معارج النبوۃ میں ہے نقلست از ابو عبیدہ جراح کہ با عمر گفت کہ محمد رسولخدا است جل و علا و ہرچہ گوید و کند بصدق و صواب مقرون خواہد بود اے عمر از مکائد شیطان بخدا پناہ گیر و نفس خود را متہم دار - اور نیز معارج میں ہے در روایتست کہ در آن ہا نیکہ فاروق از حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایں سوال میکرد کہ نہ تو وعدہ کردی کہ چنین خواہد بود حضرت جواب داد کہ آرے بعد از ان روئے بعمر آوردہ گفت کہ شمارا فراموش شد کہ در روز احد راہ گریز پیش گرفتہ بودید و من شمارا مے خواندم و ہیچیک از شما بمن مجال التفات نبود و فراموش گردید روز احزاب را کہ دشمنان از اعلیٰ و اسفل متوجہ بودند و انچہ وعدہ خدا تعالی بود بانجاز پیوست و بعد ازاں بکیک واقعہ کہ بر فنون الطاف الہی و انجاز وعدہ او بود بیاد ایشان داد انتہی - واضح رہے کہ اسکے بعد جو کتب اہل سنت میں لکھا ہے کہ حضرت عمر کہتے تھے کہ میں بہت سا استغفار بدرگاہ باری کرتا اور اعمال نیک مثل نماز روزہ کے بجا لاتا ہوں اور غلام راہ خدا میں آزاد کرتا ہوں کہ شاید اس جرأت کا کہ اس روز مجھ سے سرزد ہوئی کفارہ ہو جائے یہہ انکے لئے کچھ فائدہ مند نہیں کیونکہ مدعا شیعو نکا ایسی باتوں کے نقل سے صرف اتنا ہے کہ یہہ حضرات ایمان کامل و یقین واثق نہ رکھتے تھے اور رسول اللہ کی حیات میں خود آنحضرت کے ساتھ جب انکے یہہ سلوک تھے تو آپ کے بعد

انکی اہل بیت سے جو بے اعتنائی انسے صادر ہو بعید نہیں - اور نیز یہہ کہ جب عمر جیسے بزرگواروں کے دین و یقین کا یہ حال تھا تو بیچارا معاویہ اور اسکے افسران و امثال کس گنتی میں ہیں پس قضیہ مجعولہ اہلسنت الصحابۃ کلہم عدول (ترجمہ صحابہ سبکے سب عادل ہیں) کسطرح معتبر ٹھہر سکتا ہے - القصہ اہل شک و ریب کی بات اس معاملے میں مسموع و مقبول نہوئی اور وکلا قریش حاضر ہوئے کہ صلحنامہ تحریر ہو امیر المومنین وثیقہ لکھنے بیٹھے - اور لکھا بسم اللہ الرحمن الرحیم سہیل بن عمرو نے کہا ہم رحمان و رحیم کو نہیں جانتے جیسا ہمیشہ سے لکھتے آئے ہیں بسمک اللہم لکھو مسلمانوں نے کہا رحمن رحیم ضرور لکھنا چاہئے رسولخدا نے کہا یا علی بسمک اللہم لکھو آپنے حسب الارشاد بسمک اللہم لکھا اسکے بعد لکھا ھذا ما قاضی علیہ محمد رسول اللہ کہ یہہ وہ ہے جو رسول خدا نے فیصلہ کیا ہے سہیل بولا اگر ہم آپ کو رسول اللہ جانتے تو زیارت کعبہ سے کاہیکو مانع آتے بجائے رسول اللہ کے محمد بن عبد اللہ لکھنا چاہئے حضرت نے فرمایا قسم بخدا کہ میں رسولخدا ہوں تم میری تصدیق کرو یا تکذیب یا علی لفظ رسول اللہ کو محو کر کے بجائے اس کے ابن عبد اللہ لکھدو امیر المومنین نے عرض کی یا رسول اللہ مجھ سے تو نہیں ہوسکتا کہ وصف رسالت آپ کے نام نامی سے محو کروں بروایت معارج سہیل نے کہا اے علی لفظ رسول اللہ کو محو کرو ورنہ ہم اس صلح سے بیزار ہیں امیر المومنین نے یہ سنا تو کاغذ ہاتھ سے رکھدیا اور قبضہ شمشیر دست حق پرست میں لیا کہ بزور تلوار انکو اس حکومت بیجا سے معزول کریں اسوقت رسولخدا نے کاغذ اٹھا کر بدست مبارک خود لفظ رسول اللہ محو کیا بعد ازاں امیر المومنین نے بقولے خود حضرت نے باعجاز رسالت ابن عبد اللہ لکھا غرض صلح نامہ لکھا گیا اور فریقین کی مہر و گواہی اسپر ہو گئی تو حضرت رسولخدا نے علی مرتضیٰ سے کہا یا علی تم نے وصف رسالت کو میرے نام سے محو کرنا نہ چاہا بخدا قسم کہ تمکو بھی ایک زمانے میں ان کفار فجار کی اولاد سے ایسا ہی معاملہ پیش آئیگا کہ یہہ لوگ وصف امیر المومنین کو تمہارے نام سے مٹانا چاہیں گے تمکو مجبور مٹانا پڑیگا صدق رسول اللہ فی الحقیقت امیر المومنین کو پس از جنگ صفین بوقت تحکیم حکمین یہ قضیہ پیش آیا اور معاویہ و عمرو عاص لعین نے صلحنامہ میں لفظ امیر المومنین نہ لکھنے دیا چنانچہ یہ ماجرے مفصل اپنے مقام میں مذکور ہے بالجملہ امر مصالحت اتمام کو پہنچا تو حضرت رسالت پناہ نے اصحاب کو حکم دیا کہ شتران قربانی کو نحر کریں اور اپنے سر کو منڈاویں مگر اہل شک و ارتیاب نے قبول حکم نبوی سے انکار کیا حضرت ملول و حزین خیمہ حرم محترم میں آکر لیٹ گئے حضرت ام سلمہ ام المومنین کو حال آپکے ملال کا معلوم ہوا تو عرض کی یا رسول اللہ آپ اپنے اونٹوں کو نحر کریں اور موئے سر منڈائیں لوگ آپکو دیکھیں گے تو طوعاً و کرہاً پیروی کریں گے آپنے اس نیک صلاح پر عمل کیا اور اصحاب نے چار و ناچار اتباع کیا اور محل ہوئے - کہتے ہیں کہ اس مصالحہ پر جس سے یہ حضرات اس قدر نعل در آتش و برہم تھے فوائد عظیم مترتب ہوتے مسلمان کہ مکہ میں بحالت پریشان خائف و ترساں رہتے تھے انکی بدولت ظاہر و آشکار ہو گئے قرآن پڑھتے نماز روزہ وغیرہ ارکان دین بجالاتے کیسکو چون و چرا کی مجال نہ تھی نیز آیات قرآنی کفار پر تلاوت کرتے اور ان پر رد و انکار کرتے و بہ بحث و مناظرہ پیش آتے تھے اس سے بہت سے مکہ والے کفر و بت پرستی کو چھوڑ کر راہ راست پر آنے لگے اور دین اسلام مکہ میں پھیل چلا چنانچہ دو ہی برس کے عرصے میں اتنے آدمی انسے مسلمان ہو گئے کہ ابتدائے اسلام سے آجتک نہوئے تھے - اسیوجہ سے بعض مفسرین کے نزدیک مراد فتح مبین سے آیہ شریفہ انا فتحنا لک فتحا مبینا میں یہی صلح

حدیبیہ ہے کہ بہت سی فتوحات اسلامیہ کا پیش خیمہ ہے۔ غرض مصلحت عظیم جو رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ کو اس صلح سے ملحوظ و منظور تھی
اسکے بعد بخوبی ظاہر و ہویدا ہوگئی **بعضے از فضائل امیر المومنین علیہ السلام متعلقہ این مقام** طبرسی راوندی

حدیث خاصف النعل

و شیخ مفید علیہم الرحمہ نے علمائے شیعہ سے اور صاحب جامع الاصول وغیرہ اہل سُنت نے روایت کی ہے کہ صلح حُدیبیہ میں سہیل بن عمر
نے مع چند مشرکین کے حضرت رسولخدا کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ ہمارے بھائی بیٹوں اور غلاموں سے کچھ اشخاص کاروبار زراعت
و خدمت سے روگردان ہو کر تمہارے پاس چلے آئے ہیں وہ دین ایمان سے کچھ بہرہ نہیں رکھتے ہمکو واپس لوادیجئے۔ حضرت نے
فرمایا اے معشر قریش ان باتوں سے باز آؤ ورنہ ایسے شخص کو تم پر بھیجونگا جسکے دل کا حق تعالیٰ امتحان کر چکا ہے وہ راہ خدا میں تم کو
قتل کریگا صحابہ نے پوچھا وہ شخص کون ہے آیا ابوبکر ہے فرمایا نہیں کہا عمر ہے فرمایا نہیں وہ ہے جو اسوقت میرے جوتی درست
کرتا ہے لوگ دوڑے کہ دیکھیں کون ہے دیکھا تو امیر المومنین سید الوصیین اس کام میں مشغول تھے نعلین مبارک رسولخدا کا تسمہ ٹوٹ
گیا تھا اُسکو سی رہے تھے **بروایت** صاحب جامع الاصول خود شیخین نے یہہ سوال کر کے جواب مذکورہ بالا پایا تھا صاحب
ناسخ التواریخ لکھتے ہیں کہ شاید سہیل وہ لوگ حضرتؐ سے طلب کرتا ہو جو قبل وقوع صلح حضرت کی خدمت میں آگئے تھے ورنہ ایسا
جواب تلخ نہ پاتا۔ اور **شیخ مفید** علیہ الرحمہ نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول اللہ کا جوتا ٹوٹ گیا تھا
حضرت امیر کو دیا کہ اصلاح کریں اور آپ لقدر ایک تیر پرتاب ایک نعل پہنکر چلے پس اصحاب کو خطاب کر کے فرمایا کہ تم میں ایک شخص ہے
کہ تاویل قرآن پر جنگ کریگا جیسا کہ مینے تنزیل قرآن پر جنگ کیا ہے ابوبکر نے کہا وہ شخص میں ہوں یا رسول اللہ کہا نہیں حضرت عمر
نے کہا اے رسولخدا میں ہوں فرمایا نہیں۔ پس سب خاموش ہو گئے اور ایک دوسرے کا مونہہ تکتے تھے اسوقت حضرت نے
فرمایا وہ خاصف النعل[1] ہے۔ اور دست مبارک سے اشارہ کر کے امیر المومنین کو بتایا کہ یہہ ہے کہ تاویل قرآن پر جہاد کرے گا
مؤلف کہتا ہے کہ حدیث اِنَّ مِنکُم مَن یُقاتِلُ علیٰ تاویلِ القرآن کما قاتلتُ علیٰ تنزیلہٖ کہ تم سے ایک شخص ہے جو تاویل
قرآن پر جنگ کریگا جیسا کہ مینے اسکی تنزیل پر جنگ کیا ہے پھر بوصف خاصف النعل اسکو ذات بابرکات امیر المومنین میں منحصر
فرمانا کتب معتبرہ اہل سُنت میں مثل مسند احمد حنبل و مستدرک حاکم وغیرہ کے مروی ہے بلکہ ابن حجر جیسے متعصب نے اپنے صواعق محرقہ
میں اسکو بیچون و چرا نقل کیا ہے پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرآن پر کل دو طرح کی جنگ ہوئی ایک اسکی تنزیل پر کہ کفار جو
منکر تھے اور کہتے تھے مَا اَنزَلَ اللّٰہُ مِن شَیءٍ عَلیٰ بَشَرٍ کہ خدا نے کوئی شے انسان پر نازل نہیں کی پس رسولخدا نے ان پر جہاد کیا
تا اینکہ وہ تنزیل پر ایمان لائے۔ دوسری لڑائی آنحضرت کے بعد اسکی تاویل پر ہوئی کہ باغی و خارجی معنی قرآن میں تصرف
کرتے تھے اور اس کے بنا پر دعویٰ و خلافت تھے اسکو امیر المومنین نے انجام دیا پس وہ حضرت مثل و مشابہ رسول اللہ کے
ہوئے انہوں نے ظاہر قرآن پر جہاد کیا تو انہوں نے اسکے باطن پر جنگ کیا یعنے دو لڑائیاں راہ دین میں ہوئیں پہلی حضرت

[1] خاصف النعل یعنے سیا جوتے کو سینا خاصف یعنے والا نعل جوتا ۱۲

خاتم النبیین نے کی دوسری انکے نائب و جانشین نے۔ اس سے زیادہ واضح دلیل خلافت امیر المومنین پر اور کیا ہوگی۔ ملا عبد الرحمن
جامی کتاب شواہد النبوۃ کے چھٹے رکن میں عبد اللہ بن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ جب رسولخدا غزوہ حدیبیہ کو جا رہے تھے تو اثناے
راہ میں مقام جحفہ میں پانی ہوچکا اور تشنگی نے لشکر پر غلبہ پایا کہیں نشان پانی کا نہ تھا حضرت نے فرمایا کہ فلاں مقام پر کنواں ہے
کچھ مسلمان مشکیں لیجائیں اور وہاں سے پانی بھر لائیں اور ضامن ہوئے اسکے لئے بہشت کے ایک شخص اُٹھا اور عرض کی میں
جاتا ہوں حضرت نے اسکے ساتھ چند آدمی اور کچھ سقے کر دئے۔ سلمہ بن اکوع کہتے ہیں کہ میں بھی ان کے ساتھ تھا جب اس کنوئیں
کے نزدیک پہنچے تو وہاں کچھ درخت تھے ہم نے درختوں کے درمیان سے آوازیں سُنیں اور بہت سی حرکتیں دیکھیں اور آگ
بکثرت نظر آئی کہ بغیر ایندھن جل رہی ہے خوف ہم پر چھا گیا اور قدم آگے نہ اُٹھ سکا اور واپس آ کر رسولخدا کی خدمت میں حال
بیان کیا آپنے فرمایا کہ وہ جنات تھے کہ تمکو ڈراتے تھے اگر چلے جاتے تو کچھ اندیشہ نہ تھا پس ایک اور شخص اُٹھا اور عرض کی یا
رسول اللہ میں وہاں جاتا ہوں اور ان سقوں کو لیکر وہاں گیا انکو بھی وہی صورت پیش آئی۔ اور وہاں سے پلٹ آئے حضرت
نے انکو بھی فرمایا کہ اگر جسطرح مینے تمکو کہا تھا چلے جاتے تو کوئی گزند تمکو نہ تھا۔ اسی حیص بیص میں رات ہوگئی اور پیاس اصحاب
کی بڑھتی جاتی تھی پس حضرت رسولخدا نے علیؑ کو بلایا اور کہا ان سقوں کو لیجاؤ اور اس کوئیں سے پانی لوالاؤ۔ سلمہ بن اکوع
کہتے ہیں کہ ہم مشکیں کندھوں پر اور تلواریں ہاتھوں میں لئے باہر آئے امیر المومنین علیؑ ہمارے آگے آگے تھے اور رجز پڑھتے
تے کہ اسکے معنے یہ ہیں ؎ پناہ من بخدائے است فرد بے ہمتا ٭ کہ اوست خالق جنات و انس و ارض و سما ٭ از عدو برق
ز آتش علیٰ نیاندیشد ٭ چو دیگراں نہ ہراسد ز صوت یاز صدا ٭ حتےٰ کہ اس مقام پر پہنچے جہاں کہ وہ آوازیں اور حرکتیں پیدا
ہوئیں اور دہشت ہم پر چھا گئی میں دل میں کہتا تھا کہ علیؑ بھی دو مرد کی طرح لوٹ آئیں گے مگر انہوں نے ہماری طرف نگاہ
کر کے کہا کہ میرے قدم پر قدم چلے آؤ اور ذرا نہ ڈرو کہ ان چیزوں سے کوئی نقصان تمکو نہ پہنچے گا درختوں کے درمیان پہنچے
تو بہت سی آگ بغیر لکڑی ایندھن کے وہاں جلتی معلوم ہوئی اور بدنوں سے جدا ہوئے سر نظر پڑے کہ ہولناک آوازیں
انسے نکلتی تھیں امیر المومنین علی ان سروں پر پاؤں رکھتے تھے کہ میرے پیچھے چلے آؤ چپ و راست کو نہ دیکھو اصلاً خوف نہیں ہم
بھی پیچھے چلے جاتے تھے تا اینکہ اس کوئیں پر پہنچے ایک ڈول ہمارے پاس تھا براء بن مالکؓ نے کوئیں میں ڈالا ایک دو مرتبہ
کھینچے پایا تھا کہ رسی ٹوٹ کر اندر جا پڑا اور کوئیں کے اندر سے ہنسی اور قہقہہ کی آوازیں آنے لگیں امیر المومنین نے کہا کہ کوئی ایسا ہی
کہ جا کر انکو لے اور ڈول لے آئے اصحاب نے کہا کسکو طاقت ہے کہ ان درختوں سے گزرے امیر المومنینؑ نے مصری لنگی کمر پر باندھی
اور کوئیں میں اُترے قہقہہ کی آوازیں جو آرہی تھیں اور زیادہ ہوگئیں جب کوئیں کے بیچوں بیچ پہنچے پاؤں پھسلا اور گرے
بہت شور و غل ہوا اور ایک آواز آئی جیسے کوئی گلا دباتا ہو اور خناق کی کیفیت طاری ہو۔ ناگاہ امیر المومنینؑ کی آواز سُنی کہ

[1] بعض کتب میں بجائے پہلے اور دوسرے شخص کے ابوبکر و عمر کا نام لکھا ہے ۱۲ منہ

اللہ اکبر اللہ اکبر انا عبد اللہ و اخو رسول اللہ خدا تعالی بزرگ ہے اور مین بندۂ خدا و برادر رسول اللہ ہون پھر مشکین طلب کیں
اور سب کو پانی سے پُر کیا اور ایک ایک کو باہر لائے پس آنحضرتؐ نے دو مشکین اُٹھائین اور ہم سب نے ایک ایک جب ان درختون
میں پہنچے تو جو کچھ پہلے دیکھا اور سُنا تھا کچھ واقع نہوا۔ ابھی درختوں سے نکلنے نہ پائے تھے کہ ایک خوفناک آواز آئی ایک ہاتف
غیب نے نعت رسول اللہ و منقبت امیر المومنینؑ پڑھنی شروع کی رسول اللہ کی خدمت مین آئے تو حضرت امیرؑ نے تمام قصہ آنحضرتؐ
کی خدمت مین عرض کیا آپنے فرمایا وہ ہاتف عبد اللہ جن تھا جس نے شیطان تباہ شعر کو کوہ صفا پر قتل کیا ٭ مترجم کہتا
ہے کہ جناب امیر علیہ السلام کا قوم جنات پر جہاد کرنا مشہورات سے ہے اور اس مختصر میں بھی چند مقام پر اسکا ذکر آیا ہے
از انجملہ ایک یہی قصہ بیر العلم ہے جسکو مُلا عبد الرحمٰن جامی جیسے مستند و معتبر شخص نے اور نیز مناقب مین فتوحات القدس سے
نقل کیا ہے کہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ایک روز حضرت رسولخدا نے صحرا کا ارادہ کیا مجھ سے فرمایا کہ میرے بھائی علی ابن ابیطالب
آئیں تو انسے کہو کہ ایک مشک پانی کی بھر کر درمیان دو پہاڑون کے میرے پاس لے آئیں امیر المومنینؑ تشریف لائے تو مینے یہ پیغام
پیغمبر کا انکو پہنچایا آپنے مشک کو جلد پانی سے بھری اور ذو الفقار ہاتھ مین لی اور روانہ ہوئے آگے امیر المومنینؑ راوی حدیث
فرماتے ہیں کہ میں میان دو کوہ پہنچا تو ایک بوڑھے سے کہ بکریاں چرا رہا تھا پوچھا کہ رسول اللہ کدھر سے تشریف لے گئے ہین
اسنے کہا میں رسول اور اللہ کو نہین جانتا مجھے یہہ سُنکر غصہ آیا اور ایک پتھر اُٹھا کر زور سے اسکے سر مین مارا کہ پھٹ گیا بوڑھے
نے پتھر کھا کر فریاد کی بمجرد اس کے فریاد کے تمام صحرا سوار و پیادون سے بھر گیا اور سب مجھ پر حملہ لائے مینے تلوار کھینچ لی اور
بیدھڑک انمیں گھس گیا اور وہنے بائین تلوارین مارتا تھا تا اینکہ انکو منہزم کیا آگے بڑھا تو ایک عورت سیاہ فام نظر آئی جس کے
دونو آنکھوں سے شرارہائے آتش بلند تھے اور ناک سے دُہوان نکلتا تھا اس نے مجھکو دیکھ کر زمین پر ہاتھ مارا بمجرد اس کے
زمین اس جگہہ کی شق ہوئی اور سات عفریت مست وہانسے نکلے اور مجھ پر حملہ کیا مینے ایک کو اُنمین سے تلوار سے دو ٹکڑے کیا
اسوقت عورت نے کمر پکڑ ایک آہ کی کہ کمر ٹوٹ گئی مینے دوسرے کو قتل کیا باقی بھاگے پس عورت میرے مقابل ہوئی اسکو
بھی فضل خدا سے فی النار کیا۔ اسوقت ایک غبار دو عظیم صحرا مین چھا گیا اور تاریکی ہوگئی میں کھڑا ہو کر نماز پڑھنے لگا رفتہ رفتہ
وہ سیاہی دفع ہوئی تو مینے مشک آب رسول اللہ کی خدمت مین حاضر کی آپ پیاسے تھے پانی پیا اور میرے دو آنکھوں کے
درمیان بوسہ دیا پھر پوچھا یا اخی تمکو اتنی دیر کہان ہوئی مینے تمام قصہ اس بوڑھے گڈریے کا بیان کیا فرمایا وہ ابلیس ملعون تھا
کہ اپنے خیل و حشم کو جمع کیا اور زن سیاہ فام یغوث بت تھا کہ اہل جاہلیت اس کی پرستش کرتے تھے اے علی تمہارے اسکو قتل کرنے
سے ملائکہ آسمان تعجب مین رہے اور اہل بہشت نے شکرانہ ادا کیا کہ یہہ عورت ولی خدا کے ہاتھ پر ماری گئی بہشت فخر کرتا ہے
کہ مین علی ابن ابی طالب شیر خدا کا مسکن ہون پس حضرت رسولخدا نے دست مبارک دوش اطہر امیر المومنینؑ پر مار کر کہا اے علی
اگر مجھکو خوف نہوتا کہ میری اُمت مثل اُمت عیسیٰ کے تمہارے حق میں زیادتی کرے گی تو مین وہ باتین تمہارے لئے کہتا کہ خاک

راہ تمہاری اُٹھاتے اور توتیائے چشم بناتے۔ منافقون نے یہہ حدیث سُنی تو کہا کہ جسقدر فضائل اپنے ابن عم کے ہمیشہ کہتے ہین
وہ کافی نتھے کہ اب انکو عیسیٰ سے تشبیہ دیتے ہیں پس حق تعالی نے انکی تکذیب میں یہہ آیہ شریفہ نازل کی وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ
مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ یعنے جبکہ پسر مریم کی مثال لائی گئی تو اسوقت تیری قوم اس سے انکار کرتی ہے شیخ مفید
علیہ الرحمہ اس قسم کی ایک روایت نقل کرنیکے بعد ارشاد مین فرماتے ہیں کہ یہہ اخبار سنی و شیعہ نے برابر نقل کئے ہیں کسی کو انسے انکار
نہین الا جماعت معتزلہ کہ بباعث میل و انحراف کے طرف مذاہب باطلہ زنادقہ و براہمہ کے انکو نہیں مانتے اور نیز بعض نواصب
معاند بھی امیر المومنینؑ کے جنون سے ملاقات کرنے اور انکا شر مسلمانوں اور رسول اللہ سے دفع کرنیکو بعید جانتے ہین اور عداوت کی
راہ سے شیعوں کی بنائی ہوئی باتین کہکر ان پر مضحکہ کرتے ہین اور یہہ نہین سوچتے کہ یہی اعتراض بعینہ زندیق و دشمنان اسلام قرآن و
حدیث پر کر سکتے ہین جنمین جنون کے موجود ہونے اور رسول اللہ پر ایمان لانیکی خبر دی گئی ہے چنانچہ یہہ قصہ سورۂ جن میں مذکور
ہے اور عبد اللہ بن مسعود صحابی سے صحیح و ثابت ہے کہ انہون نے لیلۃ الجن مین جنات کو زطون[۱] کی شکل مین دیکھا پس ایسے ہی
اعتراض کفار سورۂ جن اور حدیث ابن مسعود پر بلکہ دیگر معجزات و خوارق عادات رسول خدا پر مثل چاند کے دو ٹکڑے کرنے اور
انگشتان مبارک سے پانی جاری ہونے اور سنگریزون کے آنحضرتؐ کے ہاتھ مین تسبیح پڑھنے وغیرہ وغیرہ پر کر سکتے ہین پس دشمنان
امیر المومنینؑ کہ آنحضرتؐ کی اس فضیلت کا انکار کرتے ہین درحقیقت اسلام کی بنیاد کھو کھلی کرتے ہین گویا آنحضرتؐ کے دشمنی کے
پردے میں انکو اسلام کی دشمنی منظور ہے کہ ملاحدہ اور دہریون کو اسپر اعتراض کی راہ بتاتے ہین غزوۂ خیبر حضرت رسولخدا
صلح حدیبیہ سے واپس آکر کوئی بیس روز ہی مدینہ سکینہ میں ٹھیرے ہونگے۔ کہ شروع محرم سنہ ۷ مین آپکو خیبر پر چڑھائی کرنی پڑی یہہ لڑائی ہو نکے
ساتھ تھی اسکو غزوۂ بنی نضیر و بنی قریظہ کا نتیجہ و ثمرہ سمجھنا چاہئے۔ مقام خیبر مسکن یہود مدینہ سے چار منزل کے فاصلے پر تھا اسمین سات قلعے
محکم و استوار موسوم بہ ناعم قموص کتیبہ شق نطاط وطیح سلالم دس ہزار مردان کارزار و اسباب و سامان بے شمار سے بھرے ہوئے تھے۔ علاوہ
برایں بنی غطفان اہل خیبر کے ہم عہد و سوگند ان سے دو فرسخ یعنی چہہ کوس کے فاصلے پر رہتے تھے۔ اُنمین بھی چار ہزار مرد جنگی سے کم ہونگا
حضرت رسولخدا کل چودہ سو آدمیون کے ساتھ اس انبوہ کثیر کے مقابلے کو چلے۔ مدینہ کے یہود مسلمانون پر طنز کرتے تھے کہ محمدؐ نے خیبر کو بھی
بنی نضیر و قریظہ سمجھا ہے وہان جا کر دیکھین گے کہ فتح خیبر کوئی آسان کام نہین عبد اللہ بن اُبی منافق نے یہودیونکو کہلا بھیجا کہ تمہارے پاس
سپاہ و اسباب وافر ہے خوب جی کھول کر لڑو محمدؐ ہرگز تمہارے جوڑ کے نہین۔ یہودی پہلے ہی سے اپنے ساز و سامان پر نازان تھے اس پیغام
سے اور بھی پھول گئے۔ اور انہون نے قاصد بھیجکر غطفانیوں کو بھی اپنی مدد پر طلب کیا۔ مگر حقتعالی کو اسلام کا بول بالا منظور تھا اور
فتح اس جل شانہ نے روز ازل سے حضرت امیر خیبر گیر کے نام پر لکھدی تھی۔ انکا مال و رجال کچھ بھی کام نہ آئے اور خواستہ خدا ہو کر رہا
چنانچہ شرح اسکا بیان آتا ہے روایت ہے کہ علم لشکر اس روز بھی حسب دستور امیر المومنینؑ امام الاشجعین کے ہاتھ مین تھا حضرت

غزوۂ خیبر

[۱] زط کالے رنگ کا آدمی زنگبار وغیرہ کا رہنے والا چونکہ جن سیاہ بھوتون کی شکل مین نظر آتے تھے اس لئے انکو تشبیہ دی گئی کہ قاموس مین ہے کہ لفظ زط معرب ہے جت یا جات کا ہے کہ ہندوستان کی ایک قوم کا نام ہے ۱۲ منہ

رسولخدا کو بہت خیال اس بات کا تھا کہ کیطرح ایسی راہ سے جائین کہ بنی غطفان اور خیبر کے بیچ مین حائل ہوں اور انکو باہم ملنے نہ دیں لیکن
بنی غطفان اپنے منزل و مکان سے نکلے تو انکو پیچھے سے ایک آہٹ محسوس ہوئی گمان کیا کہ مسلمان ان کے گھروں کو تاخت و تاراج کرنے
آئے ہین پس وہ ویسے ہی الٹے پھر گئے - بروایتے منادی غیب نے انکے درمیان آواز دی کہ اے بنی غطفان اپنے مسکن کو واپس جاؤ تحقیق
کہ غنیم تمہارے اہل و عیال پر چڑھ آیا ہے - وہان جاکر دیکھا تو کسیکو نہ پایا جانا کہ یہ آواز خدا کیطرف سے تھی اُدھر رسولخدا خیبر کے قریب پہنچکر
ایک مقام پر درمیان درختان خرما اتر کر خیمہ زن ہوئے - اگلے روز بوقت ظہر حضرت کے منادی نے آواز دی لوگ جمع ہوئے تو دیکھا
کہ ایک مرد آپ کے پاس بیٹھا ہے فرمایا کہ مین اس درخت کے نیچے سو رہا تھا کہ یہہ آکر میرے تلوار میان سے لیکر میرے سرہانے کھڑا ہوا
میں بیدار ہوا تو بولا اے محمد اسوقت کون تمکو میرے ہاتھ سے نجات دے سکتا ہے مینے کہا میرا خدا پس تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی
اور اسیطرح خاموش بے حس و حرکت بیٹھا ہے غرض حضرت نے اسکا قصور معاف کیا اور بیس روز تک یہودیونکا محاصرہ کئے رہے اس
عرصہ میں امیر المومنین کو درد چشم شدید عارض ہوا مسلمان قلعہ کے پاس جاتے اور سنگ و تیر سے انکے ساتھ جنگ کرتے یہودی اندر سے
جواب دیتے **روایت** ہے کہ سب سے محکم و مضبوط قلعہ انکا قموص تھا اسکے گرد ایک خندق کھودی ہوئی تھی مرحب یہودی کہ شجاعت
و جوانمردی مین رستم وقت شمار ہوتا تھا اور کثرت طاقت و ثروت کی وجہ سے یہودیونکا سردار گنا جاتا تھا ہر روز مع فوج قلعہ
قموص سے باہر نکلتا اور مسلمانون کے ساتھ جنگ کرتا حضرت رسولخدا بوجہہ درد سر ان دنون بنفس نفیس معرکہ جہاد میں حاضر ہوتے
ایک سردار کو مہاجر و انصار سے فوج و علم دیکر اس کے مقابلے کو بھیجتے چنانچہ پہلے دن سعد بن عبادہ انصاری کو بھیجا سعد نے میدان
مین جاکر خوب داد دلاوری دی تا اینکہ زخمی ہوئے مگر قلعہ فتح نہ کر سکے ناچار واپس آئے دوسرے روز حضرت ابوبکر گئے ناکام
پھرے تیسرے دن عمر خطاب آگے بڑھے لیکن تاب مقابلہ نہ لاکر خائف و ترساں روگردان ہوئے بروایت دیگر اول روز عمر پھر
ابوبکر تیسرے روز پھر عمر تشریف لیگئے مگر سوائے اس کے کہ اسلام کو نظر کفار مین ذلیل و خوار کیا کوئی کار نہ کر سکے - ابن ابی الحدید
کہ علماء معتزلہ اہل سنت سے ہے چند اشعار مین اس امر کا ذکر کرتا ہے - دو شعر انکے یہ ہین ؎ وان انس لا انس اللذین تقدما -
وفرّھما والفرّ قد علما حوبٌ + وللرّایة العظمیٰ وقد ذھبا بھا + ملابس ذلٍّ فوقھا و جلابیبُ +
کہتا ہے کہ اگر مین تمام باتین بھلادوں تو اُن دو شخصون کے بھاگنے کو تو نہ بھولونگا جنہون نے سبقت کی اور حالانکہ وہ جانتے تھے کہ
جہاد سے بھاگنا گناہ کبیرہ ہے علم بزرگ اسلام پر جسکو وہ لیکر گئے تھے لباسہائے ذلت و پردہ ہائے تاریک ڈھانپ دئے الحاصل
تیسرے روز جبکہ حضرت عمر خطاب جنگ گاہ سے واپس آئے تو حضرت رسالت پناہ نے بآواز بلند فرمایا لاُعطِیَنّ الرّایة غداً رجلاً
کرار اغیر فرار یحبّ اللہ و رسولہ و یحبّہ اللہ و رسولہ یفتح اللہ علیٰ یدیہ یعنے کل مین علم لشکر اس مرد کو دونگا کہ لڑنے والا ہی
بھاگنے والا نہین خدا و رسول کو دوست رکھتا ہے اور خدا و رسول اسکو دوست رکھتے ہین حق تعالیٰ اس لڑائی کو اس کے ہاتھ پر فتح کریگا
یہ حدیث جہانتک دیکھا جاتا ہے کتب اہل سنت مین متواترات سے ہے - تمام محدثون اور جملہ مورخون نے اسکو نقل و روایت کیا

معجزۂ حضرت رسالت پناہ صلعم

حدیث اعطاء رایت

ہے ہاں بعض متعصبون نے فقرات حدیث مین کچھ کاٹ چھانٹ کی ہے یعنے لفظ کرار غیر فرار کو حضرات شیخین کے پاس خاطر کی
وجہ سے نکال دیا ہے - سو وہ جانین - ہمارے نزدیک تو مفت کا وبال گردن پر لیا ہے اس اصلاح سے کچھ فائدہ بحال شیخین نہین
پہنچ سکتا انکا فرار ہونا اور حضرت امیر کا کرار غیر فرار ہونا نفس قصہ سے ظاہر ہے - جو صفت کہ خدا و رسول کیطرف سے اسکا اعلان نہ کرنا
تھا یعنی امیر المومنین کا خدا و رسول کو اور خدا و رسول کا انکو دوست رکھنا اسکو انہون نے بالاتفاق روایت کیا ہے اور کیونکر نہ
کرتے ایسی باتین روایت نہ کرتے تو حجت خدا کیونکر تمام ہوتی وللہ الحجة البالغہ القصہ حدیث مذکور زبان مبارک حضرت رسالت
سے سنکر ہر ایک کو اس کی آرزو ہوئی کہ علم لشکر مجھکو ملے - چونکہ امیر المومنین بوجہ آشوب چشم جہاد پر جانیکے قابل نہ تھے اس لئے
بہت سون کو امید کرنیکا موقع ملا - بریدہ بن الحصیب کہتا ہے جو کوئی آنحضرت سے ادنیٰ تقریب رکھتا تھا وہ بھی اس رات
امیدوار تھا کہ علم مجھکو ملے اور فتح میرے ہاتھ پر ہو حضرت عمر باوجودیکہ اپنے تئین جانتے اور دو بار آزما چکے تھے مگر وہ بھی
اس تمنا سے خالی نہ تھے چنانچہ خود فرمایا کرتے تھے کہ مجھکو آرزوئے امارت نہین ہوئی الا اُس رات امیر المومنین کو یہ حال معلوم
ہوا تو کہا اللھم لا مانع لما اَعطیتَ ولا معطی لِما منعتَ خداوندا جو چیز تو دینا چاہے اسکو کوئی روک نہین سکتا اور جسکو
تو منع کرے کوئی اس کے دینے پر قادر نہین - غرض صبح ہوئی تو آفتاب نبوت نے افق خیمہ سے طلوع کیا اور علم سفید سامنے
در خیمہ کے نصب ہوا - اسوقت ہر ایک اپنے آپ کو دکھلاتا اور آنحضرت کی نظر مین لاتا تھا تاکہ آپ اُسکی طرف التفات کرین
سعد وقاص کہتے ہین کہ مین چند بار آپکے سامنے گھٹنے ٹیک کر بیٹھا اور پھر اُٹھا تاکہ علم لشکر مجھکو ملے - مگر حضرت نے فرمایا علی
ابن ابی طالب کہان ہے صدائین چار طرف سے بلند ہوئین کہ انکی آنکھین دکھتی ہین اور شدت درد سے اپنی پشت پا تک نظر
نہین کر سکتے - فرمایا انکو یہان لاؤ - حسب الحکم لوگ ہاتھ پکڑ کر سامنے لائے رسولخدا نے پوچھا یا علی کیا حال ہے عرض کی یا رسول
اللہ آنکھین نہین کھلتی ہین اور سر مین درد شدید ہے آپ نے بکمال شفقت بزرگانہ سر مبارک امیر المومنین کو اپنے زانو پر رکھا اور
آب دہن اپنا انکی آنکھون پر ملا فی الفور آنکھین کھل گئین بلکہ پہلے سے زیادہ روشن ہوگئیں اور درد سر جاتا رہا پس حضرت نے
فرمایا اللھمّ اذھب عنہ الحرّ والبرد بار الٰہا ضرر سرما و گرما سے علی کو نگاہ رکھ مدارج النبوہ مین ہے چونکہ غزوہ خیبر سخت گرمی
کی موسم مین تھا اس لئے حدت حرارت سے بچنے کے لئے دعا کی اور سرما کا ذکر استطراداً درمیان آگیا بہرکیف اس کے بعد ببرکت
دعا خاتم المرسلین شیر خدا نے سردی و گرمی سے کبھی ایذا نہ پائی سخت سے سخت گرمی مین جامۂ پنبہ دار پہن لیتے اور پروا نہ کرتے
اور کڑکتے جاڑے میں باریک کپڑے زیب تن فرماتے اور خبر تک نہ ہوتی - نیز لکھا ہے کہ بعد ازان مدت العمر آنحضرت کو درد سر و
درد چشم عارض نہوا القصہ علم لشکر حضرت فاتح خیبر کو عنایت ہوکر اذن جہاد ملا - **محمد ابن شہر آشوب** نے کتاب مناقب میں
روایت کی ہے کہ رسولخدا نے اُس روز اپنا ملبوس خاص امیر المومنین کو مرحمت کیا اور عمامہ مبارک اپنا انکے سر پر باندھا اور اپنے
اشتر پر سوار کرکے کہا یا علی جاؤ جبرئیل تمہارے داہنے میکائیل بائیں عزرائیل آگے اور اسرافیل پیچھے چلینگے اور میری دعا تمہارے

ساتھ ساتھ ہوگی اور نیز فرمایا اے علیؑ ان لوگوں نے اپنی کتابوں مین پڑھا ہے کہ ایلیا نام ایک شخص انکو ہلاک کرے گا بس تم اپنا نام علی انکو بتلانا کہ علی و ایلیا ایک ہی لفظ ہے۔ اسکو سنکر انشاء اللہ تعالیٰ مخذول ہونگے۔ امیر المومنینؑ نے عرض کی یا رسول اللہ عَلیٰ مَاذَا اُقَاتِل کہ کس بات پر ان سے جنگ کرون فرمایا جنگ کر جبتک کہ شہادت دین وحدانیت خدا اور میری رسالت کی جب یہہ شہادت دی تو انکا خون و مال ہمپر حرام ہے بروایتے فرمایا یا علیؑ پہلے ان پر اسلام کو عرض کرو قسم بخدا کہ اگر ایک نفس بھی تیرے ہاتھ پر ہدایت پائے تو بہتر ہے شتران سرخ موسے کہ راہ خدا مین انکو خیرات کرے **الغرض** امیر المومنینؑ علم نصرت شیم لیکر روانہ ہوئے تا اینکہ زیر قلعہ قموص جاکر ایک بلند جگہ پر اسکو نصب کیا معارج النبوۃ وغیرہ مین ہے کہ اسوقت ایک عالم نے علمائے یہود سے بالائے قلعہ سے پکار کر کہا کہ تو کون ہے۔ حضرت نے فرمایا ؎ اَنَا عَلِیُّ وَابْنُ عَبْدِالْمُطَّلِب ✤ مُهَذَّبٌ ذُوْ سَطْوَةٍ وَذُوْ غَضَب ✤ یعنی مین علیؑ پسر عبد المطلب کا تہذیب یافتہ صاحب قہر و غضب ہوں یہودی نے نام علیؑ سنا تو چلایا غُلِبْتُمْ وَمَا اُنْزِلَ عَلٰے مُوسٰی۔ مغلوب ہوئے تم قسم ہے توریت کی جو موسیٰ پر نازل ہوئی۔ اور رعب آنحضرتؐ کا یہودیوں پر چھا گیا۔ پس اول جس نے میدان جنگ مین قدم رکھا وہ حارث برادر مرحب تھا فوج یہود کے ساتھ قلعہ سے نکلکر لشکر اسلام پر حملہ آور ہوا اس حملہ مین مسلمانون سے دو مرد شہید ہوئے امیر المومنینؑ یہہ دیکھکر مثل شہباز نر اس کافر کے سر پر آئے اور ہیک ذوالفقار مانند خیار اسکو دو ٹکڑے کیا مرحب بھائی کے مارے جانے پر شیر غضبناک کیطرح قلعہ سے نکلا یہہ مرحب قوم یہود مین بے مثل یکتا سرزرگ بلند بالا تھا اسوقت دو زرہ بدن مین اور دو عمامے سر پر رکھتا تھا کہ انکے اوپر خود اور خود پر ایک سنگ کلان سوراخ کر کے رکھا تھا صرف بھالا اُس کے نیزے کا تین من وزن کا بیان کیا گیا ہے غرض مرحب حیدر کرار کو دیکھ کر جوش و خروش کرنے اور یہہ رجز پڑھنے لگا ؎ قد علمت خیبر انی مرحب ✤ شاکی السلاح بطل مجرب ✤ یعنی یہودان خیبر جانتے ہین کہ مین مرحب ہوں سلاح سے غرق آہن و پہلوان جنگ آزمودہ ہون۔ امیر المومنینؑ نے اسکے جواب مین ایک رجز پڑھا اول شعر اس کا یہہ ہے ؎ اَنَا الَّذِی سَمَّتْنِی اُمِّی حَیْدَرَہ ✤ ضِرْغَامُ اٰجَامٍ وَ لَیْثٌ قَسْوَرَہ ✤ یعنے مین ہون وہ شخص کہ میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا ہے شیر آجام یعنے بنو نکا رہنے والا اور شیر ببر ہون۔ لکھا ہے کہ مرحب نے خواب مین دیکھا تھا کہ ایک شیر اسکو ہلاک کرتا ہے امیر المومنینؑ نے رجز مین اپنا نام بامجاز حیدر یعنی شیر بتلایا تو اسکو اپنے خواب کی تعبیر معلوم ہوتی بروایت شیخ ابو جعفر طوسیؒ اسکی ایک دایہ کاہنہ تھی کہ بوجہ جسامت و شجاعت کے مرحب کو بہت چاہتی تھی اس نے کہدیا تھا کہ جس کے ساتھ چاہے جنگ کرنا کہ تو سب پر غالب آئیگا۔ اِلا جسکا نام حیدر ہو اس کے پاس نہ جانا کہ مارا جائیگا اسوجہت نام حیدر کا امیر المومنینؑ سے سنا تو بہت گھبرایا اور بے تحاشے بھاگا راہ مین شیطان بصورت ایک عالم یہود کے اسکو ملا پوچھا کہاں جاتا ہے مرحب نے قصہ دایہ کا اس کے روبرو بیان کیا شیطان نے کہا قَبَّحَ اللّٰهُ وَجْهَكَ زشت ہو تیری رو تو ایک عورت کے کہنے سے معرکۂ جنگ سے روگرداں ہوتا ہے حالانکہ عورات کی باتین اکثر غلط و خطا ہوتی ہین بالفرض اگر صحیح بھی ہو تو

قتل حارث

جنگ مرحب

دنیا مین حیدر نام بہت سے اشخاص ہین کیا ضرور ہے کہ یہہ وہی حیدر ہو جس کے ہاتھ پر تجھے قتل ہونا ہے لوٹ جا کہ مین مردان یہود کو تیرے جنگ کر کے تیرے پیچھے بھیجتا ہوں لاجرم مرحب اپنی قتل گاہ کو پھرا اور آتے ہی چاہا کہ حضرت امیر پر وار کرے مگر آپ نے پیش دستی کر کے ذوالفقار اسپر چلائی کہ سنگ و خود اور دستار کو مع اسکے سر کے کاٹ کر قربوس زین تک پہنچی اور اسکے دو ٹکڑے کر ڈالے **کتاب مشارق الانوار** مین روایت کی ہے کہ امیر خیبر گیرؑ نے مرحب کو قتل کیا تو جبرئیل تعجب کنان حضرت رسالت پناہ کی خدمت مین حاضر ہوئے آپنے باعث استعجاب دریافت کیا تو انہون نے کہا اے محمد ملائکہ مقام ملکوت مین اسوقت لافتی الاعلی لاسیف الاذوالفقار کا تکرار کر رہے ہین۔ میرے تعجب کا یہ باعث ہے کہ مجھکو حکم تھا کہ قوم لوط کو ہلاک کرون پس انکے سات شہروں کو طبقۂ ہفتم زمین سے اکھاڑا اور اپنی بازو پر اٹھایا اور اسقدر بلند کیا کہ اہل آسمان آواز مرغان و صدائے گریہ اطفال سنتے تھے صبح تک بازوؤن پر لئے منتظر حکم ربانی کھڑا رہا ان کی سنگینی مجھکو محسوس نہوئی۔ اِلا آج کہ علیؑ نے اللہ اکبر کہکر از روئے غضب ضربت حیدری مرحب پر لگائی تو مجھکو حکم ہوا کہ زیادتی طاقت تیغ کو اپنے بازوؤں پر روکوں کہ مبادا گاؤ زمین تک اسکا صدمہ پہنچے اس ضربت کی سنگینی ان شہروں کی سنگینی سے اپنے پرون پر زیادہ پاتا ہون حالانکہ میکائیل و اسرافیل بحکم رب جلیل پیچھے سے آنحضرتؐ کے بازو کو تھامے ہوئے تھے۔ صاحب حملۂ حیدری کہتے ہین ؎ چو شمشیر شہ از مرد و مرکب گذشت۔ ہمیخواست کز ہم در دکوہ و دشت۔ چو او خورد بر خاک روح الامین۔ رسید و بگستر د پر بر زمین۔ سرافیل بازو و میکال دست۔ گرفتند تا خاک از ان ضرب رست۔ ولے یک وجب تیغ بنشستہ بود ✤ کہ روح الامین پر بگستر و زرود۔ ببرید شمشیر ضرغام دین۔ سہ پر زنر از بال روح الامین۔ ز ضربش طپید انچناں دشت و دد۔ کہ گاؤ زمین باخت گفتی خرد۔ شنیدم کزاں ضرب از جنبیاں۔ برافتاد کنگنا ندان کلان **روضۃ الاحباب** وغیرہ مین ہے کہ اس روز سات مرد بہادران و شجاعان یہود سے امیر المومنینؑ نے اپنے ہاتھ سے قتل کئے بقیۃ السیف قلعہ کیطرف بھاگے حضرت نے انکا تعاقب کیا اسوقت ایک یہودی نے موڑ کر ایک ضربت آپ کے ہاتھ پر لگائی کہ سپر دست حق پرست سے گر گئی دوسرے نے جرأت کی ڈھال اُٹھا کر بھاگا حضرت کو غیظ آیا اور ان پر ایک حملۂ حیدری کیا یہود قلعہ مین گھس گئے اور پل روئے خندق سے اُٹھا کر دروازہ کہ آہنی تھا بند کر لیا حضرت بیک جست در قلعہ پر پہنچے اور بزور ید اللّٰہی اُس در آہنی کو اکھاڑ کر بجائے سپر ہاتھ مین لے لیا اور جہاد کرتے تھے حتیٰ کہ صدائے الامان یہود بے بود سے بلند ہوئی اسوقت آپ نے کواڑ کو پس پشت کی طرف پھینکا چالیس ہاتھ پر جاکر پڑا سات جوانوں نے مسلمانون سے چاہا کہ اسکو حرکت دین ذرا نہ ہلا سکے چالیس آدمی بایکدگر ملکر اسکو پلٹنا چاہتے تھے قادر نہوئے۔ بروایت روضۃ الصفا ستر اشخاص نے اٹھانا چاہا نہ اٹھا سکے تاریخ طبری مین ہے کہ اصحاب رسول سے ستر آدمی گئے اور اس در کو جگہ سے نہ ہلا سکے علیٰ ہذا اس کے وزن مین بھی اختلاف کیا ہے صاحب معارج النبوۃ آٹھ سو من پختہ کا لکھتے ہین روضۃ الصفا مین تین ہزار من تک کی روایت نقل کی ہے **معارج النبوۃ** میں امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ کہ جسوقت امیر المومنینؑ نے درِ خیبر کو اکھاڑنے کے لئے پکڑ کر جنبش دی تو تمام قلعہ مین زلزلہ پڑ گیا حتےٰ کہ صفیہ بنت حی اخطب کہ اپنے تخت پر بیٹھی تھی سرنگوں زمین پر گری اور اس کے موہنہ مین چوٹ آئی۔ کہ نشان اسکا باقی رہا۔ جابر انصاری کہتے ہین کہ امیر المومنینؑ

نے درِ خیبر کو ہاتھ میں لیکر خندق کا پل بنا دیا کہ مسلمان اسپر سے گزر کر داخل قلعہ ہوئے - ابو عبد اللہ جدلی کہتا ہے کہ امیر المومنین نے مجھ سے نقل کیا کہ مینے درِ خیبر کو اکھاڑ کر ہاتھ میں لیا اور یہودیوں سے جنگ کرتا تھا تا اینکہ بفضل خدا انکو شکست دی پھر اسکو خندق کے اوپر مثل پل کے ہاتھ مین لئے رہا حتے کہ مسلمان اس پر سے گزر گئے پس اسکو دور پھینکدیا کسینے کہا یا امیر المومنین بڑا بھاری بوجھ آپنے اُٹھایا - حضرت نے فرمایا کہ مجھکو اس ڈھال سے کہ میرے ہاتھ مین ہے زیادہ بھاری معلوم نہوتا تھا - اور نیز حضرت فرماتے تھے کہ مینے درِ خیبر کو اکھاڑ کر دور پھینکا تو یہ امر قوت بدنی اور حرکت غذائی سے نہ تھا بلکہ مین موید تھا ساتھ قوت ملکوتی اور نفس نورانی کے کہ نور پروردگار سے منور تھا اور مین رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ سے بمنزلہ ایک چراغ کے ہوں کہ دوسرے چراغ سے روشن کرین بخدا سوگند کہ اگر تمام عرب میرے مقابلے پر تل جائے تو ذرا منھ نہ موڑوں اور موقع ملے تو تمام منافقونکی گردنین کاٹ ڈالوں بتحقیق کہ جو شخص مرنے سے نہین ڈرتا اور ہمیشہ آرزوئے مرگ مین رہتا ہے وہ لڑائی سے کیونکر بھاگے گا **مجلسی** علیہ الرحمہ بعد نقل قصہ حیات القلوب میں کہتے ہین کہ ابوبکر و عمر کا لڑائی سے فرار کرنا اور حضرت رسولخدا کا اس کے بعد یہہ فرمانا کہ مین علم اس شخص کو دونگا جو خدا اور رسول کو دوست رکھے اور خدا اور رسول اسکو دوست رکھین - متواترات سے ہے بخاری و مسلم وغیرہ محدثین اہل سُنت نے اسکو اپنی اپنی کتابوں میں روایت کیا ہے اور نیز اکثر مناقب و مفاخر آنحضرت کے یہاں نقل ہوئے انکی معتبرہ کتب مین مذکور ہین پس جسکو تھوڑی سی تمیز بھی ہو تو اسکے نزدیک یہی ایک واقعہ آنحضرت کے استحقاق خلافت اور شیخین کے عدم استحقاق مین کافی ہے کس لئے کہ ہر عاقل سمجھ سکتا ہے کہ جب حضرت انکے بھاگنے کے بعد فرمائین کہ کل میں علم اس شخص کو دونگا جسمین یہہ صفات ہونگے تو اس سے ظاہر ہے کہ مراد آنحضرت کی یہہ ہے کہ بھاگنے والے یعنی شیخین ان صفات سے عاری ہیں پس جو شخص کہ خدا اور رسول کو دوست نہ رکھے اور خدا اور رسول اسکو دوست نہ رکھین تو وہ کیونکر خلیفہ خدا و پیشوائے دین و دنیا ہو سکتا ہے انتہی **القصہ** اہل قموص و دیگر اہل خیبر نے یہہ امر غریب حضرت مظہر العجائب و الغرائب سے مشاہدہ کیا تو بالحاح و زاری طالب امان ہوئے شاہ ولایت پناہ نے باجازت حضرت رسالت انکو امان دی بدین شرط کہ کوئی شخص بجز اسپ و قمچی اپنے ساتھ دوسری چیز نہ لیجاتے باقی تمام مال و اسباب جملہ سلاح و دواب مسلمانوں کے لئے ہے اور فرمایا زنہار کہ کوئی شے اپنے پاس پوشیدہ نہ رکھین کہ اگر بعد کو ظاہر ہو گی تو مال مسروق تصور ہو کر امان باطل ہو جائیگی اس فتح سے غنیمت عظیم مسلمانوں کے ہاتھ آئی کہ اس سے پہلے کبھی ہاتھ نہ آئی تھی صاحب مدارج کہتے ہین کہ سو زرہ چار سو تلوارین ہزار نیزے پانسو کمانین صرف قلعہ قموص سے کہ کنانہ ابن ابی الحقیق اسکا سردار تھا ملے و دیگر مال و اسباب کو بھی پھر قیاس کرنا چاہیے پھر باقی قلعون کے غنائم کو دیکھنا چاہیے - حضرت رسولخدا کو فتح خیبر کی خبر پہنچی تو خوشی خوشی خیمہ سے نکلکر متوجہ قلعہ ہوئے امیر المومنین نے بیرون در تک آپکا استقبال کیا نزدیک پہنچے تو حضرت نے آغوش شفقت مین لیا اور پیشانی نورانی آنحضرت پر بوسے دئے پھر فرمایا قَدْ بَلَغَنِیْ نَبَائُکَ الْمَشْکُوْرُ وَ صَنِیْعُکَ الْمَذْکُوْرُ قَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْکَ وَ رَضِیْتُ اَنَا عَنْکَ مینے تیری سعی مشکور اور شجاعت مشہور کا حال سنا تحقیق کہ اے علی خدا تجھ سے خوشنود ہوا اور مین راضی ہون امیر المومنین نے یہ کلمات زبان حقائق ترجمان آنحضرت

سے سُنے تو رقت آپ پر طاری ہوئی رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ نے فرمایا یا علی تیرے اسوقت رونیکا کیا باعث ہے عرض کی یا رسول اللہ یہ گریہ شادی ہے کیونکر شاد نہوں مین جبکہ آپ مجھ سے رضامند ہوں رسولخدا نے مکرر فرمایا یا علی تنہا مین تجھ سے راضی ہوں بلکہ حقتعالی و جبرئیل و میکائیل و دیگر ملائکہ جلیل تجھ سے راضی ہیں **بروایت** اخطب خوارزم وغیرہ محدثین اہل سُنت آپ نے کہا یا علی اگر اندیشہ نہوتا کہ کچھ لوگ میری اُمت کے تیرے بارے میں گمراہ ہو جائیں گے جیسے کہ قوم نصاریٰ عیسیٰ کے بارے میں گمراہ ہو گئے تو البتہ مین چند اوصاف و فضائل تیرے بیان کرتا کہ جدھر تو گزرتا مسلمان خاک تیری قدمونکی اُٹھاتے اور آنکھونکو لگاتے اور بقیہ آبِ وضو تیرا لیتے اور بیمارونکو اس سے شفا دیتے - لیکن بس ہے تیرے لئے کہ تو مجھ سے بمنزلہ ہارون کے ہے موسیٰ سے الا یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہین یا علی تو میرے قرضوں کو ادا کریگا اور میری سُنت پر جنگ کریگا - آخرت مین سب سے زیادہ مجھ سے نزدیک ہوگا اور فردائے قیامت میرا خلیفہ ہوگا حوض کوثر پر اور تو ہی سب سے بیشتر کوثر پر وارد ہوگا اور تمام اُمت سے پہلے بہشت میں جائیگا - تیرے شیعہ بہشت مین ممبر ہائے نور پر چمکتے ہونگے **حقیر مترجم** کہتا ہے کہ اس حدیث کا جسکو سوائے اخطب خوارزم موفق بن احمد مکی کے دیگر مشاہیر علمائے اہل جماعت واحدی و نیشاپوری وغیرہ نے روایت کیا ہے ایک تتمہ بھی متضمن بر فضائل عالیہ امیر المومنین موجود ہے جسکو ہم نے بنظر اختصار اس مقام پر نقل نہیں کیا - لیکن امام احمد بن حنبل نے مقدار مذکورہ بالا میں بھی قطع برید کی ہے انہوں نے جسقدر اپنی مسند مین روایت کی ہے یہ ہے وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْلَا اَنْ یَقُوْلَ طَوَائِفُ مِنْ اُمَّتِیْ فِیْکَ مَا قَالَتِ النَّصَارٰی فِی ابْنِ مَرْیَمَ لَقُلْتُ الْیَوْمَ فِیْکَ مَقَالَۃً لَا تَمُرُّ بِمَلَاءٍ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اِلَّا اَخَذَ التُّرَابَ مِنْ تَحْتِ قَدَمَیْکَ لِلْبَرَکَۃِ مگر طالب حق کے لئے جو کچھ امام صاحب لکھ گئے ہین وہ بھی کافی و وافی ہے **کہتے ہین** کہ کنانہ بن ابی الحقیق رئیس خیبر کو جڑاؤ سُنہری زیورات اپنے باپ سے میراث سے پہنچے تھے جو ایک بکری کی کھال میں سماتی تھے بعد ازان بڑھتے بڑھتے پوست گاؤ کی مقدار کو پہنچ گئے اسپر بھی ترقی ہوتی تو جلد شتر میں رکھے جانے لگے - چونکہ اہل مکہ گاہ گاہ شادی بیاہ کے موقعوں پر ان زیورات کو کنانہ سے کرایہ پر منگایا کرتے تھے - اسلئے حضرت رسولخدا انسے واقف تھے خیبر فتح ہوا تو آپنے اُس زر و جواہر کا حال دریافت کیا یہودی لگے حیلے حوالے بتانے اور ٹالنے - حضرت نے فرمایا اگر مجھکو معلوم ہوا کہ تم نے یہہ مال مجھ سے چھپایا ہے تو امان تم سے اُٹھ جائیگی یہ قول و قرار ہو گیا آخر وحی آسمانی نے یہودیوں کا کید کھولدیا اور وہ مال بجنسہ ایک خرابے سے زمین مین گڑا ہوا ملا - اب جب قرار داد امان انکی برطرف ہوئی خود کنانہ ایک مسلمان کے قصاص میں مارا گیا اور اسکی بیوی صفیہ بنت حی اخطب مع دیگر زنان یہود بندی میں آئی صفیہ چونکہ زن صاحب جمال ہفدہ سالہ امیر کی بیوی امیر کی بیٹی تھی اور سلسلہ نسب کا حضرت ہارون نبی تک پہنچتا تھا اس لئے مسلمانونکی یہ صلاح ہوئی کہ وہ حضرت رسالت پناہ کے لئے مخصوص ہو پس صفیہ خاتون داخل زوجات عالیات ہوئین اور انکا مہر انکی آزادی قرار پایا یہ صفیہ وہی بی بی ہین کہ امیر المومنین کی باب خیبر کو جنبش دینے کے وقت دہشت کھا کر اوندھے مونہہ زمین پر گرین اور انکے چہرے پر خراش آئی بروز زفاف حضرت رسولخدا نے اس خراش کا سبب انسے پوچھا تو انہوں نے تمام قصہ تخت سے گرنے اور چوٹ کھانیکا

آپکے روبرو بیان کیا حضرت نے سنکر فرمایا اے صفیہ علیؑ کا مرتبہ حق تعالیٰ کے نزدیک عظیم ہے جب انہون نے در خیبر کو پکڑ کر ہلایا تو زمین و آسمان عرش اعلےٰ تک اُنکے غصہ سے لرز گئے القصہ حضرتؐ نے یہودیونکی دوبارہ جان بخشی کی نہ صرف جان بخشی بلکہ تمام باغ اور کھیت اس ملک کے انکو دیدئے کہ نصف محاصل اُسکا حضرت کو دیا کرین باقی نصف بونے جوتنے کی اُجرت مین وہ کھاوین اس طرح غزوہ خیبر کا خاتمہ ہوا **فتح فدک** فدک کا علاقہ گو آبادی مین خیبر کے برابر نہ تھا مگر حاصل خیزی مین اس سے کم تر نہ تھا خیبر کی یہہ صورت ہوئی تو اہل فدک خوف کھاکر خود طالب صلح ہوتے امیر المومنین بنفس نفیس وہان تشریف لیگئے اور انکو امان بخشی چونکہ فدک بغیر فوج کشی اور مسلمانون کے جنگ و جدل کے ہاتھ آیا تھا۔ اس لئے بموجب نصِ قرآن رسول اللہ کا خالص مال ہوا پس جبرئیل امین نازل ہوئے۔ اور آیہ شریفہ وآت ذاالقربیٰ حقّہٗ لاتے حضرت رسولخدا نے پوچھا یا اخی جبرئیل میری ذوالقربےٰ یعنے قرابت دار کون ہین اور حق انکا کیا ہے کہا ذوالقربےٰ فاطمہ زہرا اور حق انکا فدک ہے وہ انکو عطا کرو بنا برین حضرت نے فدک فاطمہ کو مرحمت فرمایا۔ اور اس مقدمے مین ایک وثیقہ لکھدیا اُسوقت سے وہ معصومہ فدک پر قابض و متصرف تھیں حتے کہ بعد وفات حضرت رسالت پناہ خلیفہ اوّل نے اُس معصومہ سے غصب کیا۔ معارج النبوۃ مین کتاب مقصد اقصے سے نقل کیا ہے کہ رسولخدا نے فاطمہ کو فدک کا وثیقہ لکھدیا تھا فاطمہ اس کاغذ کو بعد رحلت رسولخدا ابوبکر کے پاس لائین اور کہا یہ کتبہ حضرت رسولخدا کا ہے کہ میرے اور حسنین کے نام لکھا ہے یہ قصہ آگے اس کتاب مین اپنے مقام پر مفصل لکھا جائیگا * **آمدن جعفر طیار برادر عالی وقار جناب حیدر کرار از حبشہ و شہادت آنجناب رضی اللہ عنہ** *

مقرر ہے کہ قبل از ہجرت مدینہ چند اصحاب حضرت رسالت مآب قریش مکہ کی زیادتیون سے تنگ آکر جعفر طیار برادر اکبر امیر المومنین کے ساتھ حبشہ کو ہجرت کر گئے تھے اب کہ مدینہ منوّرہ ہجرت گاہ خیر الانام قرار پایا اور اندھیر اکفر کا فروغ اسلام کے سامنے دن بدن کافور ہونے لگا تو حضرت رسولخدا کو مہاجران حبشہ کو فکر ہوا چنانچہ قبل روانگی غزوہ خیبر ایک خط نجاشی بادشاہ حبش کو لکھ کر اسکو اسلام کی طرف دعوت کیا اور اپنے اصحاب کو اس سے واپس مانگا نجاشی کو نامہ عنبر شمامہ حضرت کا ملا تو صدق دل سے ایمان لایا۔ اور اصحاب کو خلعتہائے فاخرہ ویکر باتحف ہدایائے بسیار روانہ درگاہ کیا یہ قافلہ فتح خیبر کے روز خدمت بابرکت مین پہنچا اپنے برادر و ابن عم جعفر طیارؓ کی آمد کی خبر سُنکر حضرت رسولخدا شاد ہوگئے اور جوش سرور مین فرمایا لا ادری بایّھما اُسرُّ بفتح خیبر ام بقدوم جعفر یعنے مین نہین جانتا کہ ان دونو باتون مین کس سے زیادہ خوش ہون خیبر کے فتح ہونے سے یا جعفر کے آنے سے اور چند قدم آگے بڑھکر جعفر کا استقبال کیا اور انکو گلے لگایا پھر تمام مہاجرین حبشہ کو غنائم خیبر سے حصہ دیا اور جعفر طیار کو اس کے علاوہ نماز تسبیحات تعلیم فرمائی کہ دنیوی انعام و اکرام سے کہین زیادہ تھی ۔ یہہ نماز شیعون مین رائج و متداول ہے اور کتب شیعہ مین مذکور و مشہور ۔ غرض جعفر مدینہ مین حاضر خدمت رسول اللہ تھے تا اینکہ اگلے سال جنگ موتہ میں امیر لشکر مقرر ہوگئے اور وہین اُس جناب نے شہادت پائی ۔ بروایت صاحب استیعاب عمر جعفرؓ کی اکتالیس سال کی ہوتی

ابن ابی الحدید نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی مختلف شجرون سے پیدا ہوتے ہین اَلّا مین اور جعفرؓ کہ ہماری خلقت شجرہ واحد سے ہے اور جعفرؓ کی طرف دیکھکر آپنے فرمایا اَنتَ اَشبہُ النَّاس بخلقی وخُلقی کہ اے جعفر تم از روئے خلقت و خُلق سب سے زیادہ مجھ سے شباہت رکھتے ہو۔ لکھا ہے کہ خبر شہادت جعفر طیار مدینہ مین آئی تو حضرت رسولخدا انکے گھر پر تشریف لے گئے اور عبداللہ و عون و محمد پسران جعفر کو پاس بلاکر پیار کیا اور انکے سر پر ہاتھ پھیرتے تھے اسماء بنت عمیس زوجہ جعفر نے کہا یا رسول اللہ آپ اس طرح انکے سر پر ہاتھ پھیرتے ہین کہ گویا یہ یتیم ہوگئے فرمایا واقعی اے اسماء میرے بھائی جعفر نے وفات پائی ۔ چونکہ جہاد میں انکے دونو ہاتھ قطع ہوگئے تھے تو حق تعالیٰ نے انکو دو پر زمرد سبز کے عنایت کئے ہیں جنسے وہ بہشت میں ملائکہ کے ساتھ پرواز کرتے ہین **مروی ہے** کہ حق تعالیٰ نے وحی کی رسول اللہ کی طرف کہ ہم کو چار خصلتین جعفر رضی اللہ عنہ کی پسند ہین حضرت نے پوچھا اے اخی جعفر وہ چار خصلتین تم مین کیا کیا ہین جو حق تعالیٰ کو پسندیدہ ہین عرض کی یا رسول اللہ ایک یہہ کہ مینے جاہلیت و اسلام مین کبھی شراب نہین پی کیونکہ جانتا تھا کہ وہ عقل کو زائل کر دیتی ہے ۔ دُوسری کبھی جھوٹ نہین بولا کس لئے کہ مروت آدمی کی اس سے جاتی رہتی ہے سوم کسی کی عورت کے ساتھ زنا نہین کیا کہ مبادا کوئی میری عورت کے ساتھ اسکا ارادہ کرے چوتھے اصلاً بت پرستی نہین کی کیونکہ جانتا تھا کہ کوئی نفع و ضرر انسے متصور نہین ۔ پس حضرت رسولخدا نے دست مبارک اپنا انکے شانے پر رکھکر فرمایا سزاوار ہے کہ حقتعالیٰ تمکو دو پر عطا کرے کہ انسے فرشتون کے ساتھ پرواز کرو **مؤلف کہتا ہے** کہ حدیث جعفر کے دو پر عطا ہونے کی جنسے وہ بہشت مین پرواز کرتے ہین کتب سنی و شیعہ مین معروف و مشہور ہے اسمین حاجت طول کی نہین چنانچہ اسیوجہ سے وہ جناب بلقب طیار و ذوالجناحین مشہور ہین صحیح بخاری مین ہے کہ حضرت رسولخدا جب پسر جعفر کو سلام کرتے تو فرماتے السّلامُ علیکَ یا ابنَ ذی الجناحین **ترجمہ** سلام ہو تجھ پر اے بیٹے دو پرون والے کے) امیر المومنین علیہ السلام کا شعر ہے ؎ وجعفرُ الّذی یُضحی ویُمسی * یَطیرُ مَعَ الملائکۃِ ابن اُمّی * یعنے جعفر طیار کہ صبح و شام ملائکہ کے ساتھ پرواز کرتے ہین میرے بھائی ہین * **جنگ ذات السّلاسِل** غزوہ خیبر سے لیکر فتح مکہ تک کوئی پونے دو سال کی مدت میں بہت سے چھوٹے چھوٹے غزوے و سریے واقع ہوتے جنمین حضرت امیر المومنینؑ امام الاشجعین کو قولاً و فعلاً بہت کچھ دخل تھا۔ مگر چونکہ ہماری نظر اختصار پر ہے لہذا ان تمام سے یہان صرف ایک سریہ ذات السّلاسل نقل کرتے ہین اور نیز چونکہ اکثر مورخین اہل تسنن نے اس جنگ کو پورا نقل نہین کیا اور بزعم خود ایکی فضیلت کو فضائل آنحضرتؐ سے کم کرنا چاہا ہے اس لئے ضرور ہوا کہ کسیقدر تفصیل کے ساتھ یہ قصہ لکھا جائے **واضح رہے** کہ عمرو عاص جیسے چالاکون نے جب دیکھا کہ اسلام نہ صرف قریش میں پھیل رہا ہے بلکہ اسکا سکہ دن بدن تمام ملک عرب میں بیٹھتا چلا جاتا ہے اُدھر نجاشی بادشاہ حبش کو دیکھا کہ مسلمان ہوگیا تو انکی کمر ہمت کہ بانی اسلام علیہ التحیۃ والسلام کی مخالفت پر کسی تھی ٹوٹ گئی اب انکو اپنا فائدہ اسیمین کھائی دیا کہ جسطرح ہو مدینہ جاکر مسلمانی اختیار کیجے۔ ناگوار تو بہت تھا کریا مونہہ لیکر جائیں مگر مرتا کیا نہ کرتا لاچار مدینہ کا ارادہ کرکے نکلے ۔ راہ مین خالد ولید بھی آکر انکے شامل ہوگئے غرض دونونے

بالاتفاق حضرت متمم مکارم اخلاق کی خدمتمین جاکر کلمہ پڑھ لیا **واقدی** کہتاہے کہ عمرو نے کہا یارسول اللہ مینے بناء اسلام کی گرانے مین بہت سی کوششیں کیں میں چاہتا ہوں کہ اسکی تائید میں بھی ویسی ہی آثار مجھ سے ظاہر ہوں حضرت نے فرمایا کہ ہم تجھکو انشاء اللہ تعالی کسی مہم پر بھیجین گے۔ انہیں دنوں حضرت کو خبر ملی کہ کچھ لوگ قبیلہ قضاعہ وغیرہ کے وادی الرمل مین جمع ہوتے ہین کہ ناگاہ مدینہ پر شبخون ماریں حضرت نے عمرو عاص کو بلاکر کہاکہ اپنا ساز و سامان درست کرکہ ہم ایک لشکر کے ساتھ تجھے بھیجنے والے ہین تاکہ مال غنیمت تیرے ہاتھ آئے۔ عمرو نے کہا یارسول اللہ میں مال کی خاطر تو مسلمان نہیں ہوا فرمایا کیا مضائقہ ہے مال اگر حلال طریقہ سے ہاتھ آئے تو کیا برا ہے پس ایک علم سفید ترتیب دیا اور تین سو لقولے سات سو مرد کے ساتھ اسکو روانہ کیا۔ ابوبکر و عمر و ابوعبیدہ جراح وغیرہ بزرگان مہاجرین و انصار اس مہم میں اس کے ہمراہ رکاب تھے۔ یہہ روایت واقدی کی ہے لیکن علماء شیعہ نے اہل بیت علیہم السلام سے نقل کیا ہے کہ حضرت نے پہلے اس فوج کا سردار ابوبکر کو کیا اور انسے کہدیا کہ قبیلہ بنی سلیم پر جائیں مشرکوں نے پہاڑوں پر نگاہبان بٹھا رکھے تھے جو ہین فوج کے آنے سے مطلع ہوئے تو اپنے گھروں میں کہ پہاڑ و مین درختوں کے درمیان مخفی تھے گھس گئے مسلمان درے مین داخل ہوئے تو بے خبر انکے سر پر آپڑے چنانچہ بہت سوں نے انسے شربت شہادت نوش کیا مابقی کو حضرت خلیفہ اول لیکر بھاگ آئے۔ ابوبکر واپس آئے تو رسولخدا نے عمر بن خطاب کو امیر لشکر کرکے اس طرف روانہ کیا مگر وہ بھی اسی معمولی راستہ سے گئے اور ویسے ہی نقصان اٹھاکر الٹے پھرے اسوقت عمرو عاص نے کہا یارسول اللہ مدار جنگ مکر و فریب پر ہے حضرت مجھکو اس مہم پر مقرر کرین شاید حیلہ کرکے کوئی کام نکال سکوں غرض عمرو عاص مامور ہوا مگر وہ بھی راہ متعارف مشہور سے گیا اور اس قوم جنگجو پر دست قدرت نہ پاسکا۔ بروایت سابق عمرو عاص وہان پہنچا تو کسیکو وادی مین نہ پایا کچھ مویشی ادھر ادھر چرتے دکھائی دئے انکو اس کے آدمیوں نے پکڑ لیا اور ذبح کرکے طعام تیار کیا بس فقط یہی غنیمت اس غزوہ میں ہاتھ آئی مدینہ میں آئے تو لشکر نے رسول اللہ سے امیر کی شکایت کی کہ اس نے ہمکو آگ روشن کرنے اور گرم ہونے سے روکا۔ اور نیز دشمن کے پیچھے نہ جانے دیا۔ عمرو نے کہا یارسول اللہ ہم آگ روشن کرتے تو وہ ہماری قلت سے واقف ہوکر ہم پر دلیر ہوجاتے اور جو تعاقب کرتے تو ممکن تھا کہ مدد انکو ملے اور لوٹ کر ہمکو قتل کریں بس یہی غنیمت ہے کہ ہم زندہ واپس آئے یعنی جان بچی لاکھوں پائے۔ یہانتک پہنچکر عامۂ مورخین خاموش ہوگئے ہین کچھ نہیں بتاتے کہ آگے کیا ہوا حضرت رسالت پناہ نے آیا اس مہم کو ناقص و ادھورا چھوڑ دیا یا کسی اور ذریعہ سے اس شریر قوم کی بیخ کنی کی تدبیر ہوئی۔ لہذا ہم اپنی ناظرین کو بتلاتے ہین کہ اس کے بعد کیا ہوا اس کے بعد بھی وہی ہوا جو اس سے پہلے ہوا کرتا تھا اور جو ابھی عنقریب جنگ خیبر مین ہوچکا تھا شیخ مفید علیہ الرحمہ نے نقل کیا ہے کہ حضرت رسولخدا یہہ کیفیت دیکھکر بنہایت ملول و حزین ہوئے اور نفرین کی ان لوگون کو جو اسلام کا نام ڈبوتے پھرتے تھے بعد ازان حضرت امیر خیبر گیر کو طلب کیا اور علم لشکر انکو دیکر درگاہ باری میں عرض کی پروردگارا میں اس شخص کو اس کام پر بھیجتا ہوں جو کرار غیر فرار ہے خداوندا حرمت

مرتف معارج النبوۃ و روضۃ الصفا میں بعض وقائع سنہ ہجری بعض ان حالات سے جو ہم نے بروایات شیعہ آگے لکھی ہیں کشف الغمہ سے نقل کئے ہیں ۱۲ منہ عفی عنہ

اپنے نبی کو اس کے بارے مین رعایت کر اور اسکو دشمن پر یاری و مددگاری بخش **روایت** ہے کہ امیر المومنین کے پاس ایک عصابہ یعنے سر پیچ تھا جب کسی اہم کام پر مامور ہوتے تو اسکو زیب سر فرماتے پس حضرت نے جناب فاطمہ سے وہ عصابہ طلب کیا۔ جناب معصومہ گھبرا گئین کہ خیر ہے کہاں کا عزم کیا آپنے فرمایا کہ مجھکو رسول اللہ نے وادی الرمل پر مقرر فرمایا ہے فاطمہ یہہ سنکر رونے لگین اتنے مین حضرت رسولخدا وہان تشریف لائے اور کہا اے فاطمہ کیوں روتی ہو تمہارا شوہر اس سفر سے انشاء اللہ تعالی صحیح سالم واپس آئیگا۔ کوئی گزند اسے نہ پہنچے گا۔ امیر المومنین نے عرض کی یارسول اللہ آپ نہین چاہتے کہ مین سعادت شہادت پر فائز ہوں۔ غرض حضرت روانہ ہوئے اور رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے مسجد احزاب تک آنحضرت کی مشایعت فرمائی اسوقت حیدر کرار ایک اسپ راہوار کمیت رنگ پر سوار تھے اور برد یمنی بدن اقدس میں اور نیزہ خطی دست مبارک مین رکھتے تھے پس حضرت رسولخدا نے دعائے خیر کے ساتھ رخصت کیا۔ ابوبکر و عمر و عمرو عاص بھی حضرت کے لشکر مین تھے راہ راست سے منحرف ہوکر آپنے راہ عراق کی اختیار کی تو اصحاب نے خیال کیا کہ کہیں اور جانیکا ارادہ ہے۔ مگر آپ راہ غیر متعارف سے جارہے تھے رات کو چلتے اور دنکو گھاٹیوں اور شگاف کوہ مین پنہان رہتے عمرو عاص نے دیکھا کہ جس طریق سے وہ حضرت جارہے ہین ضرور کامیاب مراد ہونگے حسد اس پر غالب آیا اور ابوبکر و عمر کے پاس آکر کہنے لگا کہ علی ناواقف ہین ان راہون کو نہین جانتے ہم ان سے زیادہ آگاہ ہین تم انکو منع کرو۔ اس راستہ مین موذی جانور اور درندے بکثرت ہیں انکا ضرر مسلمانوں کو دشمنوں کے ضرر سے زیادہ ہوگا انہوں نے حضرت کی خدمت مین جاکر عرض کیا آپنے فرمایا جسکو اطاعت خدا و رسول منظور ہے میرے ساتھ چلا آئے ورنہ اختیار ہے جدھر کو چاہے چلا جائے۔ پس شیر خدا چلے جاتے تھے۔ جانوران صحرا و درندوں سے آپکے لشکر کو کسیطرح کا ضرر نہ پہنچا نزدیک مقصد پہنچے تو حکم دیا کہ موہنہ چارپاؤں کے باندہ لین کہ کوئی آواز انسے نہ نکلنے پائے۔ پس صبح ہوتے ہوتے انکو جالیا اور تیغ تیز قوم فتنہ انگیز مین رکھی بہت سے انمین سے بروایتے ایک سو بیس آدمی مارے گئے باقی مع زن و فرزند دستگیر ہوئے چونکہ انکو زنجیرون اور رسیوں میں باندھا تھا اس لئے اس غزوے کو ذات السلاسل کہتے ہین اور بعض کے نزدیک سلاسل اس مقام کا نام تھا جہاں یہہ فوج کشی ہوئی تھی۔ اور اور قول بھی اس بارے میں اہل تاریخ و سیر کے ہین مگر حقیر مولف کہتاہے کہ چونکہ سلسلے افواج مسلمین کے یکے بعد دیگرے اس مہم مین چڑھ کر گئے تھے شاید اسوجہہ سے اسکا نام ذات السلاسل رکھا گیا ہو واللہ اعلم **مروی ہے** کہ یہہ مقام مدینہ سے پانچ منزل کے فاصلے پر تھا جس صبح کو یہہ غارت واقع ہوئی حضرت رسولخدا دولت سرا سے برآمد ہوتے تو سورۂ والعادیات کو تلاوت فرماتے تھے یہہ سورہ اس روز نازل ہوئی اور حقتعالی نے اس جنگ کی کیفیت اسمین بیان کی ہے چنانچہ فرماتا ہے وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحًا یعنے قسم ہے اسپان دوندہ کی جنکو دوڑتے دوڑتے دم چڑھ گیا اور ہانپنے لگے فَالْمُورِيَاتِ قَدْحًا اور انکے جو اپنی سموں سے پتھروں سے آگ نکالین چونکہ وہ زمین سنگلاخ تھی اس لئے گھوڑوں کے نعلوں سے لگ کر شرارہائے آتش نکلتے تھے فَالْمُغِيرَاتِ صُبْحًا اور انکی قسم جو غارت لانے والے ہین لوقت صبح فَاَثَرْنَ

بہ نقعًا پس انہون نے غبار اس جگہ برانگیختہ کیا فَوَسَطْنَ بِہٖ جَمْعًا اور جماعت کفار کے درمیان داخل ہوگئے۔ حضرت رسولخدا نے فرمایا کہ اس سورہ مین حق تعالی نے عمرو عاص کے علیؑ پر حسد کرنیکو اپنے پر حسد کرنا کہا ہے کیونکہ مراد کنود سے حاسد ہے اور حُبِّ خیر یعنی محبت زندگانی دنیا کو انکی سخت و شدید بتلایا ہے کہ وہ خوف جان کرتے اور درندون سے ڈرتے تھے **بروایت دیگر** امیر اس جماعت کا حارث بن مکید جسکو پانسو سوار کے برابر گنتے تھے حضرت امیر پر حملہ آور ہوا آپ نے اُسے قتل کیا۔ پھر اس کا چچازاد بھائی عمر بن فتاک رجز پڑھتا ہوا آگے آیا صاحب ذوالفقار نے اُسے بھی واصل جہنم کیا پھر ہرچند مبارز طلب کیا مگر کوئی اس قوم مورد لوم سے باہر نہ نکلا۔ پس شیر بیشۂ شجاعت نے ان گرگان وادی ضلالت پر حملہ کیا کہ بہت سے دلیر انکی خاک ہلاک پر پڑے باقی زن و مرد گرفتار آئے مجاہدین مال اسباب پر متصرف ہوکر مدینہ کو پلٹے۔ بموجب اس روایت کے اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّہٖ لَکَنُوْدٌ مین کنود یعنی ناسپاس سے مراد حارث بن مکید ہے **القصہ** امیر المومنینؑ مدینہ کے قریب پہنچے تو حضرت سید المرسلین مع جماعت انصار و مہاجرین انکے استقبال کے لئے نکلے صحابہ دو طرف راہ کے قطار باندھ کر کھڑے ہوگئے جس وقت نظر امیر المومنینؑ کی جمال باکمال حضرت رسولخدا پر پڑی گھوڑے سے اُتر لئے اور دوڑ کر رکاب سعادت انتساب کو بوسہ دیا فرمایا یا علیؑ سوار ہو کہ خدا و رسول تجھ سے راضی و خوشنود ہین خدا کا شکر ہے کہ اس نے میرا بازو تجھ سے محکم کیا اور میری پیٹھ کو تجھ سے قوت بخشی یا علی موسیٰ علیہ السّلام نے خدا سے دعا کی کہ میرا بازو میرے بھائی ہارون سے قوی کر اور امر رسالت مین انکو میرا شریک گردان مینے بھی تیرے حق مین یہی سوال کیا اس جل شانہ نے اسکو قبول فرمایا پھر صحابہ کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا مجھکو علیؑ کی محبت مین ملامت نہ کرو کیونکہ مین بحکم خدا اسکو دوست رکھتا ہوں بعد ازان سب خوشی خوشی شہر میں آئے اور اموال غنائم لشکر پر تقسیم فرمایا۔ حضرت رسولخدا نے امیر المومنینؑ کا حال لشکریون سے پوچہا تو انہون نے آپ کی مدح و ثنا کی الا یہہ کہا کہ ہر نماز مین جو ہم نے انکے ساتھ پڑھی سورۂ قل ہو اللہ احد پڑھتے رہے۔ رسول اللہ نے اسکا سبب حضرتؑ سے دریافت کیا آپنے عرض کیا یا رسول اللہ مین اس سورہ کو بہت دوست رکھتا ہون فرمایا یا علی خدا تجھکو دوست رکھتا ہے جیسا تو سورۂ قل ہو اللہ کو دوست رکھتا ہے۔ پھر فرمایا کہ اگر اندیشہ نہوتا کہ ایک گروہ اس اُمت کا تیرے پیچھے گمراہ ہو جائیگا جیسا کہ نصاریٰ عیسیٰ بن مریم کے پیچھے گمراہ ہوگئے تو مین چند اوصاف تیرے بیان کرتا کہ جہاں کو گزرتا لوگ خاک تیرے قدموں کی برکت کے لئے اُٹھا رکھتے **روایت ہے** کہ حضرت ابوبکر کے پاس غزوۂ سلاسل مین ایک کمبلی تھی جہاں بیٹھتے اس کا فرش کرتے اُٹھتے تو تہ کرکے اپنے ساتھ لے لیتے اہل یمن نے انکو اس کمبلی سے پہچان رکھا تھا۔ جب بعد وفات سرور کائنات خلیفہ ہوتے تو انہون نے بیعت نہ کی اور کہا عَنْ نُبَایِعُ ذَا الْعِبَایَۃِ ہم اس کمبلی والے سے بیعت کریں۔ نیز اس جنگ میں رافع بن رافع حضرت شیخ صاحب کے ساتھ تھا اثناء راہ مین آپنے اسکو چند نصیحتیں کین پھر فرمایا اے رافع ہرگز دو مسلمانوں پر امیر نہ بننا اور حکومت مسلمانان کی کبھی طمع نہ کرنا رافع کہتا ہے مینے کہا سب باتین تو مینے تمہاری مانیں

فضیلت سورہ قل ہو اللہ

بیعت حضرت ابوبکر

مگر یہ کہ طالب حکومت نہوں یہہ دشوار کام ہے مین دیکھتا ہوں کہ آجکل رسول اللہ کی خدمت مین لوگ جاہ و رفعت کے طلبگار ہین منصب حکومت پاتے ہین کوئی بھی اسے نہیں چھوڑتا۔ مین کیون مسلمانون کی حکومت سے پرہیز کروں۔ ابوبکر نے کہا حق تعالے نے پیغمبر کو مبعوث کیا ہے کہ جسطرح پر ہو اسلام کو دنیا میں پھیلائیں پس وہ حضرت ہر ایک کو طوعًا و کرہًا مسلمان کرتے ہین پس جو شخص مسلمان ہوا خدا کی پناہ مین داخل ہوا اور اسکا جار و ہمسایہ ہوا پس اگر کوئی خدا کے جار پر حاکم ہوکر کسی قسم کا تشدد کرے تو حق سبحانہ تعالے ضرور اسپر غضبناک ہوگا جیسا کہ کسیکے ہمسایہ شفیق و مہربان ہو اور دوسرا اسپر ستم کرنا چاہے تو وہ شفیق ہمسایہ ضرور اس کی حمایت کریگا پس خبردار حکومت مسلمانان کی کبھی خواہش نہ کرنا۔ رافع کہتا ہے کہ اس جنگ کے بعد مین حضرت رسول خدا سے اجازت لیکر اپنے وطن کو چلا گیا پھر جو واپس مدینہ مین آیا تو وہاں اور ہی زمانہ تھا حضرتؐ رحلت کرگئے تھے اور ابوبکر انکی جگہہ پر بیٹھکر مسلمانون مین حکمرانی کررہے تھے۔ ایک مرتبہ تنہائی مین مینے انسے کہا کہ اے ابوبکر تم مجھکو دو مسلمانون کی حکومت سے منع کرتے تھے آج خود تمام مسلمانوں پر خلیفہ بنے بیٹھے ہو یہہ کیا ماجرے ہے ابوبکر نے جواب مین کہا کہ یہ کام میری گردن پر رکھدیا گیا اب اگر اسکو اُتار کر پھینکتا ہوں تو مسلمانوں مین تفرقہ و اختلاف پڑجانیکا خوف ہے **مولف کہتا ہے** کہ یہہ جواب حضرت عتیق کا کہان تک صحیح و درست ہے اس کا حال آگے چلکر بیان خلافت مین معلوم ہوجائیگا ❊ **فتح مکہ مشرفہ** فتح مکہ اسلام کے اعظم فتوحات سے ہے۔ اور آیہ شریفہ اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا مین اسکو فتح مبین کہا ہے۔ عرصہ دراز سے مسلمانون کے ساتھ خدا کا وعدہ تھا۔ کہ تم مسجد الحرام میں داخل ہوگے سر منڈاؤ گے بال کترواؤ گے اور اصلا خوف و خطر نہوگا چنانچہ آیہ شریفہ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اٰمِنِیْنَ مُحَلِّقِیْنَ رُءُوْسَکُمْ وَ مُقَصِّرِیْنَ لَا تَخَافُوْنَ اس سے خبر دیتی ہے۔ پس بموجب وعدۂ ایزدی سب کی آنکھیں اس طرف لگی ہوئی تھیں اور منتظر و بیقرار تھے کہ یہہ وعدہ کب پورے طور سے وفا ہوگا گو سال گزشتہ ایک مرتبہ بتقریب عمرۃ القضا زیارت خانہ کعبہ سے مشرف ہو بھی چکے تھے مگر اس سے جیسی چاہئے تسلی نہین ہوئی تھی اور دلون کے ولولے جون کے تون باقی تھے۔ ظاہری اسباب مین اسکا سامان یہ ہوا کہ قبیلہ بکر بن کنانہ و قبیلہ خزاعہ کے درمیان مکہ مین قدیم سے عداوت چلی آتی تھی صلح حدیبیہ کے بعد خزاعہ رسولخدا کی امان مین داخل ہوتے اور بنی بکر قریش کی امان مین اور قرار پایا کہ طرفین سے کوئی اپنے حلفا و ہم سوگندون کی باہمی تنازعات مین دخل نہ دے اور کسی قسم کی امداد انکی نہ کرے اگر ایسا ہوا تو صلح دہ سالہ ٹوٹ جائیگی مگر قریش اس عہد پر قائم نہ رہے جلد ہی اسکو توڑ ڈالا۔ بات یہ ہوئی کہ ایک شخص قبیلہ بکر کا کچھ اشعار حضرت رسولخدا کی مذمت میں پڑھ رہا تھا ایک غلام خزاعی نے وہ ہذیانات سُنکر اُسے روکا مگر وہ مردود باز نہ آیا غلام کو غصہ آیا اور ایک طمانچہ اس مرد بکری کے کھینچ مارا پس مرد بکری نے اپنے قبیلہ سے امداد چاہی خزاعہ اپنے غلام کی مدد پر اُٹھ کھڑے ہوتے اور باہم جنگ شروع ہوگئی۔ خزاعہ تعداد میں زیادہ تھے انہوں نے مارتے مارتے دشمن کو حرم تک پہنچا دیا مگر قریش برخلاف معاہدہ بنی بکر کی امداد کو آمادہ ہوگئے انہون نے نہ تنہا چارپاؤں اور ہتھیارون سے اپنے ہم سوگندوں کی مدد کی بلکہ چند کس انکے شرفا سے مثل صفوان بن امیہ و عکرمہ بن ابوجہل و سہیل بن عمرو وغیرہ کے موہنہ چھپا کر لڑائی مین بھی انکی

مزاح امیر المومنینؑ

شریک ہوئے ہوتے اس لئے چھپایا تاکہ کسیکو انکا شامل جنگ ہونا معلوم نہونے پائے اور صلح حدیبیہ مین خلل نہ آئے۔ مگر یہہ راز فوراً فاش ہوگیا اور مغلوب خزاعیوں سے ایک شخص مسمی عمر بن سالم نے مدینہ جاکر حضرت رسولخدا کے سامنے ایسی دردانگیز نظم مین یہ حال سنایا کہ طبع مبارک پریشان ہوگئی۔ فرمایا حَسْبُکَ یَا عُمَر بس کر اے عمر پس حضرت وہان سے اُٹھے اور شدت غضب سے دامن ردا زمین پر لٹکتا جاتا تھا اور فرماتے تھے لَا نُصِرْتُ اِنْ لَّمْ اَنْصُرْ بَنِیْ خُزَاعَۃَ فِیْمَا اَنْصُرُ بِہٖ نَفْسِیْ مین کبھی منصور نہون اگر اس موقع پر بنی خزاعہ کی اسیطرح نصرت نہ کرون جسطرح پر کہ اپنے نفس کی نصرت کرتا ہون۔ خلاصہ یہ کہ حضرت نے عزم بالجزم مکہ کے فتح کرنیکا کرلیا اور دعا کی پروردگارا اس خبر کو قریش سے پنہان رکھ کہ ہم ناگاہ انکے سر پر پہنچ جائین ادھر قریش اپنی حرکت پر سخت پشیمان تھے جانتے تھے کہ کام ہاتھ سے نکل گیا اب معاہدہ قائم رہنے والا نہیں پس انہون نے ابوسفیان بن حرب کو مدینہ بھیجا کہ کچھ اصلاح کرے ابوسفیان نے حضرت رسولخدا کی خدمت مین پہنچکر بدین گمان کہ شاید اسوقت تک حضرت کو اس قصہ کی خبر نہین پہنچی صلح حدیبیہ کے دوبارہ تازہ کرنے کی درخواست کی اور بہت کچھ زبانی زور اسمین لگایا مگر کچھ جواب نہ پایا ناچار اہل بیتؑ اصحاب سے ملتجی ہوا وہان بھی کشود کار نہوا۔ مگر امیر المومنینؑ کی خدمت مین حاضر ہوکر الحاح کی تو حضرت نے فرمایا اے ابوسفیان تو بزرگ قریش ہے در مسجد رسول اللہ پر کھڑا ہوکر کہدے کہ مینے قریش کو امان دی اور اپنے گھر کو چلا جا۔ ابوسفیان نے کہا یا علی اس سے کچھ فائدہ بھی ہوگا فرمایا یہ مین نہین جانتا کہ کچھ فائدہ ہوگا یا نہ الا اس کے سوا کوئی چارہ نہین دکھائی دیتا یہہ امیر المومنینؑ کی طبعی کشادہ دلی و ظرافت کا نتیجہ تھا جسمین کہ آپ اورون سے ممتاز تھے۔ دشمنون نے اس خصلت ستودہ کو عیب تصور کیا حاشا کہ اسمین کوئی عیب کی بات ہو رسول اللہ خود مزاح کرتے تھے چنانچہ ارشاد ہے اَمْزَحُ وَلَا اَکْذِبُ مین خوش طبعی کرتا ہون مگر جھوٹ نہین بولتا۔ علی ہذا امیر المومنینؑ کی عادت مین خوش طبعی و لطیفہ گوئی تھی دروغ و باطل سے دونو صاحبون کو احتراز تھا۔ اسی قصہ کو دیکھ لو کہ بجز اس کے کہ ابوسفیان جیسے خرانٹ کو ایک لطافت کے ساتھ احمق بنا دیا اور اسمین کیا عیب ہوا۔ مگر چشم بداندیش کو کیا کیا جائے۔ ع گل است سعدی و در چشم دشمنان خار است۔ ہم اس مبحث پر آئندہ کسی اور مقام پر بھی کچھ لکھین گے۔ غرض احمق ابوسفیان دروازہ مسجد پر کھڑا ہوکر پکارا کہ مینے قریش کو امان دی اور انکا پیمان تازہ کیا اب نہین کہ محمد میرے کہنے کو رد کرین۔ لوگ یہ سنکر ہنسنے لگے وہ مکہ کو چلدیا وہان پہنچا تو قریش نے پوچھا کیا کر آیا ابوسفیان نے تمام ماجرے بیان کیا بولے کہا علیؑ نے تیرے ساتھ ریشخند کیا تو امان طلب کرنے گیا تھا نہ کہ امان دینے ہندہ اسکی زوجہ کو اس کی حماقت پر غصہ آیا اور دو تین لاتین اس کے سر و سینہ مین رسید کین کہ برا سفیر تھا تو قوم کیطرف سے انکے واسطے منحوس خبر لایا نیز طول قیام مدینہ سے لوگون کو خیال ہوگیا تھا کہ کہین ابوسفیان نے دین اسلام تو قبول نہین کرلیا۔ اس تہمت کے رفع کرنے کے لئے حضرت امیر معاویہ کے باوا صاحب نے یہ تدبیر کی کہ ایک بکرا ذبح کرکے اسکا خون بتون کے سر کو ملا اور بکمال ادب دست بستہ انکے سامنے کھڑے ہوکر کہا کہ جبتک زندہ ہون تمہارا بندہ ہونگا تمہاری پرستش کو مرتے دم تک نہ چھوڑونگا۔ درحقیقت ایسا ہی ہوا کہ پھر اسنے بلکہ اسکے بیٹون اور پوتون مین بھی کسینے بت پرستی نہین چھوڑی۔ القصہ حضرت رسولخدا بہت سرگرم تھے کہ ہماری خبرین قریش پر پوشیدہ رہین مگر حاطب ابن ابی بلتعہ صحابی بدری

قصہ حاطب بن ابی بلتعہ صحابی

نے کہ مہاجرین مکہ سے تھا اپنا فائدہ اسمین دیکھا کہ قریش کو حضرت کے ارادے سے مطلع کردے پس اس نے ایک خط اس مضمون کا لکھ کر زن سیاہ فام کو جسپر شبہ نہو سکے دیا اُس لونڈی نے اسکو اپنی چوٹی کے بالوں مین گوندھ لیا اور روانہ ہوئی حضرت رسولخدا کو وحی سے حال معلوم ہوا آپنے امیر المومنینؑ و زبیر بن العوام کو بھیجا کہ جاکر راہ مین اس عورت سے خط لیلین یہ حضرات روضہ خاخ مین اس کے پاس پہنچے زبیر نے آگے بڑھ کر خط کی تفتیش کی عورت گریہ و بکا کرنے اور قسمین کھانے لگی کہ میرے پاس کوئی خط نہین زبیر نے کہا یا علی اس کے پاس خط نہین قسمین کھاتی ہے آپنے فرمایا کیونکر خط اس کے پاس نہین رسول اللہ نے فرمایا ہے اور روح الامین خبر لائے ہیں نہ حضرت دروغ کہتے ہین نہ جبرئیل جھوٹی خبر دے سکتے ہین۔ پس تلوار میان سے نکالکر عورت پر آئے کہ جلد خط نکال ورنہ ابھی تیرا سر قلم کرتا ہون تلوار کی چمک دیکھ کر زن محتال سیدھی ہوگئی اور جلد اوڑھنی سر سے سرکا گیسوؤن کو کھول کھال خط نکال دیا شیخ مفید علیہ الرحمہ کہتے ہین کہ یہ ایک منقبت ہے مع دیگر مناقب و مفاخر امیر المومنینؑ کی کہ اس سے حضرت رسولخدا کی حکمت عملی خبر کی پوشیدہ رہنے اور ناگہان قریش پر جا پہنچنے کی کامل و تمام ہوتی ہے۔ چونکہ یہہ نازک مقام رازداری کا تھا اور اغیار پر اسمین اعتماد و اعتبار نہو سکتا تھا اسواسطے امیر المومنینؑ کو اس کام کے لئے انتخاب فرمایا اور زبیر چونکہ اپنی ماں صفیہ کیطرف سے بنی ہاشم مین داخل اور شجاعت مین یگانہ و ممتاز تھا انکا شریک گردانا لیکن اس نے اگر امیر المومنینؑ تدارک نفرماتے تو کام ہی خراب کردیا تھا پس زبیر کے لئے اس خصوص مین کوئی فخر و فضیلت نہین رہی الغرض حضرت رسولخدا کو حاطب کا خط ملا تو ممبر پر گئے اور کہا ایہا الناس مینے خدا سے چاہا تھا کہ ہماری خبرین مشرکین پر مخفی رہین ایک شخص نے تم سے یہہ خط مکہ کو لکھا پس چاہیئے کہ کاتب نامہ اُٹھ کھڑا ہو قبل اس کے کہ وحی اسکو رسوا کرے پس حاطب بید کی طرح تھرتھر کانپتا اُٹھا اور عرض کی یا رسول اللہ مینے یہ خط لکھا ہے لیکن مین منافق نہین ہوا نہ آپ کی رسالت مین مجھکو شک عارض ہوا ہے فرمایا پھر کس لئے تونے ایسی حرکت کی عرض کی یا رسول اللہ میرے اہل و عیال مکہ مین ہین کوئی یار و مددگار انکا نہین مینے چاہا کہ قریش پر احسان کرون تاکہ انکو ضرر نہ پہنچائین ورنہ مجھکو اپنے دین و یقین مین اصلاً شک نہین ہوا پس عمر خطاب اُٹھے اور عرض کی یا رسول اللہ مجھکو اجازت دیجئے کہ اس منافق کی گردن اُتارون فرمایا کہ اہل بدر سے ہے جانے دے شاید توبہ کرے اور حق تعالی گناہ بخشدے۔ مگر اسکو مسجد سے نکال دو پس لوگ اُٹھے اور اسکو پشت کی طرف سے دھکیلتے تھے وہ پیچھے مڑ کر رسول اللہ کیطرف دیکھتا جاتا تھا۔ آخر حضرت رحمۃ للعالمین کو رحم آیا اور اسے واپس بلوا کر اس کی توبہ قبول فرمائی اور دعائے مغفرت کی اُس کے لئے **القصہ** دوم رمضان روز جمعہ کو حضرت مدینہ سکینہ سے برآمد ہوئے دس ہزار مرد پرخاشجو کہ چار سو انمین اسپ سوار تھے ہمراہ رکاب فیض انتساب ہوتے موضع کراع الغمیم پر پہنچکر ارشاد کیا کہ بوجہ سفر سب روزہ افطار کرلین اور خود بھی افطار فرمایا مگر بعض اصحاب نے تعمیل ارشاد سے پہلوتہی کیا **روضۃ الاحباب** مین ہے کہ منزل عسفان پر آپنے ایک جام آب طلب کیا اور ہاتھ مین لیکر اسکو بلند کیا کہ سب دیکھ لین پھر نوش فرمایا مِن بعد عرض مین پہنچا کہ بعض اصحاب افطار نہین کرتے دوم مرتبہ فرمایا اُولٰئِکَ الْعُصَاۃُ یعنے وہ نافرمان ہین۔ امام محمد باقرؑ فرماتے ہین کہ جنہون نے افطار روزہ سے انکار کیا وہ بلاشبہ عاصی نافرمان

بخدمت حضرت رسالت پناہ

تھے انکی اولاد بھی روز قیامت تک نافرمان رہے گی - اور نیز حضرت نے فرمایا کہ ہم انکو پہچانتے ہین - القصہ لشکر فیروزی اثر ثنیۃ العقاب پر پہنچا تو عباس بن عبدالمطلب مع ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب عبداللہ بن امیہ مخزومی مکہ سے معسکر ہمایون میں آئے عباس تو بے روک ٹوک خیمہ رسالت مین داخل ہو گئے مگر ان دونو کو حاجب نے منع کیا عباس نے خدمت مین پہنچکر عرض کی جُعِلتُ فِدَاکَ یارسول اللہ تمہارے چچا کا بیٹا ابوسفیان و پسر عمہ دروازے پر کھڑے ہین - فرمایا مجھکو انکی حاجت نہین یہ چچا کا بیٹا وہ ہی نہین کہ میری ہتک حرمت کرتا تھا اور پسر عمہ مکہ مین کہتا تھا کہ مین جب ایمان لاؤن کہ ان پہاڑون مین پانی کے چشمے جاری کرو دو راوی کہتا ہے کہ ابوسفیان بن حارث حضرت کی مذمت میں اشعار لکھتا تھا اور آپ کو سخت آزردہ کرتا تھا - پس اُمّ سلمہ اُمّ المومنین نے عرض کی میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یارسول اللہ ابوسفیان آپ کے چچا کا بیٹا تائب ہو کر آیا ہے اسکو اپنے لطف و احسان سے محروم نہ رکھئے اور عبداللہ حضرت کا پھوپھی زاد بھائی میرا برادر حقیقی آپ سے قرابت و مصاہرت رکھتا ہے بہرحال مستحق اکرام و افضال ہے اُدھر ابوسفیان نے بیرون در سے پکار کر کہا یارسول اللہ ہمارے حق میں آپ ایسے ہوجیے جیسے کہ یوسف اپنے بھائیون کے حق مین تھے پس حضرت نے دونو کا قصور معاف کیا اور دونو مسلمان ہوئے - وہان سے کوچ کر کے لشکر اسلام بمقام مرالظہران مین مکہ سے چار فرسخ کے فاصلے پر فروکش ہوا رات ہوئی تو حکم ہوا کہ سرداران لشکر اپنے خیمون کے آگے آگ روشن کرین - اسوقت عباس عم خیرالناس کو فکر ہوا کہ مبادا رسولخدا اس لشکر جرار کے ساتھ بلا امان داخل مکہ ہون اور شہر پامال سم اسپان و قدم شیر مردان ہوجائے پس وہ اس تلاش مین ہوئے کہ کوئی آدمی اس نواح کا ملے تو اس کی زبانی رؤساء قریش کو کہلا بھیجین کہ کل یہان آکر بمنت و سماجت جسطرح ہو حضرت سے امان حاصل کرین اسی تلاش مین رفتہ رفتہ لشکر سے دور نکل گئے - اُدھر ابوسفیان بن حرب پدر معاویہ و حکیم بن خرام و بدیل ورقا شہر سے نکلکر ثنیۃ مرالظہران پر کھڑے دیکھ رہے تھے کہ یہہ آگ کیسی ہے - ابوسفیان نے کہا کہ قبیلہ خزاعہ کی تو یہ آتش معلوم نہین ہوتی انمین یہ شکوہ و کثرت کہان ہان بنی تمیم یا قبیلہ ربیعہ ہون تو ہون اتنے مین عباسؓ نے آواز پہچان کر کہا ابوسفیان ہے ابوسفیان نے بھی عباس کو پہچان لیا بولا اے ابوالفضل یہ آگ کیسی اس صحرا مین روشن ہے عباس نے کہا ارے بے وقوف حضرت رسولخدا دس ہزار لشکر کے ساتھ آئے ہیں ابوسفیان نے گھبرا کر کہا یا ابا الفضل اب کیا کرنا چاہئے عباس بولے کہ جلد میرے پیچھے سوار ہولے کہ چلکر آنحضرت سے تجھکو امان دلوادون ابوسفیان فوراً عم رسولخدا کے پیچھے سوار ہو گیا اور عباس اسکو لشکر گاہ مین لائے - عمر خطاب نے ابوسفیان کو دیکھ کر پہچانا کہا اے دشمن خدا خدا کا احسان ہے کہ ہم نے تجھکو بے عہد و پیمان پایا یہہ کہکر دوڑے ہوئے حضرت رسولخدا کی خدمت مین جا کر کہا یارسول اللہ ابوسفیان بے امان و ایمان لشکر مین ہے مجھکو اجازت دیجئے کہ اسکو قتل کرون اتنے مین عباسؓ پہنچکر شفاعت خواہ ہوئے کہ مینے اسکو امان دی ہے حضرت بھی منظور کرین مجلسی علیہ الرحمہ کہتے ہین کہ شیخ دوم کی یہ عادت تھی کہ جب کسی گرفتار یا ایسے ہی نہتے لاچار کو دیکھتے تھے تو

انکی رگ شجاعت حرکت کرتی تھی اس کے مارنے پر بہت دلاوری ظاہر کرتے تھے لیکن معرکہ جہاد مین کہ اظہار شجاعت کا اصلی موقع ہے وہان انکا خون خشک ہو جاتا تھا - کبھی کسی نے نہ سنا ہوگا کہ ایک کافر بھی لڑائی مین آپ کے ہاتھ سے مارا گیا ہو - الغرض ابوسفیان کی ضراعت و سماجت و عباس کی شفاعت سے اسکی جان بخشی ہوئی اور ابوسفیان نے بخوف جان نہ برغبت ایمان کلمہ شہادتین پڑھا اگلے روز عباسؓ نے کہکر اتنی رعایت اور اسکے ساتھ کرادی کہ قریش سے جو ابوسفیان کے گھر مین داخل ہو امان مین ہے - صبح کو جب قریب ہوا کہ لشکر نصرت اثر مثل امواج بحر اخضر اپنے مقام سے جنبش کرے تو عباسؓ نے بدین خیال کہ ابوسفیان نے مسلمانونکو پراگندہ و متفرق دیکھا ہے اور شوکت اسلام کماحقہ ابھی اس کے ذہن نشین نہین ہوئی ایسا نہو کہ مکہ جاکر کچھ اور رنگ لائے اسکو لیجا کر ایک بلندی پر جس کے نیچے سے فوجین گزرنے والی تھیں بٹھلا دیا - ابوسفیان فوج کے تزک و احتشام و کثرت و ازدحام کو دیکھکر مدہوش ہو گیا اور بکمال حیرت عباس سے کہنے لگا اے ابا الفضل تمہارے بھتیجے نے بڑی بادشاہی پائی ہے عباس نے کہا ارے احمق یہ بادشاہی نہین نبوت و پیمبری ہے یہی باتین ہو رہی تھین کہ غول بزرگ لشکر کا جسمین مجمع مہاجر و انصار اور خود رسول مختار تھے دکھائی دیا - آگے آگے سعد عبادہ انصاری علم لئے تھے انہوں نے جو ہین ابوسفیان کو دیکھا کہنے لگے ؎ اَلْیَوْمَ یَوْمُ الْمَلْحَمَۃ + اَلْیَوْمَ تُسْتَحَلُّ الْحُرْمَۃ + وَاَذَلَّ اللّٰہُ قُرَیْشًا + یعنی آج اے ابوسفیان روز کشت و خون ہے - آج حرمت اہل حرم کی حلال ہوگی اور قریش کی نخوت خاک مین ملے گی یہ سنکر ابوسفیان کے رہے سہے بھی ہوش اُڑ گئے - حضرت رسولخدا کی سواری برابر آئی تو چلایا جُعِلْتُ فِدَاکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قربان ہون آپ پر آپنے سُنا کہ سعد کیا کہتا ہے پھر سعدؓ کا قول نقل کیا حضرت نے فرمایا ایسا نہین ہوگا - پس اس نظر سے کہ مبادا سعد سے کوئی حرکت خلاف مصلحت سرزد ہو جائے - امیرالمومنین علیہ السلام کو حکم دیا کہ علم لشکر سعدؓ سے لیلین شیخ مفید علیہ الرحمہ کہتے ہین کہ چونکہ حضرت جانتے تھے کہ سعد کا معزول ہونا انصار کو ناگوار ہوگا اور کبھی راضی نہونگے کہ سوائے رسولخدا یا نفس رسول کوئی اُنسے علم لے اس لئے امیرالمومنین کو اس کار کے لئے اختیار کیا اور یہ فضیلت آپکی ذات سے مخصوص فرمائی چنانچہ آنحضرتؐ نے آگے بڑھ کر علم سعد سے لے لیا اور بہت احتیاط سے سپاہ کو لے گئے کہ کوئی امر خلاف مصلحت ظہور مین نہ آیا مولف کہتا ہے کہ حضرت رسولخدا کو جس قدر احتیاط ملحوظ تھی مگر خالد ولید کہ کچھ فوج کے ساتھ دوسری راہ سے داخل شہر ہوا جوانی کے نشہ اور سرداری کے ترنگ مین ایسا چور تھا کہ اُس نے باوجود ممانعت رسولخدا تلوار کھینچکر خدا جانے کب کب کے بدلے مکیون سے لئے کہ ایک دم کے دم مین ستر اشخاص انسے مارے گئے حضرت رسالت پناہ یہ سُنکر سخت برہم ہوتے مگر اب کیا ہو سکتا تھا جو ہونا تھا سو ہو لیا - علماء اہل سُنت نے خالد کے اس ظلم و ستم کی تاویل مین بہت کچھ باتین بنائی ہیں مگر بے فائدہ اسمین ذرا شبہ نہین کہ یہہ فعل اسکا خلاف حکم خدا و رسول کبائر معاصی سے تھا شیخ عبدالحق دہلوی مدارج النبوۃ مین کہتے ہین کہ ہمکو یاد ہے کہ جب مکہ مین قاضی علی بن جاراللہ سے کہ خالد ولید کی اولاد سے تھا ملاقات ہوئی اور خالد کے بےحکم رسول اللہ اہل مکہ پر دست درازی کر بیٹھنے کا ذکر آیا تو قاضی مذکور شرمندہ ہوا اور رفع خجالت کے لئے کہنے لگا وَاللّٰہِ کَانَ فِیْہِ رضی اللہ عنہ شَوْبٌ مِنَ الْاِسْتِعْجَالِ وَالْمُبَادَرَۃِ اِلَی الْقِتَالِ ۔ قسم بخدا کہ خالدؓ میں ایک گونہ جلد بازی اور مبادرت

بجنگ حتی انتہی الحاصل عباسؓ نے ابوسفیان سے کہا کہ مکہ مین جاکر قریش سے کہہ کہ اسلام قبول کرین تاکہ قتل و قید سے امان پائین ابوسفیان افتان وخیزان لشکر سے پیشتر داخل شہر ہوا اس کے پیچھے غبار لشکر سر بآسمان کشیدہ بلند تھا لوگ اُس کی طرف دوڑے کہ پوچھیں کیا حال ہے ابوسفیان نے کہا اَسلِمُوا تَسلَمُوا اسلام لاؤ تاکہ نجات پاؤ قسم بخدا کہ ایسا لشکر عظیم آرہا ہے کہ بادشاہون کو بھی اس سے مقابلے کی تاب نہین قریش نے برہم ہوکر کہا کہ یہ کیا منحوس خبر تو ہمارے لئے لایا ہندہ زوجہ ابوسفیان نے کہا اے آل غالب اس پیر احمق کو قتل کرو تاکہ پھر ایسی بیہودہ باتیں نہ کرے اور خود لپک اس کی ڈاڑھی پکڑ لی اور خوب زدوکوب کیا جیسا کہ اس سے پہلے مدینہ سے واپس آنے پر بھی خوب کندہ کاری کی تھی اور اپنی دو موقعہ پر موقوف نہین مادر امیر معاویہ اپنے شوہر کے ساتھ ہمیشہ اسیطرح پیش آتی تھی اور مدام اسکو اپنی جوتی کے تلے رکھتی تھی۔ سغرض افواج ظفر امواج اعلیٰ و اسفل مکہ سے داخل ہوئیں اور خیمہ رسالت کوہ حجون پر لگایا گیا منادی نے پکار دیا کہ کوئی لشکریون سے اہل شہر سے متعرض نہو الا من اَلقَی السِّلَاحَ فَھُوَ اٰمِنٌ وَمَن اَغلَقَ بَابَ دَارِہٖ فَھُوَ اٰمِنٌ یعنے جو ہتھیار ڈالدے یا گھر کا دروازہ بند کرلے وہ امن مین ہے۔ الا چند اشخاص زن و مرد جنہون نے ہنگام قیام مکہ انحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو طرح طرح کی ایذائیں اور تکلیفیں دی تھیں انکا خون ہدر فرمایا۔ **نقل ہے** کہ امیر المومنین علیہ السلام نے سُنا کہ چند اشخاص بنی مخزوم سے کہ قیس بن سائب حارث بن ہشام انین داخل ہین خانہ اُم ہانی خواہر انحضرت مین پناہ گیر ہوئے ہین پس حضرت ویسے ہی ہتھیار لگائے اُم ہانی کے گھر پر آئے اور دروازہ پر آواز دی کہ باہر نکالو ان لوگون کو جنکو تم نے پناہ دی ہے۔ نعرہ حیدری سنکر اندر والے کانپ گئے اُم ہانی خود دروازے پر آئیں اور چونکہ خود میں سر وروے حضرت پوشیدہ تھے اس لئے آپکو نہ پہچان سکی اور کہا اے بندہ خدا مین اُم ہانی خواہر علی مرتضیٰ بنت عم محمد مصطفےٰ ہون یہان سے چلا جا حضرت نے فرمایا جو لوگ تمہارے گھر مین پناہ گزین ہین انہیں نکالو اُم ہانی نے کہا قسم بخدا اے جوان ہین تیری شکایت رسولخدا سے کرونگی۔ اسوقت آپنے خود سر مبارک سی اُٹھا دیا اُم ہانی نے اپنے برادر محترم کو پہچانا تو دوڑکر انسے لپٹ گئین حضرت نے انکو چھاتی سے لگالیا اور فرمایا اے بہن حضرت رسولخدا نے ان لوگون کا خون ہدر کیا ہے مجھکو انہین قتل کئے بغیر چارہ نہین ام ہانی نے کہا تم پر قربان ہون مینے قسم کھائی ہو کہ تمہاری شکایت رسول اللہ سے کرونگی فرمایا وہ حضرت بالائے وادی پر خیمہ زن ہین جاؤ اور اپنی قسم پوری کرو پس اُم ہانی متوجہ خدمت رسول اللہ ہوئیں آپ اسوقت خیمہ مین مشغول غسل تھے جناب سیدہ چادر پردہ پکڑے حاضر خدمت اقدس تھین اُم ہانی کی آواز سنکر آپنے پہچانا فرمایا مرحبا ہو اے ام ہانی اُم ہانی نے ماجرا بیان کیا۔ حضرت نے فرمایا ہم نے امان دی جنکو کہ تم نے امان دی۔ حضرت فاطمہ زہرا نے کہا اے اُم ہانی اپنے بھائی کی شکایت کرنے آئی ہو جنہون نے دشمنان خدا و رسول کو دھمکایا۔ عرض کی تم پر فدا ہون میری تقصیر معاف کرو رسولخدا نے فرمایا خدا جزائے خیر دے علیؑ کو کہ راہ خدا مین کسی کی رعایت نہین کرتے اور مکرر فرمایا کہ مینے امان دی جسکو کہ اُم ہانی نے امان دی بوجہ قرابت علیؑ کے القصہ غسل سے فارغ ہوکر حضرت فخر کائنات نے زرہ پہنی خود سر پر رکھا اور سوار ہوکر بعزم طواف بیت اللہ روانہ ہوتے

ہدر یعنی اول دنیائی حق خون کا باطل و ضائع ہونا ۱۲ منہ

اسوقت سورۂ انا فتحنا آپ تلاوت کرتے جاتے تھے پس بلا احرام مسجد الحرام مین داخل ہوکر نیزہ سے استلام حجر اسود فرمایا اور تکبیر کہی اصحاب باوفا نے بھی آپ کے ہمراہ تکبیر کہی صدائے تکبیر سے مکہ و کوہستان مکہ گونج اُٹھے۔ مشرکین کہ پہاڑون پر کھڑے اس شان کبریائی کو بنگاہ عبرت دیکھ رہے تھے غلغلہ تکبیر سُنکر کانپنے لگے حضرت رسالت پناہ سوارہ طواف بیت الحرام کا بجا لائے اصحاب پیادہ پا آپ کے ہمراہ تھے بعد ازاں بتون کے توڑنے کی طرف متوجہ ہوتے مسجد الحرام مین کعبہ کے گرداگرد تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے ہوئے تھے کہ انکی پیر لوہے سیسے اور چونے گچ سے زمین مین محکم تھے حضرت خاتم الرسل سنان نیزہ انکی آنکھون میں مارتے اور فرماتے جَاءَ الحَقُّ وَزَھَقَ البَاطِلُ۔ بمجرد اس کے بت بقدرت خدا و اعجاز رسولخدا اپنی جگہ سے اُکھڑ کر اوندھے مونہہ زمین پر گر جاتے تھے کفار یہ صورت دیکھ کر کہتے کہ محمد بڑا جادوگر ہے حتےٰ کہ تمام بتونکو اسی طرح اکھاڑ پھینکا الا ایک بت کہ دیوارون پر اونچے جگہ رکھے ہوتے تھے بنابرین امیر المومنینؑ نے عرض کی یا رسول اللہ آپ میرے شانون پر چڑھ کر ان کو گرائیے۔ فرمایا یا علیؑ تمکو طاقت بار نبوت اُٹھانے کی نہین اس لئے تم میرے کاندھے پر سوار ہو تاکہ یہہ کار عظیم تمہارے ہاتھ سے انجام پائے بروایتے فرمایا اے علیؑ تمنے ابتدا سے تائید اسلام مین مشقتین جھیلین مصائب اُٹھائے تا اینکہ نشان دین و ایمان تمہارے زور بازو سے قائم ہوا پس سزاوار ہے کہ آج تمہارا رتبہ عالی و شان رفیع دوست و دشمن پر ظاہر ہو پس تم میرے شانے پر سوار ہوکر ان بتونکو گراؤ پس سید المرسلین خم ہوتے اور امیر المومنینؑ نے دوش نبی پر چڑھ کر رتبہ معراج حاصل کیا شاعر کہتا ہے ؎ زہے نقش پائے کہ بر دوش احمد ٭ ز مہر نبوت مقدم نشنید ٭ ودیگر ؎ مرتضیٰ آنکہ شہہ مسند عالی نسبت ٭ آفتابیست کہ برج شرفش دوش نبی است ٭ کتاب قطب شاہیہ میں کہ ۱۰۵۸ھ ہجری مین سلطان ابو المظفر عبد اللہ قطب شاہ والی دکن کے نام پر لکھی گئی اور الحق ایک نفیس و لطیف کتاب ہے بعض محققین عرفا سے نقل کیا ہے کہ شب معراج جبکہ محب و محبوب مین ملاقات معنوی ہوئی۔ اور خلوت خانہ خاص یعنے منزل قاب قوسین او ادنیٰ مین ہمکلامی و راز و نیاز کی خصوصیت حاصل کی۔ تو اشرف انبیا کو بباعث کمال ہیبت و وحشت ایک حرارت بدن اقدس مین محسوس ہونے لگی کہ اگر الطاف الٰہی اسکا تدارک نہ کرے تو طاقت بشری اس تپ محرق کی تاب لانے مین عاجز تھی مگر رحمت کاملہ خداوندی فوراً شامل حال ہوکر ید قدرت نامتناہی شانہ حضرت رسالت پناہی سے مس ہوا کہ وہ حرارت ایسدم مبدل بہ برودت ہوگئی۔ تب روز فتح مکہ بتون کے توڑنیکی وقت امیر المومنینؑ نے جو پائے مبارک شانہ اطہر پیغمبر پر رکھا اتفاق سے اُسی مقام پر پہنچا جہان کہ دست رحمت ایزدی مس ہوا تھا اور فضیلت بالائی فضیلت حضرت مرتضوی کو حاصل ہوئی چنانچہ حسان بن ثابت انصاری نے اس مضمون کو نظم کیا ہے ؎ وَالنَّبِیُّ المُصطَفٰی قَالَ لَنَا ٭ لَیلَۃَ المِعرَاجِ لَمَّا صَعِدَہٗ ٭ وَضَعَ اللہُ بِظَھرِی یَدَہٗ ٭ فَاَحَسَّ القَلبُ اَن قَد بَرَدَہٗ ٭ وَعَلِیٌّ وَاضِعٌ اَقدَامَہٗ ٭ فِی مَحَلٍّ وَضَعَ اللہُ یَدَہٗ ٭ ترجمہ بر کتف مصطفےٰ ید قدرت نہادہ حق ٭ شام وصال دین سخن از قول مصطفےٰ است ٭ جائیکہ حق بر آن ید قدرت نہادہ بود ٭ از روئے احترام بر آن پائے مرتضیٰ است ٭

استلام حجر اسود کا چھونا یا بوسہ لینا لبون سے یا ہاتھون سے یا کسی اور شے سے ۱۲

الغرض رسولخدا نے فرمایا یا علی تم نیچے جہان کہ چاہتے تھے عرض کی ہاں۔ یا رسول اللہ قسم بخدا کہ اپنے تئین ایسا پاتا ہوں کہ اگر چاہوں تو آسمان کو ہاتھ لگا دوں اور ایک روایت مین ہے کہ آپ نے پوچھا یا علی تم اپنے تئین کیسا پاتے ہو عرض کی یا حضرت مین دیکھتا ہوں کہ تمام پردے میرے آنکھوں کے سامنے سے اٹھ گئے ہین اور گویا سر میرا ساق عرش تک پہنچا ہے جس چیز کیطرف ہاتھ بڑھاؤں میرے ہاتھ مین آجائے آپ نے فرمایا کہ خوشا حال تمہارا کہ کار حق کرتے ہو اور خوشا حال میرا کہ بار حق اٹھاتے ہوں خلاصہ یہ کہ امیر المومنین نے تمام بت جو اوپر رکھے تھے نیچے ڈالدئے اور بت کلان بنی خزاعہ کا جسکا نام ہبل تھا اُسے اس زور سے زمین پر پٹکا کہ گر کر چکنا چور ہو گیا۔ پھر وہ جناب میزاب کے قریب سے کود پڑے اور کود کر ہنسنے لگے رسولخدا نے پوچھا یا علی تم کیوں ہنسے عرض کی اس لیے ہنسا کہ اتنے اونچے سے گرا اور کسی طرح کا الم مجھے نہ پہنچا۔ فرمایا کیونکر تمکو الم پہنچتا کہ محمدؐ نے تمہین اُٹھایا اور جبرئیل نے اُتارا روایت ہے کہ بت ہبل ٹوٹ گیا تو زبیر بن العوام نے ابوسفیان بن حرب سے کہا دیکھا تو نے یہ بت جسپر بروز احد تو ناز کرتا تھا اور کہتا تھا اعل ہبل آج ریزہ ریزہ ہوکر خاک مین ملگیا۔ ابوسفیان نے کہا اے زبیر مجھکو ملامت نہ کر تحقیق کہ اگر خدائے محمدؐ کے سوا کوئی اور خدا ہوتا تو صورت دگرگون ہوتی اور رسولخدا و علی مرتضےٰ کیطرف اشارہ کرکے کہا بجز ان دو کے کہ انہوں نے تو بتوں کی پرستش نہین کی اور ہم تم سب ان کے آگے سجدہ کرتے اور معبود جانتے تھے صرف آگے پیچھے کا فرق ہے کوئی چار دن پہلے اسلام لے آیا کوئی بعد مین عبد اللہ بن عباس کہتے ہین کہ علیؑ کے لئے چار فضیلتین ایسی ہین کہ اگر تمام عالم کے لوگون پر تقسیم کیجائین تو سب کے لئے وسعت رکھ سکتی ہین۔ اوّل۔ یہ کہ وہ سب سے پہلے اسلام لائے کبھی بت کی عبادت نہین کی اور اصلاً شراب نہین پی۔ دوسری فضیلت یہ جبرئیل حقتعالیٰ کیطرف سے وحی لیکر نازل ہوتے تھے تو وہ انکے پرون کی آواز محسوس کرتے تھے۔ ہم مین کسی اور کو محسوس نہ ہوتی تھی تیسری جب حق تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ فاطمہ صلوات علیہا کو انکے ساتھ تزویج کرے تو حور العین کو حکم کیا کہ زینت کرکے ایک جگہ جمع ہون اور طوبیٰ کو حکم کیا کہ دُر و یاقوت نثار کرے پس اس نے اس قدر جواہرات تصدق کئے کہ پہاڑون اور ٹیلوں کے برابر انبار لگ گئے ان جواہرات کو حورون نے اٹھایا اور باہم ہدیہ بھیجتی ہین اور کہتی ہین کہ یہہ ہدیہ ہے علیؑ و فاطمہؑ کا۔ چوتھی فضیلت یہ کہ جب رسولخدا نے مکہ فتح کیا تو علیؑ کو اپنے دوش مبارک پر سوار فرمایا۔ اور بتون کو انحضرتؐ کے ہاتھ سے تڑوایا بعض علماء شیعہ نے افادہ فرمایا ہے کہ دشمنان جناب امیرؑ چاہتے ہین کہ اتنی بڑی فضیلت کو انحضرتؐ کی شادین چنانچہ اسکی تاویل مین کہتے ہین کہ اگر رسولخدا نے انحضرتؐ کو اپنے دوش مبارک پر چڑھایا تو کیا ہوا ہر شخص اپنے بچون کو کاندھے پر چڑھاتا ہے۔ فضیلت تو ابوبکر کے لئے ہے جنہون نے بروز غار رسول اللہ کو اپنے پشت پر سوار کیا۔ مگر یہ قول انکا براہ عداوت و عناد ہے اگر یہ امر باعث فضیلت جناب ولایتمآبؑ نہوتا تو بزرگان محدثین و مفسرین اہل سنت مثل احمد بن حنبل و ابو یعلی الموصلی و خطیب خوارزم وغیرہ اسکو مقام فضیلت مین نہ لکھتے حالانکہ انہون نے اس سے آپکی فضیلت ثابت کی ہے اور شعرا نے اس بارے مین شعر کہے ہین۔ دوسرے یہہ کہ دوش مبارک رسولؐ پر سوار ہونا ایک منزلت شریف و مرتبہ عظیم ہے۔ جسکا مثل نہین اس لئے کہ دوش نبی اشرف ہے عرش و کرسی سے جیسے کہ نبیؐ اشرف ہین عالم

طعن زبیر بر ابوسفیان و جواب او

علوی و سفلی سے پس سوار ہونے والا ایسی شریف جگہ پر کیونکر افضل نہوگا۔ اس کے سوا یہ قصہ اور چند فضیلتون پر مشتمل ہے پہلی شرکت جناب امیرؑ کی رسولخدا کے ساتھ بتون کے توڑنے مین ظاہر ہے کہ تمام افعال رسولخدا نیک مین خاصکر بت شکنی کہ افضل اعمال ہے پس شرکت رسول اللہ کی افضل اعمال مین کسقدر فضیلت رکھتی ہے۔ دوسرے معین و مددگار ہونا اُس جناب کا پس کیونکر وہ حضرت انسے افضل نہونگے جو رسول اللہ کو نرغہ اعدا مین چھوڑ کر بھاگ گئے ہوں تیسرے وہ جناب باذن و اجازت رسول اللہ صلعم کعبہ پر کہ افضل اماکن ہے چڑھے واسطے توڑنے بتون کے غرض جیسے معراج باعث فضیلت رسولخدا ہے ویسے ہی یہ امر باعث فضیلت علی مرتضیٰ ہے۔ تعجب ہے کہ یہ حضرات صرف اتنی بات سے کہ ابوبکر رسولخدا کے ساتھ غار مین رہے بڑی بھاری فضیلت ابوبکر کی ثابت کرتے ہین اور ایسی بڑی فضیلت جناب امیرؑ کا اقرار نہین کرتے چوتھی فضیلت یہ ہے کہ بتوں کو توڑا یہ امر صریح باعث اعزاز دین و ذلت و نکبت مشرکین ہوا۔ حضرت ابراہیمؑ نے بھی بت توڑے تھے مگر چھپکر نہ علانیہ اور کہا تھا کہ تمہارے بڑے بت نے یہ کام کیا ہے پوچھو اس سے اگر بولتا ہو مگر رسولخدا و شیر الٰہ نے علانیہ کفار کے سامنے بتون کو توڑا تو یہ فعل انکا افضل ہے فعل خلیل اللہ سے۔ اور یہہ قول انکا کہ لڑکون کو سب اپنے کاندھے پر چڑھاتے ہین سراسر تعصب و عناد سے ہے کس لئے کہ سب کو معلوم ہے امیر المومنین اسوقت طفل صغیر نہ تھے بلکہ سن مبارک اُس جناب کا فتح مکہ مین تیس اکتیس سال کا تھا اتنی عمر کا آدمی ہرگز لڑکا نہین ہوتا۔ اور یہہ جو کہا کہ ابوبکر نے رسولخدا کو اپنی پشت پر اٹھایا تو بفرض تسلیم اسمین ہرگز کوئی فضیلت ابوبکر کے لئے نہین کس لئے کہ گدھے خچر گھوڑے اونٹ بھی تو حضرت کو اٹھاتے اور آپ اُن پر سوار ہوتے تھے پس اسمین اگر کوئی فضیلت خلیفہ اول کو ہوئی تو ان سواریون کے برابر ہوئی ظاہر ہے کہ بوقت اٹھانے ابوبکر کے اس جناب نے بوجہ نبوت کا نہین دکھایا تھا جیسا کہ اور سواریوں پر سوار ہوتے وقت اسکا اظہار نہوتا تھا۔ بخلاف اسوقت کے کہ بوجھ نبوت کا دکھانا منظور تھا تاکہ معلوم ہو کہ کوئی اسکو نہین اٹھا سکتا۔ کس لئے کہ جب جناب امیر سے جنہین یہ طاقت تھی کہ دو انگلیوں سے در خیبر اکھاڑ کر پھینکدیا یہ بوجھ نہ اٹھ سکا تو پھر اور کون اسکو اٹھا سکتا تھا القصہ مسجد الحرام کو بتوں کی نجاست سے پاک و صاف کرکے حضرت خیر الانام کعبہ کے اندر داخل ہوئے اور نماز نافلہ وہان بجالائے پھر در کعبہ کے بازوؤن کو ہاتھ سے پکڑ کر کھڑے ہوئے اور عمر بن الخطاب کو بلا کر کہا تم مجھکو جھٹلاتے اور میرے خواب کو دروغ بتلاتے تھے اور وعدہ ایزدی پر ایمان نہ لاتے تھے میرے خواب کی یہ تعبیر ہے جو آج دیکھتے ہو۔ پھر فرمایا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ صَدَقَ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ یعنے خدائے وحدہ لاشریک نے اپنا وعدہ وفا فرمایا اور اپنے بندہ کی نصرت کی اور تنہا قبائل و احزاب کو منہزم فرمایا۔ اسوقت شرفاء قریش جنہون نے آپ کو انواع و اقسام کی ایذائیں دی تھین مسجد مین خائف و ترسان منتظر تھے کہ حضرت انکے ساتھ کیا سلوک کرتے ہین۔ آپنے فرمایا اے معشر قریش تم کیا کہتے ہو اور کیا گمان رکھتے ہو میرے طرف سے عرض کی نقول خیراً و نظن خیراً ہم اچھا کہتے اور نیک گمان کرتے ہین آپ برادر کریم و پسر برادر کریم ہیں کہ ہم پر سب طرح کی قدرت رکھتے ہین چونکہ اس کلام مین انہون نے قصہ حضرت یوسف و برادران یوسف کیطرف اشارہ کیا تھا تو آپنے فرمایا مین بھی تم سے وہی کہتا ہون جو یوسف نے بوقت قدرت اپنے بھائیون

کہا تھا لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ یَغْفِرُ اللّٰهُ لَکُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ کہ تم پر آج کوئی گرفت نہین خدا تمہارا گناہ بخشے اور وہ ہر زیادہ رحم کرنیوالا
رحم کرنیوالونکا - بعد ازان فرمایا فَاذْهَبُوْا اَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ جاؤ تم غلامان آزاد کردہ ہو - چنانچہ اہل مکہ کہ بروز فتح یا اُس کے بعد مسلمان ہوئے
اُسی روز سے طلقا آزاد کردہ کہلاتے ہین **فائدہ** - معاویہ بن ابوسفیان طلیق پسر طلیق ہے بلا شک و شبہ مگر ابن حجر ہیتمی مکی نے ایک رسالہ مسمی
بتطہیر الجنان واللسان عن الخطور والتفوہ بثلب سیدنا معاویۃ بن ابی سفیان" حمایت معاویہ مین لکھکر بہت کچھ اس کی مدح گستری کی ہے اور حق یہ ہے
کہ تعصب و ہٹ دھرمی کی خوب دل کھولکر داد دی ہے یہین اس کے اسلام کی نسبت بھی لکھا ہے کہ معاویہ بروز حدیبیہ یا بعد اس کے سنہ سات
ہجری مین اسلام لایا مگر بخوف اپنے ماں باپ کے کہ کہین نفقہ نہ بند کر دین اُسکو چھپاتا اور ہجرت سے کنیاتا رہا تا آنکہ بروز فتح اسلام کا
اظہار کیا **ہمارے** نزدیک اس توجیہہ مین شیخ ابن حجر سے ایک یہہ فروگذاشت ہوگئی کہ انہون نے بضمن مدح حضرت معاویہ انکے والدین
کی تنقیص فرمائی حالانکہ اس کتاب مین انہون نے انکی مداحی مین بھی تقصیر نہین کی چنانچہ یہان سے تھوڑے ہی آگے بڑھ کر ابوسفیان کی نسبت
افادہ فرماتے ہین فَحَسُنَ اِسْلَامُهٗ وَتَزَایَدَ صَلَاحُهٗ حَتّٰی صَارَ مِنْ اَفَاضِلِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَاَکَابِرِ الصَّادِقِیْنَ یعنی ابوسفیان کا اسلام
خوب ہوا اور اس کی صلاح و تقوے نے زیادتی پکڑی تھی کہ وہ (ابن حجر جیسے) مومنین و صادقین سے اکبر و افضل ہوگیا - اور والدہ
خال المومنین ہند بنت عتبہ کی نسبت لکھتے ہین فَاطْمَأَنَّتْ اِلَی الْاِسْلَامِ کہ اسکو صحابہ کو مسجد الحرام مین مشغول عبادت دیکھکر اسلام پر
اطمینان کامل حاصل ہوگئی - پھر ذرا آگے چلکر کہتے ہین وہ بہت بیدار مغز و ہوشیار تھی بمجرد بیعت گھر پر جا کر اُس بت کو جو گھر مین رکھ چھوڑا
تھا پیرون مین کچلکر ریزہ ریزہ کر دیا کہ ہم تجھ سے دھوکہ مین رہے پس ایسے عقلاء کاملین و افاضل صادقین کے لئے تھوڑے ہی عرصہ
پیشتر ایسا پکا کفر ثابت کرنا کہ معاویہ اُن کے خوف سے اظہار اسلام نہ کر سکا بلا شبہ انکے رتبہ کو گھٹانا اور شان کو کم کرنا ہے - دوسرے یہ کہ
صرف روٹی کپڑا بند ہو جانے کے خوف سے معاویہ جیسے ہٹے کٹے جوان آدمی کا جو ہر طرح محنت و مزدوری کر کے پیٹ پال سکتا تھا
دو سال نہایت سال بھر تک بتون کے آگے سر رگڑتے رہنا اور اظہار اسلام سے جی چرانا ثبوت تقیہ کی ایسی روشن مثال ہے کہ اس کی نظیر
شیعون کے ہان کبھی نہ ملے گی تعجب ہے کہ یہ حضرات ان لوگونکی حمایت مین ایسے از خود رفتہ ہو جاتے ہین کہ انکو اپنے مسائل مسلمہ کی بھی خبر
نہین رہتی - معاویہ کو طلقاء و مولفۃ القلوب سے نکالنے مین یہ اہتمام کہ دنیا بھر کے مورخون کے خلاف فتح مکہ سے سال بھر پہلے اسکا اسلام فرض
کر کے صندوق تقیہ مین بند کیا جائے اور حضرت ابوطالب حامی و سرپرست رسول اللہ کا اسلام کہ صرف اسلام و صاحب اسلام کے فائدہ کی
نظر سے اسکا اعلان نہ ہوا سرے ہی سے قبول نہو گو انکے اشعار آبدار بصدائے بلند اس کی گواہی دین اور گو اجماع اہل بیت اسپر منعقد ہوا اور
ہر چند عباس بن عبد المطلب مرتے وقت انکی زبان سے کلمہ شہادتین سماعت فرمائین چنانچہ یہہ امور بیشتر تاریخ ابوالفدا وغیرہ سے نقل ہوئے
الحاصل معاویہ کا طلیق ہونا مثل روز روشن ثابت و مبرہن ہے حاجت اقامت دلیل نہین رکھتا - امیر المومنین ایک خط مین اسکو لکھتے
ہین وَاَمَّا قَوْلُكَ اِنَّا بَنُوْ عَبْدِ مَنَافٍ فَکَذٰلِكَ نَحْنُ وَلٰکِنْ لَیْسَ اُمَیَّةُ کَهَاشِمٍ وَلَا حَرْبٌ کَعَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَلَا اَبُوْسُفْیَانَ
کَاَبِیْ طَالِبٍ وَلَا الْمُهَاجِرُ کَالطَّلِیْقِ وَلَا الصَّرِیْحُ کَاللَّصِیْقِ وَلَا الْمُحِقُّ کَالْمُبْطِلِ وَلَا الْمُؤْمِنُ کَالْمُدْغِلِ یعنی تیرا یہ کہنا کہ ہم اولاد

عبد مناف ہین درست ہے مگر اُمیّہ ہاشم کی مثل نہین نہ حرب عبد المطلب کے برابر نہ ابوسفیان ابوطالب کے مقابل علیٰ ہذا راہ خدا مین ہجرت
کرنیوالا غلام آزاد کردہ کی مانند نہین ہے اور نہ صریح النسب الحاقی و الصاقی کی مثل ہو سکتا ہے ایسا ہی اہل حق و باطل مین فرق ہے اور مومن
و دغا باز مین امتیاز اس کلام مین آنحضرت نے اپنے تئین مہاجر صریح محق و مومن سے تعبیر فرمایا اور معاویہ کو اس کے خلاف طلیق لصیق مبطل و
مدغل کہا - بس یہی ایک ارشاد شیعون کے لئے کافی ہے اور قول ابن حجر مثل گوز شتر انکے نزدیک ذرا وقعت نہین رکھتا - القصہ حضرت رسولخدا
نے مواعظ شافیہ و احکام دین مسلمانونکو تلقین کئے پھر فرمایا یا ایہا الناس مکہ ابتدائے خلقت عالم سے حرم محترم خدا ہے اور روز قیامت تک حرم
رہیگا اسمین انسان کا قتل کرنا جانور کا شکار کھیلنا بلکہ درخت و گیاہ حرم تک کاٹنا کسی کو جائز نہین ہمارے لئے صرف ایک ساعت کو خونریزی
جائز ہوئی پھر حرمت بحال خود عود کر آئی لکھا ہے کہ چند اشخاص اراذل و اوباش مکہ سے باشارہ اشراف آپکے اصحاب سے بجنگ پیش آئے
تھے لاجرم آپنے بھی اجازت جنگ دی مگر تھوڑی ہی دیر مین جبکہ معروض رائے ہوا کہ قریش ہلاک ہوئے جاتے ہین ممانعت فرمائی اِلّا خزاعہ کہ انکو
عصر تک بنی بکر کو قتل کرنے کی اجازت ہوئی تھی **حکایت** چند نفر بزرگان قریش سے ایک جگہہ اکٹھے بیٹھے تھے کہ اتنے مین ظہر کا وقت
آیا اور بلال بن رباح نے حسب الحکم بام کعبہ پر جا کر اذان دی - عکرمہ بن ابوجہل نے کہا کیسا برا معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص بام کعبہ پر مثل گدھے
کے چیختا ہے - خالد بن اسید بولا خدا کا شکر ہے کہ آج ابو عتاب (پدر خالد مذکور) زندہ نہین کہ اس حبشی زادہ کو سقف خانہ پر دیکھتا اور اسکے
مکروہ آواز کو سنتا - سہیل بن عمر نے کہا بھائیو یہ خانہ خانۂ خدا ہے اگر منظور خدا ہوگا تو وہ ان حالات کو بدل دیگا - ابوسفیان بن حرب
بھی شامل جلسہ تھا کہنے لگا لیکن مین تو اس بارے میں کچھ نہین کہتا کیونکہ جانتا ہون کہ یہہ دیوارین بھی محمدؐ کو ماجرے کی خبر کر دین گی - حضرت رسولخدا
کو وحی کے ذریعہ ان چار یارون کی باتین معلوم ہوئین تو آپنے انکو بلوا کر ہر ایک کا کلام اس سے نقل کیا عتاب بن اسید برادر خالد نے عرض کی
یا رسول اللہ ہم نے واقعی یہ باتین کہی ہین لیکن اب استغفار کرتے ہین ابوسفیان نے کہا یا رسول اللہ آپ جانتے ہین کہ مین کچھ نہین بولا حضرت
متبسم ہوئے اور اس کی تصدیق فرمائی ؛ **کشتن خالد بن ولید مسلمانان بنی جذیمہ را** - قوم جذیمہ پسر عامر بمقام یلملم و غمیصا از
مکہ سے دو منزل دور رہتی تھی - یہہ لوگ رسول اللہ کی خدمت مین آکر مسلمان ہو گئے تھے اور نامۂ امان آنحضرت سے لیکر اپنے وطن مین مساجد
تعمیر کر کے مسلمانی قاعدے سے زندگی بسر کرتے تھے اسوقت کہ حضرت رسولخدا مکہ مشرفہ مین وارد ہوئے چاہا کہ انکے حال سے آگاہ ہون
کہ آیا اپنے عہد و اقرار پر قائم ہین یا نہین لاجرم خالد ولید کو ساڑھے تین سو سوار کہ بعض ان مین مہاجر و انصار و اکثر بنی سلیم اس کے ہم قوم تھے
دیکر اس طرف روانہ کیا کہ خبر مشخص لائے چونکہ مقصود محض ان کے حال کا دریافت کرنا تھا اس لئے بر تقدیر انکے کفر و ارتداد کی بھی رخصت جنگ و
پیکار نہ تھی - لیکن خالد نے چاہا کہ جس طرح ہو اس قوم کو تباہ و برباد کیجئے اور کینہائے دیرینہ انسے لیجئے نقل ہے کہ خالد کا چچا فاکہہ بن المغیرہ اور
عبد الرحمن بن عوف کا باپ عوف بن عوف کسی زمانے مین اس قبیلہ مین مارے گئے تھے دو نون یمن کی تجارت سے مال لیکر واپس آرہے تھے
اثنائے راہ مین اس قبیلہ مین فروکش ہوئے انہون نے بطمع مال انکو قتل کر کے مال لے لیا تھا یہہ کینہ اس کے دلمین تھا حالانکہ انکے قاتلون سے

ـه بنابر مشہور کہا ورنہ روایات شیعہ اُمیّہ عبد مناف کا بیٹا نہ تھا غلام تھا ۱۲ منہ

اسوقت کوئی زندہ نہ تھا اور اسلام جاہلیت کے قضیوں جھگڑون کو بہت تشدد سے محو و منسی کر چکا تھا۔ مگر یہان ان باتون کی کیا
پرواتھی بکمال جوش و خروش اس سرزمین مین پہنچے انکو کیا خبر تھی کہ مسلمان ہمارا حال دریافت کرنیکو آرہے ہین یا ہماری جان لینے کو لشکر لارہے
ہین ہمسایہ قبیلون سے آئے دن جنگ و جدال رہتے تھے جانا کہ اب بھی کوئی انہین سے چڑھ آیا ہے لاجرم مسلح ہوکر انکے دفعیہ کو نکلے روضۃ
الاحباب مین ہے کہ خالد نے انسے پوچھا کہ تم کون لوگ ہو کہا مسلمان پانچوں وقت کی نماز پڑھنے والے اور دین نبیؐ کی تصدیق
کرنیوالے ہین اپنے درمیان مسجدین بنائی ہین انہین بہانگ بلند اذان کہتے اور شعار دین کو برپا رکھتے ہین خالد نے کہا پھر ہتھیار کس لیئے لگائے
ہین کہا ہمارے بعض اعراب سے عداوت ہے تمکو دور سے آتے دیکھ کر سمجھے کہ کہین وہ نہ چڑھ کر آئے ہوں مگر خالد نے انکا عذر قبول نہ کیا اور کہا
اگر مسلمان ہو تو ہتھیار ڈالدو انہون نے بے تامل ہتھیار ڈالدیئے تب اس نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ انکی مشکین باندہ لو اور ہر ایک اسیر کو اپنے
اصحاب سے ایک ایک کے سپرد کیا پس مردان قبیلہ اس کے لشکر مین قید تھے اور اطفال و زنان خیمون مین مصروف آہ و فغان تا اینکہ ایک رات
اس سفاک نے حکم دیا کہ ہر شخص اپنے قیدی کو قتل کرے بنی سلیم نے حسب الامر اپنے اسیرون کو مار ڈالا الا مہاجر و انصار نے بیگناہ مسلمانوں
کے خون پر ہاتھ نہ اٹھایا بلکہ انکو رہا کر دیا کہ بعض نے انسے حضرت رسول اللہ کی خدمت مین جاکر ماجرے بیان کیا۔ حضرت کو اس حال کے سننے
سے جس قدر غصہ آیا اور اس جماعت کثیر مسلمانوں کی ناحق خونریزی جتنی آپ پر ناگوار گزری اسکا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ حاضرین سے
فرمایا کہ خالد ولید نے مسلمانون کو مسجد مین جبکہ وہ مشغول جمعہ و جماعت تھے پکڑ کر قتل کیا پھر رو بقبلہ کھڑے ہوکر دست دعا بلند کئے اور تین
مرتبہ بدین عبارت خالد پر تبرا کیا اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَبْرَءُ اِلَیْکَ مِمَّا صَنَعَ خَالِدٌ خداوندا مین خالد کے فعل سے بیزار ہی ڈھونڈتا ہون تیری طرف
پھر اس قوم کی بیکسانہ مظلومیت کو یاد کرکے رحمت آپ پر طاری ہوئی اور گریان ہوئے یہ روایت روضۃ الاحباب و معارج النبوہ وغیرہ کتب
معتبرہ اہل سنت کی ہے اور نیز روضۃ الاحباب مین عبداللہ بن ابی حدرد اسلمی سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا مین سریہ خالد
مین شامل تھا اسیرون مین ایک جوان کہ اس کے ہاتھ گردن مین بندھے تھے میری رستی مین تھا اس نے کہا اے شخص ہو سکتا ہے کہ
مجھکو ذرا اس سامنے کے خیمہ مین ان عورات کے پاس لیچلے کہ انسے کچھ حاجت رکھتا ہوں پھر جو چاہنا میرے ساتھ کرنا مینے کہا یہ
کام بہت آسان ہے غرض مین اسکو وہان لیگیا وہ انہین سے ایک عورت سے ملا اور باہم کچھ باتین کین اور چند اشعار پڑھے پھر مین واپس
لے آیا جسوقت اسکو قتل کیا تو وہ عورت آئی اور بیتابانہ اس کی لاش پر گر پڑی اور دو تین نعرہ مار کر جان بحق تسلیم ہوگئی اہل سریہ نے واپس
آکر جب یہ قصہ حضرت رسول اللہ کی خدمت مین نقل کیا تو آپنے فرمایا اَمَا کَانَ فِیْکُمْ رَجُلٌ رَحِیْمٌ کیا تم مین ایک مرد بھی ایسا نہ تھا کہ
اسکو رحم آتا۔ القصہ ان دنون مال عظیم زر و سیم وغیرہ غنیمت مین رسول اللہ کے پاس آیا تھا وہ سب امیر المومنینؑ کو دیکر کہا کہ جاکر ان لوگون
کو رضامند کرین امیر کبیر تشریف لیگئے اور تمام مال اس قوم پر بدل کیا واپس آئے تو آپنے پوچھا یا علیؑ کیا کر آئے عرض کی یا رسول اللہ اول
جو لوگ انمین قتل ہوگئے تھے انکا خون بہا دیا اور جو حمل انکے ضائع ہوگئے تھے اس کے بدلے لونڈی غلام انکو بخشے پس مال کثیر میرے
پاس باقی رہا تو جو مال و اسباب انکا غارت ہوا تھا حتے کہ مشکون اور برتنون اور گدڑیوں کی رسیوں تک کا معاوضہ انکو بھر دیا تب بھی باقی

قصہ جوان مقتول

رہا تو معلوم و نامعلوم کامون کا بدلا دیا پھر بھی کسی قدر بچ رہا تو اس لئے انکو دیدیا کہ یا رسول اللہ وہ لوگ آپ سے راضی ہوجائین فرمایا یا علیؑ
تونے اس لئے انکو مال دیا کہ مجھ سے راضی ہوجائین خدا تجھ سے راضی ہو یا علی انت منی بمنزلۃ ہارون من موسٰی الا انہ لا نبی بعدی
بروایتے فرمایا یا علیؑ تونے مجھکو راضی کیا خدا تجھے راضی کرے اے علیؑ تو میری امت کا ہدایت کرنیوالا ہے سعید ہے وہ جو تجھے دوست رکھے
اور تیری پیروی کرے و شقی و بدبخت ہے جو کہ تجھ سے روگردان ہوتا بروز قیامت شیخ مفید علیہ الرحمہ کتاب ارشاد مین ارشاد کرتے ہین کہ
جو طریقہ کفر و عدوان کا براہ حمیت جاہلیت خالد نے اختیار کیا تھا اس سے قریب تھا کہ اسلام نظرون مین معیوب ہوجائے اور بجائے
رغبت کے لوگ اس طرف سے نفرت کرنے لگین پس نزدیک تھا کہ نظام دین اور اشاعت شرع مین خلل واقع ہوکر معاملہ درہم برہم
ہوجاتے اگر امیر المومنینؑ تشریف فرما ہوکر جلد زخمی دلون کی چارہ جوئی نہ کرین اور اس قوم ستمدیدہ کو دوبارہ رسول اللہ سے راضی نہ فرمائیں
آپنے کمال سیر چشمی سے ان شکستہ دلونکی تسلی کی اور مواد فتنہ و فساد کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا۔ ظاہر ہے کہ اس مجمع مین کوئی ایسا نہ تھا کہ اس
کام کو حسب لخواہ جناب رسالت پناہ انجام دیتا اسی لئے حضرت کو کسی دوسرے پر اعتبار و اعتماد نہوا تھا یہ ایک فضیلت ہے کہ اور دیکھے
تمام حق و باطل فضائل سے اعلیٰ و افضل ہے اور کوئی دوسرا اسمین آنحضرت کا شریک و سہیم نہین ❖ **غزوہ حنین** غزوہ مین حضرت
رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ کا آخری غزوہ ہے اس کے بعد کفار کو سر اٹھانے کی مجال نہ رہی اور تقریباً تمام ملک عرب پر مسلمانون کا
قبضہ و تصرف ہوگیا۔ اس غزوہ مین بھی شکست کے بعد اسلام کی فتح ہوئی۔ یہان بھی بجز چند اشخاص کے حضرت کی خدمت مین کوئی
نہ ٹھیرا بڑے بڑے یار غار جان نثار کے دعویدار آپ کو نرغہ کفار مین چھوڑ کر فرار کر گئے جیسا کہ آگے واضح ہوگا۔ اس لڑائی کا سبب یہ ہوا
کہ جب فتح مکہ کی خبر اطراف و جوانب مین منتشر ہوئی تو قبیلہ ہوازن و ثقیف نے کہ بزرگان قبائل سے تھے باہم مشورہ کیا کہ محمد کا اقتدار دن
بدن بڑھتا جاتا ہے اس روز افزون ترقی سے اندیشہ ہوتا ہے کہ ایک ایک دن وہ اس طرف کا بھی عزم کرین پس ہمکو چاہئے کہ سبقت
کرین اور کل کے کام کے لئے آج تیار ہوجائین ورنہ ملک و ملت دونو ہاتھ سے جاتے رہین گے آس پاس کے قبیلے مثل خثعم و نصر و سعد و
بنی ہلال وغیرہ کے بھی انکی امداد کو اٹھ کھڑے ہوئے الا قبیلہ کعب و کلاب کہ یہ دو جدا رہے غرض لشکر تیس ہزار مرد جرار کا جمگھٹ ہوگیا اور ان
لوگون نے مالک بن عوف نصری کو اپنا سردار اور ابو جرول کو علمدار بنایا مالک بن عوف ہر چند پہلوان زورمند الا ناآزمودہ کار تھا اس نے
لشکر کو حکم دیا کہ اپنے عیال و اطفال و مواشی و اموال سب ساتھ لیچلین تاکہ مال و ناموس کے لیے سپاہی جی توڑ کر لڑے اور کوئی میدان جنگ سے
بھاگنے نہ پائے ایک شخص درید بن الصمہ نصری نام اس لشکر مین تھا جسکی عمر بقولے ایک سو ساٹھ سال کو پہنچی تھی اور بباعث ضعف پیری اسکی
بصارت جاتی رہی تھی اسکو یمن و برکت کی غرض سے نہ بجنگ و جرات کے لئے ساتھ لیا تھا جب اسکو زنان و اطفال و اسباب اموال
کے ساتھ لانیکا حال معلوم ہوا تو مالک کو نصیحت کی کہ انکو لڑائی مین ساتھ لیجانا مناسب نہین اور کہا کہ جس قوم کا ستارہ اقبال عروج
ہوتا ہے اس کا کوئی لڑنیوالا جد و جہد مین اپنی طرف سے کوتاہی نہین کرتا۔ برعکس اس کے بخت برگشتہ کو کوئی چیز فرار سے نہین روک سکتی پھر
پوچھا کہ قبیلہ بنی کعب و بنی کلاب بھی ساتھ ہین یا نہیں کہا نہین درید نے کہا اگر تمہارا نصیب یاور ہوتا تو یہ دو نامور قبیلے کبھی تخلف نہ کرتے

قصہ درید بن الصمہ

میں دیکھتا ہوں کہ گویا تم نے میدان جنگ سے فرار کیا ہے اور تمہارا مال و اسباب مواشی و دواب و عورات و اطفال تمام غنیم کے ہاتھ آئے
مالک کو درید کی اس وریدہ دہنی پر بہت غصہ آیا۔ کہا اپنی زبان بند کر تو بہر فرتوت ہو گیا ہے اور ہوش و حواس تیرے بجا نہین رہے بے
سوچے سمجھے جو ملین آتا ہے کہدیتا ہے غرض مالک نے درید کی نصیحت نہ سنی اور لشکر ضلالت نے وہان سے کوچ کرکے مقام حنین مین نزول
کیا۔ اُدھر رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ کو اس جتھہ بندی کی اطلاع ہوئی تو آپنے اصحاب کو جہاد کی ترغیب دی اور حق تعالی کیطرف سے
وعدہ فتح و نصرت انکو سنایا کہ غلبہ پاؤگے اور انکے اموال و اولاد غنیمت مین تمہارے ہاتھ آئینگے پس لوگ جنگ کو آمادہ ہوئے علاوہ ان
دس ہزار مرد کے کہ پہلے سے آپکے ساتھ تھے دو ہزار بروایتے چھ ہزار طلقاء مکہ سے مستعد ہو گئے۔ آپنے تسو زرہین مع دیگر ساز و سامان
کے صفوان بن امیہ سے عاریت لین اور علم بزرگ حسب معمول امیر المومنینؑ کو عنایت کرکے کہا یا علیؑ اسکو لو کہ حق تعالی نے یہ فتح بھی تمہارے
نام پر لکھی ہے بس آپ آخر ماہ رمضان یا شروع شوال مین رہ گرائے مقصد ہوئے امیر المومنینؑ لوائے نصرت لئے آگے آگے جاتے
تھے۔ صاحب حملہ حیدری نے اس کیفیت کو اس طرح قلمبند کیا ہے ؎ چو آن شیر فیروز جنگ خدا ٭ روان شد بہ پیش نبی با لوا ٭
نیازم تراگفت فرخ سروش ٭ کہ ناموس عالم گرفتی بدوش ٭ تو گفتی کہ ایمان و صدق و یقین ٭ جوانمردی و ہمت و زور دین ٭ دگر جاہ
و کرم شوکت و اقتدار ٭ شکوہ و مہابت شکیب و قرار ٭ دگر عزم و اقبال و فتح و ظفر ٭ زیک جیب باہم برآوردہ سر ٭ ہمی رفت در پیش ضرغام
دین ٭ بدنبال او اشرف المرسلین ٭ عبد اللہ بن ابی خدرد اسلمی جسکو پیمبر خدا نے مشرکونکا حال دریافت کرنے کے لئے مکہ سے اس طرف کو بھیجا
تھا واپس ہو کر راہ مین حاضر خدمت ہوا اور مفصل کیفیت کثرت سپاہ و سامان کی اور بال بچون اور چارپاؤں کے ساتھ لانے کی معروض
رکتے کی حضرت یہ سنکر متبسم ہوئے اور فرمایا فضل خدا سے امید ہے کہ یہ تمام اشیا غنیمت مسلمانان ہوں پہلی بات کہ اس لشکر مین حادث
ہوئی حضرت ابوبکر کی نظر بد تھی جو انکو پہنچی چونکہ حضرت عتیق نے ایسا شاندار لشکر کبھی پہلے کاہے کو دیکھا تھا اوچھے برتن کی طرح چھلک
گئے اور کہنے لگے لن نغلب الیوم من قلۃ کہ آج ہم کمی لشکر کے سبب سے شکست نہ پائیں گے بقول صاحب روضۃ الاحباب یہ کلمہ انہون نے
خود رسول اللہ سے کہا چونکہ اسمین شائبہ عجب غرور تھا کہ فتح و نصرت مین کثرت سپاہ پر بھروسا کیا تھا خدا و رسول کو ناپسند پڑا بس اول مرتبہ
جو حنین مین مسلمانون کو شکست ہوئی اسکی علت یہی چشم زخم صدیق سُنیان تھی تاکہ آئندہ کوئی کثرت سپاہ پر اعتماد نہ کرے اور فتح و
نصرت کو صرف اس جل شانہ کی طرف سے جانے چنانچہ ارشاد ہے ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئا وضاقت
علیکم الارض بما رحبت ثم ولیتم مدبرین ۵ یعنے حق تعالی نے مقامات کثیرہ مین تمہاری نصرت کی اور بروز حنین
نصرت کی جبکہ تم کثرت لشکر پر مغرور تھے مگر کچھ فائدہ اس کثرت نے نہ بخشا اور زمین باین فراخی تم پر تنگ ہو گئی اور تم پیٹھ دکھلا کر بھاگ
گئے۔ تعجب ہے صاحب مدارج النبوۃ سے کہ باوجودیکہ اس کتاب کی بنا روضۃ الاحباب پر رکھی اور زیادہ تر مضامین کو اس سے نقل کرتے مگر
یہان پر اس کے قول کو ذرا درمیان مین نہین لاتے اور اسکا اور جملہ کتب تفسیر و حدیث کے خلاف اس جگہ کا قائل بجائے ابوبکر کے کسی اور شخص
مجہول الاسم و الجسم کو قرار دیتے ہین اور خلیفہ اول کو اس الزام سے بچاتے ہین مگر ولن یصلح العطار ما افسد الدھر جسکو زمانہ ہی فاسد کرے

عطار کیا اصلاح کریگا القصہ اِدھر سے ہوازن اور اُدھر سے مسلمان چلتے چلتے وادی حنین کے نزدیک پہنچے۔ اس وادی کے ایک جانب
میدان سطح و ہموار دوسری طرف درے اور پہاڑ تھے مالک بن عوف نے پہلے پہنچکر میدان مین ڈیرے لگا دئے اور فوج کو تعیین کیا کہ
درون اور گھاٹیون کے سرون پر مسلمانون کے گھات مین رہین رسول اللہ نے بعد نماز صبح لشکر کو ترتیب دیکر مونہہ اندھیرے آگے بڑھنے کا
حکم دیا راستہ تنگ تھا تمام فوج ایک جگہ سے نہ گزر سکی لہذا دستہ دستہ متفرق ہو کر مختلف گھاٹیون اور کوچون سے داخل ہوئے کفار کہ
گھات مین انکے منتظر تھے حملہ آور ہوئے مقدمہ لشکر پر خالد ولید مع قبیلہ بنی سلیم تھا انکے صدمہ کی تاب لاکر الٹے پاؤن پیچھے پھرا سُنی
صاحبان اسکو سیف اللہ کہتے ہین کیا سیف خدا کا یہی کام ہے کہ معرکہ زحف سے فرار کرے اور اورون کے بھی فرار کا باعث ہو روضۃ
الاحباب مین ہے کہ سب سے پہلے خالد نے فرار کیا اس کے پیچھے کفار قریش نے کہ قریب العہد بجاہلیت تھے بعد ازان باقی اصحاب مہاجر و
انصار بھاگے رسولخدا اس روز خچر سفید رنگ پر جسکو فروہ جزامی نے حضرت کو ہدیہ مین بھیجا تھا سوار تھے اصحاب کو پکارتے تھے کہ اے
انصار خدا و رسول مین بندۂ خدا و رسول اسکا ہون کبھی کہتے تھے الی این ایہا الناس لوگو کہان بھاگے جاتے ہو مگر اصحاب اس طرح
بھاگنے مین معروف تھے کہ ذرا پیچھے مڑ کر نہ دیکھتے تھے۔ قریش کہ تازہ مسلمان اور حسد و کینہ سے بھرے ہوئے تھے ہنستے اور ان پر طعن
کرتے تھے کوئی کہتا تھا کہ اصحاب محمدؐ ایسے بھاگے جاتے ہین کہ سمندر کے کنارہ سے اس طرف کہین دم نہ لینگے دوسرا کہتا تھا کہ آج
محمدؐ کا سحر باطل ہوا ایک نے صفوان بن امیہ سے کہا تجھکو بشارت ہو کہ محمدؐ اور انکے اصحاب بھاگ گئے اس نے کہا کیا خاک بشارت ہے
قریش سے ایک شخص ہمارا بادشاہ ہو وہ اچھا ہے یا ہوازن سے ہو وہ اچھا ہے منقول ہے کہ نسیبہ بنت کعب بھگوڑوں کے مونہہ پر
خاک ڈالتی اور کہتی کہ خدا و رسول سے بھاگ کر کہان جاؤگے مگر مطلق اثر نہ تھا۔ یہ نسیبہ وہی شیر دل عورت ہے جسکا حال پیشتر جنگ احد
کے بیان مین ناظرین کو معلوم ہے اسوقت حضرت عمر خطاب نسیبہ کے سامنے سے گزرے تو اس نے للکارا اے عمر یہ کیا کام ہے جو تم کرتے
ہو عمر نے کہا خدا کا حکم یہی ہے۔ کیا خوب خدا کا حکم یہی تھا کہ اس کے پیغمبر کو تیس ہزار تلوار کے تلے چھوڑ کر معرکہ جہاد سے بھاگ جاؤ
حضرت ابوبکر جنکو کثرت سپاہ پر بہت گھمنڈ تھا پہلے ہی چلدئے تھے ابن ابی الحدید انکی نسبت اپنے قصیدہ رائیہ مین کہتا ہے ؎
ولیس بنکر فی حنین فرارہ ٭ ففی احد قد فر خوفا و خیبرا ۔ یعنی ابوبکر کا جنگ حنین مین فرار کرنا کوئی انوکھی بات نہین وہ اس سے
پیشتر جنگ احد و جنگ خیبر مین بھی ڈر کر بھاگ چکے ہین حقیر مؤلف کہتا ہے کہ یہ ہین ممدوحین اہل سنت جنکی دل کھولکر لمبی چوڑی تعریفیں
کرتے کرتے بھی انکے پیٹ نہین بھرتے ابتدا مین جبکہ ہمت و جوانمردی کے اسلام مین سخت حاجت تھی تو یہ امور کبھی بھولکر بھی ان بزرگوں
سے ظاہر نہ ہوئے ہمیشہ معرکہ جنگ میں پیٹھ دکھاتے ہی نظر آئے۔ ثانی الحال بنیاد دین مضبوط ہو گئی اور اس شجرہ طیبہ نے جڑ پکڑلی تو ہین
شاخ و برگ پھول پھل آنے ہی تھے نہ کیونکر آتے۔ فخریہ کہا جاتا ہے کہ خلیفہ ثانی کے عہد مین اس قدر شہر فتح ہوئے۔ ہم کہتے ہین بیشک
ہوئے۔ مگر یہ تو بتائیں کہ کبھی حضرت نے بھی اپنے ہاتھون کوئی کارنمایاں کرکے دکھایا۔ یہ نہیں تو بڑی فتوحات جنمین وہ شریک تک
ہوتے تھے کچھ انکے لئے فائدہ مند نہیں اسوقت بھی حضرت امیرؑ کی حکمت و تدبیر ہی کام کرتی تھی جیسے کہ ابتدا میں انکی زور شمشیر سے

کار روائی ہوتی تھی اب انکی نیک صلاح و مشورہ کی برکت سے مسلمانون کو یہہ کامیابیان نصیب ہوتی تھین - چنانچہ آئندہ اس مجموعہ کے ناظرین پر بھی یہہ بات کسیقدر ظاہر ہوجائیگی علاوہ برین بقول اہل سنت رسولخدا خود فرما گئے تھے کہ ہمارے بعد حق تعالیٰ اس دین کی فاسقون فاجروں سے نصرت کرائیگا چنانچہ حدیث ان اللہ یؤید ہذا الدین بالرجل الفاجر صحیح بخاری تک مین موجود ہے اس حدیث کے موافق انحضرت کی مدح و ستائش کی ذرا بھی گنجائش نہین رہتی بلکہ اور الرجل الفاجر کی مصداق ٹھہر جائیں تو تعجب نہین بالجملہ وعدۂ الٰہی تھا کہ کسرے و قیصر کے ملکون پر اسلام کا قبضہ ہوجائیگا اور مدائن و قسطنطنیہ کی دیوارون پر اسکا پھریرا لہرائیگا سو اسکے آثار حضرت رسالت پناہی کے زمانے مین بزور بازوی یداللٰہی دکھائی دینے لگے تھے کہ اکثر عرب مشرکون کافرون سے پاک ہوگیا تھا - اس امن و آسائش کے زمانے مین اگر اہنون نے بھی گھرون مین بیٹھکر تنگے زبانی انکے چلائے تو فخر کی کیا بات ہے **القصہ** سولہ ہزار مرد سے اس بھاگ دوڑ مین صرف چار شخص حضرت کی خدمت مین رہ گئے باقی تمام بھاگ نکلے اول و افضل انمین امیر المومنین تھے کہ پیش روئے سید المرسلین تیغزنی و سرافشانی کفار نابکار مین مشغول تھے - اور حقیقت یہہ ہے کہ جو کوئی ٹھیرا آپ ہی کے ٹھیرنے سے ٹھیرا اسی لئے بعض ظرفا علما نے کہا ہے ابو بکر عانہم و علی اعانہم کہ ابو بکر تو وہ تھے جنہون نے اس لشکر کو بد نظر لگائی اور علی وہ کہ جنہون نے انکی اعانت کی دوم عباس بن المطلب عم محترم رسولخدا کہ آنحضرت کے اشتر کے آگے آگے تھے سوم ابو سفیان بن حارث بن عبد المطلب آپ کے دوسرے چچازاد بھائی کہ وہی رکاب خچر کی تھامے ہوئے تھے چہارم عبد اللہ بن مسعود صحابی کہ آپکے بائیں طرف تھے - بروایتے دس اشخاص ثابت قدم رہے نو بنی ہاشم سے یعنی امیر المومنین و عباس و فضل و قثم پسران عباس و ابو سفیان و ربیعہ پسران حارث بن عبد المطلب و عبد اللہ بن زبیر بن عبد المطلب و عتبہ و معتب پسران ابو لہب دسویں ایمن پسر ام ایمن انصاری سے روایت ہے کہ مالک بن عوف سر عسکر کفار نے میدان خالی پاکر چاہا کہ آگے بڑھکر حضرت رسولخدا پر حملہ کرے تو اسوقت ایمن انصاری اس کے سد راہ ہوئے مالک نے ایک ضرب تلوار کی انکی لگائی جس سے اس سعادتمند نے سعادت شہادت حاصل کی ایمن کے قتل کے بعد مالک نے اور آگے بڑھنے کا ارادہ کیا تو اسکا گھوڑا باعجاز رسالت پناہ رک گیا اور آگے نہ بڑھا پس حضرت رسولخدا نے تلوار میان سے کھینچ لی اور استر دلدل کو جس پر آپ سوار تھے مہمیز کیا اور بنفس نفیس کفار پر حملہ آور ہوئے اور اس عبارت کو بطور رجز پڑھتے تھے ۵ انا النبی لا کذب + انا ابن عبد المطلب ایسے پر آشوب حالت مین آپکا زور زور اس رجز کو پڑھنا گویا ہجوم اعدا کو اپنی طرف بلانا تھا حالانکہ اسوقت گھوڑے پر بھی نہین آپ خچر پر سوار تھے جو اصلا کودنے پھاندنے دوڑنے بھاگنے کی صلاحیت نہین رکھتا یہہ امر انحضرت کے کمال شجاعت و دلاوری و اطمینان قلب و وثوق وعدہ ایزدی پر دلالت کرتا ہے کہتے ہین کہ اس لڑائی کے سوا رسول اللہ کو کہین خود بدولت لڑنیکا اتفاق نہین ہوا **مروی** ہے کہ اس گیر و دار مین عباس نے امیر المومنین کو نزدیک دیکھا تو حیران ہوئے کہ ایسے نازک وقت مین کرار غیر فرار کہان گئے فضل انکی بیٹے نے دور سے برق شمشیر انکو دکھلا کر کہا کہ وہ مین کہ خرمن ہستی کو دشمنون کے جلاتے اور مایہ حیات کو انکے خاک مین ملاتے ہین عباس نے غور سے

دیکھکر ضربت حیدری کو پہچانا تو کہا نیکو کار ہے پسر نیکو کار کا عم و خال اس کے فدا ہوں اسپر پھر فضل کہتے ہین کہ امیر المومنین نے چالیس کافر اس روز اپنے ہاتھ سے قتل کئے جس پر تلوار لگاتے دو برابر حصے اسکے ہو جاتے تھے حتے کہ بینی و ذکر تک بھی برابر تقسیم ہوتے اور ضربت اس جناب کی ہمیشہ یکہ ہوتی تھی یعنے پہلے ہی چوٹ مین دشمن کا کام تمام کر دیتے تھے دوسرے کی حاجت نہ رہتی تھی - نقل ہے کہ عباس مرد دراز قد و بلند آواز تھے انہون نے باشارہ ختمی مآب ایک اونچی جگہ پر کھڑے ہو کر پکارا اے اصحاب سورۂ بقرہ و اے صاحبان بیعت شجرہ کہان بھاگے جاتے ہو رسولخدا یہان تشریف رکھتے ہین پس حضرت نے دست دعا بجانب آسمان بلند کئے اور عرض کی اللّٰہم لک الحمد و الیک المشتکی و انت المستعان جبرئیل امین نازل ہوئے اور کہا اے محمد اسوقت تم نے وہ دعا کی جس سے موسیٰ کے لئے دریا شگافتہ ہوا اور بنی اسرائیل نے غرق سے نجات پائی - غرض انصار نصرت شعار نے صدائے عباس سنی تو پلٹے اور لبیک لبیک کہتے ہوئے بکمال خجالت حضرت رسالت پناہ کے پاس سے گزر کر علم امیر المومنین کی طرف متوجہ ہوئے تھے کہ قریب ایک سو نفر کے زیر علم نصرت شیم جمع ہوگئے اور حضرت نے انکو ساتھ لیکر کفار پر حملہ کیا اسوقت رسول اللہ نے فرمایا الآن حمی الوطیس یعنی اب تنور کارزار گرم ہوا - اتنے مین ابو جرول علمدار لشکر ہوازن علم ہاتھ مین لئے شتر سرخ پر سوار حضرت امیر کے سامنے نمودار ہوا - لکھا ہے کہ وہ مرد دو جس مسلمان کو قتل کرتا اسکی لاش کو اوپر اچھالتا تھا تاکہ اس کی قوم دیکھے اور اس کی جوانمردی کی داد دے - آپکے نزدیک آیا تو یہہ رجز پڑھا ۵ انا ابو جرول لا براح + حتی نبیح القوم او نباح یعنے مین ابو جرول ہون بلاشک و شبہ جنگ کرونگا جبتک کہ ہم دشمنون کو قتل کرین یا خود قتل ہوجائین حضرت امیر نے بڑھ کر اول اس کے شتر کی پشت پر پھر اسکو سر پر ایسی ضربت لگائی کہ وہ دو ٹکڑے ہو گیا اور اس شعر کو پڑھا ۵ قد علم القوم لدی الصباح + انی لدی الہیجاء ذو نصاح یعنی قوم بوقت صبح یہ معلوم کر چکی ہے کہ مین بوقت جنگ صاحب نصاح ہوں - ابو جرول کے مارے جانے پر مشرکین مین تاب و توان نہ رہی حضرت رسولخدا نے دعا کی خداوندا تو نے ابتدا مین مسلمانونکو تلخی عذاب چکھائی انتہا مین حلاوت عطا بخشش سے انکا موہنہ میٹھا کر اور ایک مشت سنگریزہ اٹھا کر مشرکون کے موہنہ پر ماری اور فرمایا شاہت الوجوہ جابر انصاری کہتے ہین کہ ایسی آواز ان سنگریزون کی ہوئی کہ گویا کسی نے ایک طشت انکا الٹ دیا ہے - بروایتے مشت خاک تھی جس سے سب کے موہنہ خاک سے بھر گئے ممکن ہے کہ دو بار مٹھی بھر کر پھینکی ہو ایک دفعہ کنکریوں کی دوسری دفعہ مٹی کی غرض نسیم فتح و ظفر مہب لطف خداوند اکبر سے چلی ملائکہ آسمان نصرت پیغمبر آخر الزمان کے لئے نازل ہوئے - بحدیکہ لوگ انکی آوازین سنتے تھے مگر دیکھ نہ سکتے تھے - چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے ثم انزل اللہ سکینتہ علی رسولہ و علی المؤمنین و انزل جنودا لم تروہا و عذب الذین کفروا و ذلک جزاء الکافرین ترجمہ پھر نازل کیا اللہ نے سکینے و وقار اپنے کو اوپر رسول کے اور اوپر مومنون کے اور نازل کیا ایسے لشکرون کو جنکو تم دیکھتے نہ تھے اور عذاب کیا کافرون کو اور یہی ہے بدلا کافروں کا - امام رضا علیہ السلام فرماتے ہین کہ سکینہ ایک ہوائے خوشگوار خوشبو دار ہے جو بہشت سے (آتی) ہے انسان وہ رشتے یا رسن کہ شکاری کے پاس بوقت شکار ہوتے ہین

قتل ابو جرول

" دیکھو یہان جیسے پیغمبر خدا پر سکینہ نازل کیا ویسی ہی مومنین پر کیا بخلاف آیہ غار کہ وہان انزل اللہ سکینتہ فقط رسول اللہ پر ہوا حضرت ابا بکر پر نہین ہوا فتدبر ۱۲ منہ

چلتی ہے اور اس کی صورت بشکل آدمی ہوتی ہے وہ ہمیشہ پیغمبروں کے ساتھ رہتی ہے۔ غرض کافروں کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ خوار وزار میدان جنگ سے بھاگ گئے اور بال بچے مال وچوپائے سب مسلمانوں کے لئے چھوڑ گئے۔ شجرہ بن ربیعہ نصری نے اسیر ہو کر کہا کہ اب وہ ابلق سوار سفید لباس تم میں نظر نہیں آتے جنہوں نے ہمکو مغلوب کیا معلوم ہوا کہ وہ ملائکہ تھے۔ شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ عبدری[1] نے کہا میرے عزیزوں اور رشتہ داروں سے آٹھ مرد جنہوں نے یکے بعد دیگرے علم قریش لیا جنگ احد میں مارے گئے تھے لہذا محمد کیطرف سے کینہ عظیم میرے دل میں تھا ہمیشہ اسی گھات میں رہتا کہ قابو ملے تو ان سے اپنے کینہ کا بدلا لوں اور دل میں کہتا تھا کہ اگر تمام جہان بھی مسلمان ہو جائیگا تو میں تب بھی نہ ہونگا فتح مکہ کے بعد میری کچھ ہمت ٹوٹ گئی اور میں اپنے کامیابی سے مایوس ہونیکو تھا کہ اتنے میں غزوہ حنین پیش آیا پس اسی خیال سے ساتھ ہو لیا کہ شاید اسمیں کوئی موقع کینہ کشی کا ملے جسوقت مسلمان منہزم ہو کر بھاگے اور میدان خالی ہوا تو میں نے دیکھا کہ آگے کیطرف سے عباس آنحضرت کے چچا انکی حفاظت کرتے ہیں اور دہنی بائیں جانب بھی خالی نہیں تو میں پشت کیجانب سے بڑھا اور تلوار میان سے نکال لی قریب پہنچا تو ایک آگ میرے اور آنحضرت کے درمیان حائل ہو گئی کہ اگر ذرا وہاں ٹھیروں تو جلا کر مجھکو خاکستر کر دے پس دونو ہاتھ اپنے آنکھوں پر رکھکر پیچھے کو دوڑا حضرت نے آواز دی کہ اے شیبہ نزدیک آ پاس گیا تو دست مبارک میرے سینہ پر لگا کر فرمایا اَللّٰهُمَّ اَذْهِبْ عَنْهُ الشَّيْطَانَ خداوندا اس سے وسوسہ شیطان کو دور کر یا تو میری وہ حالت تھی یا بمجرد اس کے وہ حضرت میرے نزدیک میرے دو گوش اور دونو آنکھوں سے زیادہ عزیز ہو گئے فرمایا اے شیبہ جا اور کفار سے جنگ کر پس میں ان پر حملہ آور ہوا اور یہ جوش مجھ میں تھا کہ اگر اسوقت میرا باپ بھی میرے مقابل ہوتا تو اسکو بھی قتل کئے بغیر نہ چھوڑتا۔ اختتام جنگ کے بعد رسول اللہ نے مجھ سے فرمایا اے شیبہ جو کچھ حق تعالی نے تیرے لئے چاہا وہ اس سے بہتر ہے جو تو نے اپنے واسطے چاہا تھا پھر تمام باتیں جو میرے دل میں گزری تھیں ایک ایک بیان کیں پس میں نے کلمہ پڑھا اور اسلام لایا اور عرض کی حضرت میرے لئے دعائے مغفرت کریں آپنے فرمایا غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ **حیات القلوب** میں ہے کہ جب آفتاب بلند ہوا تو حضرت نے امر کیا کہ کشت وخون سے ہاتھ اٹھائیں جس کے پاس کوئی بردہ ہو اسکو رہنے دے مارے نہیں ابن اکوع نام ایک شخص فتح مکہ کے روز بنی ہذیل کی طرف سے مسلمانوں کی جاسوسی کے لئے آیا تھا اس جنگ میں اسیر ہو گیا عمر خطاب نے اسکو گرفتار پا کر ایک مرد انصاری کو اشارہ کیا کہ یہ دشمن خدا کفار کا جاسوس بنا تھا اسی زندہ نہ رکھنا چاہئے مجلسی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ بارہا معلوم ہوا کہ خلیفہ دوم کی یہ عادت تھی کہ لڑائی کے وقت بھاگ جاتے اور اسیران دست بستہ پر اظہار جرأت وجلادت فرماتے تھے۔ غرض انصاری نے عمر کے کہنے سے دھوکا کھا کر ابن اکوع کو مار ڈالا پیغمبر خدا نے یہ سنا تو ناراض ہوئے کہ ہمنے منع نہیں کیا کہ قیدیوں کو نہ مارو بعد ازاں ایک اور شخص جمیل بن معمر نام اسی طرح مارا گیا اسپر آپنے غضبناک ہو کر انصاریوں سے جواب طلب کیا کہ باوجود ممانعت کے تم کس لئے قیدیوں کو قتل کئے جاتے ہو انہوں نے کہا ہم نے

[1] عبدری منسوب بہ قبیلہ عبد الدار ہے اس کا باپ اور کئی چچے بروز احد امیر المومنین کے ہاتھ سے قتل ہوئے چنانچہ جنگ احد میں اس کا بیان گزرا ۱۲ منہ

عمر کے کہنے سے قتل کیا پس آپنے عمر کیطرف سے موںہہ پھیر لیا اور اعراض فرمایا تا اینکہ چند روز بعد عمیر بن وہب نے عذر خواہی کر کے خطا معاف کرائی۔ مجلسی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ ابتدائے جنگ میں ابوبکر نے رسول اللہ کو آزردہ کیا تھا انتہا میں عمر نے کیا۔ روایت ہے کہ جنگ حنین میں چار ہزار اسیر اور بارہ ہزار شتر مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ بروایتے چھ ہزار بردے چوبیس ہزار اونٹ چالیس ہزار سے زیادہ بھیڑ بکری اور بقدر چالیس ہزار اوقیہ[1] کے چاندی غنیمت میں ملی حضرت نے تمام غنائم بدیل بن ورقا خزاعی کے سپرد کیں کہ مقام جعرانہ میں لیجا کر نگہبانی کرے تا کہ بوقت فرصت مسلمانوں میں تقسیم کیجائیں اور خود تعاقب کفار کا عزم کیا نقل ہے کہ ایک سو کافر اس جنگ میں مارے گئے اور مسلمانوں سے کل چار شخصوں نے شہادت پائی

غزوہ طائف وغیرہ منقول ہے کہ جب حنین میں مشرکوں کو شکست ہوئی اور انکی جماعت تفرقہ سے بدل گئی تو انکے دو گروہ ہو گئے بڑا گروہ ثقیف وغیرہ کا کہ مالک بن عوف انمیں شامل تھا طائف کو گیا جہاں انکے احمال و اثقال محفوظ تھے اور کہتے ہیں کہ ایک سال کا ذخیرہ مہیا کر کے اس کی فصیل کو مضبوط کیا تھا کہ ضرورت کیوقت اسمیں پناہ گزین ہوں۔ باقی اعراب بادیہ نشین نے مع اپنے تابعین کے اوطاس کی راہ لی حضرت رسولخدا نے ابو عامر اشعری کو کچھ فوج دیکر انکے پیچھے بھیجا سلمہ بن اکوع و زبیر عوام و ابو موسی اشعری اس کے لشکر میں تھے یہ لوگ اوطاس میں پہنچے تو مخالف بجنگ و جدل پیش آئے اثنائے جنگ میں درید بن الصمہ پیر کہن سال جسکا کچھ حال پہلے مذکور ہوا اور اسوقت وہ اس گروہ کا سردار تھا مارا گیا ادھر ابو عامر سردار مسلمین نے بھی اس کشمکش و کوشش میں جام شہادت نوش کیا مگر فتح و نصرت مسلمانوں کے شامل حال ہوئی۔ اور مظفر و منصور حاضر خدمت ہوئے رسولخدا نے ابو عامر کے لئے دعاء خیر فرمائی بعد ازاں حضرت خود بدولت واقبال عازم تسخیر طائف ہو کر اس طرف کو روانہ ہوئے علمداری لشکر اس غزوے میں بھی بدستور امیر المومنین قاتل المشرکین سے متعلق تھی کفار حصار طائف میں متحصن ہو کر مدافعہ و مقابلے کے لئے تیار تھے رسولخدا نے حکم دیا کہ قلعہ کا محاصرہ کریں مشرکین دیوار قلعہ سے تیر مارتے تھے جس سے بہت سے مسلمان زخمی ہوئے مگر تاہم کچھ کم وبیش ایک ماہ محاصرہ کئے رہے اس عرصہ میں حبیب خدا نے شیر خدا علی مرتضی کو کچھ سپاہ کے ساتھ تعین کیا کہ اطراف طائف میں گشت کر کے جہاں بتخانہ پائیں خاک میں ملائیں جو بجنگ پیش آئے اسکو قتل فرمائیں امیر خیبر گیر حسب الایما متوجہ خدمت ہوئے راہ میں ایک لشکر عظیم قبیلہ خثعم سے آپکا سامنا ہوا ایک پہلوان شہاب نام الکابیش رو تھا ہنگام سحر کہ ہنوز تاریکی شب دور نہ ہوئی تھی دونو لشکروں کی باہم ملاقات ہوئی شہاب نے میدان میں آکر مبارز طلب کیا امیر المومنین نے چاہا کہ کوئی مسلمان اس کے مقابلے کو نکلے مگر کسیکو ہمت نہ ہوئی جب معلوم ہوا کہ کوئی اس سے لڑنیکی جرأت نہ کرے گا تو بالفور خود مہیائے پیکار ہوئے اسوقت ابو العاص بن ربیع شوہر زینب خاتون نے عرض کی یا امیر المومنین آپ تکلیف نہ کریں میں اس کی شرارت کو آپ سے دفع کرتا ہوں چونکہ تیار ہو گئے تھے قبول نہ کیا اور فرمایا اگر میں یہاں کام آیا تو امیر اس لشکر کا تو ہے الغرض یہ شہاب اللہ ثاقب اس شہاب خاسر و خائب کی

[1] اوقیہ کی مقدار چالیس درہم شرعی ہے کہ ہر درم چھ دانگ ہر دانگ دو قیراط ہر قیراط دو طسوج ہر طسوج دو جو میانہ کا ہوتا ہے ۱۲ منہ

راز گوئی رسول اللہ با علی مرتضیٰ

مقابل ہوا اور بیکضرب ذوالفقار اسکو واصل جہنم فرمایا سردار کے مارے جانے سے لشکر مین تاب قرار نہ رہی بھاگ گئے حضرتؑ نے گرد نواح مین پھر کر جہاں کوئی بت یا بتخانہ پایا نیست و نابود کر دیا اور فائز المرام مراجعت فرمائی رسولخدا ابھی محاصرہ طائف ہی مین تھے کہ آپ حاضر خدمت ہوگئے حضرتؐ نے امیر المومنینؑ کو دیکھا تو تکبیر کہی اور دست مبارک اس جناب کا پکڑکر گوشہ خلوت مین لے گئے اور عرصہ دراز تک آپ کے ساتھ تنہائی مین راز کہتے رہے کوئی پاس نہ تھا کیا معلوم کہ نبی و وصی مین کیا باتین ہوئین مگر حاسدون کی آنکھ مین یہ مجلس خار گزری اور بر ملا رسول اللہ پر اعتراض کیا۔ چنانچہ سُنّی و شیعہ نے بطرق بسیار جابر بن عبد اللہ انصاری سے روایت کی ہے کہ جب سید انبیا اشرف اوصیا کے ساتھ خلوت مین راز کہہ رہے تھے تو عمر خطاب نے آگے جاکر کہا ان کے ساتھ تنہائی مین باتین کرتے ہو اور ہمکو پاس نہین آنے دیتے حضرتؐ نے فرمایا ما انتجیتہ ولکنّ اللہ انتجاہُ یعنے اُسنے راز نہین کہا بلکہ حق تعالیٰ نے راز کہا مسند احمد حنبل وغیرہ مین بجائے عمر کے لفظ قائل لکھا ہے یعنے ایک کہنے والے نے کہا مگر اورون نے یہہ ستر پوشی روا نہین رکھی صاف صاف حضرت عمر کا نام لے دیا معارج النبوہ مین ہے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ گوید کہ در ہنگام خلوت و مسارّہ نبی با وصی امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ با حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم گفت یا رسول اللہ با علی راز میگوئی و با وخلوت میکنی آنسرور گفت ما انتجیتہ ولکن اللہ انتجاہ ۔ روایت ہے کہ رسولخدا کے اس جواب با صواب سے بجائے اسکے کہ خلیفہ ثانی اپنی جرأت پر پشیمان ہوتے یہہ کہنے لگے کہ یہ بھی وہی بات ہوئی کہ بروز حدیبیہ ہمکو کہدیا تھا کہ مسجد الحرام مین داخل ہوگے پھر نہ داخل ہوئے۔ یعنی جیسے اس روز وہ (معاذ اللہ) جھوٹ بولدیا تھا۔ ایسے ہی آج یہہ جھوٹ کہتے ہین کہ خدا انسے مناجات کرتا ہے ہم نہین کرتے حضرتؐ نے یہ سُنکر فرمایا مینے کب کہا تھا کہ تم اسی سال داخل ہوگے پھر آخر داخل ہوئے یا نہین دیکھئے بار بار گستاخی کرکے خلیفہ ثانی کس طرح پر رسول اللہ کو آزردہ فرماتے تھے۔ روایت ہے کہ ایام محاصرہ میں ایک روز

قتل نافع بن غیلان

نافع بن غیلان قبیلۂ ثقیف کے کچھ آدمی ساتھ لیکر قلعے سے نکلا رسولخدا نے امیر المومنینؑ کو اس کے مقابلے کے لئے بھیجا وادی وج میں تلاقی کفر و ایمان واقع ہوئی اور نافع امیر المومنینؑ کے تیغ صاعقہ بار سے مارا گیا اور اس کے اصحاب بھاگ گئے اس سے رعب عظیم اہل قلعہ پر چھا گیا بعض لوگ قلعہ سے نکلکر فوراً مسلمان ہوگئے ما بقی نے کہلا بھیجا کہ آپ محاصرہ اُٹھالین تو ہمارے قاصد آنکر کچھ شرائط پیش کرین چنانچہ رسول اللہ مکہ میں آئے تو ان لوگون نے حاضر ہوکر عرض کی کہ ہم مسلمان ہوتے ہین بشرطیکہ نماز و زکوٰۃ سے مستثنیٰ رہین حضرتؐ نے فرمایا لا خیر فی دین لا رکوع فیہ ولا سجود یعنے جس دین مین رکوع و سجدہ نہین کوئی بھلائی اسمین نہین ہو سکتی پھر فرمایا قسم بخدائے عزوجل کہ میری جان اس کے قبضۂ قدرت مین ہے کہ تم نماز پڑھو زکوٰۃ نکالو نہین تو تم پر ایسے شخص کو بھیجونگا جو بمنزلہ میرے نفس و جان کے ہے وہ تمکو قتل اور تمہارے زن و فرزند کو اسیر کریگا پھر امیر المومنینؑ کا ہاتھ پکڑکر بلند کیا کہ یہ ہے وہ شخص قاصدون نے واپس جاکر جو کچھ دیکھا اور سُنا تھا اُس قوم سے بیان

کیا تمام اہل طائف بلا چون و چرا مسلمان ہوگئے۔ رسول اللہ نے فرمایا کہ جو کوئی اس اُمت سے میری نافرمانی کریگا مین سہم اللہ یعنے تیر خدا کو اُس پر بھیجونگا اصحاب نے پوچھا سہم اللہ کون ہے فرمایا علی بن ابی طالب ہین کہ جہان انکو بھیجتا ہون جبرئیل و میکائیل انکے راست و چپ ہوتے ہین اور ایک اور فرشتہ آگے اور ابر رحمت ان پر سایہ افگن و البس نہین ہوتے جبتک کہ حق تعالیٰ اس مہم کو انکے دست حق پرست پر فتح نہین کرتا۔ ابن اثیر نے کامل مین روایت کی ہے کہ جب محاصرہ طائف کو طول ہوگیا تو حضرت رسولخدا نے نوفل بن معاویہ دئیلی سے اس بارے مین مشورہ کیا اس نے کہا یا رسول اللہ یہہ لوگ مثل ایک روباہ کے سوراخ مین گھسے ہوئے ہین اگر آپنے یہان قیام کیا تو ضرور ہے کہ نکلین اور گرفتار ہون اور جو انکو چھوڑ دین گے تو کچھ ضرر آپ کو نہین پہنچا سکتے پس حضرتؐ نے اُن کو چھوڑ دیا۔

عطایا رسول الثقلین بوقت تقسیم غنائم حنین

روضۃ الصفا مین ہے کہ رسولخدا محاصرہ طائف سے اُٹھکر جعرانہ میں جہان حنین کی غنیمتین محفوظ تھین تشریف لائے اور دست سخا و کرم دراز کرکے قریش کو کہ تازہ مسلمان مؤلفۃ القلوب تھے انعام و بخشش سے مالا مال کردیا کہتے ہین کہ جسوقت اموال غنیمت نقد و جنس آپ کے سامنے انبار تھے ابو سفیان بن حرب کہ خسّت و امساک مین شہرہ آفاق تھا خدمت مین حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ آج آپ تمام قریش سے زیادہ مالدار ہین آپ تبسّم ہوئے تو ابو سفیان نے سلسلہ طمع کھولکر کہا مجھکو بھی اس مال سے کچھ عنایت کیجئے آپنے فرمایا کہ بقدر چالیس اوقیہ سیم اور سو شتر اسکو دیدین لالچی ابو سفیان نے گردن طمع دراز کی اور اپنے بیٹون یزید و معاویہ کا حصّہ مانگا حضرتؐ نے اتنا ہی اتنا انکو بھی مرحمت کیا ابو سفیان یہہ جود و سخا اس کان عطا کی دیکھکر حیران رہ گیا اور کہنے لگا میرے ماں باپ تمپر فدا ہون قسم بخدا کہ تم تو مت جنگ و صلح دونو کریم ہو انتہائے کرم و بخشش ہے جو اسوقت آپنے بدل کیا حق تعالیٰ تمکو جزائے خیر دے پس حکیم بن حزام کو سو اونٹ عنایت کئے اس نے زیادہ کی خواہش کی تو بھی قدر اور بخشے علی ہذا سہیل بن عمرو و صفوان بن اُمیہ و حویطب بن عبد العزےٰ و اسید بن حارثہ ثقفی و حارث بن ہشام برادر ابو جہل و قیس بن عدی و اقرع بن حابس تمیمی و عُیینہ بن حصن فزاری وغیرہم کو سو سو اونٹ دئے۔ انکے سوا ہشام بن عمرو عامری و مخرمہ بن نوفل و سعید بن یربوع وغیرہ کو کہ دوسرے درجے کے لوگ تھے پچاس پچاس شتر مرحمت فرمائے مؤلف روضۃ الصفا کہتے ہین کہ اختلاف ہے اس بارے مین کہ آیا یہہ عطیات خاص خمس سے تھین یا مجموع غنائم سے۔ بعض علما نے قول اول اختیار کیا ہے بعض نے دوسرا بہر حال کُل اصحاب قریب بارہ ہزار کے تھے جماعت مؤلفۃ قلوب کے سوا تمام کو چار چار شتر ملے سوار کو تین حصّہ اس سے زیادہ ملا حالانکہ زیادہ سے زیادہ روایت اونٹون کے چوبیس ہزار تک کی ہے یہ بھی معجزات حضرت ختمی مآب سے ہے کہ فقط چوبیس ہزار اونٹ بارہ ہزار پر تقسیم ہون اور چار چار سے کم کسیکو نہ ملے اور بعض سو سو تک بھی پا جائین لکھا ہے کہ عباس بن مرداس شاعر کہ رؤسائے عرب سے تھا اسکو چار شتر ملے تو بہت غصہ ہوا اور چند اشعار اسمین لکھے کہ دو شعر انکے یہ ہین ۔ اتجعل نھبی و نھب العبید ۔ بین عیینۃ والاقرع ۔ فما کان حصنٌ ولا حابسٌ ۔ یفوقان مرداسَ فی المجمع ۔ یعنے میری اور عبید کی غنیمت کو عیینہ اور اقرع

قصہ عباس بن مرداس

سیف اللہ و سیف اللہ و واصل امیر المومنینؑ کے لقب ہین غاصبون نے جہان غضب خلافت کیا اسما و القاب بھی نہ چھوڑے فرمایا اسی پر کیا صدیق و فاروق کس کے لقب ہین ؟ جعرانہ بکسر جیم و سکون عین مہملہ ۱۲

کے درمیان قسمت کرتے ہو۔ حالانکہ حصن عیینہ کا باپ اور حابس اقرع کا میرے باپ مرداس سے فائق نہ تھے حضرت نے یہ شعر
سُنے تو غضبناک ہوکر امیر المومنین سے فرمایا اقطع لسانہ کہ اس کی زبان کاٹ تو حضرت اسکا ہاتھ پکڑ کر باہر لائے عباس کہتا ہے کہ سخت
تشویش و اضطراب مجھکو لاحق ہوا میں نے کہا یا علی واقعی تم میری زبان کاٹوگے فرمایا جو کچھ پیغمبر خدا نے فرمایا ہے اس کی تعمیل کرونگا
تھوڑی دور جاکر پھر میں نے کہا یا علی ضرور ہی میری زبان قطع کروگے حضرت نے پھر وہی جواب دیا تا اینکہ مجھکو ایک احاطہ میں جہاں
شتر بکثرت تھے لےگئے اور فرمایا چار سے لیکر سو شتر تک جتنے چاہے اپنے لئے اختیار کر میں نے کہا میرے ماں باپ فدا ہوں تم پر کسقدر تم
کریم حلیم اور صاحب علم ہو حلم و کرم یہہ کہ بجائے سزا کے سو اونٹ بخشے اور علم یہہ کہ کسطرح پر امیر المومنین رسولخدا کی مراد کو پا گئے حالانکہ
اس شاعر کو اس کا شعور نہوا۔ امیر المومنین نے کہا اے عباس رسول اللہ نے تجھکو چار شتر دیتے تا کہ مولفۃ القلوب سے ممتاز اور مہاجر
و انصار میں شامل ہو مگر حرص تجھ پر غالب ہے عباس نے کہا یا ابا الحسن میں تم سے صلاح پوچھتا ہوں کہ کیا کرنا چاہیے آپنے فرمایا کہ
قسمت خدا و رسول پر راضی ہو پس عباس نے بطوع و رغبت چار اونٹ لئے اور زیادہ کی خواہش نکی نیز اس تقسیم پر بعض انصار بھی
برہم ہوئے کہ اس کے کیا معنی کہ لڑنے بھڑنے کیوقت تو ہم ہم اور جب تقسیم اموال کا وقت آیا تو قریش کا گھر ہوگیا بعض نے کہا آج اپنے شہر والوں
اور عمو زادو بھائیوں کو دیکھکر ہم کو بھول گئے۔ غرض حضرت نے انکو بلا بھیجا تو امر کیا کہ سب ایک خیمہ میں جمع ہوں اور سوائے
انصار کے کوئی وہاں نہ جائے پس امیر المومنین کا ہاتھ پکڑ کر اس خیمہ میں داخل ہوئے اور انکے درمیان بیٹھ کر فرمایا اے معشر
انصار یہہ کیا باتیں ہیں کہ تمہارے درمیان سُنی جاتی ہیں آیا تم نے ایسا اور ایسا کہا ہے انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ مشائخ و
بزرگان انصار کے مونہہ سے کوئی کلمہ خلاف نہیں نکلا ہاں جوان نوعمروں نے ایسا کہا ہے فرمایا تم جانتے ہو کہ میں تمہارے درمیان
آیا تو تم کنارہائے آتش کے کنارے تھے حق تعالی نے میری بدولت تمکو دوزخ سے نجات دی اُنہوں نے کہا بلی ولله ولرسوله المن
والطول یعنی ہاں درست ہے اور خدا و رسول کے لئے ہے فضل و احسان پھر فرمایا اور تم باہمدیگر دشمنی اور پھوٹ رکھتی تھے میری
وجہہ سے الفت و محبت پیدا ہوئی نیز قلیل و ذلیل تھی کثرت و آبرو حاصل کی۔ اسیطرح آپ اپنے احسانات شمار فرماتے اور
انصار حضرت کے تصدیق کرتے جاتے تھے تا اینکہ فرمایا کہ جواب دو مجھکو کیسلئے جواب نہیں دیتے انصار نے کہا ہمارے ماں باپ تم پر
فدا ہوں کیا جواب دیں آپکے احسان ہم پر اور تمام عالم پر بکثرت ہیں فرمایا نہیں تم کہہ سکتے ہو کہ تو ہمارے پاس آیا حالانکہ تیری
قوم نے تجھکو جھٹلایا تھا ہم نے تصدیق کی انہوں نے گھر سے نکالا تھا ہم نے پناہ دی۔ کوئی ناصر و مددگار نہ رکھتا تھا ہم نے نصرت
و یاری کی خائف و ترساں تھا ہم نے امینی بخشی اسوقت صدائے گریہ انصار سے بلند ہوئی۔ اور بزرگان و شرفاء قبیلہ اپنی
اپنی جگہہ سے اُٹھکر پائے مبارک پر گر پڑے اور دست و پائے اقدس کو چومتے تھے اور کہتے تھے یا رسول اللہ ہمارے اپنے
مال حاضر ہیں آپ چاہیں تو انکو بھی ان لوگوں پر تقسیم فرماویں آپنے فرمایا اے گروہ انصار تم اتنی سی بات پر خفا ہوگئے کہ میں نے
کچھ مال دنیا تازہ مسلمانوں کو دیا تا کہ انکے دلوں کو اسلام کیطرف مائل کروں اور تمکو تمہارے اعتقاد واثق و ایمان کامل پر چھوڑ دیا

آیا تم راضی نہیں کہ اور لوگ شتر و گوسفند لیکر گھر کو جائیں اور تم اپنے حصہ میں رسول اللہ کو لیجاؤ سب نے کہا ہم راضی ہیں ہم راضی
ہیں اور جس کی زبان سے کوئی کلمہ نکلا وہ براہ عداوت و رنج نہ تھا بلکہ اس گمان سے کہ شاید آپ انسے ناراض ہیں یا وہ آپکے نزدیک
قصوروار ہیں حضرت انکے لئے دعاء مغفرت کریں آپنے فرمایا اللھم اغفر للانصار ولابناء الانصار ولابناء ابناء
الانصار حق تعالی تو انصار اور انکے بیٹے پوتوں تک کے گناہ معاف کر۔ پھر فرمایا الانصار کرشی و عیبتی کہ انصار میرے
مخصوصان و صندوق رازدان ہیں اگر تمام آدمی ایک راستہ کو جائیں اور انصار دوسرے کو تو میں انصار کے ساتھ جاؤنگا اللھم
اغفر للانصار نیز اس تقسیم میں ذوالخویصرہ تمیمی معروف بہ ذی الثدیہ ملعون نے حضرت رسول اللہ پر اعتراض کیا جیسا کہ
مشہور ہے۔ مگر تاریخ کامل ابن اثیر میں لکھا ہے کہ یہ اعتراض اس مردود نے اسوقت کیا تھا جبکہ امیر المومنین نے یمن سے مال
بھیجا تھا اور رسولخدا اسکو تقسیم فرما رہے تھے ظاہرا معلوم ہوتا ہے کہ دو مرتبہ ایسا اتفاق ہوا ہے یہاں کا قصہ اس جگہہ لکھا
جاتا ہے دوسرا اپنے موقعہ پر آگے آئیگا شیخ طبرسی علیہ الرحمہ نے ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ حضرت رسولخدا غنائم حنین
بانٹ رہے تھے تو ایک مرد قبیلہ بنی تمیم کا جسکو ذوالخویصرہ کہتے تھے حضرت کی خدمت میں آیا اور کہا یا رسول اللہ تقسیم اموال
میں عدل و انصاف کیجئے حضرت نے غضبناک ہوکر فرمایا ویلک اذا لم یکن العدل عندی فعند من یکون وائے ہو تجھ پر میں
ہی عدل نہ کرونگا تو پھر اور کون عدل کرے گا۔ عمر خطاب حاضر تھے بولے یا حضرت مجھکو حکم دیجئے کہ اسکو قتل کروں فرمایا جانے دو
کہ اس کے کچھ اصحاب ہونگے کہ تمہارے نماز روزے انکے نماز روزوں کے سامنے کم اور حقیر ہونگے وہ قرآن پڑھیں گے الا قرآن
انکے حلقوم سے نہ گذریگا یعنے مطلب و معانی سے سروکار نہوگا دین سے اس طرح نکل جائیں گے جسطرح کہ تیر کمان سے انکی علامت
ایک مرد سیاہ ہوگا جس کے ایک بازو پر گوشت کا ٹکڑا مثل پستان عورت کے لٹکتا ہوگا پس وہ بہترین گروہ پر خروج کریں گے
ابو سعید کہتے ہیں کہ شہادت دیتا ہوں کہ میں نے یہ کلام رسول انام کی زبان مبارک سے سُنا اور نیز گواہی دیتا ہوں کہ جنگ خوارج
میں امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کے ساتھ تھا جبکہ بموجب حکم اس جناب کے کشتگان میں اس مرد کی تلاش کی
اور انہیں علامات سے کہ رسول اللہ نے بیان کی تھیں اسکو پالیا مؤلف کہتا ہے کہ قصہ ذوالثدیہ ملعون کے قتل ہونیکا اس
کتاب میں اپنے موقعہ پر مفصل مذکور ہے نیز شیخ طبرسیؒ نے روایت کی ہے کہ غنائم حنین تقسیم ہو چکے تو حضرت سوار ہوئے
لوگ آپ کے پیچھے دوڑتے تھے کہ یا رسول اللہ ہمکو بھی کچھ دیجئے تا اینکہ ایک مقام پر آپ کو گھیر لیا اور ردا دوش مبارک سے
کھینچ لی آپنے فرمایا لوگو میری ردا مجھکو دو قسم بخدا کہ اگر میرے پاس بعدد گیاہ زمین بھی شتر و گوسفند ہوں تو سب کو تم پر بانٹ
دوں اور اصلا بخل و ہراس خلاکت دلمیں نہ لاؤں پس حضرت نے چند بال کوہان شتر سے اکھاڑ کر دکھائے کہ بخدا سوگند کہ میں نے
تمہاری غنیمت سے اس قدر بھی نہیں لیا الا خمس اور وہ بھی تمکو دیدیا۔ القصہ بارہویں ذی القعدہ کو حضرت نے جعرانہ سے احرام
عمرہ باندھا اور مکہ میں تشریف لاکر اس کے مناسک ادا کئے پھر عتاب اسید کو حکومت مکہ دیکر اور معاذ بن جبل کو تعلیم مسائل کے

لئے اس کا مددگار مقرر کرکے مراجعت فرمائے مدینہ ہوئے تھے یہ ہیں مشہور غزوات و مجاہدات امیر المومنینؑ کے حضرت سید المرسلین
کی خدمت میں کہ سنی و شیعہ کی معتبر کتابوں سے بہت اختصار کے ساتھ یہاں پر نقل ہوئے چونکہ مقصود اصلی اس کتاب سے
امیر المومنینؑ کے حالات کا ضبط کرنا ہے اس لئے تاریخ اسلام سے بہت سی باتیں عمداً قلم انداز کی گئیں بلکہ کمتر کوئی بات لکھی ہے
جسکو کسی نہ کسی طرح کا علاقہ آنحضرت سے نہو۔ طالب حق منصف مزاج اسکو دیکھکر جان سکتا ہے کہ اصحاب جناب رسالتمآب سے
کیونکر کوئی آنحضرت کا ہمسر ہوسکتا ہے چہ جائیکہ کسیکی برتری کا سودائے خام پکایا جائے۔ اور جبکہ دیکھا جاتا ہے کہ یہ تمام کد و کاوش
وسعی و کوشش آنجناب کی اعلاء کلمۃ اللہ محض رضائے خدا و رسول خدا کے لئے تھی نہ اغراض نفسانی اور بشری خواہشوں کو انمیں
مداخلت تھی لہذا ان کاموں کی قیمت ایک سے ہزار تک بڑھجاتی ہے کس لئے کہ اگر اوروں سے غزوہ بھی اس جرأت و جلادت کا
کہیں ظاہر ہوا ہے تو بہت سی نفسانی قومی ملکی غرضیں اس میں شامل پائی گئی ہیں۔ مثلاً خالد ولید کے کشت و خون بھی اسی قسم کے
نکلے ہیں۔ ابن اثیر وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ مہم بنی جذیمہ کے بعد ایک روز عبد الرحمن بن عوف و خالد ولید میں تکرار ہوئی عبد الرحمن
نے کہا تو نے براہ حمیت جاہلیت ناحق مسلمانوں کا خون کیا خالد نے کہا تو یہ کہتا ہے حالانکہ میں نے جو کچھ کیا تیری ہی خاطر سے کیا تیرے
باپ عوف کا بدلا لیا عبد الرحمن نے کہا تو جھوٹ بولتا ہے میں اپنے باپ کا عوض آپ لیچکا تھا تو نے اپنے چچا فاکہ بن المغیرہ
کی عوض انکو قتل کیا ہے پس ان حضرات کے جہاد راہ خدا کی یہ کیفیت تھی اسی طرح اس خالد نے خلیفہ اول کے زمانہ میں جو
مسلمانوں کو بہ تہمت ارتداد قتل کیا اس کا زیادہ تر تعلق ایک عورت صاحب جمال کے عشق سے تھا نہ کہ درد دین سے جس میں وہ
ایسا از خود رفتہ ہو رہا تھا کہ اس عورت کے شوہر کو قتل کرکے اسی رات اس کے ساتھ ہم بستر ہوا اور ظاہری رعایت بھی شرع
شریف کی عدہ وغیرہ کے بارے میں نہ کی پہلا قصہ اس کتاب میں گزر گیا دوسرا آگے خلافت خلیفہ اول کے بیان میں بیان کیا
جائیگا۔ پس ایسی ناپاک حرکات کو حملات جناب مرتضوی سے کیا نسبت ہوسکتی ہے وہ نفسانی خواہشوں اور شہوانی
آلودگیوں سے بالکل پاک و صاف خالص خدا و رسول کے لئے تھے۔ چنانچہ مشہور ہے کہ ایک مرتبہ معرکہ جنگ میں آپ ایک
کافر پر غالب آرہے تھے اور تلوار کھینچکر چاہتے تھے کہ اسے قتل کریں کہ اس نے حضرت کے مونہہ پر تھوک دیا آپنے بمجرد اس کے تلوار
ہاتھ سے ڈال دی اور اسکو رہا کیا تاکہ مبادا اس میں شائبہ نفس شامل ہوکر اخلاص عمل میں فرق آئے۔ چنانچہ مولوی روم نے اس قصہ کو
اپنی مثنوی میں نظم کیا ہے ۔ از علی آموز اخلاص عمل + شیر حق را دان منزہ از دغل + در غزا بر پہلوانے دست یافت +
زود شمشیرے برآورد و شتافت + تا عبا گرداند سر از بدن + او خدو زد بر رخ آب دہن + چون خدو انداخت بر روئے علی
افتخار ہر نبی و ہر ولی + در زمان انداخت از دست و انگشت + ترک قتلش کرد و شد از ذوق مست + گشت حیران
آن مبارز زین عمل + از نمودن عفو و رحمت بے محل + گفت بر من تیغ تیز افراشتی + از چہ افگندی چرا بگذاشتی + گفت من
تیغ از پئے حق میزنم + بندہ حقم نہ مامور تنم + شیر حقم نیستم شیر ہوا + فعل من بر دین من باشد گوا + رجوع بسوانح

دیگر آں برگزیدہ عباد غیر از جنگ و جہاد

مشہور غزوات امیر المومنینؑ لکھنے کے بعد ہم دوبارہ اس جناب کی تاریخ پر ایک
سرسری نظر ڈالتے ہیں اور جو ضروری باتیں درمیان میں لکھنے سے رہ گئی ہیں انکو یہاں پر درج کرتے ہیں پس واضح رہے کہ پیشتر
معلوم ہوا کہ زفاف شیر خدا کا سیدۃ النساء کے ساتھ موافق مشہور شروع ماہ ذی الحجہ سنہ ۲ ہجری میں واقع ہوا۔ اس مواصلت سراپا
یمن و برکت کو ابھی پورے نو مہینے نہ گزرنے پائے تھے کہ نہال آرزو بارور ہوا اور نخل تمنا میں پھل لگا یعنے ۱۵ رمضان سنہ ۳ ہجری کو سرو
بوستان امامت و غنچہ چمن رسالت سبط اکبر پیغمبر شکم اطہر جناب سیدہ سے متولد ہوئے رسولخدا نے اس مولود مسعود کا نام ہارون پیغمبر کے بیٹے
کے نام پر حسن رکھا کیا معنی کہ انکا نام شبر بزبان عبرانی تھا آپنے اسکا ترجمہ عربی حسن مقرر کیا یعنی تشبیہ انت منی بمنزلۃ ہارون من موسی کی تکمیل
فرمائی اور ساتویں روز اس تولد کے اس جناب کا عقیقہ کیا۔ زیادہ حالات اس ولادت کثیر السعادت کے آنحضرت کی تاریخ میں دیکھنے چاہئیں
اس کے دوسرے سال یعنے ۳۔ رمضان سنہ ۴ ہجری کو شاہ گلگوں قبا خامس آل عبا سبط اصغر حضرت سید الشہدا وجود میں آئے انکا نام
شبیر پسر دوم ہارون کے نام کا ترجمہ حسین حسب حکم خدا رکھا گیا مدارج النبوۃ میں ہے کہ جناب سیدہ امام حسنؑ کے پیدا ہونیکے پچاس روز بعد
امام حسینؑ سے حاملہ ہوئیں حالانکہ انکو اور عورتوں کی طرح حیض و نفاس نہ آتا تھا چنانچہ اسی لئے آپکا نام حور جنت رکھا گیا مروی ہے کہ امام
حسین کل چھ مہینے شکم مادر گرامی میں رہے یہ آپ کے خصائص سے بھی ابتدائے عالم سے آجتک کوئی بچہ سوائے آنحضرت کے اور یحیی بن زکریا
کے اتنی تھوڑی مدت حمل میں رہکر زندہ نہیں رہا معارج النبوۃ میں ہے کہ حضرت رسولخدا نے ایک روز نماز صبح سے فارغ ہوکر امیر
المومنینؑ کو مژدہ غیبی سے افتخار بخشا پس انکا ہاتھ پکڑے ہوتے حجرہ جناب سیدہ کیطرف آئے اور آپکو در حجرہ پر بٹھلا کر فرمایا کہ کسیکو اندر نہ
آنے دیں مراد یہ کہ امام حسینؑ پیدا ہوتے ہیں اور ملائکہ کرام آپکے پاس اس خوشی کی مبارکباد کو آتے ہیں کوئی اور اندر نہ آنے پائے یہ کہکر خود
حجرہ مقدسہ میں داخل ہوئے اور امیر المومنینؑ نے در حجرہ پر قیام کیا تھوڑی دیر میں حضرت ابو بکر وہاں تشریف لائے اور حضرت امیر سے حال
رسولخدا کا پوچھنے لگے آپنے فرمایا فرزند ارجمند پیدا ہوا ہے فرشتے آپکی زیارت کرنے اور مبارکباد دینے کے لئے آرہے ہیں اس لئے فرصت
نہیں چنانچہ اسوقت تک چار لاکھ چوبیس ہزار فرشتے آچکے ہیں اور بھی آئیں گے۔ ابو بکر یہ تعداد سنکر حیران رہ گئے اتنے میں عمر خطاب و
عثمان بن عفان و دیگر صحابہ کرام بھی وہاں آگئے اور منتظر تھے کہ کب رسول اللہ اس شغل سے فارغ ہوں پس از ساعتے آپ باہر
تشریف لائے اور دوستونکو اپنے ساتھ اندر لیگئے اسوقت ابو بکر نے قول امیر المومنینؑ کا آنحضرت کی خدمت میں عرض کیا فرمایا یا علیؑ
تمکو تعداد فرشتوں پر کسطرح اطلاع ہوئی عرض کی میں فرشتوں کے آنے سے مطلع ہوتا تھا جو گروہ انکا یہاں سے گزرتا تھا اپنی تعداد
ایک خاص زبان میں تقریر کرتا تھا مینے اسکو سمجھا اور یاد رکھا اور باہم جوڑ لیا تا اینکہ اس کا مجموعہ اس قدر ہوا آپنے فرمایا زادک اللہ
علماً و عقلاً یا علیؑ اے علی حق تعالی تمہارے علم و عقل کو زیادہ کرے نیز سنہ ۴ ہجری میں جناب فاطمہ بنت اسد مادر امیر المومنینؑ نے دنیا
سے رحلت کی اس موقعہ پر حضرت رسولخدا کا اپنے لباس خاص سے انکو کفن دینا اور چالیس تکبیروں کے ساتھ ان پر نماز پڑھنا اور قبل
دفن انکی قبر میں لیٹنا۔ اور عقائد حقہ کا انکو تلقین فرمانا مع دیگر مناقب و مراتب اس جناب کے پیشتر نقل ہوچکا اب حاجت اعادہ نہیں

یہاں پر مزید حالات کتب معتبرہ اہل سنت سے نقل ہوتے ہیں کتاب نور الابصار فی مناقب اہل بیت النبی المختار تصنیف شیخ مومن شبلنجی مصری مطبوعہ مصر میں لکھا ہے کہ رسول اللہ نے اسامہ بن زید و ابو ایوب انصاری و عمر خطاب اور ایک غلام سیاہ ان چار شخصوں کو حکم دیا کہ اس معظمہ کی قبر کھودیں انہوں نے جنت البقیع میں قبر کھودنی شروع کی جب لحد تک پہنچے تو حضرت رسولخدا نے خود اسکو کھودا اور مٹی بنفس نفیس اس کی نکالتے تھے قبر کھد کر تیار ہوگئی تو حضرت اس قبر میں لیٹے اور دعا کی پروردگارا میری ماں فاطمہ بنت اسد کو بخشدے اور حجت اسکو تلقین فرما اور قبر کو وسیع کر اسکے لئے بحق اپنے نبی محمد اور دیگر انبیاء سابقین کے تحقیق کہ تو ارحم الراحمین ہے مدارج میں ہے کہ رسولخدا نے فرمایا کہ فشار قبر سے سوائے فاطمہ بنت اسد کے کوئی بے خوف نہیں ہو سکتا اصحاب نے عرض کی یا رسول اللہ کیا آپکے فرزند قاسم کو بھی یہ عذاب ہوگا فرمایا بلکہ ابراہیم کو بھی کہ جس نے اس سے بھی چھوٹے سن میں انتقال کیا۔ ظاہرا قبر منور اس جناب کی جنت البقیع میں متصل بائمہ اربعہ علیہم السلام ہے جہاں پردہ پڑا رہتا ہے اور لوگ غلطی سے اسے قبر فاطمہ زہرا صلوات اللہ سمجھکر اس معصومہ کی زیارت بجالاتے ہیں چنانچہ مولوی محمد علی بن محمد باقر اصفہانی رسالہ فارسیہ انتخاب الزاد میں بضمن تحقیق مرقد مطہر جناب سیدہ ایک عبارت لکھتے ہیں کہ خلاصہ ترجمہ اس کا یہ ہے۔ کہ ایک جماعت قائل ہے کہ جنت البقیع میں ہے برایں تقدیر ظاہر ہے کہ بیت الاحزان میں ہوگی جیسا کہ بعض محققین اہل سنت نے تصریح کی ہے اور قول سنیونکا موضوعات احکام میں بالاتفاق مقبول ہے مگر چونکہ معارض اقوے رکھتا ہے اور ظاہر اقبہ ائمہ بقیع میں جہاں کہ پردہ پڑا رہتا ہے اور عوام اسکو قبر فاطمہ کہتے ہیں وہ قبر فاطمہ بنت اسد مادر امیر المومنین علیہ السلام کی ہے جیسا کہ ارشاد شیخ مفید علیہ الرحمہ سے مستفاد ہوتا ہے۔ اور جو قبہ اس زمانے میں مادر امیر المومنین سے منسوب ہے ظاہرا بے اصل ہے کہ برعایت قبر عثمان بنایا گیا ہے۔ چنانچہ بعض کتب اہل سنت میں الفاظ مشعر اسکے پائے جاتے ہیں حقیر مترجم کہتا ہے کہ مینے بھی اس قبہ منسوبہ بفاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کو ۱۳۰۹ ہجری میں جب کہ زیارت مدینہ منورہ سے مشرف ہوا دیکھا کہ منتہائے بقیع پر قبر عثمان سے بھی دور جانب شمال واقع ہے۔ اسکو دیکھکر ہر ایک صاحب عقل جان سکتا ہے کہ یہ چالاکی صرف حضرت قتیل دار کی پردہ پوشی اور انکی قبر کو زبردستی مسلمانوں کی قبروں میں شامل کرنے کی غرض سے کیگئی ہے۔ کیونکہ جب مسلمانوں نے اتفاق کرکے حضرت باحیا کو قتل کیا تو مقابر مسلمین میں انکے دفن سے بھی مانع آئے اس سبب سے مجبوراً انکو قبرستان یہود بیرون بقیع میں دفن کرنا پڑا معاویہ نے اپنے عہد حکومت میں دیوار بقیع کو توڑ کر اسکو داخل بقیع کیا اور مسلمانونکو مجبور کیا کہ اپنے اپنے مردے اس کے گرد و پیش دفن کریں چنانچہ اس کا تذکرہ آگے قتل عثمان کے ذکر میں آئیگا پس اسیوقت بڑی ہوشیاری کے ساتھ حضرت فاطمہ بنت اسد کی فرضی قبر بھی عثمان کی قبر سے کچھ آگے بڑھ کر بنادی گئی ہے نہیں تو باوجود اس محبت و فرط رافت کے جو حضرت رسالت پناہ اس معظمہ کی نسبت رکھتے تھے کون ضرورت تھی کہ شروع ہجرت و صدر اسلام میں انکے جنازے کو اتنی دور لیجاتے اور قبرستان مسلمین قریب تر کو چھوڑکر یہودیوں کے مقبرے کے بھی پرلے سرے پر جاکر انکو دفن کرتے یہی وجہ ہے کہ محققین اہل سنت نے بھی اس معاویہ شاہی چالاکی کو قبول نہیں کیا۔ چنانچہ شیخ عبد الحق دہلوی جذب القلوب میں سید سمہودی سے نقل کرتے ہیں پس انچہ الآن

ص ۷۹ ۔ فصل فی مناقب سیدنا علی بن ابی طالب ۱۲

اعتقاد مردم است و قبہ مشہور بقبہ فاطمہ بنت اسد کہ شمالی قبہ امیر المومنین عثمان ست صحیح نباشد اگرچہ بعض مورخین نیز موافق آں ذکر کردہ اند"۔ پھر وجہ اس صحیح ہونے کی انہی سید مذکور سے اس طرح نقل کی ہے "میگویم چگونہ روا باشد کہ سرور انبیا باوجود آں ہمہ محبت و عنایت کہ در بارہ وے داشتہ او را در موضع بعید از بقیع دفن کند باآنکہ در وقت وفات عثمان بن مظعون فرمود ادفن الیہ من مات من اھلی (ترجمہ جو کوئی میری اہل سے مریگا میں اسکو ابن مظعون کے پاس دفن کرونگا) و چوں شہید عثمان رضی اللہ عنہ بحقیقت داخل بقیع نیست ایں قبہ منسوب بفاطمہ بنت اسد خود دور تر ست از وے پس دفن وے رضی اللہ عنہا و راں نہایت بعید ست انتہی"

رجوع مہر منیر برائے امیر کبیر علیہ الصلوات من اللہ القدیر حدیث میں وارد ہے کہ جو جو باتیں پہلی امتوں میں واقع ہوئیں وہ سب اس امت میں بھی واقع ہونگی طابق النعل بالنعل یعنے مثل برابر ہونے ایک جوتی کے دوسرے کے ساتھ۔ پس رد شمس کہ علامت بزرگی و رفیع الشان خرق عادت ہے برگزیدگان سابق کے لئے مثل یوشع بن نون وغیرہ کے ظاہر ہو چکا ہے لہذا اس امت میں بھی اس کا واقع ہونا ضروریات سے تھا چونکہ سوائے امیر المومنین نفس رسول رب العالمین کے دوسرا محل مناسب اس موہبت عظمی و آیۂ کبری کا نہ تھا یہ دولت بھی آپ ہی کے حصہ میں آئی اور وہی حضرت اس فضیلت کے ساتھ مخصوص ہوئے ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واضح رہے کہ رجوع آفتاب امیر المومنین کے لئے دو مرتبہ ہوا ایک دفعہ جناب رسالت مآب کے حین حیات میں دوسرے آپکی وفات کے بعد عہد خلافت ظاہری امیر المومنین میں۔ عہد خلافت کا واقعہ حالات خلافت اس جناب میں مذکور ہے یہاں پیغمبر خدا کے زمانے کا واقعہ بیان ہوتا ہے خاصہ و عامہ نے ام سلمہ و اسماء بنت عمیس و ابو سعید خدری و جابر بن عبد اللہ انصاری وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ جب رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ جنگ خیبر سے فارغ ہو کر وادی القری کیطرف متوجہ تھے تو ایک روز منزل صہبا میں سر مبارک اس جناب کا امیر المومنین کی گود میں تھا کہ یک بیک ناگاہ اثر نزول وحی آپ پر ظاہر ہوا اور زمان وحی نے طول کھینچا حتے کہ آفتاب غروب ہوگیا جب وحی منجلی ہوئی تو آپنے پوچھا یا علی تم نے نماز عصر پڑھ لی تھی عرض کی نہیں یا رسول اللہ۔ شواہد النبوۃ وغیرہ میں ہے کہ جب وقت نماز تنگ ہونے لگا تو حضرت نے نماز عصر باشارہ ادا کی اور بعد اتمام وحی انحضرت کو اسکی خبر دی بہرحال جب رسولخدا کو معلوم ہوا کہ امیر المومنین کی نماز فوت ہوگئی یا نماز کامل بارکوع و سجود نہیں ہو سکی تو دست دعا بجانب آسمان بلند کئے اور عرض کی پروردگارا اگر علی تیری اور تیرے نبی کی طاعت میں تھا تو آفتاب کو اس کے لئے واپس لا تاکہ نماز عصر کو فضیلت کے وقت میں بجا لائے۔ بروایت شواہد حضرت نے خود دعا نہین فرمائی امیر المومنین سے کہا یا اخی دعا کرو کہ حق تعالی تمہاری دعا کی برکت سے آفتاب کو پھیر لائے تاکہ نماز کو بوقت فضیلت ادا کرو پس امیر المومنین اٹھے اور دعا کی پس آفتاب غروب شدہ جانب مغرب سے بلند ہوا تا اینکہ اس مقام پر آگیا جہاں کہ نماز عصر کے وقت ہوتا ہے اور آپنے نماز عصر بہ ہیئت ادا پڑھی۔ پھر جلد غروب ہو گیا۔ اسماء کہتی ہیں کہ بوقت غروب ہمیں سے ایک آواز سنائی دی۔ جیسے کہ آرہ سے بوقت گزرنے لکڑی کے سنائی دیتی ہے۔ احمد بن صالح کہ اکابر اہل سنت سے ہے کہتا ہے کہ ارباب علم کو شایاں نہیں کہ اس حدیث کی حفظ میں تغافل کریں کیونکہ یہ علامات نبوت سے ہے شیخ ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں لکھتا ہے کہ حدیث رد شمس کو طحاوی حنفی نے اپنی کتاب شرح آثار میں اور عیاض نے

شواہد النبوہ میں حدیث رد شمس کو دو طریق سے دو مقام پر نقل کیا ہے ایک رکن چہارم میں دربیان شواہد و دلائل کے کہ رسولخدا کے عہد میں واقع ہوئی دوم رکن ششم میں بضمن بیان خرق عادات امیر المومنین علیہ

عیاض مالکی نے شفا میں تصحیح کیا ہے یعنی اس کے راوی ان کے نزدیک سب ثقہ ہیں اور شیخ الاسلام ابو زرعہ رازی اور ایک اور جماعت نے اس کی تحسین کی ہے اور ان لوگوں کی رد کی ہے جو اسکو موضوع کہتے ہیں۔ اور روضتہ الاحباب میں ہے کہ شیخ سعید گازرونی شافعی نے بھی اپنی کتاب منتقی میں اس حدیث کو نقل کیا ہے اور کوئی اعتراض اس پر نہیں کیا الا ذہبی میزان الاعتدال میں اسکو ضعیف کہتا ہے اس لئے کہ بعض محدثوں نے عمار بن مطر راوی کو کہ اس کے راویوں سے ایک شخص ہے ضعیف جانا ہے اور نیز اس لئے کہ ابوہریرہ نے رسولخدا سے روایت کی ہے لَمْ تُرَدَّ الشَّمْسُ اِلَّا لِیُوْشَعَ بْنِ نُوْن یعنے آفتاب کبھی رد نہیں ہوا الا یوشع علیہ السلام کے لئے۔ مصنف روضتہ الاحباب کہتا ہے کہ اس عمار بن مطر کو بعض اہل حدیث نے ثقہ کہا ہے اور بعضوں نے بوصف حفظ یاد کیا ہے چنانچہ یہ بات کلام ذہبی سے بھی معلوم ہوتی ہے پس عمار کی حدیث مطلقاً رد نہیں ہو سکتی۔ حالانکہ حدیث رد شمس کو ائمہ حدیث نے نقل کیا ہے رہی حدیث ابوہریرہ سو محتمل ہے کہ مراد انحضرت کی یہ ہو کہ انبیاء سابقین سے کسی کے لئے سوائے یوشع کی رجعت آفتاب نہیں ہوئی۔ یا یہ حدیث انحضرت سے قبل وقوع رد شمس برائے امیر المومنین صادر ہوئی ہو۔ **مولف** اوراق کہتا ہے کہ بعض کتب اہل سنت سے معلوم ہوتا ہے کہ رجعت آفتاب سلیمان بن داؤد علیہما السلام کے لئے بھی ہوئی ہے پس حدیث ابوہریرہ سرے سے وضعی و باطل ہوگی مخفی نہ رہے کہ جو مہارت حدیث بنانے میں ابوہریرہ کو تھی سنی بھی اس سے ناواقف نہیں ہیں رسول اللہ پر اس کی افترا پردازی اس درجہ کو پہنچی تھی کہ خود خلیفہ ثانی کو بھی تنگ آکر یہ کہنا پڑا اَلتَتْرُکَنَّ الْحَدِیْثَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَاِلَّا لَاُلْحِقَنَّکَ بِاَرْضِ دَوْس یعنی کنز العمال وغیرہ کتب معتبرہ اہل سنت میں ہے کہ حضرت عمر کو کثرت روایت ابوہریرہ کی خبر ہوئی تو انہوں نے اسکو کہا تو حدیث رسولخدا کو ترک کر ورنہ تجھکو تیرے مسکن زمین دوس کیطرف نکلوا دونگا۔ مگر ذہبی کو عداوت امیر المومنین نے ایسا مضطر و مجبور کیا کہ اس نے ایسے جھوٹے کذاب کی حدیث کو تو بے چون و چرا سر پر رکھا اور اصلاً اس کی تاویل کی طرف بھی شل صاحب روضتہ الاحباب کے متوجہ نہوا اور ابن مطر کی جسے محدثوں نے ثقہ کہا اور بصفت حفظ یاد کیا ہے اور خود ذہبی کے کلام سے بھی بقول صاحب روضہ یہ اوصاف اسمیں پائے جاتے ہیں جرح فرماتے اور اس بناء فاسد پر حدیث رد شمس کو ضعیف کہدیا۔ الغرض پھر شیخ ابن حجر کہتا ہے۔ اور یہ کہنا کہ جب آفتاب غروب ہوگیا تو اس کے ساتھ ہی وقت نماز بھی جاتا رہا اس کے دوبارہ لوٹ کر آنے سے کیا فائدہ بے فائدہ ہے۔ کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ جیسا رجعت آفتاب آپ کی خصوصیات و کرامات سے ہے ویسا ہی نماز کا اسوقت بہ نیت ادا پڑھنا دوسری خصوصیت و کرامت ہوگی۔ سوائے اس کے اگر آفتاب دوبارہ آسمان پر لوٹ آئے تو وقت نماز بھی اس کے ساتھ لوٹ آئیگا یا نہیں یہ مسئلہ خود محل نظر ہے۔ ہم نے اسکا بیان اور اسمیں قول راجح بحث و برہان اپنی کتاب شرح عباب شروع کتاب الصلوٰۃ میں لکھدیا ہے بعد ازاں یہ فاضل حکایت مشہور واعظ مداح اہل بیت کی جس کے لئے بھی آفتاب چھپکر نکل آیا تھا سبط بن الجوزی سے نقل کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ابو المنصور مظفر بن اردشیر ایک روز بعد عصر ممبر پر مدح و ثنائے اہلبیت اطہار میں مشغول تھا اور حدیث رد شمس درمیان تھی کہ ناگاہ آفتاب پر ابر آگیا یہانتک کہ اہل مجلس نے جانا کہ دن چھپکر رات ہوگئی ہے۔ پوشیدہ نہ رہے کہ اہل سنت نے اس حکایت کو اسطرح

روایت کیا ہے جیسا کہ ابن حجر کہتا ہے چنانچہ سید علیخاں مدنی نے بھی ربیع الابرار میں شل صواعق محرقہ کی یہی لکھا ہے لیکن علامہ حلی علیہ الرحمہ نے کشف الیقین میں نقل کیا ہے کہ ایک اعظ زاہد ذکر فضائل جناب امیر علیہ السلام کرتا تھا کہ آفتاب قریب بغروب پہنچا اور افق میں تیرگی چھاگئی۔ بہر کیف واعظ مذکور ممبر پر کھڑا ہوگیا اور آفتاب کیطرف خطاب کرکے یہ اشعار پڑھنے لگا ؎ لَا تَغْرُبِیْ یَا شَمْسُ حَتّٰی تَنْقَضِیْ + مَدْحِیْ لِصِنْوِ الْمُصْطَفٰی وَلِنَجْلِہٖ + وَاثْنِیْ عِنَانَکِ اِنْ اَرَدْتِ ثَنَاءَہٗ + اَنَسِیْتِ یَوْمًا اِذْ رُدِدْتِ لِاَجْلِہٖ + اِنْ کَانَ لِلْمَوْلٰی وُقُوْفُکِ فَلْیَکُنْ + ھٰذَا الْوُقُوْفُ لِخَیْلِہٖ وَلِرَجْلِہٖ یعنے اے آفتاب مت غروب ہو جبتک کہ مدح ابن عم رسول و زوج بتول تمام نہو جائے۔ چونکہ تینے انحضرت کی مدح کا عزم کیا ہے تو اپنی باگ موڑ لے کیا تو اس دن کو بھول گیا ہے جبکہ انکی خاطر پلٹ کر آیا تھا۔ اگر تیرا توقف مولے اور آقا کے لئے تھا تو اب انکے نوکروں چاکروں کے لئے بھی تجھکو توقف چاہئے پس آفتاب اسوقت نکل آیا اور افق روشن ہوگئی تا اینکہ مدح جناب امیر تمام ہوئی علامہ علیہ الرحمہ کہتے ہیں چونکہ مجلس سامعین سے پر تھی لہذا خاص و عام نے اس قصہ کو نقل کیا تا اینکہ متواترات سے ہوگیا۔ لیکن سید علی مدنی نے لکھا ہے فَطَلَعَتِ الشَّمْسُ مِنْ تَحْتِ الْغَیْمِ عِنْدَ انْتِہَاءِ الْاَبْیَاتِ وَلَا یُدْرٰی مَا رُمِیَ عَلَیْہِ مِنَ الْاَمْوَالِ وَالثِّیَابِ یعنے جونہیں یہ اشعار تمام ہوئے آفتاب بادل کے نیچے سے نکل آیا اسوقت نہ معلوم کہ کسقدر روپیہ پیسا اور پارچے اس واعظ پر ڈالے گئے

ذکر پارۂ از حال جود و سخائے امیر المومنین علی مرتضی و بیان نزول سورۂ ہل اتی در شان آن سرچشمہ نوال و عطا

کینے حضرت امیر کے سامنے حال سخاوت حاتم طائی بیان کیا کہ ایک مکان چالیس دروازوں کا بنایا تھا ہر دروازے سے سائل کو دیتا تھا حتے کہ اگر کوئی چالیسوں دروازہ سے بھی آکر مانگتا تو ہر دفعہ اسکو عطا کرتا حضرت نے فرمایا کس لئے پہلے ہی دروازے پر اس قدر نہیں دیدیتا تھا کہ پھر حاجت مانگنے کی نہ رہتی۔ الحق آپ کی سخاوت ایسی ہی تھی بھوکے نے روٹی کا ٹکڑا مانگا آپنے قطار اونٹوں کی اسکو بخشدی عین موقعہ جنگ میں ایک مشرک نے تلوار کا سوال کیا رد نہ فرمایا شمشیر دیڈالی پس بشر کا کیا مقدور ہے کہ آپکی سخاوت کا بیان کما حقہ کرسکے لیکن یہاں حسب حیثیت اس رسالہ کے تھوڑا سا لازمہ وقائع نگاری جانکر لکھا جاتا ہے **حیات القلوب** میں ہے کہ جب جعفر طیار حبشہ سے لوٹ کر آئے تو رسولخدا خیبر میں تشریف رکھتے تھے جعفر بہت سے تحف و ہدایا از قسم پارچہ و خوشبو وغیرہ کے آپکے واسطے اپنے ساتھ لائے تھے جب یہ تحفے نظر انور سے گزرے تو آپنے ایک قطیفہ بیش قیمت انمیں سے اٹھالیا اور فرمایا یہ اسکو دونگا جو خدا اور رسول کو دوست رکھے اور خدا اور رسول اسے دوست رکھیں پس صحابہ نے گردنیں طمع کی بلند کیں آپ نے فرمایا علی کہاں ہیں عمار دوڑے گئے اور امیر المومنین کو بلا کر لائے حضرت نے وہ قطیفہ انکو مرحمت کیا جناب امیر نے وہ قطیفہ لے لیا مدینہ میں آئے تو اسکو لیکر بقیع کیطرف کہ ان دنوں بازار مدینہ ادھر لگتا تھا تشریف لیگئے اور اس قطیفہ کو کہ طلا باف تھا سنار کو دیا کہ سونا اسکا جدا کرے بقدر ایک ہزار دینار سونا اسمیں سے برآمد ہوا حضرت نے تمام فقراء مہاجرین و انصار پر قسمت کردیا ایک حبہ تک اپنے لئے نہ رکھا اور خالی ہاتھ گھر واپس آئے اگلے روز حضرت رسولخدا مع عمار یاسر و حذیفہ بن الیمان وغیرہ آپکے ملے اور فرمایا یا علی کل ایک ہزار دینار تمہارے ہاتھ آئے ہیں آج ہم مع ان صحابیوں کے دنکا کھانا تمہارے گھر کھائینگے

حدیث قطیفۂ مطلا

حضرت کے یہاں اس روز قلیل و کثیر کچھ موجود نہ تھا کہ مہمانی کریں انکار کرتے بھی شرم آئی لاجرم عرض کی چلئے یا رسول اللہ اور جسکو چاہئے اپنے ساتھ لے چلئے پس رسولخدا مع رفقا داخل خانہ حضرت امیر ہوئے حذیفہ کہتے ہیں کہ میں اور عمار و سلمان و ابوذر و مقداد کل پانچ شخص آپ کے ہمراہ تھے حضرت امیر سبقت کر کے حضرت فاطمہ کی طرف چلے تاکہ انکے پاس کچھ ہو تو لیکر مہمانوں کو کھلائیں گھر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ صحن خانہ میں ایک کاسۂ بزرگ پر از ثرید گرما گرم رکھا ہے جس کے اوپر بہت سا گوشت ہے اور بوئے مشک اس سے آرہی ہے پس وہ کاسہ اٹھا کر حضرت رسولخدا کے روبرو رکھدیا ہم سبنے کھایا حتے کہ سیر ہو گئے مگر کھانا بدستور تھا کچھ اس سے کم نہوا تھا حضرت رسولخدا اٹھکر فاطمہؑ کے پاس تشریف لے گئے اور پوچھا اے فاطمہ یہ طعام تمہارے پاس کہاں سے آیا فاطمہؑ نے اس طرح پر کہا ہم نے بھی سُنا فرمایا خدا کے پاس سے تحقیق کہ وہ جسکو چاہتا ہے بیحساب روزی دیتا ہے پس حضرت اشکبار باہر تشریف لائے اور فرماتے تھے خدا کا شکر ہے کہ مینے رحلت نہ کی تا اینکہ اپنی دختر میں وہ امر دیکھ لیا جو زکریا نے مریم بنت عمران میں دیکھا تھا جب زکریا محراب میں ان کے پاس جاتے تو پوچھتے اے مریم تمہارے پاس یہ رزق کہاں سے آیا وہ کہتی خدا کے پاس سے انّ اللہ یرزق من یشاء بغیر حساب اور آیہ شریفہ ویؤثرون علیٰ انفسہم ولو کان بہم خصاصۃ یعنے اختیار کرتے ہیں اپنے اوپر اوروں کو اگرچہ خود بھی محتاج ہیں یعنے گو آپ بھوکے ہوں مگر اپنا کھانا اوروں کو کھلا دیتے ہیں امیر المومنینؑ کی شان میں اتری چنانچہ کنزبین شیخ شرف الدین نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے حضرت رسولخدا کی خدمت میں حاضر ہو کر بھوک سے شکایت کی حضرت نے ازواج کو کہلا بھیجا کہ ایک شخص بھوکا ہے اگر کسی کے پاس کچھ ہو تو اسکو دیدے سب نے جواب دیا کہ ہمارے پاس سوائے پانی کے اور کچھ نہیں ہے حضرت نے یہ جواب سُنکر فرمایا آج کی شب کون اسکا متکفل ہوتا ہے امیر المومنین علیہ السلام نے عرض کی میں اسکو مہمان کرونگا پس حضرت فاطمہؑ کے پاس تشریف لیگئے اور اس ماجرے سے انکو آگاہ کیا جناب سیدہ نے فرمایا کہ میرے پاس بجز قوت اطفال اور کچھ موجود نہیں مگر مہمان کو اپنے فرزندوں پر اختیار کرتے ہوں حضرت نے فرمایا بچوں کو بھوکا سلادو اور اس مرد کا پیٹ بھردو جناب سیدہ نے ایسا ہی کیا صبح کو جب جناب امیر حاضر خدمت رسولخدا ہوئے تو حق تعالیٰ نے یہ آیہ نازل کی وَیُؤثِرُونَ عَلیٰ اَنفُسِہِم وَلَو کَانَ بِہِم خَصَاصَۃ یعنے باوجود اپنے محتاجگی کے اوروں کو اپنے اوپر اختیار کرتے ہیں اور بطریق شیعہ امام بحق ناطق جعفر بن محمد صادق علیہما السلام سے نقل ہے کہ ایک روز کاشانہ ملائک آشیانہ جناب امیر میں کچھ کھانیکو نہ تھا حضرت رسالت پناہ نے ایک دینار دیا اور فرمایا اے علی جاؤ اور اپنے عیال کے لئے کچھ ہی خرید پس وہ جناب دینار لیکر رخصت ہوئے راہ میں مقداد بن اسود کندی انسے ملے اور حاجتمندی الحضرت سے بیان کی آپنے وہ دینار مقداد کو دیدیا اور خود مسجد میں آکر سو رہے رسولخدا نے آپ کا بہت انتظار کیا جب دیر ہوئی تو آپ بھی مسجد میں تشریف لاتے دیکھا کہ علی خواب استراحت میں ہیں انکو بیدار کر کے پوچھا یا علی تم نے آج کیا کار خیر کیا عرض کی جب میں آپسے مرخص ہوا تو مجھے مقداد راستے میں ملے اور اپنی احتیاج ظاہر کی مینے وہ دینار انکو دیدیا حضرت نے ارشاد کیا کہ مجھے جبرئیل نے اسکی خبر دی

ہے اور آیہ وَیُؤثِرُونَ الخ تمہاری شان میں لائے ہیں ارشاد القلوب مناقب وغیرہ کتب شیعہ و سنی میں مسطور ہے کہ ایک بار حیدر کرار مکہ معظمہ مین تشریف رکھتے تھے ایک اعرابی کو دیکھا کہ دامن پردۂ کعبہ کا پکڑے ہوئے خداوند عالم سے چار ہزار درہم طلب کرتا ہے حضرت نے اس اعرابی سے پوچھا کہ تو اس قدر دراہم لیکر کیا کریگا اس نے کہا تم کون ہو اور کیوں پوچھتے ہو آپنے فرمایا کہ میں علی بن ابیطالب ہوں یہ سنکر اس نے کہا اَنتَ وَاللہِ حَاجَتِی قسم بخدا کہ تم ہی میری حاجت ہو یا حضرت مہر میری زوجہ کا میرے ذمہ ہے ایک ہزار درہم تو اسکو دونگا ایک ہزار مجھ پر قرض کے ہیں وہ ادا کرونگا ایک ہزار میں اپنے رہنے کا مکان بناؤنگا باقی ایک ہزار میں اپنے باقی زندگی بسر کرونگا حضرت نے یہ سنکر فرمایا اَنصَفتَ یَا اَعرَابِی یعنے انصاف کیا تو نے اے اعرابی اور زیادہ طلبی نہیں کی جب تو مکہ سے مراجعت کرے تو مدینہ رسول میں آکر میرا گھر پوچھ لینا الحاصل اعرابی ایک ہفتہ مکہ میں ٹھیرا پھر مدینہ میں آیا اور بازار میں کھڑا ہو کر پکارا کہ کوئی شخص ایسا ہے کہ مجھے علی بن ابی طالب کا گھر بتادے اتفاق سے حسنین علیہما السلام اس راہ سے تشریف لاتے تھے اعرابی کی آواز سنکر ارشاد کیا کہ ہمارے ساتھ آکہ ہم تجھے اس جناب کے گھر پہنچادیں اعرابی نے پوچھا تم کون ہو کہا ہم نواسے رسول اللہ کے فرزند ہیں اس امیر کے جسکا تو گھر پوچھتا ہے سو غرض حسنین اعرابی کو مکان پر لائے اور حضرت کی خدمت میں حاضر کیا آپنے سلمان فارسی سے ارشاد کیا کہ باغ جسے رسول خدا نے میرے لئے لگایا ہے بیچ ڈالو سلمانؓ نے حسب فرمان واجب الاذعان شہر میں پھر کر وہ باغ بارہ ہزار درہم فروخت کیا اور روپیہ نقد حضرت کی خدمت میں لائے آپنے چار ہزار درم اعرابی کو وعدہ کے اور چالیس درم اپنی طرف سے زاد راہ کے عنایت کئے باقی فقراء و مساکین مدینہ پر کہ باغ کی فروخت کی خبر سُنکر انحضرت کے گرد جمع ہو گئے تھے تقسیم کر دئے اور کچھ اپنے لئے باقی نہ رکھا بعد تقسیم جب دولت سرا میں تشریف لائے تو جناب سیدہ نے پوچھا یا ابن عم مینے سُنا ہے کہ تم نے اپنے باغ کو بیچا ہے فرمایا ہاں بیچا ہے کہا قیمت کہاں ہے فرمایا محتاجین و مستحقین پر تقسیم کر دی جناب معصومہ نے کہا میں اور دونو فرزند میرے بھوکے ہیں اور شک نہیں کہ تمہارا ابھی یہی حال ہے یہ سُنکر وہ جناب گھر سے باہر تشریف لائے تاکہ کسی سے کچھ قرض لیکر سب کی فاقہ شکنی کرائیں اس اثنا میں جناب رسالتمآب داخل خانہ ہوئے اور جناب سیدہ سے پوچھا کہ میرے ابن عم کہاں ہیں عرض کی باہر تشریف لیگئے ہیں آپ نے سات درہم اس جناب کو دئے کہ میرے ابن عم کو دو کہ وہ تمہارے واسطے طعام خرید کریں یہ کہکر واپس تشریف لے گئے امیر المومنینؑ گھر مین تشریف لائے تو کہا شاید میرے ابن عم رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ یہاں تشریف لائے تھے کہ بوئے خوش میرے مشام میں آتی ہے جناب معصومہ نے کہا ہاں اور وہ سات درہم انکو دئے اور پیغام رسولخدا پہنچایا۔ جناب امیر علیہ السلام امام حسنؑ کو ساتھ لیکر بازار میں تشریف لاتے وہاں ایک شخص کو دیکھا کہ کہتا ہے مَن یُقرِضُ الوَفِی المَلِی یعنے کون شخص ہے کہ قرض دے وفا کنندہ کو جسکا خزانہ مال و نعمت سے پُر ہے۔ یعنے جو مجھے قرض دیگا بمنزلہ قرض دینے خدا کے ہے وہ سبحانہ تعالیٰ اس کا عوض اسکو دیگا جناب امیر نے یہ سُنکر امام حسن علیہ السلام سے پوچھا یا بُنَیَّ نُعطِیہ الدَّرَاہِمَ اے فرزند ہم یہ درہم اسکو دیدیں امام حسنؑ نے عرض کی بہتر ہے اے پدر بزرگوار۔ پس حضرت نے وہ درہم اسکو دیدئے اور ارادہ کیا کہ ایک شخص کے پاس جا کر کچھ قرض لیں راہ میں

ایک اعرابی سے ملاقات ہوئی اس کے پاس ایک ناقہ تھا کہا یا حضرت آپ اس ناقہ کو خرید کرتے ہیں فرمایا لیس معی ثمنہا یعنے میرے پاس اس کی قیمت ہیں اس نے کہا آپ قرض لیلیں جب آپکے پاس ہو دیدیجئے گا حضرت نے فرمایا کتنے کو دیگا عرض کی سو درہم کو فرمایا اے حسن اس ناقہ کو لیلو۔ جب آگے بڑھے تو ایک اور اعرابی ملا اس نے عرض کی یا علی اسکو بیچتے ہو فرمایا ہاں مگر تو اسکو لیکر کیا کریگا۔ عرض کی اسپر سوار ہو کر تمہارے بھائی رسولخدا کے ساتھ کفار سے جہاد کرونگا۔ فرمایا تو قبول کرے تو میں تجھ مفت ہی دیدوں عرض کی ایک سو ستر درم اسکی قیمت کے دیتا ہوں فرمایا اے حسن درم اس سے لیکر ناقہ دیدو اور چلو کہ اس اعرابی ڈھونڈکر اس کی قیمت دیویں پس اس کے تلاش میں چلے۔ جناب رسولخدا کو ایک جگہہ کھڑے دیکھا کہ پیشتر اس سے کبھی اس جگہہ نہ دیکھا تھا حضرت آپ کو دیکھکر تبسم ہوتے اور کہا اے ابو الحسن اس اعرابی کو ڈھونڈتے ہو کہ جسنے تمہارے ہاتھ ناقہ بیچا تھا عرض کی ہاں یا رسول اللہ حضرت نے فرمایا اے ابو الحسن وہ آدمی نہ تھا بلکہ جبرئیل تھا جس نے تمہارے ہاتھ ناقہ فروخت کیا اور میکائیل نے تم سے خریدا اور وہ ناقہ ناقہائے بہشت سے تھا اور وہ درہم خداوند عالم کے نزدیک سے تھے کہ وہ ملی وفی ہے یہ اشارہ ہے اس عبارت کیطرف جو سائل نے کہے تھے یعنے من یقرض الوفی الملی مصنف مناقب مرتضوی بعد نقل قصہ کے کہتا ہے کہ روایت بیع وشرا ناقہ کتب سلف میں کئی طریق سے وارد ہوئی ہے چنانچہ زہرۃ الریاض میں ہے کہ ایک بار امیر المومنینؑ کے گھر میں تین روز کا فاقہ تھا جناب سیدہ نے اپنی چادر دی کہ فروخت کرکے اس سے کھانا خریدیں امیر المومنین نے وہ چادر چھہ درہم کو بیچکر درہم خیرات کر دیتے بس ایک شخص مہار ناقہ ہاتھ میں لئے حضرت کے پاس آیا اور آپ کو وہ ناقہ سو درہم کو ادھار دے گیا اسکو لئے جاتے تھے کہ دوسرا شخص ملا اور ایک سو ساٹھ درہم نقد دیکر اس نے آپسے ناقہ خرید لیا پس حضرت نے سو درہم اس بائع کو دئے اور باقی ساٹھ گھر میں لاکر جناب سیدہ کے حوالے کئے اور قصہ انکے روبرو بیان کیا رسولخدا نے یہ حال سنا تو فرمایا فروشندہ ناقہ جبرئیل تھا اور خریدار میکائیل اور وہ ناقہ ناقہائے بہشت سے تھا جس پر فاطمہ بروز قیامت سوار ہونگی۔ اور اربعین جار اللہ سے نقل کیا ہے کہ جناب سیدہ نے چھہ درہم جناب امیر کو دئے کہ اس سے خوردنی عیال کے لئے خرید کریں حضرت طعام خریدنے کے لئے بازار میں جارہے تھے کہ راہ میں ایک شخص نے کہا من یقرض المولی الوفی آپنے وہ دراہم اسکو دیدئے اور گھر آکر حضرت فاطمہ سے قصہ بیان کیا معصومہ پاک نے کہا وہ وفی ہے البتہ وفا کریگا پس امیر المومنینؑ خدمت ختم المرسلین کو روانہ ہوئے راہ میں ایک اعرابی ناقہ لئے سامنے آیا اور عرض کی اے ابو الحسن ناقہ خریدتے ہو آپ نے کہا میرے پاس دام نہیں کہا کیا مضائقہ ہے قیمت قرض رہی جب تمہارے پاس ہو گی دیدینا۔ غرض حضرت نے سو درہم کو خرید لیا تھوڑی دیر بعد ایک اور اعرابی ملا اور اس نے وہ ناقہ تین سو درہم پر آپسے لیلیا۔ امیر المومنینؑ گھر آکر بیٹھے حضرت فاطمہؑ سے پھر حضرت رسولخدا کی خدمت میں یہ کیفیت عرض کی آپ نے فرمایا بخ بخ یا ابا الحسن اعطیت ستۃ دراہم اعطاک اللہ ثلث مائۃ درہم یعنے مبارک ہو تمکو اے حسنؑ کے باپ کہ تم نے چھہ درہم راہ خدا میں دئے تھے حق تعالی نے تمکو تین سو درم عطا فرمائے بائع ناقہ جبرئیل تھا اور مشتری میکائیل وبروایتے اسرافیل

مولف کہتا ہے کہ سنی صاحبان تبلائیں کہ انکے شیخین کے ساتھ بھی جبرئیل و میکائیل نے کبھی بہشتی ناقہ کی خرید و فروخت کا معاملہ کیا ہے نہیں کیا تو ان لوگوں کو انکے درجے پر رکھیں اور نفس رسول اللہ کے لئے جو درجہ خدا و رسول کی طرف سے مقرر ہے اس پر جا میں لطف یہ ہے کہ جیسے اعمال حسنہ امیر المومنین مبنی بر کمال حسن نیت و اخلاص ہوتے تھے ویسے ہی خدا و رسول کیطرف سے انکی قدردانی بھی اعلے درجے کی ہوتی تھی ایک اسی مقام کو دیکھ لو کہ آپ نے چھہ درہم دئے جبرئیل و میکائیل ناقہ بہشت لائے اور تین سو درہم دئے گئے۔ ایک مرتبہ چار درہم آپنے راہ خدا میں خیرات کئے۔ آیہ شریفہ الذین ینفقون اموالھم باللیل والنھار سرا و علانیۃ الخ قرآن میں نازل ہوئی جسکو مومنین قیامت تک تلاوت کرتے رہیں گے۔ صواعق محرقہ وغیرہ میں ہے کہ انحضرت کے پاس چار درہم تھے ایک کو دنمیں دیا ایک رات کو ایک پوشیدہ خیرات کیا ایک ظاہر و علانیہ حق تعالی نے یہہ آیہ شریفہ آپکی شان میں نازل کی معنے آیہ کے یہ ہیں کہ جو لوگ اپنے اموال کو رات اور دن ظاہر و پوشیدہ راہ خدا میں صرف کرتے ہیں انکا اجر و ثواب خدا کے نزدیک ہے اور خوف اور غم انکے لئے نہیں پس یہ فضیلت بھی مخصوص اس جناب کے ہے جیسا کہ آیہ نجوی کر عمل کرنا خاص آپکا حصہ تھا کوئی دوسرا اسمیں آپکا شریک نہیں۔ مفسرین معتبرین فریقین نے لکھا ہے کہ اغنیا و مالدار لوگ دیر تک حضرت رسول اللہ کی خدمت میں بیٹھتے اور بہت باتیں کرتے تھے کہ فقرا کو جگہہ نہ ملتی اور وہ بات تک نہ کرنے پاتے تھے یہ بات حضرت کو بہت ناگوار ہوئی پس آیہ شریفہ یا ایھا الذین امنوا اذا ناجیتم الرسول فقدموا بین یدی نجواکم صدقات الخ نازل ہوئی یعنے اے ایمان لانے والو جب تم رسول اللہ سے باتیں کرنی چاہو اور مناجات کرو تو اپنی رازداری سے پیشتر صدقہ اور خیرات کیا کرو کہ یہ تمہارے لئے بہتر اور پاکیزہ تر ہے جب یہ آیہ نازل ہوئی تو فقرا بوجہ تہی دستی اور امرا بجل و خست کی وجہ سے حضرت کی ہمکلامی سے باز رہے۔ لیکن امیر المومنینؑ کے پاس ایک دینار تھا اسکو دس درم کو فروخت کیا اور دس مرتبہ خیرات دیکر دس ہی دفعہ آپسے گفتگو فرمائی تفسیر ثعلبی و جمع بین الصحاح الستہ وغیرہ سے منقول ہے کہ امیر المومنین نے فرمایا کہ کتاب خدا میں ایک آیہ ہے کہ کسینے اسپر مجھسے پہلے عمل نہیں کیا اور نہ کوئی میرے بعد عمل کریگا وہ آیہ مناجات ہے جب نازل ہوئی تو ایک دینار میرے پاس تھا اسکو دس درم کو بیچدیا جب ایک بات رسولخدا سے کرنا چاہتا تو ایک درم تصدق کرتا تا اینکہ دراہم تمام ہوئے بعد ازاں وہ آیہ منسوخ ہوگئی اور میری وجہ سے امت نے اس آیہ پر عمل کرنے سے رہائی پائی الحق ؎ نشد بغیر میسر کہ از عنایت حق۔ عمل بآیہ نجویٰ شود میسر او ۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرات اہل سنت جو خلفا کی نسبت کہتے ہیں کہ انہوں نے راہ خدا میں بہت سا مال صرف کیا یہ قول انکا کسقدر صحیح ہے۔ جو لوگ ایک درم کے لالچ سے رسولخدا کے ساتھ بات کرنا چھوڑدیں اور آپ کی ہمکلامی انکے نزدیک ایک درہم کے برابر بھی قدر و قیمت نہ رکھے تو ظاہر ہے کہ وہ راہ خدا میں کیا مال صرف کرنے لگے ہیں۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ وقت تنگ تھا یعنے آیہ نازل ہوئی پھر جلدی ہی منسوخ ہوگئی عمل کسو وقت کر لیتے یہ قول انکا درست نہیں کس لئے آیہ مذکور بنابر تصریح بعض مفسرین دس دن کے بعد منسوخ ہوئی ہے علاوہ برایں خود اہل سنت قائل ہیں کہ امیر المومنینؑ نے اسپر عمل کیا پھر انکے واسطے وقت کہاں سے آگیا تھا۔ نیز جناب امیر علیہ السلام نے اپنے ہاتھ کی انگوٹھی نماز پڑھتے میں سائل کو عطا کی حق تعالی نے اسکی جلدو میں آیہ شریفہ انما ولیکم اللہ الخ نازل فرمائی جسمیں نہ صرف آپ کی اس خیرات پر مدح سرائی کی ہے

قصۂ آیۂ نجویٰ

نزول آیۂ انما ولیکم اللہ الخ

بلکہ اس جناب کی خلافت بلا فصل پر بھی نص صریح فرمائی ہے تفصیل اس اجمال کی بموجب تصریح مفسرین و محدثین اہل سنت مثل زمخشری و نیشاپوری و ثعلبی و حافظ ابو نعیم و مسند احمد بن حنبل و مناقب ابن مغازلی و صحیح نسائی وغیرہ کے یہ ہے کہ ایک روز رسولخدا مع جماعت اصحاب نماز ظہر پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص نے بہیئت فقر مسجد میں آکر سوال کیا صفوں کے گرد پھرتا تھا اور طلب کرتا تھا جب کسینے اس کی حاجت روائی نہ کی تو اس نے حق سبحانہ تعالی کیطرف خطاب کرکے کہا خداوندا تو جانتا ہے کہ میں نے تیرے نبی کی مسجد میں سوال کیا اور کسی نے مجھکو نہ دیا جب امیر المومنینؑ نے یہ کلام سنا تو حالانکہ آپ اسوقت رکوع میں تھے انگشت مبارک کو جسمیں انگوٹھی پہنے ہوئے تھے اسکی طرف کرکے حرکت دی گدا آپ کا مقصود پا گیا اور جلد انگلی سے انگشتر نکال لی اور شکر گویاں وہاں سے روانہ ہوا رسولخدا صلی اللہ علیہ اثنائے نماز میں اس سے واقف ہوئے بعد فراغت نماز سر مبارک اپنا طرف آسمان بلند کیا اور عرض کی پروردگارا موسی پیغمبر نے تجھ سے سوال کیا کہ کار نبوت میں میری اعانت فرما تا کہ یہ کام حسب مرام انجام کو پہنچے اور میرے بھائی ہارون کو کہ میری اہل سے ہے میرا وزیر مقرر کر تا کہ میرا دین اس سے قوت پکڑے اور اسے اس کام میں میرا شریک کر پس خداوندا تو نے دعا اس کی قبول کی اور ارشاد کیا سَنَشُدُّ عَضُدَكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطَانًا کہ ہم عنقریب تیرے بازو کو اس سے قوی کریں گے اور تم دونو کو سلطنت عنایت کریں گے پروردگارا میں بھی تیرا نبی اور تیرا برگزیدہ ہوں اَللّٰهُمَّ فَاشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَیَسِّرْ لِیْ اَمْرِیْ وَاجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَهْلِیْ عَلِیًّا اُشْدُدْ بِهٖ ظَهْرِیْ خداوندا میرے سینہ کو کشادہ کر اور میرے کام کو آسان فرما اور میرے اہل سے علیؑ کو میرا وزیر بنا کہ میری پشت اس سے مضبوط ہو راوی کہتا ہے کہ یہ دعا آپ کی ہنوز تمام نہوئی تھی کہ جبرئیل امینؑ نازل ہوئے اور یہ آیہ شریفہ لائے اِنَّمَا وَلِیُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ یعنے تمہارا ولی کوئی نہیں بجز اللہ کے اور اس کے رسول کے اور ان لوگوں کے جو ایمان لائے نماز کو برپا رکھتے ہیں اور زکوۃ کو ادا کرتے ہیں درانحالیکہ رکوع میں ہوتے ہیں مراد یہ کہ تمہارے دین کا نگہبان اور حامی اور تمہاری کاروبار کا اولی بتصرف صرف خدا ہے اور رسول اور وہ مومن جو ان صفات سے موصوف ہیں چونکہ یہ آیہ باتفاق مفسرین امیر المومنینؑ کی شان میں نازل ہوئی اسلئے کاروبار خلائق میں تصرف کرنے والے اور اسمیں دخل دینے والے یعنے ولی صرف تین شخص ہوئے خدا و رسول و امیر المومنینؑ اور یہی معنی امام کے ہیں۔ شیخ صدوق علیہ الرحمہ امالی میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر خطاب نے کہا میں نے چالیس انگوٹھیاں حالت رکوع میں خیرات کیں کہ کاش میرے حق میں بھی کوئی آیہ نازل ہووے جیسے کہ علیؑ کے حق میں نازل ہوئی۔ مگر کچھ نہوا۔ اختلاف کیا ہے ہمیں کہ شخص واحد یعنے امیر المومنینؑ کے لئے صیغہ جمع کیوں استعمال کیا گیا اس کی کیا وجہ تھی۔ بعضوں نے کہا ہے کہ اسمیں اس جناب کی تعظیم مقصود ہے چنانچہ اکثر عظمت و بزرگی کے مقام پر واحد کی جگہہ جمع کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ اور صاحب کشاف نے لکھا ہے کہ جمع کا صیغہ یہاں اس لئے استعمال ہوا تا کہ اور لوگ بھی اس نیک کام کی طرف رغبت کریں اور فقراء و مساکین پر انفاق کرنیمیں کوتاہی روا نہ رکھیں کہ انکو بھی ایسا ہی ثواب اور مرتبہ جلیل ملے جیسا کہ انحضرت کو مرحمت ہوا اور بعض علماء امامیہ نے کہا ہے کہ حضرات ائمہ معصومین یعنے امیر المومنینؑ سے لیکر حضرت صاحب الامرؑ تک

نزول سورۂ ہل اتیٰ در شان امیر المومنینؑ و اہلبیت طاہرینؑ

سب نے حالت رکوع میں نماز کے وقت صدقہ دیا ہے پس اس صیغہ جمع سے ان تمام حضرات کیطرف اشارہ ہے۔ بہرکیف امام غزالی حجت الاسلام اہل سنت نے اپنی کتاب سر العالمین میں روایت کی ہے کہ وہ انگشتر جو امیر المومنینؑ نے حالت نماز میں سائل کو دی انگشتر سلیمان علے نبینا و علیہ السلام تھی کہ بعد انحضرت کے قوم جنات کو کہ مقرب انحضرت کے تھے ہاتھ آئی تھی اور انہوں نے بطور پیشکش رسول اللہ کی خدمت میں ہدیہ کی آپنے شاہ ولایت کو مرحمت فرمائی چنانچہ جن و انس نے اس عطیہ خیر الورے کا مشاہدہ کیا جب وقت نماز ظہر کا آیا اور صفوف جماعت آراستہ ہو کر سب لوگ متوجہ نماز ہوئے تو حق تعالی نے جبرئیل کو بصورت درویش مسجد رسول میں بھیجا کہ صحابہ سے سوال کرے جب کسینے کچھ نہ دیا تو امیر المومنینؑ نے اسکو اس عطیہ سے خوشوقت فرمایا **مولف** کہتا ہے کہ اسی جگہہ سے ہے کہ شاعر نے کہا ہے ع انگوٹھی دی جو سائل کو علیؑ نے غل ہوا ہر سو * گدا کو مرتبہ حیدر نے بخشا ہے سلیمان کا **نیز** سورہ مبارکہ ہل اتی شان میں امیر المومنینؑ و دیگر اہل بیت طاہرین کے نازل ہوئی جبکہ انحضرات نے تین روز متواتر روزے پر روزہ رکھا اور اپنا کھانا مسکین و یتیم و اسیر کو بخشدیا۔ فرید الدین عطار کہتا ہے ع مسکین نانے از بہر خدا داد * خداوند جہانش ہل اتی داد و دیگرے آں شنیدی کہ حیدر کرار * کافران کشت و قلعہا بکشاد * تا ندا داد سہ قرص نان جوین * ہفدہ آیت خدائش نفرستاد * مفسرین شیعہ و سنی نے تفسیر آیہ یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ الآیہ میں روایت کی ہے کہ ایک بار حسنین علیہما السلام زمانہ طفولیت میں بیمار ہوئے حضرت رسولخدا نے جناب امیرؑ سے کہا یا ابا الحسن کوئی شے نذر کرو کہ خداوند عالم انکو جلد شفا عنایت کرے بنابرین جناب امیرؑ اور جناب سیدہ حسنین اور فضہ خادمہ انحضرات نے بھی تین تین روزے نذر کئے۔ جب حسنین شفایاب ہوئے اور ان بزرگواروں نے ادائے نذر شروع کیا تو اسوقت بیت الرسالت میں کچھ کھانیکو موجود نہ تھا لاجرم حضرت امیر المومنینؑ شمعون یہودی کے گھر تشریف لیگئے اور کسیقدر صوف طلب کیا کہ دختر رسولخدا فخر مریم و حوا فاطمہ زہرا اسکو کاتے اور تین صاع جو اجرت کے اس سے لئے اور جناب معصومہ کو لاکر دئے۔ آپ نے ایک حصہ صوف کا کاتا اور ایک صاع جو پیسکر پانچ قرص نان پکائے بعد افطار جسوقت سب صاحب کھانا کھانے بیٹھے تو ایک مسکین نے دروازے پر آکر آواز دی کہ اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمْ یَا اَهْلَ بَیْتِ مُحَمَّدٍ میں مسکین ہوں مجھکو کھانا دو خدا تعالی تمکو نعمات بہشت عطا کریگا جناب امیرؑ نے یہ سنکر لقمہ ہاتھ سے رکھدیا اور بہ تبعیت آپ کے جناب فاطمہؑ اور حسنینؑ و فضہ نے بھی کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا اور سب نے اپنی اپنی روٹی فقیر کو اٹھا دی۔ اور تنہا پانی پر قناعت کرکے سب کے سب بھوکے سو رہے دوسرے دن پھر روزہ تھا جناب معصومہ نے پھر ایک صاع جو پیسکر پانچ روٹیاں تیار کیں افطار کے بعد اپنی اپنی روٹی لیکر کھانے بیٹھے تھے کہ ایک اور آواز دروازے سے آئی کہ میں یتیم و بیکس ہوں کچھ کھانیکو اپنے پاس نہیں رکھتا۔ امیر المومنینؑ نے اپنا حصہ اسکو اٹھا دیا اور آپکے ساتھ گھر بھر نے اپنا اپنا حصہ اسکو عطا کیا اور خود بھوکے صبر کرکے سو رہے **تیسرے** دن پھر حسب معمول روٹیاں پکیں اور بعد افطار پانچوں بزرگوار کھانیکو بیٹھے کہ ایک اسیر نے آکر پکارا السلام ہو تمپر اے اہل بیت رسالت ہمکو قید کرتے ہو اور کھانیکو نہیں دیتے بروایتے تینوں دن حق تعالی نے جبرئیل یا کسی اور ایسی ہی فرشتے کو بھیجا تھا اس نے بنام مسکین و یتیم و اسیر سوال کیا۔ غرض جناب

امیر نے جو آواز اس اسیر کی سنی تو لقمہ ہاتھ سے ڈال دیا اور کہا اے فاطمہ اے دختر رسول آخر الزماں یہہ اسیر تمہارے پاس آیا ہے کہ
کہیں نہیں جاسکتا کیونکہ غل و زنجیر میں قید ہے اور شکایت کرتا ہے بھوک اور فاقہ کی ذرا شک نہیں کہ جو آج اسکو کھانا دیگا حق تعالےٰ
اسکو بروز قیامت نعمات بہشت سے متلذذ کریگا جناب سیدہ نے فرمایا کہ میرے ہاتھ چکی پیستے پیستے مجروح ہوگئے یہی ایک صاع
اسمیں سے باقی تھا میرے بچے بہت ہی بھوکے ہیں خداوند اتو انکو ضائع نکر کیا انکا باپ سیر چشم و فراخ دست ہے یہ کہکر تمام کھانا سائل
کو اٹھا دیا۔ اور سوائے گھونٹ پانی کے اُس روز بھی کسی نے کچھ نہ چکھا چونکہ اب روزے نذر کے تمام ہوگئے تھے اگلے روز بہ نیت
افطار سب بیدار ہوئے۔ امیر المومنین حسنین کو رسولخدا کی خدمت میں لیگئے درانحالیکہ وہ بھوک کی شدت سے کانپ رہے
تھے حضرت نے جب اپنے جگر پاروں کا یہ حال دیکھا تو فرمایا اے ابو الحسن بہت ناگوار ہے مجھکو کہ تمکو اس حال میں دیکھوں چلو
فاطمہ کے پاس چلیں وہاں جاکر دیکھا کہ جناب معصومہ محراب عبادت میں کھڑی ہیں اور شکم مبارک انکا شدت گرسنگی سے پشت کو جا لگا
ہے اور آنکھیں نیچے اُتر گئیں ہیں آپنے اپنی جگر گوشہ کو سینہ سے لگالیا اور فرمایا پناہ دیجاتا ہوں طرف خدا کے تمہارے اس حال سے
اسوقت جبرئیل حق تعالیٰ کی جانب سے نازل ہوئے اور کہا اے محمد لو جو کچھ کہ حق تعالیٰ نے تمہارے لئے مہیا کیا ہے پس سورہ ہل اتی کو
اِنَّ ھٰذَا کَانَ لَکُمْ جَزَاۤءً وَّکَانَ سَعْیُکُمْ مَّشْکُوْرًا تک آپکے سامنے تلاوت کیا رسولخدا شکریہ اس عطیہ عظمیٰ کا بجالاتے صاحب
کشف الغمہ اس حکایت کی نقل کے بعد فرماتے ہیں وھٰذہِ السُّوْرۃ نزلت فی ھذہ القصّۃ باجماع الامّۃ لا اعرف احد اخالف فیہ
یعنے یہ سورہ باتفاق تمام سلمانوں کے اس قصہ میں نازل ہوئی ہے مجھکو معلوم نہیں کہ کسینے بھی اسمیں خلاف کیا ہو۔ اور ایک روایت
میں ہے کہ جب رسولخدا فاطمہ کے گھر تشریف لائے اور انکا یہ حال دیکھا تو گریاں ہوئے اور کہا تم تین روز سے گرسنہ ہو اور یہ حالت
تمہاری ہوگئی اور مجھکو خبر نہیں اتنے میں جبرئیل یہ آیات لیکر نازل ہوئے اِنَّ الْاَبْرَارَ یَشْرَبُوْنَ مِنْ کَاْسٍ کَانَ مِزَاجُھَا کَافُوْرًا
عَیْنًا یَّشْرَبُ بِھَا عِبَادُ اللہِ یُفَجِّرُوْنَھَا تَفْجِیْرًا ۱ھ یعنے بیشک ابرار و نیکو کار پئیں گے کاسوں سے کہ ہوگا مزاج انکا
مثل کافور کے سرد چشمہ کہ اس سے پئیں گے بندگان خدا جاری کریں گے اسکو جاری کرنا۔ راوی کہتا ہے کہ وہ چشمہ رسولخدا کے
گھر میں ہوگا۔ اور اس سے اور چشمے جدا کرکے انبیاء و مومنوں کے گھروں میں جاری کریں گے یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ پورا کرتے ہیں
نذر کو مراد اسسے علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ ہیں وَیَخَافُوْنَ یَوْمًا کَانَ شَرُّہٗ مُسْتَطِیْرًا اور ڈرتے ہیں اس روز سے کہ شر اسکا عظیم ہے
وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسْکِیْنًا وَّیَتِیْمًا وَّاَسِیْرًا اور دیتے ہیں کھانا اسکی محبت پر مسکین و یتیم و اسیر کو اِنَّمَا نُطْعِمُکُمْ لِوَجْہِ
اللہِ لَا نُرِیْدُ مِنْکُمْ جَزَاۤءً وَّلَا شُکُوْرًا اور کہتے ہیں کہ ہم صرف خدا کے واسطے تمکو کھانا دیتے ہیں اور نہیں چاہتے تم سے بدلا اور شکر اِنَّا نَخَافُ مِنْ
رَّبِّنَا یَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِیْرًا تحقیق کہ ہم ڈرتے ہیں اپنے رب سے جس دن کہ ہوگا ترش رو و سخت۔ معصوم فرماتے ہیں کہ یہ بات
انہوں نے زبان سے نہیں کہی تھی اور دل میں رکھتے تھے خدا تعالیٰ نے انکے دل کی بات کی خبر دی کہ یہ اس ارادے سے دیتے
ہیں فَوَقٰھُمُ اللہُ شَرَّ ذٰلِکَ الْیَوْمِ وَلَقّٰھُمْ نَضْرَۃً وَّسُرُوْرًا پس نگاہ رکھا حق تعالیٰ نے انکو اسدن کے شر سے اور عنایت

تفسیر بعض آیات سورہ ہل اتیٰ ۱۲

کی انکو تازگی و سرور۔ اور جزا دی بسبب انکے صبر کے کہ بہشت میں رہیں اور حریر بہشت کو لباس بنائیں اور بیٹھیں اسمیں تکیہ لگاکر
اوپر تختوں کے اور نہ دیکھیں اسمیں حرارت آفتاب نہ برودت زمہریر ابن عباس سے منقول ہے کہ بہشت میں ایک روشنی مثل روشنی
آفتاب کے دکھائی دیگی بہشتی کہیں گے خداوندا تو نے فرمایا تھا لَا یَرَوْنَ فِیْھَا شَمْسًا کہ نہیں دیکھیں گے اسمیں آفتاب کو پس یہ روشنی
کیسی ہے اسوقت جبرئیل ان کے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ یہ نور آفتاب کا نہیں بلکہ فاطمہ زہرا و علی مرتضیٰ کے تبسم کرنیکا نور ہے کہ یہ حضرات
اسوقت باہم تبسم ہوتے ہیں **نزول مائدہ**۔ ہرچند مائدہ یعنی خوان پر از نعمات بہشت حضرات اہلبیت اطہار کے لئے بارہا
نازل ہوا ہے چنانچہ ایک قصہ اس کے نازل ہونیکا ابھی اس کتاب میں گزرا الا الطعام مسکین و یتیم و اسیر کے بعد نزول مائدہ ازبس
مشہورات سے ہے علماء فریقین نے اسکو اپنی اپنی کتابوں میں روایت کیا ہے یہاں چند روایتیں متعلق اس قصہ کے نقل ہوتی
ہیں **ازانجملہ** سید ابن طاؤس علیہ الرحمہ نے ثعلبی سے کہ مفسرین اہل سُنّت سے ہے اور اس نے محمد بن علی معازلی سُنّی سے نقل
کیا ہے کہ وہ اپنی کتاب موسوم بُلغہ میں لکھتا ہے کہ اہلبیت رسالت کی اس سخاوت کے بعد اور نیز سورہ ہل اتی کے نازل ہونیکے بعد
حضرت واہب العطایا نے ایک خوان پُر از نعمتہائے جنتی انکے لئے بھیجا کہ ایک ہفتہ تک شب و روز اسمیں سے کھاتے تھے بعد ازاں
وہ خوان ناپدید ہوگیا۔ اور محمد بن یوسف شافعی نے کفایت الطالب میں قصہ نزول ہل اتی کے ضمن میں اس طرح لکھا ہے کہ چوتھے
روز امیر المومنین حسنین کا ہاتھ پکڑکر رسول اللہ کی خدمت میں لائے حضرت نے انکو دیکھا اور انکے بھوکے رہنے کا حال آپکو معلوم
ہوا تو ایک کو گود میں دوسرے کو شانے پر لے لیا اور حضرت فاطمہ کے پاس آئے فاطمہ اپنے باپ کو دیکھکر بے اختیار رونے لگیں اور
عرض کی بطور حکایت کہتی ہوں نہ بطرز شکایت کہ آج چار روز سے میں نے اور علی اور حسنین نے طعام دنیا سے ذرا سا نہیں چکھا اور تم
سے حال چھپاتی رہی حضرت رسولخدا نے دست مبارک اپنے دعا کے لئے بلند کئے اور عرض کی اَللّٰھُمَّ اَنْزِلْ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ مَائِدَۃً کَمَا
اَنْزَلْتَ عَلٰی مَرْیَمَ بِنْتِ عِمْرَانَ خداوندا آل محمد کے لئے بھی مائدہ بہشت بھیج جیسا کہ تو نے اس سے پہلے مریم بنت عمران کے لئے بھیجا
تھا پس حضرت فاطمہ و امیر المومنین و حسنؑ و حسینؑ کو حجرہ کے اندر لے گئے وہاں ایک کاسہ دیکھا مرصع بجواہر کہ خوشبو مشک اس سے
آتی تھی ثرید سے بھرا ہوا یعنے شوربے میں ٹکڑے روٹی کے ترکئے ہوئے اور بوٹیاں اس کے اوپر رکھیں سبنے اسمیں سے کھایا اور
سات شبانہ روز اس سے کھاتے رہے مگر کھانا کم نہوتا تھا۔ آٹھویں دن صبح کو ایک زن یہودیہ ہمسایہ نے ایک ہڈی امام حسینؑ کے
ہاتھ میں دیکھکر پوچھا یا ابن رسول اللہ یہ ہڈی تمہارے پاس کہاں سے آئی امام علیہ السّلام نے کہا یہ عالم غیب سے ہے یہودیہ نے چاہا
کہ آنحضرت کے ہاتھ سے لے لے وہ استخوان فوراً غائب ہوگئی اور اس کے ساتھ ہی خوان بھی اپنے مقام کو واپس چلا گیا حضرت
رسالت پناہ نے یہ حال سُنکر فرمایا کہ اگر اسکا اظہار نہوتا تو یہ خوان روز قیامت تک کھانہائے اہلبیت میں موجود رہتا اور فرات
بن ابراہیم نے اپنی تفسیر میں امام جعفر صادق علیہ السّلام سے قصہ نزول ہل اتی نقل کیا ہے اسمیں اس قدر اور زیادہ کیا ہے کہ جناب
امیر علیہ السّلام تین دن کے بعد ابو جبلہ انصاری کے پاس تشریف لے گئے اور اس سے ایک دینار قرض لیا اور بازار کو خرید طعام

کے لئے متوجہ ہوئے اثناء راہ میں مقداد بن اسود کندی سے ملاقات ہوئی وہ غمگین و حزین ایک مقام پر بیٹھے تھے امیر المومنینؑ نے باعث انکے حزن و ملال کا دریافت کیا انہوں نے کہا میں کہتا ہوں جو کچھ بندہ صالح موسے بن عمران نے کہا تھا رَبِّ اِنِّیْ لِمَا اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ یعنے الٰہی پروردگار میرے میں اس خیرات و نیکی کا جو تو نے میری طرف نازل کی محتاج ہوں جناب امیرؑ نے پوچھا تمکو کے روز کا فاقہ ہے عرض کی چار دن کا حضرت نے فرمایا اللہ اکبر آل محمدؐ تو تین روز سے فاقہ سے ہیں اور تو چار روز سے ہے پس تو ہم سے زیادہ اس دینار کا سزاوار ہے یہ کہکر آپنے وہ دینار مقداد کو دیدیا اور خود رسول اللہ کی خدمت میں تشریف لائے آپ مسجد میں مشغول عبادت تھے بعد فراغت دست مبارک اپنا شانہ آنحضرت پر رکھکر ارشاد کیا کہ یا علی میں تمہارے گھر چلتا ہوں تاکہ کچھ کھانا کھاؤں اسواسطے کہ مینے سُنا ہے کہ تُم نے ابو جبلہ سے ایک دینار قرض لیا ہے پس حضرت رواں ہوئے اور امیر المومنینؑ دلمیں کہتے تھے کہ دینار تو مقداد کو دیدیا اور آپ یہ فرماتے ہیں اور رسول اللہ نے بھوکھ کے شدت سے پتھر شکم مبارک پر باندھ رکھا تھا حضرت فاطمہؑ نے جو آثار گرسنگی اپنے باپ کے چہرہ پر نمایاں دیکھے بولیں واسوتاہ مِنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ اے ابو الحسنؑ تم جانتے ہو کہ تین روز سے ہم نے خود کھانا نہیں کھایا پھر حجرہ طاہرہ میں جاکر دو رکعت نماز پڑھی اور دعا کی اے ربّ العباد محمدؐ پیغمبر و برگزیدہ تیرا ہے اور فاطمہؑ اُس کی دختر تیری لونڈی اور علی اسکا ابن عم اور داماد اور حسنینؑ اس کے نواسے ہیں بار الٰہا تو نے بنی اسرائیل پر مائدہ نازل کیا انہوں نے کفران نعمت کیا خداوندا آل محمدؐ کفران نعمت نہ کریں گے انکے لئے مائدہ نازل کر پس سلام پھیر الو دیکھا ایک طبق پُر از طعام آگے رکھا ہے اسکو اُٹھا کر رسول اللہ کی خدمت میں لائیں پس پنجتن نے بیٹھکر کھانا تناول کیا پیغمبر خدا کھاتے تھے اور بہ گوشۂ چشم امیر المومنینؑ پر نگاہ کرتے اور مسکراتے جاتے تھے اور جناب امیرؑ جناب فاطمہؑ کی طرف دیکھ رہے تھے حضرت رسولخدا نے فرمایا یا علیؑ کھانا کھاؤ اور فاطمہ سے کچھ نہ پوچھو شکر کرتا ہوں باری تعالیٰ کا کہ تم اور فاطمہ زکریا و مریم کی مثل ہوگئے کہ کُلَّمَا دَخَلَ عَلَیْهَا زَکَرِیَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ یَا مَرْیَمُ اَنّٰی لَکِ هٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَرْزُقُ مَنْ یَشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ترجمہ جب زکریا محراب عبادت میں مریم کے پاس آتے انکے پاس اچھی روزی مہیا پاتے پوچھتے اے مریم تمہارے پاس یہ رزق کہاں سے آیا وہ کہتی یہ خدا کے پاس سے آیا تحقیق کہ وہ جسکو چاہتا ہے بے حساب بخشتا ہے پس حضرت رسولخدا نے فرمایا اے علیؑ یہ منزلت تمہاری بباعث اُس دینار کے ہے کہ تم نے مقداد کو دیا تھا **تنبیہہ** اس مقام پر بعض کوتاہ بینوں نے کہا ہے کہ آیا جائز ہے کسیکے لئے کہ خیرات میں اس قدر مبالغہ کرے کہ اپنے نفس کو اور اپنی اہل کو قریب بہلاکت پہنچائے حالانکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے وَیَسْئَلُوْنَکَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ یعنے سوال کرتے ہیں تجھ سے اے پیغمبر کہ کس طور پر صدقہ دیں پس کہدے انسے کہ جو کچھ نفقہ عیال سے باقی ہے وہ صدقہ کرو اور حدیث میں بھی ہے کہ بہترین صدقہ وہ ہے کہ نفقہ عیال کے بعد دیا جائے جواب اس کلام کا بعض اعلامؒ نے یہ دیا ہے کہ لفظ عفو جیسا کہ بمعنی مذکورہ بالا آیا ہے ویسا ہی بمعنی افضل و اطیب بھی آیا ہے پس معنی آیہ یہ ہونگے کہ جو کچھ کہ بہتر و خوب تر ہو خیرات کرو اور مؤید اس کے ہے آیہ شریفہ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ یعنی ہرگز خیر و خوبی کو نہ پہنچو گے جبتک کہ

صدقہ دو اور خیرات کرو اُس شے کو جسکو کہ تم دوست رکھتے ہو۔ اور حدیث میں آیا ہے کہ عمدہ خیرات وہ ہے کہ سائل کو غنی کردے کہ اس کے بعد محتاج سوال نہ رہے۔ اور حضرت امیر المومنینؑ ان ایام میں اپنا حصہ سائل کو دیتے تھے اور وہیں پر صبر کرتے جناب فاطمہؑ و حسنینؑ و فضہ ثواب آخرت کے لیے بخوشی خاطر حضرت کی تاسی فرماتے تھے **مؤلف کہتا ہے** کہ اگر امیر المومنینؑ نے اپنے نفس اور اپنے کنبے پر جبر کیا ہوتا اور یہ چیز ناپسند جناب کبریا ہوتا تو قرآن میں آپ کی مدح ہرگز نہ آتی بلکہ (العیاذ باللہ) اگر مذمت نازل ہوتی تعجب نہ تھا اب جبکہ سورہ کا سورہ اس جناب کی مدح اور اس کار خیر کی خوبی میں نازل ہوگیا تو کسی معاند کا اسمیں چون و چرا کرنا فضول جھک مارنا ہے جو فعل کہ مقبول درگاہ الٰہی ہو چکا تھا کہ اس کی صفت و ثنا میں آیات قرآنی نزول اجلال پایا تو اسپر اعتراض کرنے والا ہرگز مومن مسلمان نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ شاعر عربی کہتا ہے ؎ قوم اتی فی مدحہم ھل اتی، ماشک فی ذلک الا ملحدا یعنی جن لوگوں کی مدح میں ہل اتی نازل ہوا انکے بارے میں سوائے ملحد بیدین کے کوئی شک نہ کرے گا تعجب ہے کہ حضرات معترضین امیر المومنینؑ پر اعتراض کرنے میں تو اس قدر دلیر ہیں اور اپنے پیر و مرشدوں صوفیوں کی لغو حرکات کو کہ عقل بھی انکو قبول نہیں کرتی سر پر رکھ لیتے ہیں مثل اس کے کہ کہتے ہیں کہ بایزید بسطامی نے ایک سال تک پانی نہیں پیا فلاں صوفی نے چند چلے کھینچے ہر ایک چلے میں ایک دن میں ایک گھونٹ دودھ یا ایک دانہ بادام پر بسر کرتا تھا حالانکہ یہ ریاضات نفس کے لیے ضرر رساں ہیں اور دوسرے کو کچھ نفع نہیں پہنچاتے بخلاف اس جناب کے تین روز کی فاقہ کشی کے کہ اسمیں ہر چند مشقت تھی الا مسکین و یتیم و اسیر کا شکم سیر کیا گیا اور باعث اسکا ہوا کہ اتنی آیتیں آنحضرات کی شان میں نازل ہوئیں لیکن وہ ناہنجار باتیں چونکہ صوفیوں سے ہیں محل مدح و قابل اقتدا ہیں اور یہ امر امیر المومنینؑ و اہلبیت طاہرینؑ سے واقع ہوا اس لئے معیوب۔ شاعر شیعی کہتا ہے ؎ ہمہ بپذیری و چون ز آل نبی باشد حرف ٭ زود بجروشی و گوئی نہ صواب ست خطا است ٭ بگمان گفتن تو باز نیاید کہ ترا ٭ بدل اندر غضب و دشمنی آل عبا ہست

ذکر بعضے از حالات متعلقہ غزوہ تبوک

غزوہ تبوک (بالقدیم تاء مثناۃ فوقانیہ) حضرت رسالت پناہ کا آخری غزوہ ہے اس کے بعد آنحضرت کو بنفس نفیس کسی لڑائی میں شریک ہونیکا اتفاق نہیں ہوا۔ اس غزوے کے سبب میں مؤرخوں کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ ایک قافلہ سوداگروں کا شام سے آیا اور یہ خبر لایا کہ بادشاہ روم بہت سے لشکر کے ساتھ مدینہ پر آرہا ہے۔ قبیلہ لخم و جذام و عاملہ و غسان اس کے ساتھ ملگئے ہیں بروایتے خبر آئی کہ ہرقل والیٔ روم نے قباذ نام ایک سردار کو چالیس ہزار سوار دے کر اس طرف بھیجا ہے۔ بقولے یہود مدینہ نے کہا اے ابو القاسم اگر تم پیغمبر ہو تو زمین شام کو کہ محل حشر و ملک انبیا ہے کیوں تصرف میں نہیں لاتے۔ لیکن بعض روایات معتبرہ میں ہے کہ اکیدر بادشاہ دومۃ الجندل نے جسکا علاقہ شام تک پھیلا تھا بہت سا لشکر جمع کیا تھا اور کہتا تھا کہ محمدؐ پر چڑھائی کر کے انکو اور انکے اصحاب کو قتل کرونگا اور انکا ملک تاخت و تاراج کر ڈالونگا بنا بریں خوف عظیم اصحاب پر چھایا تھا بحدیکہ کوئی آواز سنتے تو یہی کہتے کہ مقدمہ لشکر اکیدر ہے کہ مدینہ پر آیا ہے **بہرکیف** حضرت نے عزم بالجزم جہاد کیا چونکہ بذریعہ وحی معلوم ہوگیا تھا کہ اس دفعہ ضرورت جدال و

قتال نہ پڑیگی اور تمام کاروبار بفضل کردگار یونہی درست ہوجائیں گے لہذا امیر المومنین کا ساتھ لیجانا مناسب نہ جانا دیگر یہ کہ کفار و منافقین چاہتے تھے کہ حضرت رسول کے اِس طولانی سفر سے فائدہ اُٹھائیں آپکے پیچھے مدینہ میں لوٹ مار مچائیں پس کوئی شخص کہ آپ کے غیبت میں اس کی نگہبانی کماینبغی کرسکے نہ تھا اِلّا امیر المومنین اس لئے بھی آپ کا یہاں رہنا ضروری معلوم ہوا۔ اور حق یہ ہے کہ قربِ زمانِ رحلت میں امیر المومنینؑ کا آپ کیطرف سے دارِ ہجرت اور بیضۂ اسلام میں حاکم خلق و نائب رسول ہوکر رہنا اشد ضروریات سے تھا تاکہ لوگوں کو معلوم ہوجائے کہ بعد حضرت رسالت زیبندۂ مسند امامت و امارت آپ ہیں اور حجّت خدا و رسول خلائق پر تمام ہو پس ان وجوہ سے مصلحت الٰہی یہ ہوئی کہ رسولخدا سفر کریں اور وہ حضرتؑ مدینہ میں رہیں چنانچہ فرمایا یا علیؑ حکم خدا یہ ہے کہ تم میرے پیچھے نگہبان مدینہ رہو حضرت امیرؑ نے عرض کی کہ حکم خدا و رسول بجان و دل قبول ہے ہرچند آپکی خدمت سے جدائی مجھ پر نہایت شاق ہے فرمایا یا علیؑ راضی نہیں کہ تیری نسبت میرے سے تمام امور میں سوائے نبوت کے ہارون کی نسبت ہو موسیٰؑ سے تحقیق کہ تیرے یہاں رہنے کا ثواب ساتھ چلنے کے ثواب سے زیادہ ہوگا اور یا علیؑ چونکہ تو چاہتا ہے کہ تمام طور و اطوار نشست برخاست میرے اور میرے اصحاب نیک کردار کے معائنہ کرتا رہے پس حق تعالیٰ تیری خاطر سے زمین کو جبکہ تو ہے اور جبکہ ہم ہونگے بلند کریگا اور تیری بینائی کو قوت دیگا کہ تو تمام کیفیت ہماری مشاہدہ کرے گا اور وہ موانست کہ تجھکو ہمارے ساتھ ہے تجھ سے فوت نہونے پائے گی۔ امام زین العابدین علیہ السلام یہ حدیث بیان کررہے تھے کہ ایک شخص اہل مجلس سے اُٹھا اور کہا کیونکر ہوسکتا ہے کہ علیؑ کے لئے وہ امر واقع ہو جو سوائے انبیاء کے کیکو میسر نہیں ہوسکتا امام عالیمقام نے فرمایا کہ یہ بھی معجزہ رسول اللہ تھا کہ حق تعالیٰ نے انکی دعا سے درمیان کی زمین کو پست کیا اور دیدۂ حق بین امیر المومنینؑ کو طاقت بخشی کہ آپنے وہ کیفیت مشاہدہ کی امام محمد باقرؑ نے اس حدیث کو نقل کرکے فرمایا کہ کسقدر ناانصافی کرتے ہیں یہ لوگ علیؑ کے بارے میں کہ جو باتیں دیگر صحابہ کی نسبت قبول کرتے ہیں آنحضرت کی نسبت انسے انکار کرتے ہیں حالانکہ زبان سے کہتے ہیں کہ وہ حضرت افضل صحابہ ہیں بعض حُضّار نے عرض کی یا ابن رسول اللہ یہ کیونکر فرمایا تم لوگ ابوبکر عمر عثمان کے دوستوں کو دوست رکھتے ہو اور انکے دشمنوں سے دشمنی کرتے اور بیزاری ڈھونڈتے ہو۔ مگر جب علیؑ تک پہنچتے ہو تو کہتے ہو کہ انکے دوستوں کے دوست ہیں اِلّا انکی دشمنوں سے بیزاری نہیں کرتے حالانکہ جانتے ہو اور قائل ہو کہ رسولخدا نے فرمایا اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ وَانْصُرْ مَنْ نَصَرَہٗ وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَہٗ یعنے خداوندا دوست رکھ علیؑ کے دوست کو اور دشمن جان اس کے دشمن کو اور نصرت کر اسکی جو علی کی نصرت کرے اور ترک نصرت و یاری کر جو اس کی ترک نصرت و یاری کرے۔ دیگر یہ کہ جب کسی کرامت کا بدعا رسول اللہ آنحضرت کے لئے واقع ہونیکا ذکر ہوتا ہے تو انکار کرتے ہو حالانکہ ویسے ہی کرامت ان لوگوں کے لئے روایت کرتے ہو اور بجان و دل اسکو قبول کرتے اور اسپر ایمان لاتے ہو مثلاً کہتے ہو کہ عمر خطاب مدینہ میں خطبہ کہہ رہے تھے اثنائے خطبہ میں

کہنے لگے کہ دور ہو اے پہاڑ جب حاضرین نے اس بے جوڑ کلام کا سبب دریافت کیا تو انہوں نے کہا مینے سعد وقاص کے ساتھ نہاوند پر لشکر بھیجا ہے وہ اسوقت کفار کے ساتھ مشغول جہاد تھے بعض کفار چاہتے تھے کہ پشت کوہ سے مسلمانوں پر حملہ آور ہوں مینے اس کلام سے پہاڑ کو تنبیہہ کی کہ انکو نہ آنے دے چنانچہ وہ نہ آسکے اور مسلمانوں نے فتح پائی لوگوں نے یہ قصہ بقید وقت و تاریخ یاد رکھا جب لشکر وہاں سے واپس آیا تو اسکی تصدیق ہوئی۔ حالانکہ نہاوند مدینہ سے پچاس منزل کے فاصلہ پر تھا پس حضرتؑ نے فرمایا کہ ان امور کا پورا خطاب سے سرزد ہونا بلاچون و چرا مان لیتے ہو اور امیر المومنینؑ سے کہ مخزن اسرار آسمان و زمین و مظہر عجائب ہیں باور نہیں کرتے۔ القصہ حضرت رسالت پناہ امیر المومنینؑ کو حکومت مدینہ پر تعین کرکے اور محمد بن مسلمہ بقولے سباع بن عرفطہ کو آپ کی خدمت میں چھوڑ کر پچیس ہزار بروایتے تیس ہزار مرد جرار کے ساتھ جنمیں دس ہزار اسپ بارہ ہزار شتر تھے روانہ منزل مقصود ہوئے اسوقت پہلی شرارت جو کفار و منافقین نے مدینہ میں کی یہ تھی کہ شہرت دیدی کہ رسول اللہ علی علیہ السلام کیطرف سے سینہ صاف نہ تھے اور انکی ہمراہی آپ پر گراں تھی اس لئے انکو ساتھ نہ لیگئے امیر المومنینؑ کو یہ باتیں سُنکر کمال قلق ہوا اور ہتھیار زیب تن کرکے گھوڑے پر سوار ہوئے اور مقام جرف میں حضرت کی خدمتمیں پہنچکر ماجرا بیان کیا۔ آپنے فرمایا اِرجع یا اَخی فَاِنَّ المدینۃ لاتصلح الّابی اوبک یعنے اے بھائی لوٹ جاؤ کہ سزاوار نہیں کہ مدینہ بے میرے یا تمہارے رہے فانت خلیفتی فی اھل بیتی و دار ھجرتی و قومی اما ترضیٰ ان تکون منّی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الّا انہ لانبیّ بعدی تحقیق کہ تو میرا خلیفہ ہے میرے اہلبیت پر اور میری دار ہجرت پر اور میری قوم پر آیا راضی نہیں ہے تو کہ مجھ سے بمنزلہ ہارون کے ہو موسےٰ سے اِلّا یہ کہ میرے بعد نبوت نہیں یہ حدیث نص صریح ہے خلافت بلافصل امیر المومنینؑ پر کس لئے کہ اسمیں آنحضرت نے تمام مدارج ہارونی سوائے نبوت کے آپ کے لئے ثابت فرمائے اور شک نہیں کہ منجملہ ان مدارج کے خلافت و وصایت موسیٰؑ بھی ہارون کے لئے تھی پس امیر المومنینؑ کے لئے بھی خلافت و وصایت رسول اللہ ثابت ہوئی حیرت ہے کہ اہل سُنت اس حدیث متواتر کے بھی قائل ہیں اور پھر اوروں کو امیر المومنینؑ سے مقدم جانتے ہیں معارج النبوۃ میں ہے کہ جب موسیٰؑ مع بنی اسرائیل دریائے نیل سے گزرے تو آگے موسےٰ تھے اور پیچھے ہارون اور انکے درمیان تمام قوم بنی اسرائیل پس اول و آخر کی برکت سے دریا کو مجال نہوئی کہ ایک بال کیکے بدن کا تر کرسکے اسیطرح اس حدیث میں اشارہ ہے کہ بروز قیامت حق تعالیٰ کیطرف سے خطاب ہوگا کہ اے محمدؐ تم نے کہا تھا یا علی اَنتَ منّی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ رسولخدا عرض کریں گے ہاں اے پروردگار میرے ارشاد ہوگا کہ چونکہ اب تمہاری اُمت کو دریائے آتش سے گزرنا ہوگا لہذا انکو چاہیئے کہ تم اور علیؑ دونو سے ایک آگے ہو اور ایک پیچھے اور بیچمیں اپنی اُمّت کو رکھو کہ آگ کو مجال نہو کہ ایک بال تمہاری اُمت کا جلاسکے۔ اُسوقت یہ تشبیہہ پوری ہوگی انتہیٰ دوسری حرکت قوم نفاق پیشہ نے یہ کی کہ جب امیر المومنینؑ رسولخدا کے پاس اُنکی شکایت کو گئے تو انہوں نے راہ میں ایک گڑھا کھود کر اسکو خس پوش کیا تاکہ جب حضرتؑ واپس تشریف لائیں تو اسمیں گر پڑیں اور اوپر سے یہ ملاعین پتھر مار کر آپکا کام تمام کریں۔ روایت ہے کہ گڑھا جو انہوں نے کھودا تھا پچاس ہاتھ لمبا تھا اور بہت عمیق تھا جب امیر المومنینؑ مراجعت کرکے قریب ہی

گڑھے کے آئے تو اسپ سواری آنحضرت نے باعجاز آپ کے سر بلند کرکے عرض کی یا امیر المومنین میری اور آپکی ہلاک کی تدبیر کی ہے اور حال روپوش گڑھے کا بیان کیا آپنے اسکو دعائے خیر دیکر امر کیا کہ چلا چلے پس گھوڑا حسب حکم اشرف رواں ہوا حق تعالیٰ نے گیا ضعیف کو کہ گڑھے پر بچھا کر تھوڑی تھوڑی خاک اسپر ڈال دی تھی محکم فرمایا گھوڑا بے تکلف اسپر سے گزر گیا دوسری سمت پہنچکر حضرت نے حکم کیا کہ گھاس کو سر غار سے ہٹائیں اور کید منافقین کا کھل گیا اور وہ بھرے مجمع میں خوار و ذلیل ہوئے بعض علما نے کہا ہے کہ آیہ شریفہ کفروا بعد اسلامھم وھموا بما لم ینالوا یعنے اسلام کے بعد انہوں نے کفر اختیار کیا اور اس چیز کا ارادہ کیا جسکو نہ پا سکے اس واقع میں نازل ہوئی۔ اسوقت گھوڑے نے پھر کلام کیا کہ یا امیر المومنین چوبیس[۲۴] اشخاص ہیں جنہوں نے آپکے اور آپکے بھائی رسول اللہ کے قتل کی صلاح کی ہے بارہ انمیں یہاں ہیں اور بارہ ہمراہ رکاب اس جناب کے گئے ہیں وہ راستے میں آنحضرت کے ساتھ کچھ مکر کریں گے۔ مومنین کہ حاضر تھے یہ سنکر کہنے لگے یا امیر المومنین یہہ تمام ماجرا لکھکر کسی تیز رو قاصد کو دیجئے کہ آنحضرت کے پاس لیجائے تاکہ رسولخدا کید منافقین سے محفوظ رہیں آپنے فرمایا کہ پیک خدا سب سے زیادہ تیز رو ہے وہ سبحانہ تعالیٰ خود آپ کو خبر کردیگا۔ فی الحقیقت جیسا کہ امیر المومنین نے فرمایا تھا ویسا ہی ظہور میں آیا حضرت رسولخدا کو وحی ہوئی اور تمام حال یہاں کا آپ پر کھل گیا پس آپنے اصحاب کو جمع کیا اور کہا روح الامین مجھکو خبر دیتے ہیں کہ جماعت منافقین نے حوالی مدینہ میں علی بن ابی طالب کے قتل کی تدبیر کی تھی حق تعالیٰ نے اپنے لطف و کرم سے انکو انکی شر سے محفوظ رکھا۔ مومنین اس خبر کو سنکر خوش ہوئے مگر منافقوں کو یقین نہ آیا اور باہم کہنے لگے کہ اصل حال اس لئے چھپاتے ہیں کہ لوگ انکے قتل پر دلیر نہ ہوجائیں ورنہ ممکن نہیں کہ علی اس تدبیر سے جان بر ہوئے ہوں ہمکو چاہئے کہ انکی باتوں پر نہ جائیں اور اپنے کام میں سعی کریں تاکہ ان دونو بھائیوں کے ہاتھ سے نجات ملے پس کوشش کرو کہ محمد اس سفر سے سلامت نہ جائیں۔ راوی کہتا ہے کہ راہ تبوک میں ایک عقبہ مسمی بہ عقبہ ذی فتق تھا منافقوں نے مشورہ کیا کہ ہنگام مراجعت اس پر جمع ہوں اور آپ کی سواری کے شتر کو بھڑکائیں تاکہ آپ اسکی پشت سے شگاف کوہ میں گریں۔ روضۃ الاحباب میں ہے کہ بوقت مراجعت ایک رات عقبہ پیش آیا حضرت رسولخدا نے فرمایا کہ منادی ندا کرے کہ کوئی شخص اس عقبہ پر نہ جائے جبتک کہ رسولخدا نہ گزر جائیں پس حضرت شتر سوار اسپر تشریف لے گئے حذیفہؓ بن یمان مہار شتر کی پکڑے ہوئے تھے اور عمار یاسرؓ پیچھے سے اسکو ہنکاتے تھے حذیفہ کہتے ہیں کہ دیکھا میں نے کہ بارہ[۱۲] و یا چودہ[۱۴] سوار حضرت کی طرف متوجہ ہوئے میں نے آپ کو آگاہ کیا آپنے انکو ڈانٹا وہ بھاگے بروایتے عمارؓ نے آگے بڑھ کر انکے اونٹوں کے مونہہ پر مارا حضرت نے فرمایا تم نے پہچانا کہ یہہ کون تھے کہا نہیں یا رسول اللہ انکے مونہہ پوشیدہ تھے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں کہ قیامت تک منافق رہیں گے جانتے ہو کہ انکا کیا ارادہ تھا چاہتے تھے کہ میرے اونٹ کو بھڑکائیں اور مجھکو گرا کر ہلاک کریں حذیفہ نے کہا یا رسول اللہ کیوں آپ حکم نہیں دیتے کہ انکا سر کاٹ لیں فرمایا میں نہیں چاہتا کہ عرب کہیں کہ محمدؐ نے کچھ لوگوں کی مدد سے اپنے دشمنوں سے جنگ کیا غالب ہوئے تو اب انکو قتل کرتے ہیں خداوند الٰہا انکو دبیلہ میں گرفتار کر عرض کی دبیلہ کیا

فرمایا ایک شعلہ آتش ہے کہ انکے دلمیں پیدا ہوکر باعث ہلاکت ہوگا بعد ازاں انکے اور انکے باپوں کے نام حذیفہ و عمار کو بتلائے اور فرمایا پوشیدہ رکھو اور انکو رسوا نہ کرو نیز روضۃ الاحباب میں ہے کہ مسلم نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ میرے اصحاب سے بارہ[۱۲] شخص منافق ہیں کہ روئے بہشت نہ دیکھیں گے اور اسکی بو کو نہ سونگھیں گے حتّٰی یلج الجمل فی سم الخیاط یعنی جبتک کہ شتر سوئی کے ناکے سے نہ نکل جاتے یعنے انکا بہشت میں جانا نا ممکن ہے۔ اور آٹھ شخص انمیں زحمت دبیلہ میں گرفتار ہونگے کہ ایک شعلہ آتش انکے شانوں سے اٹھکر سینوں سے نکلجائیگا۔ اسیوجہ سے حذیفہ صاحب السر الذی لا یعلمہ غیرہ کے نام سے مشہور ہیں یعنی وہ ایسے اسرار جانتے ہیں کہ انکے سوا کوئی دوسرا انکو نہیں جانتا۔ اور محمد بن بابویہ علیہ الرحمہ نے بسند معتبر حذیفہ سے روایت کی ہے کہ اصحاب عقبہ چودہ[۱۴] نفر تھے بدیں تفصیل ابوبکر[۱] عمر[۲] معاویہ[۳]۔ ابوسفیان[۴] پدر معاویہ۔ طلحہ[۵]۔ سعد[۶] وقاص۔ ابوعبیدہ[۷] جراح۔ ابو[۸] الاعور مغیرہ[۹] بن شعبہ سالم[۱۰] مولائے ابوحذیفہ۔ خالد[۱۱] ولید۔ عمرو عاص[۱۲] ابوموسیٰ[۱۳] اشعری عبد الرحمن[۱۴] بن عوف حق تعالیٰ اپنی رحمت کو انسے دور رکھے انکے حق میں آیہ شریفہ ھموا بما لم ینالوا نازل ہوئی نیز منقول ہو کہ رسول اللہ نے سات موقعہ پر ابوسفیان کو لعنت کی انا نجملہ ایک موقعہ عقبہ ہے کل بارہ[۱۲] اشخاص وہاں تھے۔ سات بنی امیہ سے باقی دیگر اقوام سے پس حضرت نے لعنت کی تمام حاضرین عقبہ پر سوائے اپنے اور اپنے شتر کے اور اس کے کھینچنے والے اور ہنکانے والے کے معارج النبوہ میں ہے کہ امیر المومنین عمر کچھ عرصہ تک حذیفہ کے پاس جاتے اور قسمیں دے دے کر اس سے پوچھتے رہے کہ مجھکو تو رسول اللہ نے گروہ منافقین میں شامل نہیں کیا حذیفہ کہتے تھے نہیں نہیں انتہیٰ۔ اس روایت کا پچھلا حصہ یعنی یہ کہ حذیفہ کہتے تھے نہیں نہیں وضعی یعنی راوی کا اپنے دل کا بنایا ہوا ہے۔ حذیفہؓ نے کبھی خلیفہ صاحب کے اس گروہ میں شامل ہونے سے انکار نہیں کیا اور اگر وہ انکار کرتے تو پھر عمر کو بار بار انکے پاس جانے اور قسمیں دیکر پوچھنے کی ضرورت ہی کیا تھی حقیقت یہ ہے کہ حذیفہ خلیفہ صاحب کے استفسار کے جواب میں ہمیشہ یہی کہے گئے کہ میں رسولخدا کا راز افشا نہ کرونگا اس سے سمجھنے والے سمجھ سکتے ہیں کہ انکا مقصود کیا تھا لیکن حضرت عمر از روئے تجاہل یا بگمان اسکے کہ شاید بوجہ روپوش ہونیکے اس موقعہ پر کسینے مجھکو نہ دیکھا ہو حذیفہ سے پوچھ پوچھکر اپنا سر کھپاتے رہے کہ کیسطرح انکے مونہہ سے کہلوالیں کہ تم انمیں شامل نہ تھے۔ مگر حذیفہ ایسا کیونکر کر سکتے تھے کتاب سواد و بیاض سے کہ کتب اہل سنت سے طبقات مشائخ کے بیان میں لکھی گئی ہے نقل ہوا ہے کہ چونکہ رسولخدا نے فرمایا تھا اعرفکم بشان المنافقین حذیفہ کہ سب سے زیادہ منافقوں کے حال سے خبردار حذیفہ ہے۔ اسلیے امیر المومنین عمرؓ نے دو مرتبہ انکے پاس جاکر اور دو مرتبہ انکو اپنے نزدیک بلاکر کہا کہ تو منافقوں کو پہچانتا ہے بتلا کہ میں بھی ان میں شامل ہوں یا نہ حذیفہ ہر بار یہی کہتے تھے ماکنت فشوًّا سر رسول اللہ کہ میں رسول اللہ کا راز ظاہر نہ کرونگا۔ یعنے اگر میں کہدوں کہ تم بھی انمیں شامل ہو تو اسمیں خوف افشائے راز رسول اللہ ہے یہاں حذیفہ نے ہر چند صاف تو نہ کہا مگر اس عبارت میں وہ کنایۃً عمر کو منافقوں میں شامل کر گئے کس لئے کہ اگر بتقدیر عدم شمول عمر یہہ کہتے کہ تم اسمیں داخل نہیں ہو تو اسمیں ہرگز کوئی افشائے راز نہ تھا کما لا یخفیٰ۔ اور اس سے بھی زیادہ ابلغ طریقہ سے انہوں نے وفات عمر کے بعد اس کی تصریح کی ہے چنانچہ صحیح بخاری میں تفسیر

۱؎ اس حدیث کو عبد الرحیم ملتانی نے بھی رسالہ ارشاد الخلفا میں صحیح بخاری سے نقل کیا ہے ۱۲ منہ

آیہ شریفہ اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ کے ذیل میں سورہ نسا سے اسود سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا میں ایک روز مسجد مدینہ میں حلقہ درس عبداللہ بن عمر میں بیٹھا تھا کہ ناگاہ حذیفہؓ داخل ہوئے اور عبداللہ کے نزدیک پہنچکر سلام کیا مگر اس نے حذیفہ کی کچھ تعظیم نہ کی اس لئے حذیفہ نے عبداللہ کی طرف خطاب کر کے کہا قد اُنزل النفاق فی قوم کانوا خیرا منکم یعنے نفاق ان لوگوں میں بکثرت تھا جو کہ تم سے بہتر تھے اگر تم میں ہو تو محل تعجب نہیں اسود کہتا ہے کہ پھر اسوقت آیہ شریفہ اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ کو تلاوت کیا (ترجمہ) بے شک منافق طبقہ زیرین جہنم میں ہیں اسوقت ابن عمر ہنسنے لگے حذیفہ انسے اعراض کر کے مسجد کے اور جانب میں جا کر بیٹھ گئے جب ابن عمر وہانسے اٹھ گئے اور انکا مجمع متفرق ہوگیا تو حذیفہ نے سنگریزہ میری طرف پھینک کر مجھکو اپنے پاس بلایا اور کہا مجھے عبداللہ کے اس موقعہ پر ہنسنے سے تعجب آتا ہے باوجودیکہ وہ سمجھ گیا تھا کہ میرا اس کلام سے کیا مدعا تھا۔ ظاہر ہے کہ حذیفہ کا مدعا اس کلام سے یہ تھا کہ عبداللہ اور انکے باپ پسر خطاب اور ویسے ہی اور اشخاص جنہیں لوگ عبداللہ سے بہتر جانتے تھے انمیں نفاق بکثرت پھیلا ہوا تھا۔ اسپر عبداللہ کو رونا چاہئے تھا نہ کہ ہنسنا۔ قاضی نور اللہ شستری مجالس المومنین میں فرماتے ہیں کہ اگر حذیفہ عبداللہ کی طرف نفاق کی نسبت کرنیمیں راست گو تھے تو کفر عبداللہ وغیرہ کا لازم آتا ہے اور جو دروغ زن تھے تو فسق حذیفہ کا بہر تقدیر اہل سنت کہ دعوی تمام صحابہ کی عدالت کا کرتے ہیں صحیح نہو گا۔ مفضل بن عمر نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ منافقین عقبہ تبوک میں کامیاب مراد نہوئے تو نادم ہو کر عمارؓ و حذیفہؓ سے دلمیں دشمنی رکھنے لگے۔ ابو بکر خلیفہ ہوئے تو عمر نے حذیفہ سے مواخذہ کر کے چاہا کہ حمایت رسول اللہ کا اس سے بدلا لے لیکن ابو بکر نے انکو اس سے منع کیا کہ اس کے بارے میں سکوت ہی مناسب ہے خود عمر خلافت پر فائز ہوئے تو انہوں نے پھر اس کا ارادہ کیا کہ جسطرح ہو اس سے انتقام لیجئے چنانچہ اسکو طلب کر کے کہا کہ میں سنا ہے کہ تو ایک جماعت کو صحاب پیغمبر سے منافق بتلاتا ہے اور کہتا ہے کہ وہ جہنم کے دربان ہونگے یہ کہکر اپنا درہ بلند کیا کہ حذیفہ کے مارے حذیفہ نے کہا اے عمر ساکن ہو کہ تو بھی جہنم کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے کہ منافقوں کو اسمیں داخل ہونے سے منع کریگا۔ عمر نے اسوقت سختی کرنیمیں مصلحت دیکھی اور متبسم ہو کر حذیفہ کی خوشامد کرنے اور حاضرین کے سامنے اس کی مدح و ثنا کرنے لگے مگر آخر کار عثمان نے سب کے بدلے لے لئے اور روح منافقین کو اپنے سے شاد کیا اہل نفاق کے تفضیے میں کلام کو طول ہوگیا۔ اب ہم پھر اصل قصہ کیطرف رجوع کرتے ہیں اور ناظرین کو کسی قدر حال غزوۂ تبوک کا سناتے ہیں غرض حضرت رسولخدا چلتے چلتے مقام تبوک میں پہنچے وہ ایک موضع تھا نواحی شام میں مگر بعض مورخ ایک قلعہ کا نام بتلاتے ہیں بعض کہتے ہیں کہ ایک چشمہ اس نام کا تھا ممکن ہے کہ اول چشمہ ہو پھر اسپر آبادی ہو کر اس آبادی کے گرد دیوار بطور فصیل کے بنائی ہو اور آبادی اور حصار کا نام چشمہ ہی کے نام پر تبوک مشہور ہو گیا ہو بہرکیف حضرت کو وہاں پہنچکر معلوم ہوا کہ شاہ روم کی اس طرف متوجہ ہونے کی خبر غلط تھی رسول اللہ نے قریب دو مہینے کے وہاں قیام کیا کوئی مقابلہ پر نہ آیا بلکہ آپنے سرداروں کو اطراف و

قصہ اکیدر بن عبدالملک نصرانی والی دومتہ الجندل

جوانب میں بھیجکر بہت سا ملک تسخیر کر لیا بحدیکہ رعب اسلام نواح شام میں قائم ہو گیا روایت ہے کہ رسولخدا نے زبیر عوام و سماک بن خراشہ کو بیس سواروں کے ساتھ تعیین کیا کہ اکیدر نصرانی والے دومتہ الجندل کو پکڑ لائیں انہوں نے کہا یا رسول اللہ اس کے پاس ساز و سامان بسیار اور لشکر بہت ہے اور قلعہ استوار و حصین میں جاگزین ہے ہم بیس بائیس[۲۲] آدمی کیونکر اسکو گرفتار کر سکتے ہیں فرمایا حیلہ و تدبیر سے دستگیر کرو عرض کی کیا تدبیر ہو سکتی ہے یہاں سے اس کے قلعہ تک میدان مسطح و ہموار ہے اور چاندنی راتیں ہیں وہ ہمکو دور سے دیکھ سکتے اور پہچان سکتے ہیں فرمایا اگر چاہتے ہو کہ انکی نظر سے پوشیدہ رہو اور نور تمہارا مثل نور ماہتاب کے درخشاں ہو کہ وہ تمیز نہ کر سکیں تو درود بھیجو محمد و آل محمد پر اور اعتقاد کرو کہ بہترین آل محمد علی ابن ابی طالب ہیں علی الخصوص تو اے زبیر اعتقاد کر کہ علی جس گروہ میں ہوں انمیں سزاوار حکومت و ریاست وہ ہیں انکے ہوتے دوسرے کو برتری نہیں پہنچتی پس جب ایسا کروگے تو انکی نظر سے پنہاں ہو جاؤ گے حتے کہ انکے قصر کے نیچے پہنچ جاؤ پس اس وقت حق تعالی چند گاؤ صحرائی کو بھیجے گا کہ اپنے سینگوں کو دیوار قلعہ پر ماریں گی اکیدر یہ آواز سنکر شکار کے شوق میں نیچے اتر آئیگا اسوقت اسکو پکڑ لینا پس یہ لوگ حسب ارشاد ہدایت بنیاد روانہ ہوئے اور ببرکت اس عمل کے زیر قلعہ جا پہنچے وہاں جس طرح حضرت نے خبر دی تھی جنگلی گائیں آئیں اور سینگوں سے دیوار قلعہ کو ٹھوکرانے لگیں اکیدر کہ شیفتہ شکار تھا انکی آواز سنکر بیقرار ہو گیا اس کی عورت نے کہا زنہار تو اسوقت نیچے اترنے کا ارادہ نہ کیجیو کہ محمد مع اصحاب یہاں سے نزدیک پڑے ہوئے ہیں مبادا کہ انکے آدمی تجھکو پکڑ لیجائیں اس نے کہا کسکو طاقت ہے کہ اس شب روشن میں لشکر سے جدا ہووے اور یہاں آئے حالانکہ انکو معلوم ہے کہ ہمارے جاسوس و نگہبان گھات میں لگے ہوئے ہیں اور اگر اسوقت کوئی ہمارے قصر کے پاس ہوتا تو یہ وحشی جانور کسطرح یہاں آتے غرض اکیدر نے عورت کا کہنا نہ مانا اور قصر سے اتر کر سوار ہوا جنگلی گائیں اس کو دیکھکر بھاگیں اور اس نے انکے پیچھے گھوڑا ڈالا۔ جب قلعہ سے دور نکل گیا تو اصحاب رسول اللہ نے اسکو گرفتار کر لیا اکیدر نے التجا کی کہ میرے بیش قیمت کپڑے اتار لو صرف ایک پیراہن رہنے دو اور زیر پٹکا اور شمشیر کمر سے کھول لو کہ شاید محمد اس حال میں دیکھ کر مجھ پر رحم کریں اور میری جان بخشی ہو جائے صحاب نے اس کی درخواست قبول کی اور اسکو حاضر خدمت رسول اللہ کیا۔ فقرائے مسلمین نے جو اس کے گراں بہا لباس کو دیکھا اور اس کے زیورات پر نظر کی تو کہنے لگے کہ کیا یہ چیزیں بہشت سے آئی ہیں حضرت نے فرمایا یہ اکیدر کا لباس ہے بہشت کا ایک رومال کہ زبیر و سماک کو ملیگا اس تمام لباس و زیورات سے بہتر ہوگا بشرطیکہ وہ ایمان پر ثابت قدم رہیں جبتک کہ حوض کوثر پر مجھ سے ملاقات کریں۔ القصہ اکیدر کو رسولخدا کی حضور میں پیش کیا تو وہ رونے اور گریہ و بکا کرنے لگا کہ یا حضرت مجھکو چھوڑ دیجئے کہ میں اپنے ملک کے آگے سے آپ کے دشمنوں کو دفع کرونگا۔ حضرت نے فرمایا اگر تو عہد کو وفا نہ کرے کہا اگر عہد پورا نہ کروں تو اگر تم نبی برگزیدہ خدا ہو تو پھر خدا تمکو مجھ پر مظفر کریگا۔ یعنے جس خدا نے تمہارے اصحاب کا

[۲۲] یہ شمار ناظرین کو ملحوظ خاطر رہے کہ جنگ جمل کے بیان میں کام آئے گی ۱۲ منہ

سایہ زمین پر نہ کرنے دیا اور جانوران صحرائی کو بھیجا کہ مجھکو اپنی جائے پناہ سے نکالا اور تمہارے ہاتھ میں قید کیا۔ اگر میں عہد شکنی کرونگا تو پھر وہی خاور مطلق تمکو مجھ پر فتحیاب کرے گا۔ پس حضرت نے اس کے ساتھ صلح کی کہ وہ رہا ہو بشرطیکہ ہر سال دو مرتبہ ایک ماہ رجب میں دوسرے صفر میں ایک ایک ہزار اوقیہ طلا اور دو دو سو حلّے مدینہ میں بھیجے اور جو لشکر مسلمانوں کا اس کے ملک سے گزرے اسکو تین روز تک مہمان رکھے اور اگلی منزل کے واسطے زاد راہ اس کے ہمراہ کرے اگر ان باتوں کے خلاف کرے گا تو امان خدا و رسول اس سے اٹھ جائیگی **عزل ابوبکر از ابلاغ سورۂ برات و نصب امیر المومنین بجائے وے** چونکہ بسم اللہ آیۂ و علامت رحمت خدا ہے اور سورہ برات مشرکوں کی سرکوبی و تہدید کے لئے نازل ہوئی لہذا اس کے ساتھ بسم اللہ نہیں آئی۔ اس سورہ کے شروع کی چند آیتیں جنکا مضمون یہ ہے کہ خدا و رسول کفار کے عہد و پیمان کے ذمہ وار نہیں جن سے مدت معین کا معاہدہ ہے اس مدت کو پورا کرے ورنہ چار مہینے کی مہلت ہے اگر اس عرصہ میں ایمان لائے تو بہتر ورنہ جہاں پاؤ انکو قتل کرو اور خانۂ خدا کو رجس و نجاست کفر و شرک سے پاک کرو۔ نازل ہوئیں تو رسول اللہ نے ابوبکر کو دیں کہ موسم حج میں مکہ جاکر مشرکوں کو سنائے **روایت** ہے کہ کفار کا قاعدہ تھا کہ جن کپڑوں میں طواف خانہ کعبہ بجا لاتے انکو خیرات کردیتے اور اگر وہ کپڑے مانگے کے یا کرایہ کے ہوتے تو انکے مالکوں کو واپس دیدیتے۔ غرض جن کپڑوں میں طواف کرتے انکو پھر اپنے استعمال میں لانا انکی شرع میں مذموم تھا پس جسکو بکرایہ یا بعاریت لباس میسر نہ آتا اور اپنے لباس کے دے ڈالنے کا بھی مقدور نہ رکھتا تو ننگا مادر زاد ہوکر طواف بجا لاتا اور نیز ننگ دھڑنگ طواف کرنیکو وہ بہت اچھا سمجھتے تھے اور کہتے تھے جس نے برہنہ طواف کیا وہ طفل معصوم کی طرح گناہوں سے نکل گیا جس قوم کی عبادات کا یہ حال ہو اسکی دیگر عادات کا کیا ٹھکانا ہے۔ اتفاقاً ان ایام میں ایک زن صاحب جمال باہر سے مکہ میں طواف کو آئی تھی چونکہ اسکے پاس بدن کے کپڑوں کے سوا دوسرا جامہ پہننے کو نہ تھا اس لئے طواف کے واسطے کرایہ پر یا بعاریت لباس لینا چاہا دستیاب نہوا تو ناچار اُس تن نازنین غیرت ماہ کامل کو عریاں کیا دونو ہاتھ آگے پیچھے عورتین پر رکھکر مشغول طواف ہوئی وہ طواف کرتی تھی اور اہل مکہ چار طرف کھڑے اس کے حسن و جمال کو بے پردہ دیکھ دیکھ کر غش ہو رہے تھے فارغ ہوئے تو بہت سوں نے اسکو شادی کا پیام دیا عورت نے کہا یہ خیال دل سے دور رکھو کیونکہ میں آزاد نہیں پائے بند یعنی شوہر دار ہوں حضرت رسولخدا غزوۂ تبوک سے مراجعت کرکے آخر ذی القعدہ میں ارادہ حج بیت اللہ کا رکھتے تھے کہ یہ اخبار گوش زد ہوئے طبیعت نے کراہت کی اور نہ چاہا کہ کفار کے ساتھ ان پلید رسموں میں شریک ہوں پس حضرت ابوبکر کو آیات مذکورہ دیکر پہلی ذی الحجہ ۹ ہجری کو اس طرف بھیجا وہ مسجد ذی الحلیفہ سے احرام باندھ کر آگے بڑھے ہی تھے کہ حضرت کو وحی ہوئی اور جبرئیل نے آکر بعد سلام ملک علام کیطرف سے یہ پیغام پہنچایا لَا یُؤَدِّی عَنْكَ اِلَّا اَنْتَ اَوْ رَجُلٌ مِّنْكَ یعنی ان آیات کو یا تم خود پہنچاؤ یا وہ شخص جو تم سے ہو کہ قرب و قرابت اور شرف و فضیلت میں مثل تمہارے ہو بروایتے جبرئیل نازل ہوتے اور کہا لا یبلغ

عَنْكَ اِلَّا عَلِیٌّ کہ کوئی بجز علی علیہ السلام کے انکو نہ پہنچائے پس حضرت نے جناب امیر کو بلایا اور جابر بن عبد اللہ انصاری وغیرہ چند اشخاص آپ کے ہمراہ گئے اور ناقہ غضبا خاص اپنی سواری کا شتر آنحضرت کو دیا کہ جاکر ان آیات کو ابوبکر سے لیلو اور حج کے دن تمہیں خود لوگوں کے سامنے انکو قرأت کرو ابوبکر کو اختیار ہے خواہ تمہارے ساتھ حج کرے یا واپس مدینہ آجائے اور یہ چار کلمے ارشاد کئے کہ مشرکوں کو پہنچا دیں اول یہ کہ کوئی خانہ خدا میں داخل نہو جبتک کہ ایمان نہ لائے۔ دوم کوئی ننگا طواف خانہ کعبہ نہ کرے تیسرے اس سال کے بعد کسی مشرک کو اجازت نہیں کہ حج خانۂ کعبہ بجا لائے چوتھے جو خدا و رسول کیطرف سے عہد معین رکھتے ہیں اس پر قائم رہیں جن کے پاس عہد نہیں یا عہد موقت نہیں رکھتے تو چار ماہ یعنے دہم ذی الحجہ سے دہم ربیع الثانی تک امان میں ہیں اس کے بعد اگر مسلمان نہوں گے تو انکا خون و مال حلال ہوگا پس امیر المومنین سوار ہوئے اور منزل روحا یا جحفہ پر ابوبکر کو جالیا۔ حضرت شیخ صاحب نے اس آنیکا سبب دریافت کیا۔ آپنے فرمایا کہ مجھکو رسول اللہ نے بحکم خدا بھیجا ہے کہ آیات تم سے لیلوں اور خود انکو قرأت کروں تم چاہو میرے ساتھ مکہ چلو حج بجا لاؤ ورنہ مدینہ پلٹ جاؤ ابوبکر آیات کو حوالہ امیر المومنین کرکے آپ مدینہ آتے اور حضرت رسولخدا کی خدمت میں عرض کی یا رسول اللہ اھلتنی لامر طالت الاعناق الیہ فلما صرت ببعض الطریق عزلتنی عنہ آپنے مجھکو ایک کام کے لائق جانا جس کے سبب سے بہت سی گردنیں میری طرف دراز ہوئیں پس ابھی تھوڑی دور گیا تھا کہ معزول فرمایا حضرت نے فرمایا تجھکو خدایتعالیٰ نے معزول کیا ہے ابوبکر کو زیادہ اندیشہ ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ میرے حق میں کچھ نازل ہوا ہے فرمایا نہیں مگر جبرئیل میرے پاس آئے۔ اور کہا تم خود انکو پہنچاؤ یا کوئی اور جو تم سے ہو پہنچائے اس لئے میں نے علی ابن ابی طالب کو بھیجا **مؤلف** کہتا ہے کہ یہ ہے قصہ ابوبکر کی رسالت برات سے معزول ہونے اور امیر المومنین کے اسپر مقرر فرمائے جانیکا اسکو جسطور سے علمائے شیعہ نے نقل کیا ہے ویسے ہی اکابر محدثین و مفسرین اہل سنت نے کیا ہے چنانچہ جلال الدین سیوطی در منثور میں و ابو عبد الرحمن نسائی ہیں خصائص گازرونی اپنی تاریخ میں عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں کواشی اپنی تفسیر مسمی بہ تلخیص میں میرزا محمد بدخشانی نزل الابرار میں ثعلبی تفسیر میں سبط بن جوزی تذکرہ خواص الامہ میں محب الدین طبری ریاض النضرہ میں اور دیگر اشخاص اپنی اپنی کتابوں میں اسکو اسیطرح نقل و روایت کرتے ہیں جیسا کہ مذکور ہوا یعنے تمام نے ابوبکر کا آیات کو حوالہ امیر المومنین کرکے اثنائے راہ سے لوٹنا اور حضرت رسولخدا کے آگے اپنی آزردگی و ملالت کا اظہار کرنا بتصریح لکھا ہے کہ صریح انکے معزول ہونے پر دال ہے۔ مگر شاہ عبد العزیز دہلوی تحفہ میں باوجود اسکی کہتے ہیں کہ اکثر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوبکر امارت حج پر مامور ہوئے تھے نہ رسالت سورہ برات پر سورہ برات انکے جانے کے بعد نازل ہوئی اور علی علیہ السلام کو دی گئی پس عزل متحقق نہوگا صاحب تشئید المطاعن اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ اس عزل و نصب کو نو صحابیوں نے یعنے خود امیر المومنین نے ابوبکر نے عبد اللہ بن عباس ابو سعید خدری عبد اللہ عمر ابوہریرہ سعد وقاص ابو رافع اور انس بن مالک نے روایت کیا ہے۔ پس شاہ صاحب کو لازم تھا کہ ثابت کرتے کہ ان سب نے اسکو ویسے ہی روایت کیا ہے

جیسے وہ کہتے ہیں ورنہ ان بے سروپا باتوں سے کچھ فائدہ نہیں اور جبکہ یہہ معزولیت نو صحابیوں کے روایت سے ثابت متحقق ہے تو وہ متواترات سے سمجھی جائیگی کیونکہ ابن حجر نے صواعق محرقہ میں روایت پشیمانی ابوبکر کو آٹھ صحابیوں کی روایت کے دعوے سے متواتر کہا ہے چنانچہ لکھتا ہے اعلم ان ھذا الحدیث متواتر لانہ ورد من حدیث عائشۃ وابن مسعود وابن عباس وابن عمرو وعبداللہ بن زمعہ وابی سعید و علی بن ابیطالب و حفصۃ انتھے یعنے جان تو کہ یہ حدیث متواتر ہے کیونکہ اسکو عائشہ عبداللہ بن مسعود و عبداللہ بن عباس عبداللہ بن عمر و عبداللہ بن ربیعہ و ابوسعید خدری و علی بن ابیطالب و حفصہ نے روایت کیا ہے پس جب آٹھ صحابیوں کی روایت متواتر ہے تو نو کی بطریق اولے متواتر ہوگی۔ اگر شاہ صاحب اپنی یہاں کی کسی روایت ضعیف میں اپنا فائدہ دیکھکر شیعوں کے مقابلے میں اسکو ترجیح دیں اور روایت متواتر مشہور کو چھوڑ دیں تو انکا قول کیونکر مقبول و مسموع ہو سکتا ہے ایسا ہو تو باب احتجاج و استدلال طرفین سے سد ہو جائے۔ بالجملہ حضرت عتیق کا ادائے سورہ برائت سے بحکم آنحضرت معزول ہونا اور اثنائے راہ سے مراجعت کرکے رسولخدا کی خدمت میں جزع و فزع بلکہ گریہ و بکا کرنا کتب معتبرہ اہل سنت میں جیسا ہم اوپر لکھ آئے مشہورات مستفیضہ سے ہے انکے بڑے بڑے محدثوں اور مفسروں نے اسکو روایت کیا ہے شاہ صاحب اور مریدان شاہ صاحب کی قدرت سے باہر ہے کہ اس واقعہ کو تمام کتابوں سے نکال ڈالیں اب دیکھنا چاہئے کہ خدا و رسول کا انکو اس کام پر مقرر کرنا پھر بلا پہنچے منزل مقصود کے ادھر سے واپس بلوا لینا یعنے چہ کس لئے ایسا کیا گیا اس سے تو بہتر تھا کہ پہلے ہی سے امیرالمومنین کو آیات حوالے کر دیتے اور انکے معترض ہی نہ ہوتے تا کہ ایک بیچارے بوڑھے آدمی کی یوں مٹی خراب نہ ہوتی جس سے کہ وہ زار قطار روتے تھے۔ چونکہ افعال ایزدی میں شائبہ جہالت اور عبث ہونیکا نہیں ہو سکتا وہ ہمیشہ مبنی بر مصلحت و حکمت ہوا کرتے ہیں اس لئے ضرور ہے کہ اسمیں بھی کوئی نہ کوئی مصلحت ہو پس واضح رہے کہ مصلحت و حکمت اس عزل و نصب کی یہ تھی کہ تمام خلقت کو اور خود شیخ صاحب کو معلوم ہو جائے کہ وہ خدا اور رسول کے نزدیک ایک سورۂ قرآنیہ کے پہنچانے کی قابلیت نہیں رکھتے چہ جائیکہ خلافت عامہ مسلمانان کی پس ثانی الحال جبکہ وہ بظلم غصب خلافت کا ارادہ کریں تو سب کو یہہ واقعہ یاد رہے اور تمام پر حجت خدا اتمام ہو اگر اول ہی امیرالمومنین کو اس مہم پر مقرر فرما دیتے تو یہ نکتہ صاف طور سے سمجھ میں نہ آتا اور خیال رہتا کہ سوائے آنحضرت کے اور اشخاص بھی اسکی صلاحیت رکھتے ہیں۔ حضرت ابوبکر کا اس معزولیت پر گریہ و بکا کرنا ہر چند روایات کثیرہ اہل سنت میں وارد ہے مگر یہاں بنظر اختصار صرف ایک روایت نقل ہوتی ہے کتاب کنز العمال میں تفسیر سورہ توبہ کے ذیل میں ابوبکر سے روایت کی ہے ان النبی بعثہ ببراءۃ الی اھل مکۃ فسار بھا ثلثا ثم قال لعلی الحقہ فرد علی ابابکر ففعل فلما قدم ابوبکر بکی فقال یا رسول اللہ حدث فی شیء فقال ما حدث فیک الا خیر لکن امرت ان لا یبلغہ الا انا او رجل منی۔ حم۔ وابن خزیمہ وابو عوانہ قط یعنی رسول اللہ نے ابوبکر کو سورہ برات دیکر مکہ بھیجا تین دن کے بعد علی کو کہا کہ تم جا کر ابوبکر کو واپس بھیجدو اور تم اسکو پہنچاؤ پس وہ گئے

ابوبکر رسول اللہ کی خدمت میں آئے تو رونے لگے اور کہا یا رسول اللہ میرے میں کوئی نئی بات حادث ہوئی فرمایا بجز خیر و خوبی کے کچھ تجھ میں حادث نہیں ہوا الا مجھکو حکم ہوا کہ اسکو یا میں خود پہنچاؤں یا کوئی اور جو میری اہل سے ہو روایت کیا ہے اس کو احمد حنبل نے اپنی مسند میں اور ابن خزیمہ و ابو عوانہ اور دارقطنی نے القصہ ابوبکر تو روتے دھوتے مدینہ میں تشریف لے آتے اور امیرالمومنین طے منازل کرکے داخل مکہ ہوئے اور روز عرفہ عرفات میں اور شب عید مشعر الحرام میں اور دہم ذی الحجہ روز عید کو جمرات کے نزدیک اور ایام تشریق میں منی میں باواز بلند اس سورہ کو مشرکوں کے سامنے قرأت کرتے تھے اور فرماتے تھے لا یدخل البیت کافر ولا یحج مشرک ولا یطوف بالبیت عریان بروایتے روز عید کو کوہ شعب پر تشریف لیگئے اور شمشیر میان سے نکال لی اور باواز بلند ان کلمات کو کہتے تھے اسوقت حراش و شعبہ پسران عبدود و برادران عمر بن عبدود نے جسکو امیرالمومنین نے بروز احزاب قتل کیا تھا کہا کہ تو ہمکو چار مہینے کی مہلت دیتا ہے تحقیق کہ ہم تجھ سے اور تیرے ابن عم سے بیزار ہیں اور تم دونو کے لئے ہمارے پاس بجز نیزہ و شمشیر دوسری چیز نہیں حضرت نے فرمایا اگر چاہو تو میری شمشیر کو دوبارہ آزمالو بروایتے کسینے کہا اگر معاہدہ جو ہمارے اور تمہارے ابن عم کے درمیان ہے اس کے ٹوٹ جانے کا خوف نہوتا تو ہم ابتدا تم سے کرتے یعنے پہلے تمہی کو قتل کرتے حضرت نے فرمایا اگر رسول اللہ نے منع نکیا ہوتا کہ کوئی امر اپنی طرف سے حادث نہ کروں تو میں تجھ کو قتل کئے بغیر نہ چھوڑتا نیز جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے مجھکو مکہ بھیجا میں قریش کی عداوت کا حال بخوبی جانتا تھا کہ اگر انسے ہو سکے تو میرا ہر ایک عضو کاٹ کر ایک ایک پہاڑ پر رکھ آئیں اور راضی تھے کہ اگر میرے قتل میں انکی جان و مال و زن و فرزند کام آئیں تو اس سے بھی دریغ نہ کریں مینے رسولخدا کا پیغام انکو پہنچایا تو انکے چہرے وفعۃً غیظ و غضب سے افروختہ ہو گئے اور ہر ایک اظہار کراہت و عداوت کرنے لگا حتے کہ زن و مرد کے چہروں سے بغض و عناد کے آثار عیاں تھے مگر مینے کچھ پروا نہ کی اور تعمیل ارشاد نبوی میں سرگرم رہا تا اینکہ سب کو آپکا حکم سنا دیا مجلسی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ تاریخ طبری میں کہ کتب اہل سنت سے ہے لکھا ہے کہ سال ششم ہجرت عمرہ حدیبیہ میں حضرت رسولخدا نے عمر بن الخطاب کو مکہ بھیجنا چاہا تو وہ ڈر گئے اور بدیں عذر کہ مجھکو انسے خوف ہے تعمیل حکم سے پہلو تہی کیا علی ہذا سال نہم ہجرت میں فتح مکہ کے بعد آنحضرت نے پھر عمر کو کہا کہ اشراف قریش کے پاس پیغام لیجائیں انہوں نے اسوقت بھی خوف کا اظہار کیا باوجودیکہ کسیکا بال تک بھی انکے ہاتھ سے بیکا نہوا تھا بلکہ باطن میں ہمیشہ انکے موافق رہتے تھے امیرالمومنین حال آنکہ کوئی شخص مکہ میں نہ تھا کہ جسکو ان کے ہاتھ سے صدمہ پہنچا ہو ان کے نوک سنان و شمشیر جان ستان ہر ایک کے جگر میں کھبی تھی اس پر بھی آنحضرت نے کچھ پروا نہ کی اور تنہا ایک لاکھ مشرک کے مجمع میں چلے گئے اور انکے پیمان و امان کو توڑ ڈالا اور انکے دین و آئین کو باطل فرمایا ع ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا **الغرض** حضرت اس مہم سے فارغ ہوکر حسب المرام مدینہ سکینہ کیطرف واپس ہوئے بآرام و آہستگی طے مسافت کرتے تھے ادھر حضرت رسولخدا کے پاس کوئی خبر آسمانی اس مقدمہ میں نہ پہنچی تو آپ دلگیر ہوئے اور

تشویش و نگرانی دن بدن بڑھتی جاتی تھی۔ حتے کہ آثار حزن و ملال چہرۂ اقدس سے نمایاں ہونے لگے شدت غم سے اپنے ازواج
کے پاس جانا چھوڑ دیا صحابہ یہہ صورت دیکھتے تھے مگر کسیکی جرأت نہ تھی کہ باعث اس تغیر کا دریافت کر سکے آخر ابوذر غفاری نے
عرض کی یا رسول اللہ آپ کے غم و اندوہ کو دیکھکر اصحاب گمان کرتے ہیں کہ آپکی وفات کی خبر آپ کو دیگئی ہے یا کوئی خبر بد اُمت
کے حق میں ملی ہے یا کوئی مرض آپکے دشمنوں کو عارض ہوا ہے فرمایا ان باتوں میں سے کوئی بات نہیں لیکن یہ رنج و الم علی ابن
ابیطالب کی طرف سے ہے مجھکو کچھ معلوم نہیں ہوا کہ کیا صورت انکو پیش آئی نہ کوئی وحی اس بارہ میں پہنچی تحقیق کہ حق تعالی نے علیؑ کے
مقدمے میں مجھکو نو خصلتیں عطا کیں تین دنیا میں تین آخرت میں دو خصلتیں ایسی ہیں کہ انسے بیخوف ہوں اور ایک جس سے
ڈرتا ہوں لیکن تین خصلتیں دنیا کی پس وہ میری ستر کو چھپائیں گی اور میری امور کو انجام دیں گی اور میری وصی ہونگی میری
اُمت پر۔ اور تین آخرت کی ایک یہ کہ لوائے حمد مجھکو دیں گی تو میں انکے حوالہ کرونگا کہ میرے لیے اسکو برپا رکھیں دوم شفاعت
کے مقام میں ان پر اعتماد کرونگا سوم وہ میرے مُعین و مددگار ہونگے بہشت کی کُنجیاں اُٹھائیں۔ اور دو باتیں کہ انسے اپنے
لیے مطمئن ہوں یہ ہیں کہ وہ کبھی گمراہ نہوں گے اور اسلام پر کفر کو اختیار نہ کریں گے ایک جس سے ڈرتا ہوں وہ مکر قریش ہے انکی
ساتھ۔ القصہ رسولخدا کا معمول تھا کہ صبح کو نماز پڑھ کر طلوع آفتاب تک قبلہ رو مشغول تعقیب و ذکر الہی رہتے تھے امیر المومنینؑ
حاضرین کیطرف موہنہ پھیرتے اور لوگ انحضرت سے اجازت لیکر اپنے کاروبار کو جاتے پیغمبر خدا نے انکو اس کام پر مقرر کیا تھا جب
آپ مکہ گئے تو حضرت نے کسیکو اس خدمت پر مامور نہ کیا خود روئے مبارک صحابہ کیطرف کرتے اور اجازت فرماتے ایک روز ابوذرؓ
نے اجازت باہر جانیکی چاہی حضرت نے اجازت دی تو وہ شہر سے نکلکر شوق لقائے امیر المومنینؑ میں مدینہ کی راہ ہو لئے آخر جذب
محبت نے اثر دکھلایا اور کشش دلی اپنا رنگ لائی امیر المومنینؑ کو دیکھا کہ ناقہ پر سوار اس طرف کو آرہے ہیں دوڑ کر انحضرت سے
لپٹ گئے اور چھاتی سے لگا لیا اور روئے انور بوسے دیتے تھے پھر عرض کی میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں تم آہستہ آہستہ آؤ
میں آگے چلکر تمہارے آنے کی خوشخبری رسول اللہ کو پہنچاتا ہوں کیونکہ وہ حضرت تمہاری مفارقت میں نہایت بیچین ہیں پھر
جلد آکر یہہ مژدۂ فرحت افزا رسولخدا کو پہنچایا آپنے فرمایا اے اباذر میں اس کی عوض تمکو بشارت بہشت دیتا ہوں پس سوار ہوئے
اور صحابہ بھی آپ کے ساتھ سوار ہوئے بیرون شہر قران سعدین واقع ہوا بھائی نے بھائی کو دیکھا آنکھوں میں ٹھنڈک تن میں توانائی
آئی امیر المومنینؑ کی نظر روئے انور خاتم المرسلین پر پڑی تو ناقہ سے اُتر لیے حضرت بھی پیادہ پا ہو گئے اور دونو ہاتھ حضرت امیرؑ کے
گلے میں ڈالدئے اور روئے منور دوش اطہر امیر پر رکھکر جوش مسرت میں خوب گریہ کیا امیر المومنینؑ بھی بہت روئے وہ رو رو کے
اس طرح دونو ملے کہ جسطرح ساون سے بھادوں ملے پھر فرمایا میرے ماں باپ تجھ پر فدا ہوں بیان کر کہ کیا کر آیا تحقیق کہ مجھکو
تیرے مقدمے میں وحی برتر پہنچی امیر المومنینؑ نے تمام قصہ مفصل عرض کیا یہ سُنکر فرمایا کہ حق تعالی زیادہ دانا ہے اس جل شانہ نے
تجھکو اس کام کے لیے اختیار کیا تھا **ظہور فضیلت امیر المومنین علی مرتضےٰ و باقی آل عبا علیہم التحیۃ**

والثنا در معاملہ مباہلہ با قوم نصاریٰ منقول ہے کہ رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مکہ کو فتح کیا اور تمام عرب
آپ کا مطیع و منقاد ہو گیا تو امرا و رؤسا اور سلاطین روئے زمین کو خطوط لکھکر اسلام کی طرف دعوت کی از انجملہ ایک خط نصاریٰ
نجران کو لکھا کہ اسلام قبول کرو اور شہادت دو وحدانیت خدا و رسالت محمد مصطفےٰ کی ورنہ جزیہ دینا ہوگا۔ اس طرح پر کہ بذلت و
خواری اسکو اپنے ہاتھ سے ادا کرو گے اگر اس سے بھی انکار ہے تو جنگ کے لئے آمادہ رہو یہہ خط نصرانیوں کو پہنچا تو انکے علما و
زہاد و رہبان ایک کنیسۂ بزرگ میں جمع ہوئے اور چند روز انکے درمیان اس امر میں مباحثہ و مناظرہ ہوتا رہا کہ آیا یہ محمدؐ وہی ہیں
جنکی مسیح علیہ السلام و دیگر انبیاء کرام نے خبر دی ہے یا کوئی اور بعض متعصب کہتے تھے کہ عیسےٰ کے بعد قیامت تک دو پیغمبر ہونگے
ایک کا نام محمد دوسرے کا احمد ہے موسےٰؑ کو اول کی خبر دی گئی ہے اور عیسےٰؑ کو دوسرے کی یہہ قریشی صرف اپنی قوم پر مبعوث ہوا
ہے وہ پیغمبر جس کی بادشاہی روئے زمین پر پھیل جائے گی اور دین کا خاتمہ اسپر ہوگا اس کے بعد آئیگا دلیل اس کی یہ ہے کہ ہمکو
معلوم ہوا ہے کہ اس کے فرزند نہیں بخلاف اُس پیغمبر موعود کے کہ اس کی نسل جاری و رواں ہوگی اور ایک فرزند اس کا ہوگا
کہ تمام عالم پر حکومت کریگا ساتھ دین حنیف کے دوسرا فریق کہتا تھا کہ محمدؐ و احمدؐ ایک شخص کے نام ہیں اور موسیٰؑ و عیسیٰؑ دونو کو
اسی ایک شخص کی بشارت دی گئی ہے کیونکر ہو سکتا ہے کہ وہ خدا کیطرف سے ایک قوم پر مبعوث ہوں اور دعوی کریں بعثت کا
تمام عالم پر ایسا کذاب و دروغ زن قابل نبوت نہیں ہو سکتا ہے آگاہ رہو کہ اسکی نسل دختر پاکیزہ و مطہرہ سے ہے اور وہ بادشاہ
صالح کہ مالک شرق و غرب زمین ہوگا اس کی ذرّیت سے ہوگا وہ ہے خاتم النبین و خیر المرسلین غرض اس سوال و جواب میں
طول ہو گیا اور ہر چند منکرین نبوت پر انحضرت کی حقانیت کھُل گئی اور انکے دل اسکو مان گئے تھے اِلّا بظاہر اقرار کرنے میں ڈرتے
تھے کہ وہ جاہ و منزلت کہ انکو قوم میں حاصل ہے اور مال و دولت کہ وہ اس ذریعہ سے حاصل کرتے ہیں انسے جاتی رہے لہذا باطل
حجتیں نکالتے تھے آخر یہ صلاح ٹھیری کہ کتاب جامع بزرگ کہ جامع کتبُ صحائف انبیا ہے مجمع میں لائی جائے اور اس کی عبارتیں
سب کے سامنے پڑھی جائیں تاکہ ہر ایک اسمیں غور و خوض کر سکے۔ اہل انکار کہ ذی اقتدار لوگ تھے اس کے بھی خلاف ہوئے کہ ایسا نہو
کہ حق الامر ظاہر ہو جائے مگر حاضرین کے اصرار سے چار ناچار اس کتاب کو لانا پڑا ایک شخص اسکو اپنے سر پر اُٹھا کر لایا کتاب اس قدر گراں
تھی کہ حامل بمشکل چل سکتا تھا اسکو لاکر مجمع میں رکھا اور صحف آدمؑ و شیثؑ و ابراہیمؑ و توریت موسےٰ و انجیل عیسیٰ سے مقامات نکالکر پڑھے
اور سنائے گئے حق مثل نور صبح ظاہر و آشکار تھا۔ اوّل صحیفہ آدمؑ و شیثؑ کی عبارات پڑھیں پس رفتہ رفتہ صندوق ابراہیم علیہ السلام تک
آئے اسمیں لکھا تھا کہ حق تعالی نے فضیلت و بزرگی دی ابراہیم کو اور برگزیدہ کیا اسکو اپنی خُلت کے ساتھ اور صلوات و برکات بھیجی اسپر
اور نبوت و امامت کو اس کی پشت میں قرار دیا اور تابوت آدم کہ علم و حکمت سے مشحون ہے اسکو عنایت کیا پس نظر کی ابراہیم نے طرف
اس تابوت کے اور دیکھا کہ اسمیں بعدد انبیاء اُولو العزم اور انکے اوصیاء کے خانے بنے ہیں پس حضرت ہر خانے کو دیکھتے اور معائنہ
کرتے تھے تا اینکہ خانۂ محمد آخر الزماں تک پہنچے اس کے دہنے جانب خانۂ علی بن ابی طالب کو دیکھا اسمیں لکھا تھا کہ یہہ شبیہ و نظیر و

وصی آنحضرت کا ہے کہ مویّد بنصرت الٰہی ہوگا عرض کی ابراہیمؑ نے خداوندا یہ دو مخلوق بزرگوار کون ہیں وحی ہوئی کہ اے ابراہیم یہ بندہ و برگزیدہ میرا محمد خاتم پیغمبران ہے اور دوسرا اس کا وصی و وارث علم علی بن ابیطالب ہے تحقیق کہ محمد فاتح و خاتم ہے کہ تمام خلائق سے پیشتر جبکہ آدم پانی اور مٹی ہی کے درمیان تھا ہمنے اسکو نبوت دی ہے اور آخر زمانے میں مبعوث ہوگا اس کا دین کامل اور نبوت اسپر تمام ہوگی اور علی اس کا بھائی صدیق اکبر ہے صلوات و برکات ہو ان دونو برگزیدہ و معصوم و مطہر پر پس حضرت ابراہیم نے بارہ نور درخشاں دیکھے چاہا کہ انکے اسمائے گرامی سے مطلع ہوں ارشاد ہوا کہ ایک نور میری کنیز فاطمہ زہرا دختر محمد مصطفٰے کا ہے اور باقی حسنؑ و حسینؑ و ائمہ اولاد حسینؑ کے حضرت قائم آل محمد تک پس حضرت ابراہیمؑ نے درود و صلوات بھیجے ان انوار برگزیدہ پر اور کہا رَبِّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ پس وحی کی حق تعالیٰ نے انکی طرف کہ گوارا ہو تجھکو اے ابراہیم فضیلت و کرامت اپنی پروردگار کی تحقیق کہ محمد اور اس کی آل معصوم و مطہر تیری نسل اور تیری فرزند اسمٰعیل کی پشت سے ہونگے اور مقرون کرونگا تیری صلوات و برکات کو اس صلوات و برکات کے ساتھ جو کہ ان پر بھیجوں گا۔ بعد ازاں توریت و انجیل کی بشارتیں پڑھی اور مجلس ختم ہوئی اہم جسکا کہ لقب سیّد تھا مع عبدالمسیح عاقب کے کہ بزرگان ملت و منکر نبوت تھے ملزم و مبہوت ہوکر اپنے معابد کو چلے گئے مترجم کہتا ہے کہ نصرانیوں کے باہم گرمباحثے کی روایت بہت طولانی ہے مجلسی علیہ الرحمہ نے سیّد بن طاؤس رحمہ سے اور انہوں نے کتاب مفضل شیبانی سے اسکو نقل کیا ہے اسمیں باہمی سوال و جواب بہت بسط و تفصیل سے مذکور ہیں اور بشارات کتب و صحف انبیا کو مفصل نقل کیا ہے۔ یہاں پر ہم نے تھوڑا سا اس سے اختصار کے ساتھ لکھا ہے جسکو تمام حال دیکھنا منظور ہو بحار الانوار ناسخ التواریخ وغیرہ میں دیکھے **القصہ** سیّد و عاقب و ابوالحارثہ مع قیس بن حصین و یزید بن عبد مدان قسیسین حضر موت کے اور کرز بن علقمہ برادر ابوالحارثہ کہ اسیوقت سفر سے آیا تھا و دیگر اہل علم و معرفت و شرف فضیلت کے آمادہ سفر ہوتے کہ مدینہ جاکر حضرت رسولخدا سے ملاقات کریں اور آپکے اوضاع اور اطوار کو دیکھیں سیّد و عاقب نے اپنے بیٹے کہ ایک کا نام صبغۃ المحسن دوسرے کا عبدالمنعم تھا اور اپنی ازواج سارہ و مریم کو ساتھ لیا **راوی** کہتا ہے کہ راہ میں ایک مقام پر کرز کا گھوڑا ٹھوکر کھاکر گرا اسنے غصہ ہوکر کہا تعس الابعد یعنے ہلاک ہو وہ شخص کہ جسکے پاس ہم جاتے ہیں اس سے اشارہ اُس کا رسول اللہ کی طرف تھا ابوالحارث نے یہ سنکر کہا بَل تَعِسْتَ اَنْتَ کہ تو ہلاک ہو اور سر کے بھل گرے کرز نے کہا اے برادر یہ کیا بات تو کہتا ہے اس نے کہا قسم بخدا کہ محمدؐ رسول فرستادہ خدا وہ پیغمبر آخر الزماں ہیں جنکا ہم انتظار کر رہے تھے کرز بولا اگر ایسا ہے تو پھر کس لئے اس پر ایمان نہیں لاتا کہا تمام قوم کے خلاف کام کرنا آسان نہیں ایسا کریں تو جو کچھ انہوں نے ہمکو دے رکھا ہے اب چھین لیں۔ بروایتی یہ گفتگو کرز اور عاقب کے درمیان ہوئی اور عاقب نے اسکو مصباح چہارم انجیل سے بشارت بعثت محمد مصطفٰے اور دیگر آثار و علامات آنحضرت کے سنائے کرز نے کہا اگر یہ شخص وہی ہے تو کس لئے ہمکو اس کے معارضے کے لئے لیجاتا ہے۔ کہا ہم اس لئے جاتے ہیں کہ انکی باتیں سنیں اور انکے طور و اطوار مشاہدہ کریں اگر وہی ہیں جن کے اوصاف کتابوں میں پڑھے تو اُس کے ساتھ صلح کرلیں تاکہ ضرر سے

امین رہیں اور اگر دروغ گو ہے تو خلقت سے اسکی شرارت کو دفع کریں کرز نے کہا اگر اسکی حقیت ہمکو ثابت ہوجائے تو پھر صلح کیسی کس لئے ان پر ایمان نہ لے آئیں کہا یہ نہیں ہوسکتا۔ نصارے نے عزت و حرمت و مال و دولت ہمکو دیا ہے ہماری اطاعت کرتے ہیں اور ہمارے ساتھ ہوکر دشمن سے جہاد کرتے ہیں کنیسہائے بزرگ ہمارے لئے تعمیر کرائے ہیں یہ باتیں مسلمانی میں کہاں وہاں وضیع و شریف ادنی اعلے سب برابر ہیں کرز کے دلمیں ان باتوں سے محبت اسلام پیدا ہوگئی اور یہی باتیں انجام کار اس کے اسلام کا سبب ہوئیں غرض قافلہ مدینہ کے قریب پہنچا تو ایک مقام پر اُتر کر سبنے غسل کیا اور لباسہائے فاخرہ ابریشمین و زیورات سے اپنے تئیں زینت کیا اور بکمال تزک و احتشام داخل شہر ہوئے صحابہ انکو دیکھکر کہتے تھے کہ وفود عرب کوئی اس نشان کا اب تک مدینہ میں نہیں آیا پس یہ لوگ دامن کشاں داخل مسجد ہوئے اور سلام کیا آنحضرت پر آپنے جواب سلام کا نہ دیا اور روئے مبارک انکی طرف سے پھیر لیا اتنے میں انکی نماز کا وقت آیا تو رو بمشرق ہوکر نماز پڑھنے لگے بعض صحابہ نے چاہا کہ انکو منع کریں حضرت نے فرمایا جو چاہیں کریں انتے غرض ذکر و نماز سے فارغ ہوکر پھر حاضر خدمت ہوئے ہر چند گفتگو کرنا چاہتے تھے مگر جواب نہ ملا ناچار مسجد سے نکلکر عثمان بن عفان و عبدالرحمن بن عوف سے کہ سابقہ آشنائی انسے رکھتے تھے ملاقات کی اور کہا تمہارے پیغمبر نے ہمکو خط لکھکر اسلام کی طرف دعوت کی یہاں آئے تو ہمارے سلام کا جواب نہیں دیتے اور ہمارے ساتھ بات نہیں کرتے انہوں نے کہا یہ عقدہ علی ابیطالب سے حل ہوگا پس اُن کو امیر المومنینؑ کی خدمت میں لائے اور کیفیت بیان کی آپنے فرمایا یہ لباس و زیورات آثار دین اور سفر کے میلے کچیلے کپڑے یا پارچہ صوف پہنیں نصارے حسب الایماء بالوں کے کپڑے پہن کر حاضر خدمت ہوتے اور سلام کیا آپنے جواب سلام دیا اور فرمایا قسم بخدا کہ پہلی مرتبہ جو میرے پاس آئے تو شیطان ان کے ساتھ تھا۔ اس لئے مینے انکو جواب نہ دیا پس کئی دن حضرت سے سوال پوچھتے اور آپ کے ساتھ مناظرہ کرتے رہے پھر کہا اے ابوالقاسم ہم نے تمہاری صفات کتب انبیا میں مطالعہ کیں سب تم پر مطابق ہیں الا ایک امر کہ انجیل میں لکھا ہے کہ جو پیغمبر مسیح کے بعد آئیگا مسیح کی تصدیق کریگا حالانکہ تم اسکی تکذیب کرتے ہو وہ خداوند ہے تم بندہ بتلاتے ہو آپنے فرمایا میں انکی پیغمبری کی تصدیق کرتا ہوں مگر انکو بندہ جانتا ہوں کہا بندہ کیونکر ایسے کام کر سکتا ہے جیسے مسیح نے کئے وہ مردوں کو زندہ کرتا کور مادرزاد کو بینا فرماتا مبروص کو شفا دیتا دلوں کے پوشیدہ راز بتلاتا تھا سوائے خدا کے کوئی بشر ان امور پر قدرت نہیں رکھتا۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ ساری باتیں جو عیسٰےؑ کے ہاتھ پر ہوتی تھیں بحکم خدا ہوتی تھیں وہ بندہ برگزیدہ خدا تھے بندگی سے عار نہ رکھتے تھے کیا تم نہیں جانتے کہ وہ گوشت پوست خون و مو و رگ و پے رکھتے تھے کھاتے پیتے اور بیت الخلا جاتے تھے سب یہ صفات مخلوق کی ہیں خداوند عالم ان سے پاک و منزہ ہے کہا کوئی ان کے سوا ایسا ہے کہ بدون باپ کے پیدا ہوا ہو حضرت نے فرمایا حق تعالیٰ قادر مطلق ہے اس کے نزدیک کسیکو بغیر باپ کے پیدا کرنا کچھ مشکل کام نہیں حضرت عیسٰےؑ بے باپ کے پیدا ہوئے آدم علیہ السلام بدون ماں اور باپ دونو کے پیدا ہوئے پس اس آیہ شریفہ کو ان پر تلاوت کیا اِنَّ مَثَلَ عِيسٰى كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُوْنُ بے شک مثال عیسٰے علیہ السلام کی مثل آدمؑ کے ہے کہ اسکو مٹی سے پیدا کیا پھر اسکو کہا کہ ہوجا پس وہ ہوگیا

نصرانی یہ حجت واضح و دلیل روشن سُنکر بھی قائل نہوتے اور ہٹ دھرمی سے یہی کہے گئے کہ عیسیٰ خداوند یسر خدا ہے پس حق تعالیٰ نے آیہ مباہلہ بھیجی وہ یہ ہے فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَ نِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ یعنی جو کوئی مجادلہ کرے تجھ سے اے محمدؐ بعد اس کے کہ آیا تیری طرف جو کچھ کہ حق علم ہے پس کہہ تو انسے کہ آؤ بلائیں ہم اپنے بیٹوں کو اور تم اپنے بیٹوں کو اور ہم اپنی عورتوں کو اور تم اپنی کو اور ہم اپنے ان لوگوں کو کہ بمنزلہ ہمارے نفس کے ہیں اور تم اپنوں کو پس نفرین کریں اور گردانیں لعنت خدا اور دروغ گویوں پس حضرت نے یہہ آیہ انکے سامنے پڑھی اور کہا میں تمہارے ساتھ مباہلہ کرونگا کیونکہ تم حق کو قبول نہیں کرتے پس وہ مباہلہ پر راضی ہو گئے اور قرار پایا کہ کل فلاں مقام پر مباہلہ کریں یہ کہکر اپنی قیام گاہ کو چلے گئے اور باہم کہتے تھے کہ محمدؐ نے تم پر حجت تمام کی اور امر اس کا ظاہر ہو گیا اب دیکھا چاہئے کہ کن لوگوں کے ساتھ تم سے مباہلہ کرتے ہیں۔ اگر دنیوی احتشام کے ساتھ لاؤ لشکر لیکر آئے تو جاننا کہ یہ روش بادشاہوں اور جباروں کی ہے کچھ خوف کا مقام نہیں اور جو چند فقرائے صلحا عزیز ترین خلق اللہ کے ساتھ آئے تو یہ طریقہ پیغمبروں اور سچے لوگوں کا ہے اسوقت انکے ساتھ مباہلہ و ملاعنہ سے پرہیز کرنا چاہئے پس حضرت رسولخدا نے امر کیا کہ زمین زیر درخت کو جاروب کریں اور اگلے روز حسب الحکم ایک عبائے سیاہ رنگ تنک لاکر اس درخت پر پھیلادی اور سید و عاقب اپنے کنبے والوں کے ساتھ نکلے اور نصارائے نجران و سواران بنی حارث بن کعب انکے ساتھ بڑے کر و فر کے ساتھ برآمد ہوئے اُدھر سے مہاجر و انصار و دیگر اہل مدینہ اپنے اپنے نشان لئے تجمل و شان سے شہر سے باہر آئے کہ دیکھیں کہ کیا انجام ہوتا ہے حضرت رسولخدا ہنوز حجرہ مبارک میں تشریف رکھتے تھے جب دن چڑھا اور آفتاب بلند ہوا تو آپ بھی برآمد ہوئے کہ اسطرح پر امیر المومنین کا کہ بمنزلہ آپکے نفس کے تھے ہاتھ آپ کے ہاتھ میں اور حسنینؑ آگے آگے اور جناب سیدہ آپکے پیچھے پیچھے تھیں بروایت روضۃ الاحباب امام حسینؑ کو گود میں لئے تھے اور امام حسنؑ کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا اور علیؑ اور فاطمہؑ دونو آپکے پیچھے پیچھے آرہے تھے اور حضرت انسے کہتے جاتے تھے کہ جسوقت میں دعا کروں تو تم آمین کہنا۔ نجرانیون نے پنجتن پاک کو اس طرح آتے دیکھا اور دعا و آمین کی گفتگو سنی تو خوف ان پر غالب ہوا ابو الحارثہ کہ انکا مہر و دانشمند شخص تھا بولا یارو میں چند صورتیں دیکھتا ہوں کہ اگر دعا کریں کہ پہاڑ اپنی جگہ سے سرک جائے تو حق تعالیٰ انکی خاطر سے پہاڑ کو جگہہ سے سرکا دیگا خبردار انکے ساتھ مباہلہ نہ کرنا نہیں تو روئے زمین پر کوئی نصرانی باقی نہ رہیگا بروایت اوّل حضرت رسالت مع اہل بیت عصمتؑ طہارت خراماں خراماں زیر درخت جس کے اوپر عبا ڈال رکھی تھی تشریف لائے اور عبا کے سایہ میں دو زانو مثل نشست انبیا بیٹھ گئے پس سید و عاقب کو بلوا کر کہا کہ میری ساتھ مباہلہ کرو انہوں نے کہا اے ابو القاسم اس جوان اور دو لڑکوں اور ایک عورت کے ساتھ مباہلہ کرتے ہو اور بڑے بڑے شاندار آدمی جو تم پر ایمان لائے ہیں انکو حاضر نہیں کرتے فرمایا کہ میں حق تعالیٰ کی طرف سے مامور ہوں کہ انکو لیکر مباہلہ کروں بتحقیق کہ یہ لوگ اس جل شانہ کے نزدیک بہترین اہل ارض ہیں اور نزدیک ترین ہیں مجھ سے از روئے قرابت کے یہ سُنکر انکے چہروں کے رنگ زرد ہو گئے اور مشورے کے لئے اپنے اصحاب کیطرف

پلٹے اسوقت ایک شخص انکے علما سے بروایتے کرز بن علقمہ اٹھا اور کہا وائے ہو تم پر ہرگز محمدؐ کے ساتھ مباہلہ نہ کرو یاد کرو ان اوصاف کو کہ تم نے کتاب جامعہ میں ان کی پڑھی ہیں قسم بخدا کہ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ وہ راست گو ہیں اگر تم نے انکے ساتھ مباہلہ کیا تو دیر نہوگی کہ تم بندر و سور کی شکل میں مسخ ہو جاؤ گے پس خدا سے ڈرو اور ناحق دنیا کو تہ و بالا نہ کرو بتحقیق کہ جس قوم نے اپنے پیغمبر کے ساتھ مباہلہ کیا وہ ایک چشم زدن میں نیست و نابود ہو گیا ذرا آنکھیں کھولو اور دیکھو کہ آفتاب کسطرح زرد پڑ گیا ہے اور درختوں نے سر نہوڑا لئے اور طیور آشیانوں سے گر پڑے اور پرونکو زمین پر بچھائے اور جو کچھ انکے چینہ دانوں میں تھا خوف عذاب سے گداختہ ہو گیا ہے حالانکہ کوئی گناہ انکا نہیں لیکن وہ آثار نزول عذاب دیکھ رہے اور خوف کھا رہے ہیں اور پہاڑوں کو دیکھو کہ لرز رہے ہیں اور عالم دھواں دھار ہو گیا ہے اور پارہائے ابر سیاہ باوجودیکہ موسم گرما بارش کا نہیں کیونکر آسمان پر جمع ہوتے جاتے ہیں۔ اور نظر کرو محمدؐ اور انکے اہل بیت کی طرف کہ ہاتھ دعا کے لئے اُٹھائے منتظر اس کے ہیں کہ تم نفرین قبول کرو پس آگاہ رہو کہ اگر ایک کلمہ لعن کا ان کے موہنہ سے نکلا تو ہم سب تباہ و برباد ہو جائیں گے اور ایک متنفس ہم سے سلامت نہ جائیگا۔ پس سید و عاقب نے آثار غضب الٰہی کو دیکھا تو جانا کہ اگر ہم نے مباہلہ کیا تو ضرور قہر خدا ہم پر نازل ہوگا اور انکا بدن وحشت سے کانپنے لگا اور نزدیک تھا کہ ہوش و حواس باطل ہو جائیں کرز نے کہا اگر اسلام لاؤ تو عذاب دنیا و عقبیٰ سے نجات ملے اور جو دنیوی اعتبارات سے دست بردار نہیں ہوتے تو جلد جاؤ اور محمدؐ سے صلح کرو انہوں نے کہا اے کرز تو ہماری طرف سے انکے پاس جا جس طرح تو صلح کریگا ہم اس پر راضی ہیں بہتر ہے کہ ابن عم محمدؐ علی بن ابی طالب کے واسطے سے امر مصالحت کو انجام دے پس کرز روانہ ہوا اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی السلام علیک یا رسول اللہ شہادت دیتا ہوں کہ خدا واحد و یکتا ہے اور آپ اور عیسیٰؑ دونو بندۂ خدا اور رسول و فرستادہ اس کے ہیں یہ کہکر انکا پیغام پہنچایا رسولخدا نے انکی درخواست قبول کی اور امیر المومنینؑ کو امر کیا کہ جا کر امر صلح طے کریں پس حضرت تشریف لے گئے اور دو ہزار حلۂ نفیس اور ایک ہزار مثقال طلا سالانہ پر کہ نصف اسکا محرم میں اور نصف رجب میں ادا کریں صلح کی اور سید و عاقب دونو کو خدمت میں حاضر کیا کہ انہوں نے بخواری و زاری حضرت کے سامنے اس قرارداد کا اقرار کیا آپنے فرمایا کہ مینے بھی قبول کیا قسم بخدا کہ اگر آج تم میری اور ان لوگوں کی ساتھ جو زیر عبا ہیں مباہلہ کرتے تو حق تعالیٰ اس وادی کو تم پر آتش روشن کر دیتا کہ یہ آگ ایک ساعت میں تمکو اور تمہارے تمام اہل ملت کو جہاں جہاں ہوتے جلا کر خاک سیاہ کر دیتی بعد ازاں وہاں سے اُٹھے اور مظفر و منصور شہر میں تشریف لائے مسجد میں داخل ہوئے تو جبرئیل امین نازل ہوئے اور کہا حق تعالیٰ تمکو سلام پہنچاتا ہے اور کہتا ہے کہ میرے بندے موسیٰ و ہارونؑ نے اپنے دشمن قارون کے ساتھ مباہلہ کیا تھا۔ یعنے قارون کو مع اس کے اصحاب کے کہ اس کی اعانت کرتے تھے زمین میں اتار دیا اے احمد قسم ہے مجھکو اپنی عزت و بزرگواری کی کہ اگر تو اپنے اہل بیت کے ساتھ تمام اہل زمین کے ساتھ مباہلہ کرے تو آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور پہاڑ ریزہ ریزہ بنیں اور زمین نیچے دھنس جائے پس رسول اللہ نے سجدۂ شکر ادا کیا اور اپنا موہنہ زمین پر رکھا۔ پھر ہاتھوں کو بلند کیا تا اینکہ سفیدی زیر بغل نمایاں ہوئی۔ اور تین مرتبہ کہا شُكْرًا لِلْمُنْعِمِ حاضرین نے اس شکریہ کا

سبب پوچھا تو فرمایا کہ میں نے شکر کیا اس انعام و افضال کا کہ حق تعالیٰ نے میرے اہل بیت کو عطا کیا پھر ماجرے جبرئیل کے آنیکا بیان فرمایا۔ مجلسی علیہ الرحمہ نے حق الیقین میں روایت مباہلہ کو تفسیر ثعلبی و کشاف زمخشری سے نقل کیا ہے اس کے آخر میں ہے کہ حضرت رسولخدا نے فرمایا کہ قسم ہے اس خدائے عزوجل کی کہ میری جان اس کے قبضۂ قدرت میں ہے کہ مرگ و ہلاکت اہل نجران پر آویختہ تھی اگر مباہلہ کرتے تو تمام خوک و بوزنہ ہوجاتے اور یہ صحرا ان کے لئے آگ بنجاتا کہ سب کے سب جتے کہ مرغ درختوں پر اس عذاب سے نجات نہ پاتے اور ایک سال نہ گزرتا کہ نصاریٰ روئے زمین سے نیست و نابود ہوجاتے۔ بعد ازاں صاحب کشاف نے روایت عائشہ نقل کی ہے اسمیں ہے کہ حضرت نے اپنی اہل بیت کو داخل عبا کیا اور یہ آیہ شریفہ تلاوت کی اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡہِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ وَ یُطَہِّرَکُمۡ تَطۡہِیۡرًا نیز حق الیقین میں ہے کہ قصہ مباہلہ سنی و شیعہ کے درمیان متواترات سے ہے تمام محدثوں مفسروں اور مورخوں نے اسکو نقل کیا ہے اور گو اس کے بعض خصوصیات میں اختلاف ہے لیکن اس امر پر سب متفق ہیں کہ مباہلہ صرف آل عبا کے ساتھ تھا اور ان حضرات کے سوا کوئی دوسرا اسمیں شریک نہیں ہوا پس اس سے ظاہر ہے کہ امیر المومنین و فاطمہ زہرا و حسنین علیہم السلام افضل و اشرف خلق ہیں خدا کے نزدیک چنانچہ تمام مخالفین معاندین نے مثل زمخشری و بیضاوی و فخر رازی وغیرہ کے اس کا اقرار کیا ہے از انجملہ زمخشری کہ سب سے زیادہ متعصب ہے کشاف میں کہتا ہے کہ اگر کوئی کہے کہ دشمن کو مباہلہ کے لئے بلانے سے مدعا یہ تھا کہ معلوم ہوجائے کہ وہ کاذب تھے یا وہ حضرت تھے پس یہ امر آپ اور آپکے دشمن سے مخصوص تھا زنان و اطفال کو اسمیں شامل کرنے سے کیا فائدہ تھا۔ تو ہم جواب میں کہیں گے کہ ان لوگونکا اسمیں شامل کرنا دلالت کرتا ہے کہ ان کے ساتھ مباہلہ کرنیمیں آپکو زیادہ وثوق و اعتماد تھا بہ نسبت اس کے کہ تنہا مباہلہ کرتے پس اس لئے آپ اپنے جگر کے ٹکڑوں اور سب سے زیادہ عزیزوں اور محبوبوں کو مقام ہلاکت و نفرین میں لائے اور صرف اپنے اوپر کفایت نہ کی اور خاص فرزند کو دیگر اعزہ و اقارب کے درمیان سے اس لئے اختیار کیا کہ یہ سب میں زیادہ عزیز و محبوب قلوب ہوتے ہیں بسا اوقات آدمی اپنے تئیں معرض ہلاکت میں ڈالتا ہے تاکہ انکو صدمہ نہ پہنچے اسیوجہ سے عورات و اولاد کو لڑائیوں میں لیجاتے ہیں کہ انکے خاطر سے بھاگنے نہ پائیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ حقتعالیٰ نے انکو اس آیہ شریفہ میں خود مباہلہ کرنیوالوں کے نفسوں اور جانوں پر مقدم ذکر کیا تاکہ معلوم ہو کہ وہ جان سے زیادہ عزیز ہیں اس کے بعد زمخشری کہتا ہے کہ یہ ایک دلیل ہے فضیلت آل عبا پر کہ اس سے زیادہ قوی دلیل کوئی ہو نہیں سکتی **مولف** کہتا ہے کہ اہل سنت آیہ مباہلہ میں لفظ انفسنا و انفسکم سے مباہلہ کرنیوالوں کے نفس اور ذات مراد لیتے ہیں نہ وہ اشخاص کہ بمنزلہ انکے نفس و ذات کے ہوں اس لئے امیر المومنین کو وہ ابنائنا میں داخل جانتے ہیں نہ انفسنا میں چنانچہ عبارت مذکورہ بالا کشاف کی اسی پر دلالت کرتی ہے اور شاہ عبد العزیز دہلوی نے تحفہ میں حسب عادت خود اس مضمون کو نہایت وسعت سے لکھا ہے ہم کہتے ہیں شاہ صاحب نے ناحق اس میں خامہ فرسائی فرمائی انکو کوئی فائدہ زائد اس سے حاصل نہیں ہوا ابنائنا میں داخل ہوں یا انفسنا میں امیر المومنین ہی ہوں گے ابوبکر و عمر تو داخل ہونے سے رہے۔ جب یہ نہیں تو ابنائنا

میں تو آنحضرت کا داخل ہونا اور بھی اچھا ہے کس لئے کہ وہ بقول صاحب کشاف خود شخص کے نفس و ذات سے بھی زیادہ عزیز ہوتے ہیں چنانچہ یہی وجہ انہوں نے کلام الٰہی میں ابنائنا و نسائنا کے انفسنا سے پہلے ذکر ہونیکی بیان کی ہے اس صورت میں وہ حضرت نفس رسول ہونے سے بھی شرف و فضیلت میں ایک نمبر بڑھے رہے چنانچہ اسیوجہ سے صاحب کشاف کو اقرار کرنا پڑا کہ یہ ایک ایسی دلیل فضیلت اہلبیت کی ہے کہ اس سے زیادہ قوی کوئی دلیل ہو نہیں سکتی لیکن ہم نے الزاماً ایسا کہا ہے تحقیق مقام یہی ہے کہ امیر المومنین صرف انفسنا کے مصداق ہیں نہ کہ ابنائنا کے ورنہ کلام خدا حشو و زیادتی پر شامل ہوگا۔ کسلئے کہ مقصود اس مقام پر علی و فاطمہ و حسن و حسین علیہم السلام کا صاحب مباہلہ کے ساتھ شامل کرنا تھا سو وہ اس تقدیر پر ابنائنا و نساءنا سے حاصل ہوگیا ابناءنا میں امیر المومنین و حسنین و نساءنا میں جناب فاطمہ آگئیں پھر لفظ انفسنا کے بڑھانے اور آپ اپنے تئیں بلانے سے فائدہ شاہ صاحب کہتے ہیں کہ ندع انفسنا (بلائیں ہم اپنے نفسوں کو) سے مراد نحضر انفسنا (حاضر کریں ہم اپنے نفسوں کو) ہے تو کیا جب وہ حضرت نفس ندع و نبتہل و نجعل لعنۃ اللہ صیغہائے متکلم مع الغیر کے فاعل۔ یعنے اپنے اہلبیت اطہار کو اس کام میں شریک کرنیوالے اور مباہلہ کرنے والے اور جھوٹوں پر لعنت کرنیوالے ہوئے تو خود حاضر نہوں گے۔ اور کیا بغیر لفظ انفسنا کے زیادہ کرنے کے کیکو آپ کے شرکت میں شک و شبہ رہتا پس ضرور ہے کہ انفسنا سے اشخاص بمنزلہ نفس مراد ہوں کہ کلام الٰہی لغو و حشو سے پاک رہے پس شاہ صاحب کی یہ وراز نفسی کہ دعوت نفس یعنے آپ اپنے تئیں بلانا خلاف محاورہ نہیں یہاں کچھ مفید مطلب نہیں ہو سکتے۔ ہم نے تسلیم کیا کہ انفسنا سے اشخاص بمنزلہ نفس مراد لینا بھی ایک مجاز ہے لیکن یہ مجاز محاورہ عرب و عجم بلکہ تمام عالم کے روز مرہ میں شائع و ذائع ہے۔ ہر زبان میں اپنے محبوب اور دوست کو جان و دل بولتے اور لکھتے ہیں خاصکر امیر المومنین کے مقدمے میں یہ مجاز بہت ہی ظاہر ہے آپکا نفس و جان رسول اللہ ہونا اسلام میں سوائے معاند متعصب کے کسی پر پوشیدہ نہیں شاعر کہتا ہے ؎ یا علی تم اور نبی تو ایک تھے ❊ چشم احول میں مگر دو ہوگئے **دیگر** ؎ نبی و علی ہر دو نسبت بہم ❊ دو تا و یکے چوں زبان قلم صحاح اہل سنت میں مروی ہے کہ رسولخدا نے فرمایا علی منی و انا منہ کہ علی مجھ سے ہے اور میں علی سے خصائص نسائی میں ہے کہ آپ نے فرمایا علی کنفسی کہ علی مثل میرے نفس کے ہے اور فردوس الاخبار وغیرہ میں روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ علی مجھ سے بمنزلہ سر کے ہے بدن سے بروایت دیگر بمنزلہ روح کے ہے میرے بدن سے اور ایک گروہ مخالفین کو آپنے خطاب کر کے کہا کہ نماز پڑھو زکوٰۃ ادا کرو ورنہ اس شخص کو تم پر بھیجونگا کہ بمنزلہ میرے نفس کے ہے یعنی علی علیہ السلام کو غرض ایسی روایتیں بکثرت ہیں اور اس کتاب میں بھی جابجا نقل ہوئی ہیں یہ سب قرینہ واضحہ ہیں اس مجاز کے۔ اس کے بعد شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اگر انفسنا کا مصداق امیر المومنین کو ٹھیرائیں تو کفار کی طرف سے کون انفسکم کا مصداق ہوگا۔ چنانچہ لکھتے ہیں "و نیز از جانب پیغمبر حضرت امیر را مصداق انفسنا قرار دادیم از جانب کفار در انفسکم کدام کس را مصداق النفس کفار قرار خواہیم داد" یہ عجیب و غریب ایراد ہے جو شاہ صاحب نے اس مقام پر وارد کیا ہے واقعی جب انسان کسی امر میں عاجز آجاتا ہے تو ایسی ہی ایسی

بے تکی باتیں بنانے لگتا ہے جیسا کہ ڈوبنے والا ایک ایک تنکے کا سہارا لیتا ہے کہ شاید اسی کی مدد سے غرق ہونے سے
بچ نکلے یہی مثل بعینہٖ اس مقام پر شاہ صاحب کی ہے۔ خصم آپکے اس منطق کے جواب میں کہہ سکتا ہے کہ کیا ضرور ہے کہ اگر کفار کی طرف
انفسکم کا مصداق غیر معیّن رہے تو حضرت رسالت پناہ کی جانب انفسنا کے مصداق خود وہی حضرت ہوں دوسرا کوئی اسکا
مصداق نہونے پائے ان دونوں باتوں میں کونسی ملازمت ہے۔ کیا شاہ صاحب انکی طرف ابناء کم ونساء کم کے مصداق معیّن
کرچکے جو انفسکم کا مصداق چاہتے ہیں اور کیا ان دو گروہوں کے اُدھر غیر معیّن رہنے سے وہ ابناءنا ونساءنا کا مصداق
بھی خود حضرت رسالت پناہ ہی کو قرار دیں گے۔ یہہ نہیں تو پھر کیلئے انفسکم ہی کے مصداق پر زور دیا جاتا ہے جبکہ مباہلہ واقع
ہی نہیں ہوا اور وہ لوگ پنجتن پاک کی شکل ہی دیکھکر تھر تھر کانپنے لگے مقابلہ کرنا تو درکنار پھر تو کوئی کیا جانے کہ انکی طرف کون
اصل مباہلہ کرنیوالا اور کون اس کے زن وفرزند اور کون بمنزلہ نفس کے ہوتا ادھر سے تو حضرت رسولخدا بموجب حکم خدا ان
چار بزرگواروں کو ہمراہ لیکر میدان میں تشریف لائے انکی تشخیص وتعیین ہو گئی اُدھر بغیر اس کے انکی معیّن کرنے کی کیا سبیل ہے
بہتر گزارش ہے کہ مورخین نے لکھا ہے کہ امیر و فرمانروائے نصارائے نجران عبد المسیح ملقب بعاقب تھا پس اگر مباہلہ واقع ہوتا
تو ضرور مدمقابل وصاحب مباہلہ کفار کی طرف سے یہی شخص ہوتا۔ دوم صاحب رجال ومجمع الخا یعنے سردار لشکر ایہم ملقب
بہ سید۔ سوم عالم اس جماعت کا صاحب مدارس ومعابد ابو الحارث بن علقمہ چہارم کرز بن علقمہ برادر ابو الحارث کا یہ چار اشخاص انکے
رؤساء وسربرآوردہ بتلائے گئے ہیں۔ ازانجملہ ابو الحارث پر حقانیت اسلام مثل روز روشن ظاہر ہو چکی تھی وہ رسالت رسولخدا
کا بدل قائل تھا بلکہ جب راہ میں اس کے شتر کے ٹھوکر لگی اور اسپر اسکے بھائی کرز نے ایک کلمہ ناشائستہ حضرت رسالت پناہ کی نسبت
سونہہ سے نکالا تو اس نے اسکو ڈانٹا پھر اعتقاد رسالت اس جناب کا کہ خود رکھتا تھا اسکو تلقین کیا چنانچہ اسیوجہ سے کرز مدینہ کو
مدینہ پہنچکر مسلمان ہو گیا پس ان دونوں بھائیوں سے تو اُمید نہیں ہو سکتی کہ وہ اس کام میں کھڑے ہوتے یا اہل مباہلہ کے معین و
مددگار بھی بنتے۔ عاقب خود رئیس وسردار اصل مباہلہ کرنے والا تھا رہ گیا ایک سید سو ہو نہو وہی مصداق انفسکم کا ہوتا۔ یقین نہیں
تو احتمال تو اس کی نسبت بھی ضرور وا خاجاء الاحتمال بطل الاستدلال جب سید کا مصداق انفسکم ہونا محتمل ہوا تو
شاہ صاحب کا ارشاد کہ اس طرف کون انفسکم کا مصداق ہوگا۔ اور اس سے امیر المومنین کے نفس رسول نہونے پر استدلال لانا باطل
ہو گیا لیجئے یہ مرحلہ بھی طے ہوا اب تو شاہ صاحب کے مقلد اس آیہ شریفہ سے حضرت امیر کا نفس رسول ہونا مان لیں گے اور اسمیں
چون وچرا نکریں گے **فخر الدین** رازی امام اہلسنت بعض علماء شیعہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت امیرؑ بموجب آیہ مباہلہ نفس
رسول ہیں پس تمام کمالات رسولخدا میں سوائے پیغمبری کے آپکے شریک ہونگے اور چونکہ آپکے کمالات سے ایک کمال جمیع انبیا
وصحابہ سے افضل ہونا بھی ہے تو حضرت امیرؑ بھی جملہ پیغمبروں اور تمام صحابہ سے افضل واشرف ہونگے امام صاحب اس دلیل کو
شیعوں کی طرف سے تفصیل نقل کرکے جواب میں کہتے ہیں کہ جیسا اجماع منعقد ہے اسپر کہ محمد صلعم علیؑ سے افضل ہیں ویسا ہی اجماع ہے کہ

تمام انبیا غیر انبیا سے افضل ہوتے ہیں پس علی علیہ السّلام کی افضلیت انبیا پر ثابت نہوگی۔ انبیا کے بارے میں تو امام صاحبنے
یہ فرمایا مگر صحابہ کے مقدمے میں جب کوئی بات نہ سوجھی تو خاموش ہو رہے شیعہ آپکے اس حجت کے جواب میں کہ انبیا غیر انبیا سے
ہمیشہ افضل ہوتے ہیں کہتے ہیں کہ یہہ اجماع سنیوں کے اپنے گھر کا اجماع ہے۔ ہم اس اجماع کے قائل نہیں اور بغیر سنی وشیعہ کے
اتفاق کے کوئی اجماع اجماع نہیں ہو سکتا سنیوں نے اہل بیت اطہار کے مراتب گھٹانے کو اور بھی چند اجماع کئے ہیں جو شیعوں کے
نزدیک ذرہ بھر بھی وقعت نہیں رکھتے پس حضرت امیرؑ کا جملہ انبیا سے افضل ہونا بموجب اس آیہ شریفہ کے بحال خود ثابت رہیگا
حقیر مؤلف کہتا ہے کہ امام صاحب کے اس جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ انکو امیر المومنینؑ کے نفس رسول اللہ ہونے سے انکار نہیں
اس سے انکار ہوتا تو مسئلہ فضیلت انبیا میں وہ اجماع کی لوچ وناقص دلیل سے کس لئے متمسک ہوتے کیوں شاہ عبد العزیز
کی طرح سرے ہی سے یہ نہ کہدیتے کہ حضرت امیر ابناءنا کے مصداق ہیں انفسنا کے نہیں **ذکر توجہ امیر المومنینؑ**
بسوئے یمن وشرح حالات آں امام زمن منقول ہے کہ ہجرت سے دسویں سال حضرت رسولخدا صلی
اللہ علیہ وآلہ نے انحضرتؑ کو ملک یمن کو روانہ کیا تاکہ ان لوگوں کو پند ونصیحت کرکے دین اسلام کی طرف مائل کریں اور انکی
اصلاح فرمائیں اور جو بجنگ پیش آئے اسپر جہاد فرمائیں تین سو آدمی آپکے ساتھ کئے اور حکم دیا کہ موضع قبا میں توقف کریں
تا انکہ سپاہ متعینہ آپ کے پاس جمع ہو جاتے پس ایک علم انحضرتؑ کے لئے ترتیب دیا اور عمامہ سر مبارک پر اپنے ہاتھ سے باندھا
جس کے کہتے ہیں کہ دو سرے آگے پیچھے کی طرف چھوٹ رہے تھے پیچھے کا سرا بالشت بھر کا اور اگلا کوئی ہاتھ بھر کا لمبا ہوگا
بعد ازاں فرمایا یا علی میں تجھکو بھیجتا ہوں ہر چند تیری جدائی مجھ پر بہت شاق ہے تم انکو کلمہ شہادتین اور روزے نماز کیطرف
ترغیب دو قبول کریں تو انکی زکوٰۃ لیکر انکے درمیان تقسیم کرو اور زیادہ متعرض نہو وَاللهِ لِاَنْ يَّهْدِيَ اللهُ عَلٰى يَدَيْكَ رَجُلًا
وَاحِدًا خَيْرٌ لَّكَ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ وَغَرَبَتْ قسم بخدا کہ اگر حق تعالی ایک مرد واحد کو تیرے ہاتھ پر ہدایت بخشے تو یہہ تیرے
لئے تمام ان اشیاء سے بہتر ہے جن پر کہ آفتاب طلوع وغروب ہوتا ہے **بروایت** شیخ طبرسیؒ آپ کو بھیجا تاکہ انکو اسلام
کی طرف دعوت کریں اور انکے خزائن سے خمس لیں اور احکام الٰہی یعنی حلال وحرام سے آگاہ کریں اور اہل نجران سے زکوٰۃ وجزیہ
وصول فرمائیں۔ بہر کیف تاریخ الخلفا وغیرہ میں ہے کہ امیر المومنینؑ نے عرض کی یا رسول اللہ آپ مجھکو اہل کتاب کے ملک میں بھیجتے
ہیں حالانکہ میں ہنوز جوان ہوں حضرت نے دست مبارک اپنا سینہ جناب امیرؑ پر رکھکر فرمایا اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْ لِسَانَهٗ وَاهْدِ قَلْبَهٗ
بارخدایا تو اس کی زبان کو ثابت رکھ اور دل کو ہدایت فرما بروایت روضۃ الاحباب فرمایا حق تعالی تجھکو کامل ہدایت کریگا اور
تیری زبان کو راستی پر ثابت گردانے گا۔ امیر المومنینؑ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد مجھکو کبھی کسی قضیہ میں شک عارض نہیں ہوا صاحب
روضہ کہتے ہیں کہ ببرکت دعائے رسالت پناہ آپ کی مہارت علم قضا میں اس درجہ کو پہنچی تھی کہ زبان گوہر بار رسول خدا سے
خطاب اقضاکم علی کا سماعت فرمایا۔ نیز حضرت رسولخدا نے فرمایا یا علیؑ جبکہ عقبہ افیق پر پہنچو تو وہاں کے شجر وحجر زمین کو

میری طرف سے سلام پہنچاؤ پس حضرت روانہ ہوئے چلتے چلتے جب حوالی یمن میں عقبہ افیق پر پہنچے تو دیکھا کہ اہل یمن
سلاح وسلب سے آراستہ ہو کر مقابلے کو آمادہ ہیں حضرت نے باواز بلند فرمایا یا شجر و یا مدر و یا ثری محمد رسول اللہ یقرئکم السلام
اے درختو اور پتھرو اور اے قطعات زمین محمد رسولخدا تمکو سلام پہنچاتے ہیں پس کوئی سنگ و درخت اور ڈھیلا نرہا الا یہ کہ
آواز کو سنکر کانپنے لگا اور کہا محمد رسولخدا اور تم پر ہمارا اسلام ہو اہل یمن نے جو یہ حال مشاہدہ کیا خوف سے انکے دل سینوں میں
دہل گئے اور حربے ہاتھوں سے گر پڑے۔ حضرت نے قریب پہنچکر صف جنگ راست کی پھر فرمان رسولخدا کو انکے سامنے
قرآت کیا قبیلۂ ہمدان کلام اعجاز نشان حضرت امیر مومنان سنکر تمام قبیلہ کا قبیلہ مسلمان ہو گیا حضرت امیر نے یہ حال
حضرت رسولخدا کی خدمت میں لکھا آپ بہت خوش ہوئے اور سجدۂ شکر حق سبحانہ تعالیٰ ادا کیا پھر فرمایا اَلسَّلَامُ عَلٰی هَمْدَانَ
اَلسَّلَامُ عَلٰی هَمْدَانَ کہ سلام ہو میرا ہمدان پر مؤلف کہتا ہے کہ قبیلہ ہمدان اس کے بعد ہمیشہ شیعہ مخلص و ہوا خواہ حیدر کرار
رہا ہے خاصکر جنگ صفین میں بحمایت امیر المومنین انسے کار نمایاں ظاہر ہوئے اور وفاداری و جان نثاری کو انتہا درجہ
پہنچایا چنانچہ حضرت نے خوشنود ہو کر چند اشعار انکی مدح و ستائش میں پڑھے آخری شعر انکا یہ ہے ؎ اِذَا کُنْتُ
بَوَّابًا عَلٰی بَابِ جَنَّةٍ ✽ لَقُلْتُ لِهَمْدَانَ ادْخُلُوْا بِالسَّلَامِ یعنے جبکہ میں دروازہ جنت پر صاحب اختیار ہونگا تو
ہمدان کو کہونگا کہ سلامتی کے ساتھ اسمیں داخل ہو جاؤ چنانچہ تفصیل ان کو الف کے انکے مقام میں مذکور ہے۔ روضۃ الاحباب
میں ہے کہ حضرت رسولخدا نے خالد ولید کو یمن بھیجا تھا بعد ازاں امیر المومنین کو روانہ کیا کہ خمس غنائم اس سے لیلیں بریدہ
بن حصیب اس لشکر میں تھا کہتا ہے کہ میں پہلے سے علی کو دشمن رکھتا تھا جو قمت اموال خمس علیحدہ ہوتے تو انہوں نے انمیں
سے ایک لونڈی کہ تمام کنیزوں میں خوبصورت تھی چھانٹ لی اور اس کے ساتھ صحبت کی صبح کو غسل کیا تو اثر رطوبت موئے
سر میں ظاہر تھا میں نے خالد سے کہا تو نے دیکھا کہ یہ مرد کیا کرتا ہے اور انسے کہا کہ اے ابو الحسن یہ کیا معاملہ ہے کہا تجھکو معلوم
نہیں کہ یہ لونڈی خمس میں آل محمد کے حصہ میں آئی پس آل علی کا سہم ہوئی میں نے اس کے ساتھ مقاربت کی بریدہ کہتا ہے کہ
سفر سے واپس آکر میں نے یہ ماجرے رسول اللہ کی خدمت میں عرض کیا۔ آپنے فرمایا اے بریدہ آیا علی کو دشمن رکھتا ہے
میں نے کہا ہاں فرمایا انکو دشمن مت رکھ بلکہ دوستی کو زیادہ کر تحقیق کہ علی کا حصہ خمس میں اس لونڈی سے زیادہ تھا۔ بروایتے
بریدہ نے کہا میں نے جو یہ شکایت کی تو رنگ رخسارہ مبارک رسول اللہ کا سرخ ہو گیا اور فرمایا علی کی شان میں بدگمان
نہو کیونکہ وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے اور وہ ولی امور تمہارا ہے میرے بعد پس جسکا میں ولی ہوں علی اس کا ولی ہے۔ حضرات
اہل سنت حدیث من کنت مولاہ الخ میں لفظ مولے کے معنوں میں تکرار کرتے اور کہا کرتے ہیں کہ یہ صریح وصاف خلافت پر دلالت
نہیں کرتا اگر خلافت ہی مقصود تھی تو صاف صاف کیوں نہ کہا کہ علی ولی الامر لبعدی لیجئے اس حدیث روضۃ الاحباب میں
اور نیز حدیث مسند احمد بن حنبل میں جو آگے نقل ہوتی ہے لفظ ولی الامر لبعدی بھی موجود ہے بڑی خوبی تو مذہب حقہ کی یہی ہے

کر کوئی بات اسکی مفید مطلب نہو کہ مخالفین کے یہاں موجود نہو اور کوئی حجت ایسی نہو کہ ان پر تمام نہوتی ہو روضۃ الصفا میں
مطابق روایت ارشاد شیخ مفید علیہ الرحمہ روایت کی ہے کہ حضرت ختم الرسل غزوۂ تبوک سے واپس آئے تو عمرو بن معدیکرب
زبیدی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور سخنان ہدایت نشان دربارۂ قیامت و احوال قیامت زبان مبارک آنحضرت سے سنکر
مسلمان ہو گیا الا بعد چندے کسی بات پر ناراض ہو کر مرتد ہوا اور اپنے وطن مالوف کو لوٹا اور راہ میں ایک گروہ کو بنی حارث بن کعب
سے تاراج کرتا گیا سرور کائنات کو یہ حال معلوم ہوا تو امیر المومنین کو ایک جماعت مہاجر و انصار ہمراہ کر کے بنی زبید اس کے قبیلے
پر مقرر کیا اور خالد ولید کو کچھ اعراب دیگر قبیلہ جعفی پر جدا تعین فرمایا۔ لیکن اسکو کہدیا کہ جہاں دونو لشکر ملیں امیر و فرمان روا امیر
المومنین ہیں چاہیے کہ آنحضرت کے حکم سے اصلا تجاوز نہ کرے پس دونو لشکر اپنے اپنے مقصد کو روانہ ہوئے قبیلہ جعفی نے جب سنا
کہ ان پر لشکر تعینات ہوا ہے تو انکے دو گروہ ہو گئے ایک یمن کو چلا گیا دوسرا قبیلہ بنی زبید سے جا ملا امیر المومنین نے یہ سنکر خالد کو
لکھا کہ جس جگہ ہے توقف کرے جبتک کہ ہم وہاں نہ پہنچیں مگر اس بے سعادت نے تعمیل ارشاد سے انکار کیا حضرت نے خالد بن
سعید عاص کو مع سپاہ مقدمۃ الجیش بھیجا کہ جا کر اسکو بزور شمشیر روک لے چنانچہ خالد سعید نے آگے جا کر خالد ولید کو روک رکھا تا آنکہ
امیر المومنین نے وہاں پہنچکر اسکو اس نافرمانی پر بہت زجر و ملامت کیا پھر بالاتفاق آگے بڑھے قبیلہ زبید کو حضرت کے آنے کی
اطلاع ہوئی تو عمرو سے کہنے لگے اے ابو ثور کیا حال ہوگا تیرا جبکہ یہ جوان قرشی تجھ سے ملاقات کر کے خراج طلب کریگا۔ عمرو نے
کہا تم بھی دیکھو گے کہ میں کس طرح پر اسکو خراج دیتا ہوں اور اپنی شجاعت و جوانمردی کا اظہار کرتا تھا۔ القصہ صفوف جنگ دونو
طرف سے آراستہ ہوئیں اور عمرو بن معدیکرب نے میدان میں نکلکر مبارز طلب کیا۔ حضرت امیر اس کے مقابلے کو آمادہ ہوئے خالد
بن سعید نے کہا بِاَبِیْ اَنْتَ وَ اُمِّیْ مجھے اجازت دیجئے کہ اس کے ساتھ جنگ آزما ہوں۔ فرمایا اگر میری اطاعت لازم جانتا ہے تو
یہیں ٹھیر اور خود آگے جا کر ایک نعرۂ حیدری اس زور سے کیا کہ اس کی ہیبت سے عمرو بغیر اسکے کہ ذرا ہتھیار کرے بھاگا اور اس کے
ساتھ ہی اس کے اصحاب نے بھی فرار کیا۔ مگر حضرت نے اسکے ایک بھائی اور ایک بھتیجے کو پھر بھی زیر تیغ کھینچا اس کی عورت رکانہ بنت
سلامہ مع دیگر زنان قبیلہ کے بندی میں گرفتار ہوئی اور بہت سا مال غنیمت اس جنگ میں مسلمانوں کے ہاتھ آیا آپنے خالد سعید کو
امر کیا کہ قبیلہ میں ٹھہر کر زکوٰۃ جمع کرے اور جو کوئی واپس ہو کر مسلمان ہو اور امان چاہے اسکو امان دے۔ پس عمرو معدیکرب آکر دوبارہ
خالد کے ہاتھ پر اسلام لایا اور اس نے اس کے زن و فرزند کو واپس دیا یہ عمرو معدیکرب یکہ تاز ان عرب شمار ہوتا تھا اور عمر خطاب کے
زمانے میں جنگ روم و عجم میں بڑے بڑے نمایاں کام اس کے ہاتھ سے نکلے ہیں۔ الغرض حضرت نے اس غنیمت سے ایک کنیز اپنے لئے
اختیار کی تھی خالد ولید نے بتقاضائے عداوت بریدہ اسلمی کو خط دیکر حضرت رسولخدا کی خدمت میں بھیجا کہ آپ کو اس قصہ سے آگاہ
کرے۔ ارشاد میں ہے کہ بریدہ مدینہ پہنچا تو عمر خطاب اس سے ملا اور حال پوچھا جب معلوم ہوا علی کی شکایت لیکر آیا ہے تو بہت خوش
ہوئے اور کہا ضرور یہ حال رسول اللہ سے کہنا چاہیے کنیز کا قصہ سنیں گے تو غالبا اپنی بیٹی کی وجہ سے ناراض ہونگے۔ بحر روضۃ الصفا

قصہ عمرو بن معدیکرب زبیدی

میں ہے کہ بریدہ نے مجلس اقدس میں جاکر خالد کا خط آپ کو دیا چونکہ اس مردود نے حضرت شیر خدا کو منسوب بہ خیانت کیا تھا جوں جوں حضرت خط کو پڑھتے تھے رنگ روئے مبارک کا متغیر ہوتا تھا اور آثار غضب جبین مبین سے ظاہر ہوتے جاتے تھے بریدہ نے کہا یا رسول اللہ اگر آپ لوگوں کو مال غنیمت میں اس طرح تصرف کی اجازت دیں گے تو محنت مسلمانوں کی ضائع ہو جائے گی رسولخدا نے کہا وائے ہو تجھ پر اے بریدہ آیا تو منافق ہو گیا تحقیق کہ علی کو غنیمت سے حلال ہے جو کچھ کہ مجھکو حلال ہے اِنَّ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِب خیر الناس لَکَ وَلِقَوْمِکَ وخیر مَن اُخلِفُ بَعْدِی لِکَافَّۃِ اُمَّتِی علی ابن ابی طالب تیرے اور میرے قوم کے لئے تمام آدمیوں سے بہتر ہیں۔ اور شہر میں میری تمام اُمت کے لئے ان سب سے جنکو میں اپنے بعد چھوڑتا ہوں۔ اے بریدہ پرہیز کر علی کی دشمنی سے اگر انکو دشمن رکھے گا تو خدا تجھکو دشمن رکھے گا۔ بریدہ کہتا ہے کہ میں شدتِ انفعال سے اسوقت چاہتا تھا کہ زمین پھٹ جاتے تو اُسمیں سما جاؤں پس کہا میں پناہ لیجاتا ہوں طرف خدا کے غضب خدا اور رسولِ خدا سے یا رسول اللہ میرے لئے دعائے مغفرت کیجئے پس حضرت نے میرے لئے دعائے مغفرت کی اس کے بعد علیؑ میرے نزدیک محبوب ترین خلائق تھے افسوس ہے کہ اہل سنت ایسی صریح وصاف روایتیں افضلیت امیر المومنین کے باب میں نقل کرتے ہیں اور پھر ابو بکر و عمر کو آنحضرت پر ترجیح دیتے ہیں ہم پوچھتے ہیں کہ کبھی حضرت ابو بکر کی نسبت بھی پیغمبر خدا نے خیر مَن اُخلِفُ بَعْدِی لِکَافَّۃِ اُمَّتِی کہا ہے یعنی یہ کہ وہ میری اُمت کے لئے میرے تمام پس ماندوں سے بہتر ہیں جبکہ ابو بکر کے لئے کبھی آنحضرت نے ایسا کلمہ نہیں فرمایا تو پھر آپنے آنحضرت کے برخلاف کس لئے انکو اُمت کے لئے سب سے بہتر مان لیا اور کیسے اپنا خلیفہ بنا لیا۔ خیر خلائق لِلاُمّت خلافت کے لئے سزاوار نہ تھی تو کیا شر خلائق اس کے لئے زیبا تھی۔ اس کے بعد صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہیں کہ مؤلف اعلام الوریٰ نے کہا کہ اس روایت کو احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں نقل کیا ہے۔ حقیر مولف کتاب ہذا بمقدار ضروری روایت مسند احمد حنبل سے بھی اس مقام میں نقل کرتا ہے اور انصاف اسکا اہل انصاف پر چھوڑتا ہے وھی ھذا قال بُرَیدۃ وکنتُ بعثنی خالد بنُ الولید الی رسول اللہ بخبرہٖ بذلک فلما اَتیتُ النبی رَفعتُ الکتاب فقرئ علیہ فرایتُ الغضب فی وجہ رسول اللہ فقلتُ یا رسول اللہ ھذا مکان العائذ بک بعثتنی مع رجل وامرتنی ان اُطیعہ فقد بلّغتُ ما اُرسلتُ بہ فقال رسول اللہ لا تقع فی علیّ فانہ منی وانا منہ وھو ولیکم بعدی یعنی بریدہ کہتا ہے کہ مجھکو خالد ولید نے رسول اللہ کے پاس بھیجا کہ انکو اس امر کی یعنی امیر المومنین کی لونڈی پر تصرف کرنے کی خبر دوں پس میں حضرت کی خدمت میں آیا اور اس کا خط آپکو دیا پس میں دیکھا میں نے کہ آثار غضب روئے مبارک رسول اللہ پر ظاہر ہونے لگے پس کہا میں نے یا رسول اللہ یہ مقام آپ سے پناہ چاہنے والے کا ہے آپ نے مجھکو ایک مرد کے ساتھ بھیجا اور اس کی اطاعت کا حکم دیا پس میں نے اس کا خط پہنچا دیا حضرت نے فرمایا علیؑ کے ساتھ دشمنی نہ کر تحقیق کہ وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے اور وہ میرے بعد تمہارا والی امر ہے۔ القصہ حضرت امیر یمن میں لوگوں کو احکام و آداب شریعت تعلیم کرتے اور انکے باہمی تنازعات کو فیصل فرماتے تھے ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ کسی کا گھوڑا چھوٹ گیا۔ اور اس نے لاتوں سے ایک آدمی کو مار ڈالا وارثان مقتول مالک

اسپ کو پکڑ کر حضرت کے پاس لائے اور دعوی دار خون بہا کے ہوتے مالک نے گواہ گذرانے کہ گھوڑے کے چھوٹنے میں اس کا کوئی قصور نہ تھا حضرت نے خون بہا اسپر لازم نہ کیا مدعی ناراض ہو کر شکایت رسولخدا کے پاس مدینہ لیگئے کہ ہم پر علی علیہ السلام نے ظلم کیا حضرت نے فرمایا علی ظالم نہیں وہ ظلم کے لئے خلق نہیں ہوئے۔ ان الولایۃ من بعدی لعلی والحکم حکمہ والقول قولہ لا یرد حکمہ وقولہ وولایتہ الا کافر ولا یرضی بحکمہ وولایتہ الا مؤمن کہ ولایت وحکومت میرے بعد علی کیلئے ہے پس حکم وہ ہے جو وہ حکم کریں اور قول انکا قول ہے انکی حکم وحکومت کو رد نہیں کرتا مگر کافر اور انکی حکومت و ولایت پر راضی نہیں ہوتا مگر مومن جب اہل یمن نے یہ باتیں زبان مبارک سے سنیں تو بولے ہم حضرت امیر کے حکم پر راضی ہیں رسولخدا نے فرمایا جو بات تم نے کی اس کی توبہ اسیطرح ہو سکتی ہے نیز ہنگام قیام یمن میں کعب الاحبار یہودی کہ ثانی الحال خلیفہ ثانی پھر خلیفہ ثالث کا مقرب بنا حضرت کے دست حق پرست پر اسلام لایا یہ شخص علما و دانشمندان یہود سے تھا اس کے مسلمان ہونیکا قصہ روضۃ الصفا میں اس طرح لکھا ہے کہ جب حضرت امیر علیہ السلام کی فصاحت و بلاغت کا شہرہ اس نے سنا تو اپنا جامہ پہنا اور شتر پر سوار ہوا اس کے ساتھ ایک اور مرد علمائے یہود سے ہو لیا یہ دونو مجلس اقدس میں پہنچے تو اسوقت آپ مصروف وعظ و پند تھے اور یہ کلام زبان پر تھا مِنَ النَّاس من یبصر باللیل ولا یبصر بالنھار ومنھم من لا یبصر باللیل ولا یبصر بالنھار یعنی بعض آدمی ہیں کہ رات کو دیکھتے ہیں اور دنکو نہیں دیکھتے اور بعض ایسے ہیں کہ نہ رات کو دیکھتے ہیں نہ دنکو دیکھتے ہیں کعب نے کہا سات کہا انہوں نے بعد ازاں آپ نے فرمایا من یُعطِ بالید القصیرۃ یُعطَ بالید الطَّوِیْلَۃ یعنے جو کوتاہ ہاتھ سے دیتا ہے دراز ہاتھ سے دیا جاتا ہے کعب نے اسکی بھی تصدیق کی اُس عالم نے جو کہ اس کے ساتھ تھا کہا کیونکر ایسی بات کی تصدیق کرتا ہے جو ہنوز مشتبہ ہے کعب نے کہا اس کلام کا صدق پوشیدہ نہیں جو رات کو دیکھتا ہے دنکو نہیں وہ ہے جو اول کتاب پر ایمان لایا آخر میں اس سے منحرف ہوا اور جو نہ رات کو دیکھتا ہے نہ دنکو وہ ہے جو کبھی اسپر ایمان نہیں لایا۔ تیسری بات بھی ظاہر ہے جو راہ خدا میں خیرات کرتا ہے جتنا وہ دیتا ہے حق تعالیٰ اس سے زیادہ اسکو عطا کرتا ہے اسوقت ایک سائل نے کعب سے سوال کیا اس نے اپنا حلہ اتار کر اسکو دیدیا۔ عالم یہود اسکی اس حرکت سے ناراض ہو کر وہاں سے چلدیا اس کے جانے کے بعد ایک عورت کعب کے پاس آئی اور کہا میرا شتر تو لے لے اور اپنا مجھکو دیدے اس نے کہا بشرطیکہ اس کے علاوہ ایک حلہ بھی مجھکو دے۔ عورت نے اپنا حلہ اُتار کر دیدیا کعب وہ حلہ پہنکر اور اس اونٹ پر سوار ہو کر اس عالم کے پیچھے روانہ ہوا۔ اور اس کے پاس پہنچکر کہا دیکھا تو نے صدق اس مقولہ کا مَن یُعطِ بالید القصیرۃ یُعطَ بالید الطویلۃ پھر حضرت امیر المومنینؑ کی خدمت میں آکر ملتجی ہوا کہ شکل و شمائل وعادات و خصائل حضرت رسولخدا کے کسیقدر اس کے لئے بیان کریں آپنے کچھ حال فرخندہ مآل آپکا بیان کیا۔ کعب ہنسنے لگا سبب خندہ دریافت کیا گیا تو عرض کیا کہ جو کچھ آپنے بیان کیا سو بمو اسکی تطبیق کتب سابقہ میں پاتا ہوں غرض کعب نے مسلمان ہو کر بقدر امکان احکام اسلام و مسائل دین باب مدینہ علم نبیؐ سے اخذ کئے اور یمن میں ٹھیر کر جو سیکھا تھا لوگوں کو سکھانے اور تعلیم

دیے لگا تا اینکہ خلیفہ ثانی کے عہد میں مدینہ آیا اور رسولخدا کے زیارت سے محروم رہ جانے پر افسوس کیا کرتا تھا تمام ہوئی عبارت روضۃ الصفا کی روضۃ الاحباب میں ہے کہ جب امیر المومنینؑ ملک یمن میں مقیم تھے تو آپ نے کسیقدر زر غیر خالص کہ خاک معدن سے ہنوز پاک نہوا تھا حضرت رسولخدا کی خدمت میں بھیجا آپنے وہ سونا چار شخصوں یعنے عتیبہ بن حصین فرازی و اقرع بن حابس و زید بن الخیل مہلہل و علقمہ بن علاثہ کو بانٹ دیا - اسپر ایک شخص جس کی آنکھیں اندر کو اتری ہوئی اور استخوان رخسار و پیشانی باہر کو ابھری ہوئی تھی گھنی کی ڈاڑھی سر منڈا ازار پہنے دامن چڑھاتے تھا اٹھا اور حضرت کی تقسیم پر معترض ہوا کہ اے محمدؐ تم نے اس قسمت میں خوف خدا ملحوظ نہ رکھا آپ نے فرمایا وائے ہو تجھ پر مجھ سے زیادہ اور کون خوف خدا کا لحاظ کریگا - جب وہ شخص وہاں سے چلا تو حضرت نے اسکی پشت کیطرف دیکھکر فرمایا - اسکی نسل سے ایک قوم ہوگی کہ قرآن کو عمدگی سے پڑھینگے مگر انکے گلے سے نہ اترے گا یعنی انکے دل اس سے آگاہ نہوں گے - اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے کہ تیر صید سے نکل جاتا ہے - اگر میں اس قوم کو پاؤں تو انکو قتل کروں اور کسی کو زندہ نہ چھوڑوں مراد اس سے قوم خوارج ہے کہ حضرت امیرؑ کے ہاتھ سے قتل ہوئی - اسی قسم کی ایک روایت پہلے تقسیم غنائم حنین میں گذری القصہ حضرت یمن میں تشریف رکھتے تھے تا اینکہ حضرت رسولخدا حجۃ الوداع کو تشریف لیگئے تو امیر المومنینؑ اس طرف سے متوجہ خدمت ہوئے اور مکہ معظمہ میں قران سعدین واقع ہوا جیسا کہ آئندہ اس کا ذکر آتا ہے بعض مورخوں نے لکھا ہے کہ ان ایام میں آپ دو مرتبہ تشریف فرمائے ملک یمن ہوتے ہیں شیخ کلینی علیہ الرحمۃ نے امام رضاؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت امیر المومنین یمن سے واپس تشریف لاتے تو چار اسپ حضرت رسولخدا کے لئے ہدیہ میں لائے آپنے پوچھا کوئی گھوڑا ان میں ایسا ہے کہ سفیدی رکھتا ہو عرض کی ایک گھوڑا ہے فرمایا اسکو میرے لئے رکھو عرض کی دو گھوڑے کمیت رنگ کے ہیں کہ انکی بھی سفید نشان ہیں فرمایا انکو حسنینؑ کو دو حضرت امیرؑ نے عرض کی چوتھا سیاہ رنگ ہے فرمایا اسکو فروخت کرکے اس کی قیمت اپنی اہل و عیال کے خرچ میں لاؤ انما یمن الخیل فی ذوات الاوضاح تحقیق کہ یمن و برکت گھوڑے کی سفید پیشانی و سفید دست و پا میں ہوتی ہے

ذکر حجۃ الوداع حضرت رسولخدا بعد ہجرت دس سال مدینہ سکینہ میں رہے دسویں سال حج پر مامور ہوتے اور یہ آیہ شریفہ نازل ہوئی وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْکَ رِجَالًا وَّعَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ لِّیَشْھَدُوْا مَنَافِعَ لَھُمْ یعنے آواز دے آدمیوں کے درمیان ساتھ حج کے اور بلا انکو اس طرف تاکہ آئیں تیرے پاس درحالیکہ پیادہ ہوں یا شتران لاغر پر سوار ہوں ہر درہ عمیق سے یا راہ دور سے تاکہ شاہد و حاضر ہوں وہ اپنے منافع آخرت و دنیا کو پس حضرت نے منادی کرائی کہ رسول اللہ عازم حج ہیں تاکہ مسلمانوں کو مناسک حج تعلیم کریں جو کوئی چاہے آپ کے ساتھ حج کو چلے اور نیز قبائل عرب میں بھی کہلا بھیجا پس مسلمان یہ سنکر جوق جوق حاضر ہونے لگے اور حضرت ۲۵ ذی القعدہ کو ایک جمعیت عظیم کے ساتھ مدینہ سے برآمد ہوتے راہ میں اطراف و جوانب سے آدمی شامل ہوتے گئے حتیٰ کہ سوا لاکھ کے قریب مجمع ہوگیا - ازواج رسول اللہ و جناب فاطمہ زہرا علیحدہ علیحدہ ہودجوں

میں سوار تھیں - اور نیز شتران ہدیٰ (قربانی) آپ نے مدینہ سے ہمراہ لئے تھے مسجد ذو الحلیفہ پر پہنچکر محرم ہوئے - اور صدائے لَبَّیْکَ اللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ الخ بلند کی اصحابنے بھی ساتھ ساتھ یہ صدا بلند کی شور تلبیہ سے زمین زماں گونج اٹھے اور جنگل و پہاڑ میں غلغلہ پڑگیا امیر المومنین ان ایام میں یمن میں تشریف رکھتے تھے رسولخدا نے مدینہ سے انکو لکھا کہ مکہ آکر شریک حجۃ الاسلام ہوں بنابریں وہ حضرت مع اصحاب متوجہ مکہ معظمہ ہوئے اور میقات اہل یمن مقام یلملم سے احرام حج باندھا اور ہدی اپنے ساتھ لیتے آئے قریب پہنچے تو لشکر کو ایک مقام پر چھوڑا اور ایک مرد کو ان پر امیر و خلیفہ مقرر کرکے خود جریدہ عازم خدمت بابرکت ہوئے حضرت رسالت پناہ مکہ میں داخل ہونیکو تھے کہ آپ نے پہنچکر سلام کیا بکمال مسرت جواب سلام فرمایا پھر پوچھا یا علی تم نے کیا نیت کی عرض کی یا رسول اللہ آپنے اس بارے میں کچھ نہیں لکھا تھا مینے اپنی نیت کو آپکی نیت پر منعقد کیا اور کہا اَللّٰھُمَّ اِھْلَالًا کَاِھْلَالِ نَبِیِّکَ پروردگارا میری وہی نیت ہے جو تیرے نبی کی نیت ہے نیز چونتیس شتر قربانی کے ساتھ لایا ہوں فرمایا اللہ اکبر ہمارے ساتھ چھیاسٹھ شتر ہدی ہیں - یا علی تو حج و مناسک حج و ہدی میں میرا شریک ہے اپنے احرام پر قائم رہ یہ امر مناقب مخصوصہ امیر المومنین سے ہے کہ اکثر اوقات آپ اس کا ذکر فرمایا کرتے تھے پس حضرت رسولخدا نے فرمایا کہ واپس جاکر لشکر کو لیوا لاؤ تاکہ مکہ میں سب جمع ہوجائیں پس حضرت واپس ہوئے تھوڑی دور گئے تھے کہ لشکر اثناء راہ میں آپ کو آتا ہوا ملا حالانکہ تمام حلے کہ نصارائے نجران سے آپنے وصول کئے تھے انہوں نے پہن رکھے تھے - آپ تو ملاقات رسول اللہ کے لئے آگئے تھے اور انہوں نے فرصت کو غنیمت جان کر تمام حلے بستوں میں سے کھولکر پہن لئے - حضرت کو یہ صورت دیکھکر غصہ آیا اور اس شخص کو جسے خلیفہ مقرر کیا تھا بعتاب خطاب کیا کہ تو نے کیوں انکو پہننے دیا - ہنوز نظر انور رسولخدا سے نگزرنے پائی تھے کہ ان پر تصرف ہوگیا اس نے کہا انہوں نے التجا کی کہ انسے زینت کریں اور احرام بجا لائیں من بعد واپس کردیں گے فرمایا لا واللہ تمام حلے انسے اتروالئے اور بدستور بقچوں میں باندھکر اونٹوں پر بار کئے یہ لوگ اس سبب سے حضرت کے دشمن ہوگئے اور مکہ پہنچکر دفتر شکایت کھولا جب ان خائنوں کی شکایت زیادہ ہوئی تو رسول اللہ نے منادی کو حکم دیا کہ ندا کرے ایھا الناس ارفعوا السنتکم عن علیؑ بن ابی طالب فانہ خشن فی ذات اللہ عزوجل غیر مداھن فی دینہ لوگو لب شکایت علی بن ابی طالب کو بند کرو کیونکہ وہ راہ خدا میں خشن و درشت ہیں اور امور دین میں کسی کی رعایت کرنیوالے نہیں تب یہ لوگ خاموش ہوئے اور قرب و منزلت امیر المومنین کی رسولخدا کے نزدیک انکو معلوم ہوئی القصہ حضرت ہاشمی رسول اللہ اپنے احرام پر قائم تھے - لیکن بہت سے مسلمان ایسے تھے کہ ہدی اپنے ساتھ نہ رکھتے تھے انکے لئے آیہ شریفہ نازل ہوئی وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَۃَ لِلّٰہِ یعنے حج و عمرہ کو خدا کے لئے تمام کرو - حضرت نے فرمایا کہ اگر مجھکو پیشتر معلوم ہوتا کہ حق تعالیٰ تمام عمرہ کا امر کریگا تو ہدی ساتھ نہ لاتا جن لوگوں نے سیاق ہدی نہیں کیا چاہئے کہ بنیت حج سے عمرہ کی طرف عدول کریں اور محل ہوجائیں سراقہ بن مالک نے عرض کی یا رسول اللہ یہ حکم خاص اس سال کے لئے ہے یا کہ ہمیشہ کے واسطے حضرت نے انگشتہائے مبارک ایک ہاتھ کی دوسرے کی انگلیوں میں

داخل کر کے فرمایا کہ عمرہ داخل حج ہوا اسطرح پر اور ہمیشہ ایسا ہی رہیگا پس بعض آدمیوں نے اطاعت کی اور محل ہوتے اور باقی احرام پر رہے۔ سُنے کہ جناب سیدہ صلوات اللہ علیہا بھی چونکہ ہدی ساتھ نہ رکھتی تھیں مُحل ہو گئیں روایت ہے کہ امیر المومنین نے کہ تازہ یمن سے آئے تھے جب کہ فاطمہؑ کو محل دیکھا اور بوئے خوش آنحضرت سے استشمام کی اور جامۂ رنگیز جسم اطہر پر مشاہدہ کئے تو کہا اے فاطمہ تم کس لئے قبل از وقت محل ہوئیں آپنے فرمایا کہ رسول اللہ نے ایسا ارشاد فرمایا غرض اہل اطاعت محل ہوتے اور نافرمانوں نے مخالفت پر اصرار کیا اور ظاہر یہ کیا کہ رسول اللہ احرام میں گرد آلود و ژولیدہ موہیں ہم کو کیا زیبا ہے کہ نہا دھو کر خوشبو لگائیں اور عورات کے ساتھ ہم بستر ہوں حضرت تعمیل ارشاد میں یہ حیلے حوالے سُنکر بہت ناخوش ہوئے اور مکرر فرمایا اگر میں سیاق ہدی نہ کرتا تو البتہ حج سے عمرہ کیطرف عدول کر کے مُحل ہو جاتا جو کوئی قربانی نہیں رکھتا چاہئے کہ محل ہو جائے مگر اہل خلاف میں ذرا اثر نہ کیا سر گروہ اہل عصیان حضرت عمر بن الخطاب تھے جیسا کہ پیشتر صلح حدیبیہ کے موقع پر رسولخدا نے سر منڈانے یا بال کتروانے کا حکم دیا تھا اور انہوں نے قبول نہ کیا تھا اسیطرح اب بھی مخالفت پر تُلے ہوتے تھے حضرت نے انکو بُلا کر پوچھا اے عمر تو کس لئے مُحل نہیں ہوا کیا تو نے سیاق ہدی کیا ہے کہا نہیں فرمایا تو پھر کس لئے مُحل نہیں ہوتا حالانکہ مینے مکرر امر کیا ہے کہ جس نے سیاق ہدی نہیں کیا محل ہو جائے کہا میں محل نہو نگا تا وقتیکہ آپ احرام میں ہیں فرمایا تو حج تمتع پر مرتے دم تک ایمان نہ لائیگا **مؤلف کہتا ہے** کہ حج تمتع یہ ہے کہ میقات سے نیت عمرہ تمتع کریں اور مکہ پہنچکر طواف و سعی وغیرہ کے بعد محل ہو جائیں بعد ازاں ۸ ذی الحجہ کو احرام حج باندھیں۔ چونکہ اسمیں حج و عمرہ با یکدگر مرتبط و متصل ہیں اور ایک حلال موجب انتفاع والتذاذ درمیان حائل اس لئے اس حج کو حج تمتع کہتے ہیں آگے صرف حج قران و حج افراد تھے۔ یعنے جو لوگ سیاق ہدی کرتے تھے وہ حج قران کرتے تھے ورنہ حج افراد حجۃ الوداع میں حضرت رسولخدا نے بموجب آیۂ وافی ہدایہ وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ قربانی ہمراہ نہ لانے والوں کو امر کیا کہ حج افراد سے عمرہ کی نیت کی طرف عدول کریں اور حج تمتع بجا لائیں خلیفۂ ثانی نے مع دیگر متمردین کے اس کی قبول سے انکار کیا اور نہ صرف اسوقت بلکہ جیسا کہ رسول اللہ نے فرمایا وہ عمر بھر کبھی حج تمتع پر ایمان نہ لائے اور ہمیشہ اس انکار پر اصرار رکھتے تھے جیسا کہ متعہ عورات کے بھی منکر رہے تا اینکہ اپنے عہد خلافت میں برخلاف خدا و رسول دونو قسم کے متعہ سے بدیں عبارت ممانعت فرماتی متعتان کانتا فی عهد رسول الله انا اُحَرِّمُهُمَا و اُعاقِبُ عَلَيْهِمَا مُتْعَةُ النِّسَاءِ وَمُتْعَةُ الْحَجِّ دو متعہ عہد رسولخدا میں تھے میں دونو کو حرام کرتا ہوں اور ان پر عذاب کرتا ہوں ایک متعہ زنان دوسرا متعہ حج یہ عبارت ہے کہ قریب قریب تمام کتب معتبرہ سُنی و شیعہ میں آپسے نقل ہوئی ہے اور گویا متواترات اسلامیہ سے ہے۔ اب ذرا اس سینہ زوری کو ملاحظہ کیجئے کہ دو متعہ زمانہ رسول اللہ میں تھے میں انکو حرام کرتا ہوں۔ بھلا آپ کو حرام ہی کرنا تھا تو عہد رسول اللہ کے حوالے کی کون ضرورت تھی یہ تو صریح مشاقہ و معاندہ با خدا و رسول ہوا اور اہل مشاقہ پر جو وعید شدید قرآن میں ہے اسکو

کون نہیں جانتا و من یشاقق الرسول الخ ترجمہ اور جو کوئی خلاف کرے پیغمبر کے بعد اس کے کہ راہ ہدایت اس کے لئے ظاہر ہو جائے اور مومنوں کے مخالف راستے کی پیروی کرے۔ چھوڑ دیں گے ہم اسکو اسپر جسکو کہ اختیار کیا اس نے اور ڈالیں گے اسکو جہنم میں اور بُری بازگشت ہے وہ جہنم) باوجود اسکے اہل سُنت کی خلیفہ صاحب کی حمایت و ہوا خواہی بھی تماشا گاہ اہل انصاف ہے یہ تو حال متعہ کی حرمت کا ہے کہ خود اس کے حرام کرنیوالے بھی عہد رسول میں اسے مروج بتلاتے ہیں تسپر یہ حضرات شیعوں سے اُلجھتے ہیں اور متعہ النسا کو زنا بتلاتے ہیں اور اتنا خیال نہیں کرتے کہ متعہ سد باب زنا ہے نہ کہ العیاذ باللہ خود زنا قال امام البررہ لولا ما نهى عمر عن المتعة ما زنى الا شقی امام ابرار حیدر کرار فرماتے ہیں کہ اگر عمر متعہ سے لوگوں کو منع نہ کرتا تو مسلمانوں میں کوئی شقی ہی زنا کرتا تو کرتا **بالجملہ** متعتین آنحضرات کے نہ ماننے سے اسلام سے نہ معدوم ہوئے اور نہ آئندہ معدوم ہونگے شیعہ علی العموم انکے قائل اور کاربند ہیں سُنیوں سے بھی فرقہ مالکیہ متعہ النساء کو حلال جانتا ہے تو ایک چوتھائی انسے بھی نکل گئی اب متعہ الحج کی سُنئے بخاری و مسلم میں مروان بن حکم سے روایت کی ہے کہ عسفان میں علیؑ و عثمان کے درمیان نزاع ہوئی عثمان لوگوں کو حج تمتع سے منع کرتے تھے حضرت امیرؑ نے یہ سُنکر صدائے لبیک بعمرہ تمتع بلند کی اور فرمایا لبیک بعمرۃ و حجۃ عثمان نے کہا میں حج تمتع سے منع کرتا ہوں اور تم صریح میرے مخالفت کرتے ہو آپنے فرمایا میں کسی کے کہنے سے سُنت رسول اللہ کو نچھوڑونگا اور صحیح مسلم میں مُطرف سے روایت کرتے ہیں کہ عمران بن حصین نے مجھ سے کہا کہ میں آج ایک حدیث تجھ سے نقل کرتا ہوں شاید کہ حق تعالیٰ تجھکو اس سے نفع بخشے تو جان کہ رسول اللہ نے اپنے اہل سے ایک گروہ کو عشر ذی الحجہ میں عمرہ بجا لانیکا حکم دیا پھر کوئی آیہ نازل نہیں ہوئی کہ اسکو منسوخ کرے اور آنحضرت نے منع نہ کیا جبتک کہ دنیا سے تشریف لیگئے اس کے بعد ایک مرد نے اپنی رائے سے جو چاہا سو کہدیا **القصہ** آٹھویں ذی الحجہ کو بوقت زوال آفتاب آپنے حکم دیا کہ سب لوگ احرام حج باندھیں اور تلبیہ گویاں مکہ سے برآمد ہو کر منیٰ میں داخل ہوتے چنانچہ ظہر۔ عصر۔ مغرب۔ عشا۔ صبح کی نمازیں منیٰ میں پڑھیں صبح روز نہم ذی الحجہ متوجہ عرفات ہوئے اور مشعر الحرام سے گزر کر عرفات میں پہنچے نمرہ میں درختان اراک[1] کے نزدیک خیمۂ رسالت برپا ہوا اور تا غروب آفتاب وہاں وقوف فرمایا کہ نماز ظہر و عصر اس جگہ ادا ہوئی بعد غروب وہاں سے سوار ہو کر مشعر الحرام میں تشریف فرما ہوئے اور مغرب عشا کو ادا کیا اور وہیں شب باش ہوتے علی الصباح روز عید مشعر سے کوچ کر کے منیٰ میں آئے اور رمی جمرۂ عقبہ کے بعد قربانی کی امیر المومنینؑ نے بھی آپ کے ساتھ قربانی کی حضرت رسولخدا نے امر کیا کہ تمام شتران قربانی سے ایک ایک ٹکڑا گوشت کا لیکر ایک دیگچہ میں پکائیں جب یہ سو بوٹیوں کی ہنڈیا پک کر تیار ہو گئی تو نبی و وصی نے باہم بیٹھکر اسمیں سے تناول کیا اس طرح پر گویا تمام قربانی سے کھانا کھایا بعد ازاں موئے سر منڈوائے اور مکہ میں آکر طواف خانہ کعبہ و سعی مابین صفا و مروہ بجا لائے اور اسی روز منا کو واپس تشریف لیگئے جہاں کہ گیارہویں بارہویں تیرہویں تین روز ایام تشریق کے قیام کیا تیرہویں کو

[1] اراک درخت پیلو جسکی لکڑی سے مسواک کرتے ہیں ❊

جمرات سہ گانہ کو رمی کرکے مکہ تشریف لائے اور مناسک حج تمام ہوئے روایت ہے کہ دوسرے روز ایام تشریق سے سورۃ اذا جاء نصر اللہ آں حضرت پر نازل ہوئی چونکہ اسمیں فتح و نصرت الٰہی اور لوگوں کی فوج فوج دین اسلام میں داخل ہونیکی خبر دی گئی تھی معلوم ہوا کہ یہہ اشارہ ہے کہ آپ دین خدا کو جس قدر مقصود ایزدی تھا رواج دے چکے اب زمان ناگزیر پیش ہے تسبیح واستغفار کرنا چاہئے پس حضرت اپنے ناقہ موسومہ عضبا پر سوار ہوئے اور خطبہ نہایت فصیح و بلیغ ادا کیا کہ بہت سے احکام حلال و حرام اسمیں بیان کئے بعد ازاں فرمایا ایہا الناس میں دو شے عظیم تمہارے درمیان چھوڑتا ہوں ایک کتاب خدا دوسرے میرے اہل بیت چنگ مارو انکے دامن میں اور تمسک کرو انسے تاکہ گمراہی سے بچو۔ پھر فرمایا کہ حاضرین کو چاہئے کہ یہہ باتیں غائبوں کو پہنچائیں

نصب کردن حضرت بشیر نذیر امیر کل امیر را بخلافت خویش بمقام خم غدیر

حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ نے بحکم خدا بہ اصرار کے ساتھ خلافت جناب امیرؑ کا اعلان فرمایا اور جیسے بار بار اس پر ایمان لانے اور کاربند ہونیکی امت کو تاکید فرمائی ایسی کسی امر شرعی کے رواج دینے میں سعی نہیں کی اور کیونکر کرتے ایسا امر اہم و ضروری بھی تو کوئی دوسرا نہ تھا جیسے آپ کی نبوت کا اقرار اصل ایمان ہے ویسے ہی ولایت و امامت امیر المومنینؑ کا اذعان دین اسلام کی جان مگر افسوس کہ بہت بڑا گروہ اس امت کا اس اصل اصیل کا منکر ہی رہا سچ یہہ ہے کہ شیطان لعین کا وار چل گیا اور اس نے خلقت کو گمراہ کر ڈالا اور اس طرح مسلمانوں کی مجموعی طاقت و شکوہ و شوکت کا خون ہو گیا اگر سنی و شیعہ کا یہ خلافت کا اختلاف نہوتا تو آج دنیا بھر کے مسلمان باہم شیر و شکر ہوتے یہہ کیوں ہوتا کہ وہ اسے دیکھتا ہے تو موہنہ چڑھا کر کُپا کر لیتا ہے کہ خلیفوں کا دشمن بدگوئی سلف رافضی۔ کافر۔ آتا ہے اس سے سلام علیک نہ کرنی چاہئے ادھر یہہ ہے غاصبوں کا پیرو عدو آل نبی ناصبی وغیرہ کہکر اعراض ہی مناسب جانتا ہے پوری صفائی نہ ادھر سے ہے نہ اُدھر سے جہاں کہیں دنیوی تعلقات کی وجہہ سے گونہ ارتباط ہے بھی تو خالص نہیں اختلاف مذہبی سنیوں میں کھٹک ہی جاتا ہے یہ صورت ہندوستان میں ہے جہاں سرکار انگریزی کے سائے میں شیر بکری ایک گھاٹ پانی پیتے ہیں جس جگہہ انکی اپنی حکومت ہے وہاں کا تو ذکر ہی کیا ہے ان سب باتوں کا اصل اصول یہی خلافت کا تنازعہ ہے دوسری بات نہیں۔ حضرت رسولخدا کو ابتدا سے اسمیں اہتمام تام تھا کہ جیسا یہ امر ضروری و شاندار ہے ویسا ہی اس کی اشاعت بھی بوجہ اکمل بتکرار ہونی چاہئے۔ چنانچہ سب سے پہلے حضرت نے خلافت مرتضویہ کا بنیاد ہی تبھی اسوقت رکھا جبکہ آیہ شریفہ وَاَنذِر عَشِیرَتَکَ الاَقرَبِینَ نازل ہوئی ہے پہلے طعام قلیل سے جماعت کثیر کو سیر کرکے معجزہ باہرہ دکھلایا پھر خلافت و امامت حضرت امیرؑ کا اعلان فرمایا۔ چنانچہ کفار براہ طنز حضرت ابوطالب کو کہتے تھے لیھنک الیوم ان دخلت فی دین ابن اخیک فقد جعل ابنک اَمِیرًا عَلَیکَ تمکو آج کا دن مبارک ہو کہ اپنے بھتیجے کے دین میں داخل ہوتے اور اس نے تمہارے بیٹے کو تم پر امیر مقرر کیا۔ بعد ازاں تھوڑے عرصے کے بعد مدینہ

ہجرت کی تو آنحضرت کو اپنا وصی و خلیفہ کرکے اپنی جگہہ بلکہ اپنے بستر پر اپنی چادر کے تلے عین تلواروں کے سائے میں چھوڑ گئے تاکہ آپکی کامل شجاعت اور خالص محبت اور سچی اطاعت ہر ایک کو معلوم ہو۔ اور حجت خدا تمام ہو جائے اور لوگوں کی امانتیں انکو پہنچ جائیں۔ پھر نزول آیہ وافی ہدایہ اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللہُ وَرَسُولُہٗ الخ سے جس خوبی و صفائی کے ساتھ خدا و رسول کیطرف سے اس امر کا اظہار ہوا محتاج بیان نہیں۔ پھر غزوہ تبوک پر رسول اللہ نے سفر دور کا ارادہ کیا تو آنحضرتؑ کو مدینہ میں اپنا وصی و جانشین کرکے کہا تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ ہارون موسیٰ سے تھا فرق صرف اتنا ہے کہ میرے بعد نبی نہو گا۔ پھر ابلاغ سورۃ برات میں تنہا خلافت حضرت مرتضوی ہی کا اظہار نہیں ہوا بلکہ اوروں سے اس کی نفی کا بڑے زور شور سے اشتہار دیا گیا۔ مگر واہ رے امت کہ اُسنے بھی ابوبکر کو خلیفہ بنا کر ہی چھوڑا گو خدا و رسول نے چند آیتیں یکر لانے واپس لے لیں اور پکار کر کہدیا کہ یہہ انکے پہنچانے کے لائق ہی نہیں مگر وہ کب مانتے تھے شاباش۔ مذکورہ بالا قصص کہ ہم انکو تفتیش اس کتاب میں کسی قدر تفصیل سے لکھ چکے ہیں اعلان خلافت کے مشہور اور معرکہ کے مقامات ہیں ورنہ کتب اہل سنت میں تلاش کیا جائے تو صدہا ہزارہا مواقعات پر اس کی تصریح موجود ہے چنانچہ ہم نے بھی موقعہ بموقعہ ایسی روایات نقل کی ہیں ابھی حضرت امیرؑ کے یمن کو تشریف لیجانے کے بیان میں خالد ولید کی شرارت اور اپنی امنگ سے بریدۃ اسلمی نے آنحضرتؐ کی شکایت کرکے پیشگاہ پیغمبر سے جو انعام پایا ناظرین کو بھولا نہو گا اس موقعہ پر بھی حضرت نے ڈنکے کی چوٹ کہدیا کہ میں اور علیؑ دو قالب اور ایک جان ہیں وہی میرے بعد امت کے ولی و صاحب اختیار ہونگے۔ کوئی انکی نافرمانی نہ کرے یا بریدۃ لَا تَعصِیَنَّ عَلِیًّا فَاِنَّہٗ مِنِّی وَاَنَا مِنہُ وَھُوَ وَلِیُّ الاَمرِ بَعدِی متواترات سے ہے اب ہم اُس قصہ کی طرف رجوع ہوتے ہیں جس کے سامنے مذکورہ بالا تنبیہیں اور تاکیدیں پاسنگ کے برابر بھی نہیں کیونکہ یہہ بخلاف سو دو سو ہزار دو ہزار غایت درجہ پانچ سات ہزار آدمیوں کے سامنے واقع ہوتے تھے خطبہ غدیر خم جس کا حال ہم اس جگہہ بیان کرنیوالے ہیں ایک لاکھ چوبیس ہزار کے سامنے پڑھا گیا۔ اور تمام سے آپ کی امامت و وصایت کا اقرار لیا گیا ۞ **پس واضح** رہے کہ سفر مکہ و جمعیت مسلمانان سے اس موقع پر خدا اور رسول کو دو امر ملحوظ و مقصود تھے ایک مناسک حج و احکام حلال و حرام کا لوگوں کو تعلیم کرنا دوسرا امامت و خلافت امیر المومنینؑ کا عام طور سے اعلان فرمانا پہلا امر بطریق اجمال بخیر گزارش ہوا دوسرے کی نسبت حق تعالیٰ کی جانب سے بار بار تاکید ہوتی تھی مگر رسولخدا بخوف اصحاب منافقین و دشمنان اہلبیت طاہرین اسکے اظہار میں تامل فرماتے تھے تا اینکہ حضرت عرفات میں تشریف رکھتے تھے کہ اس بارے میں مفصل وحی ہوئی جبرئیل امین رب العالمین کی طرف سے نازل ہوئے اور بعد تحفہ سلام یہہ پیغام پہنچایا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے اے محمدؐ اجل تمہارے نزدیک پہنچی اور عمر آخر ہوئی پس وصی و جانشین کرو اپنا علی بن ابی طالب کو اور علوم گزشتہ و آئندہ کہ تمہارے پاس ودیعت ہیں اور سلاح انبیا و تابوت سکینہ وغیرہ علامات و معجزات پیغمبران کہ تم رکھتے ہو سب آنحضرت کو تسلیم کرو اور علم و نشان قرار دو

انکے تئیں درمیان امت کے کہ لوگ ان سے ہدایت پائیں اور تازہ کرواپنے عہد و پیمان کو کہ ان کے مقدمے میں تم نے خلقت
کے ساتھ کئے ہیں اور یاد دلاؤ انکی ولایت و امامت کو کہ ہم بیشتر تمہارے پاس بھیجتے ہیں تحقیق کہ میں نے کسی پیغمبر کی روح کو
قبض نہیں کیا الا یہ اس کے دین کو کامل اور نعمت کو تمام کروانا اپنے دوستوں کی ولایت اور دشمنوں کی دشمنی کے ساتھ
اس لئے کہ میں زمین کو کبھی امام و پیشوائے خلائق سے خالی نہیں چھوڑتا تاکہ حجت میری خلق پر تمام ہو پس کامل کیا میں نے اس دین کو
اور تمام کیا اپنی نعمت کو ساتھ ولایت ولی اپنے علی بن ابی طالبؑ کے کہ وہ مولا ہر مومن و مومنہ کا ہے اور وصی و جانشین ہے
میرے پیغمبر کا اور خلیفہ اس کا ہے اس کی امت پر بعد اس کے اور حجت کاملہ خدا ہے اس کی اطاعت بعینہ مثل محمدؐ
کے اطاعت کے ہے اور محمدؐ کی اطاعت مثل طاعت خدا سب پر فرض ہے پس جس نے اسکو پہچانا مومن ہوا اور جس نے
انکار کیا وہ کافر ہے۔ حضرت رسولخداؐ کو اندیشہ تھا کہ مبادا اہل شقاق و نفاق پراگندہ ہو جائیں اور کفر جاہلیت کی طرف
رجوع کریں۔ کیونکہ امیر المومنینؑ کے ساتھ انکی عداوت آپ کو بخوبی معلوم تھی اور جو کینے انحضرتؐ کی طرف سے سینوں میں
بھرے ہوئے تھے اس جناب پر روشن تھے لاجرم تبلیغ رسالت میں تاخیر فرماتے تھے تا اینکہ مسجد خیف میں پھر وحی ہوئی
کہ ولایت و امامت انحضرتؑ کو ان لوگوں تک پہنچایا اور سب کے مواجہہ میں آپ کو قائم مقام بنانا چاہیے۔ مگر وعدہ حفاظت
از شر اہل عداوت اس کے ساتھ نہ تھا اس لئے آپ متامل تھے حقیقت یہ ہے کہ ان احکام میں التعیین وقت نہ تھا اگر
وقت تبلیغ معین ہو جاتا تو اس سے تجاوز ممکن نہ تھا پس حضرت موقعہ مناسب کہ شرارت اعدا سے حفاظت رہے ڈھونڈتے
تھے کہ مناسک حج سے فراغت پاکر متوجہ مدینہ منورہ ہوتے تو موضع کراع الغمیم پر پھر اس کی تاکید ہوئی آپ نے فرمایا
اے برادر جبرئیل یہ لوگ قریب العہد بکفر اور علیؑ کے ہاتھ سے صدمہ اٹھائے ہوتے ہیں مجھکو خوف ہے کہ میری تکذیب
کریں اور میر اکہنا انکے مقدمے میں قبول نہ کریں پس اٹھارہویں ذی الحجہ کو جبکہ موکب ہمایوں نواحی غدیر خم سے گزر رہا تھا
عین تمازت آفتاب کیوقت یکایک خطاب باعتاب مع وعدہ عصمت و حفاظت جانب رب العزت سے صادر ہوا
یعنی اس آیہ شریفہ نے شرف نزول پایا یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ اے رسول ہمارے پہنچاؤ ان
لوگوں کو جو کچھ کہ نازل ہوا ہے تم پر تمہارے پروردگار کی جانب سے دربارہ ولایت و امامت علی بن ابی طالبؑ کے فَاِنْ
لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ اور جو نہ پہنچایا تم نے اسکو تو چونکہ یہ امر جزو اعظم دین و ضروری اسلام ہے تم نے رسالت اپنے
پروردگار کی ادا ہی نہیں کی وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ اور دلجمعی رکھو شر اشرار سے کہ اللہ تعالیٰ تم کو ان لوگوں سے
محفوظ رکھے گا تفسیر نیشاپوری تفسیر ثعلبی و تفسیر درمنثور سیوطی و تفسیر اسباب نزول وغیرہ کتب معتبرہ اہل سنت سے ظاہر ہے کہ یہ
آیہ روز غدیر جناب امیرؑ کے باب میں نازل ہوئی اور مناقب ابن مردویہ وغیرہ میں عبداللہ مسعود سے روایت ہے کہ
عہد کرامت حضرت رسالتؐ میں اسکو اس طرح پر پڑھتے تھے یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ

اِنَّ عَلِیًّا مَوْلَی الْمُؤْمِنِیْنَ یعنے تمام انحضرتؐ کا اور ولایت آپ کی جمیع مومنین پر جسکا ابلاغ منظور تھا بتصریح آیہ شریفہ
میں موجود تھی لیکن بعد زمانہ رسولخداؐ کے وردوین کے دل سوزوں نے لفظان عَلِیًّا مَوْلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کو اسمیں سے نکالڈالا۔ الغرض
سواری رسالت پناہ کی عین غدیر خم کے محاذ میں تھی اور اگلا حصہ لشکر کا مقام جحفہ تک کوئی تین میل آگے بڑھ گیا تھا دن کے
گیارہ بجے کے وقت یہ تہدیدی خطاب پہنچا۔ دوپہر کا وقت گرمی کا موسم عرب کا ملک میدان کی دھوپ مگر حکم حاکم حقیقی
فوراً شتر کی باگ روک لی اور منادیوں کو حکم دیا کہ جو لوگ آگے نکل گئے ہیں انکو واپس بلائیں اور پیچھے آنیوالوں کو روکیں کہ
آگے جانے نہ پائیں پس باشارہ جبرئیل راستے سے قدرے دہنے ہاتھ کو میل کر کے مقام خم غدیر میں جہاں پر کہ اب مسجد بنی ہوئی
ہے تشریف لائے اور سواری سے اترے اصحاب بھی آپکے ساتھ اترے اس جگہہ کوئی سامان مسافروں کے آسائش و آرام کا نہ
تھا اس لئے یہاں منزل کرنا اصلا معمول نہ تھا پس اس صحرائی خالی میں ایسی تیز دھوپ کے وقت راہ گیروں کے ٹھیرانے سے مصلحت
الٰہی یہ تھی کہ اس امر جلیل القدر کی عظمت سب کو معلوم ہو اور اس کی ضروری ہونیکو جان جائیں اور نیز یہاں سے راستے قبائل کے
جدا ہونے تھے آگے بڑھنے میں اندیشہ تھا کہ جمعیت متفرق ہو جاتے گی لہذا پس ماندے رک لئے گئے اور آگے والے حکما لوٹائے
گئے اور آپنے حکم دیا کہ درختوں کے نیچے کی جگہہ خس و خار سے صاف کریں اور پالان شتران سے ایک جا تے بلند مثل ممبر کے
آراستہ ہو روضۃ الصفا میں اعلام الوریٰ اور ربیع الابرار سے نقل کیا ہے پس حضرت فرمود تا زیر درختاں آنموضع را
صفا دادند و پالانہائے شتران راجمع کردہ بزیر یکدگر نہادند باشارت آنحضرت آنگاہ بلال مؤذن ندا کرد الصلوٰۃ جامعۃ و بروایتے
ندا کرد حی علی خیر العمل خلق مجتمع گشتہ رسول اللہ بر بالائے آں پالانہا برآمد و علی نیز بامر آں سرور بآں موضع برآمدہ در
پہلوئے راست او بایستاد۔ اسوقت بھی عجیب عالم و طرفہ سمان تھا۔ لاکھ سوا لاکھ آدمیوں کا ایک جگہہ جمگھٹ آفتاب آسمان کے
بیچوں بیچ اپنی پوری تمازت اور تیزی سے سر پر کھڑا آنکھیں دکھا رہا ہے تلے عرب کی پتھریلی جھلجھلاتی زمین پاؤں میں آبلے
ڈالے دیتی ہے ہر طرف جہاں تک دیکھتے ایک دشت پر خار سایہ کا نام نہیں کیا ہوا جو دو چار پیڑ گرمی کے مارے لوؤں سے
کملائے ایک طرف کو دکھائی دیتے ہیں لیکن کیا ہو سکتا ہے مثل مشہور ہے ایک انار سو بیمار وہ کس کس پر سایہ کرتے پھریں۔ مجبور
لوگوں نے چادریں سروں پر تان لیں کہ بھیجا نہ پک جائے بعضوں نے کپڑے تہ کر کے پیروں کے نیچے دے لئے کہ جتنا جلتی
ریت سے بچیں اتنا ہی غنیمت ہے ایک اونچی جگہہ پر رسولخداؐ انکے دہنے ہاتھ کو علی مرتضےٰؑ اس طرح پاس پاس کھڑے ہیں کہ گویا
چاند سورج نے ایک برج سے سر نکالا ہے مومنین با صدق و یقین کی آنکھیں حضرت خاتم المرسلین کی طرف لگی ہیں کہ کیا
زبان مبارک سے ارشاد ہوتا ہے جو کچھ حضرت فرمائینگے یہ ضرور اسپر اٰمَنَّا وَ صَدَّقْنَا کا شور مچائیں گے۔ ادھر یار لوگ بھی تاڑ گئے
ہیں کہ کوئی انوکھی بات نہیں وہی اساطیر الاولین ہے جسکو سنتے سنتے کان بہرے ہو گئے جو ہمیشہ کھڑے بیٹھے صاف صاف اور
اشارے کنایہ سے فرمایا کئے ہیں آج اسکی تاکید مزید ہوگی بھائی کو بلا کر برابر کھڑا کرنا پکار کر یہی کہہ رہا ہے کہ انکی خلافت کا ذکر ہے

عبارت روضۃ الصفا

خیر سر دست تو اس کا کیا تدارک ہوسکتا ہے اب تو بجز اس کے کچھ چارہ نہیں کہ جیسا کچھ کہیں وم بخود سُن لو بلکہ اظہار رضا مندی
میں ایک قدم اوروں سے آگے ہی بڑھا رہے تو بہتر ہے تاکہ کسیکو بدگمانی کی گنجائش نہ ملے۔ جو کچھ بخٍ بخٍ وپیزالنسے کرتے بنے
کرلینے وو بروقت ہم بھی دیکھ لیں گے کہ یہ بیل کیسی منڈہے چڑھتی ہے اودھر سے بھی اس کے جواب میں وہ تدبیر ہو کہ انشاءاللہ
تسمہ لگا نہ رہے ناظرین سمجھ گئے ہونگے کہ یہ کنکی طرف اشارہ ہے یہہ وہ بزرگ ہیں جو جلسہ کے ختم ہوتے ہی سب سے پہلے بخٍ
بخٍ لک یا ابن ابی طالب الخ پکاری تھی اور پھر جلدی ہی صحیفہ مشومہ کی تیاری میں سرگرم ہوگئے۔ چنانچہ ابھی اسکا
بیان آتا ہے۔ القصہ یہاں تو پیٹ میں یہہ کھلبلی پڑی ہوئی تھی اور وہاں حضرت افصح عرب و عجم نے زبان گوہر بار کو کھولا اور
ایک خطبہ مشتمل بر حمد و ثنائے جناب احدیت و پند و نصیحت اُمت اس طلاقت و ذلاقت سے ادا کیا کہ بڑے بڑے فصحا و
بلغا محو سماعت تھے یہہ خطبہ تمامہا کتب مبسوطہ میں منقول ہے یہاں بنظر اختصار بہت سا اس سے چھوڑ دیا گیا پس حضرت نے
اپنی رحلت کی خبر دی فرمایا انی قد دُعیتُ و یُوشِکُ ان اُجِیبَ وقد حَانَ مِنّی حقوقٌ مِن بَینِ اظهرِکم ایُّها الناس مجھکو
مرگ کیطرف بلایا ہے عنقریب اجابت کرنیوالا ہوں بتحقیق کہ وہ وقت قریب آگیا ہے کہ میں تمہارے درمیان سے غائب
و پوشیدہ ہو جاؤں انی مُخلِفٌ فیکم ما ان تمسّکتُم بہ لن تضلّوا من بعدی کتابُ اللهِ و عِترتی میں تمہارے درمیان
دو شے چھوڑتا ہوں کہ اگر تم اس سے تمسک کرو گے تو ہرگز میرے بعد گمراہ نہوگے وہ شے کتاب خدا اور میری عترت ہے
اِنَّ اللطیفَ الخبیرَ اخبرنی بانّهما لن یفترقا حتّی یرِدا علی الحوض تحقیق کہ خدائے لطیف و خبیر نے مجھکو خبر دی ہے کہ یہ دونوں
ایک دوسرے سے کبھی جُدا نہونگے جبتک کہ حوض کوثر پر مجھسے ملاقات کریں پس فرمایا اللّٰهمّ هل بلّغتُ پروردگارا
آیا میں نے تیری رسالت پہنچائی پھر اور مناقب و مفاخر امیر المومنینؑ بیان کئے اور ہر فصل کے بعد کہتے تھے اللّٰهمّ هل بلّغتُ تا اینکہ
آخر میں باواز بلند فرمایا الستُ اَولیٰ بکم من انفسکم آیا تمہارے لئے تم سے میں اولےٰ بتصرف نہیں ہوں۔ بروایتے کہا
الستم تعلمون انی اولیٰ بکم من انفسکم یعنی تم نہیں جانتے کہ میں تمہارے نفسوں سے تمہارے لئے اولیٰ بتصرف ہوں
بروایت مشکوٰۃ دو مرتبہ اس عبارت کو کہا اور صواعق محرقہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تین مرتبہ فرمایا۔ سب نے کہا بیشک آپ ایسے ہی ہیں
یعنی ہم سے زیادہ ہم پر اختیار رکھنے والے ہیں جب سب سے یہ اقرار لے لیا اسوقت امیر المومنین کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑ کر
بلند کیا بحدیکہ سفیدی ابغل دونوکی دکھائی دی بروایت روضۃ الصفا دست علی را گرفتہ از پالانہائے شتر برداشت چنانکہ قدم
امیر برزانوئے پیغمبر رسید یہ بڑی طاقت کا کام تھا سو آپ کی طاقت میں شک ہی کسے ہے پس فرمایا من کنتُ مولاہُ فہٰذا
علیٌّ مولاہُ اللّٰهمّ والِ من والاہُ و عادِ من عاداہُ وانصُر من نصرہُ واخذُل من خذلہُ جس کا میں مولےٰ و آقا ہوں
یہ علی اسکا مولا و آقا ہے بارالہا دوست رکھ اسکو جو علیؑ کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اسکو جو اسے دشمن رکھے اور نصرت
یاری کر اس کی جو علی کی نصرت و یاری کرے اور ترک نصرت کر اور مخذول فرما اس کے تئیں جو علی کو مخذول کرے۔ اور دفعۃً

میں ہے فرمود الستُ اَولیٰ بالمؤمنین من انفسِهم یعنی آیا نیستم من اولے بمومنان از نفسہائے ایشان و روایتے آنکہ فرمود
گویا مرا بعالم بقا خوانند و من اجابت نمودم بدانید کہ من درمیان شما دو امر عظیم میگزارم یکے از دیگرے بزرگترست
قرآن و اہل البیت من بہ بینید و احتیاط کنید بعد از من کہ باآن دو امر چگونہ سلوک خواہید نمود و رعایت حقوق آنہا چہ
کیفیت خواہید کرد و آں دو امر از یکدگر ہرگز جدا نخواہند شد تا در لب حوض کوثر بمن رسند آنگاہ فرمود۔ بدرستیکہ
خدائے تعالیٰ مولائے من است و من مولائے جمیع مومنانم بعد ازاں دست علی را بگرفت فرمود من کنتُ مولاہُ
فعلیٌّ مولاہُ اللّٰهمّ والِ من والاہُ و عادِ من عاداہُ واخذُل من خذلہُ وانصُر من نصرہُ وادِرِ الحقَّ معہ
حیث کان یعنے دعائے مذکورہ بالا کے سوا اس قدر اور دعا کی کہ خداوندا گردش دے حق کو جسطرف کہ علی گردش
کرے۔ الغرض بعد اتمام خطبہ آپنے پھر فرمایا اللّٰهمّ هل بلّغتُ پھر اصحاب سے کہا مینے تمکو حکم خدائیتعالےٰ پہنچایا آیا تم
سُنا سب نے کہا ہاں ہم نے سُنا فرمایا اللّٰهمّ اشهد علیهم خداوندا تو ان پر شاہد رہیو پس ممبر سے اُترے اور دو رکعت نماز
پڑھی اسوقت زوال آفتاب ہوگیا تھا مؤذن نے اذانِ ظہر کی کہی اور آپنے نماز ظہر بجماعت ادا کی واضح رہے
کہ یہ حدیث مشہور و متواتر ہے فریقین سے کوئی اس کی صحت و تواتر میں کلام نہیں کرسکتا شیخ ابن حجر مکی صواعق
محرقہ میں کہتا ہے کہ یہہ حدیث صحیح ہے بلا شک و شبہ اور بزرگان محدثین نے مثل ترمذی و نسائی و احمد بن حنبل کے
اسکو روایت کیا ہے اور طرق اس کے بہت زیادہ کثرت سے ہیں چنانچہ سولہ صحابیوں نے اسکو پیغمبر خدا سے
روایت کیا ہے حالانکہ اس سے بیشتر یہی ابن حجر روایت پیشتمازی ابو بکر کو آٹھ صحابیوں کی روایت کے دعوی سے
متواتر کہہ چکا ہے۔ پھر کہتا ہے کہ بروایت احمد بن حنبل تیس صحابی نے حدیث غدیر کو رسولخدا سے سُنا اور عہد خلافت
امیر المومنینؑ علی بن ابی طالب میں جب اس پر نزاع ہوئی تو اس کی شہادت دی اور نیز ابن حجر مذکور اکثر اسناد اسکی
صحیح و حسن بتاتا ہے اور رد کرتا ہے قول اُسکا جس نے فقرہ اللّٰهمّ والِ من والاہُ الخ کو وضعی کہا ہے یہہ حال اس کتاب کا
ہے جو خاص ابطال مذہب شیعہ کے لئے لکھی گئی ہے اور جسکا نام بکمال سوز و گداز صواعق محرقہ (برقہائے سوزندہ) فی الرد
علی اہل البدع والزندقہ رکھا ہے ورنہ راوی اس حدیث شریف کے بقول دیگر اہل سُنت سیکڑوں ہیں ابن مغازلی
شافعی کتاب مناقب میں کہتا ہے کہ اسکو تقریباً سو صحابیوں نے نقل کیا ہے کہ عشرہ مبشرہ انہیں داخل ہیں یہ حدیث
ثابت و واقع ہے مجھکو معلوم نہیں کہ علیؑ کس لئے اس فضیلت سے مخصوص ہوئے اور کس لئے کوئی دوسرا انکا شریک
نہوا۔ اور ابو العباس ہمدانی مشہور بہ ابن عقدہ نے ایک کتاب مسمی بولایت خاص اس باب میں لکھی ہے اور اس میں
اس حدیث کو ایک سو پانچ طریق سے روایت کیا ہے۔ اور شیخ عماد الدین ابن کثیر شامی شافعی اپنی تاریخ کبیر میں محمد
بن جریر طبری کے حال میں لکھتا ہے کہ اس نے ایک کتاب ضخیم دو جلد ومیں لکھی ہے جسمیں روایات حدیث غدیر خم کو

جمع کیا ہے۔ اور ابو المعالی جوینی معروف بامام الحرمین سے نقل کیا ہے کہ وہ تعجب کرتا تھا کہ میں نے بغداد میں ایک کتاب
ایک صحاف کے پاس دیکھی کہ اس کی پشت پر یہہ عبارت تحریر تھی المجلد الثامن والعشرون من طرق حدیث من کنت مولاہ
فھذا علیؑ مولاہ کہ یہہ اٹھائیسویں جلد ہے بیان طرق حدیث غدیر سے **الحاصل** اس حدیث کی صحت و تواتر میں
کلام کرنیوالا تو بریلی کے پاگلخانہ کے لائق ہے نہ کہ ارباب الباب کے جواب خطاب کی قابل اس لئے جب اکثر اہل سُنت نے
دیکھا کہ اس کی سند میں تو کسی طرح گفتگو کی مجال نہیں اور اسکو اس کے اصلی معنوں پر رہنے دینے میں بھی قباحت عظیم کا سامنا
ہے کہ سارا کھیل ہی بگڑا جاتا ہے یعنے خلافت خلفاء ثلثہ ہی درہم برہم ہوئی جاتی ہے تو وہ اسکی تاویل کی طرف متوجہ ہوئے
اور کہنے لگے لفظ مولے بمعنی اولے بتصرف یعنی ولی و امام لغت میں نہیں آیا مراد یہاں دوست یا ناصر ہے یعنے حضرت نے
فرمایا ہے کہ جسکا میں دوست ہوں علیؑ اسکا دوست ہے ہم ابو عبیدہ وغیرہ مستند لوگوں کے کلام سے کہ اہل لغت کے
دارومدار ہیں اور انہوں نے مولے کو اولے بتصرف سے تفسیر و تعبیر کیا ہے اس مقام پر قطع نظر کر کے کہتے ہیں کہ مراد
اولے بتصرف سے مالک امور و صاحب اختیار یعنے سید و سردار ہے گو لفظ مولے ان معنوں میں زبان عرب میں شائع ہے
ہر قبیلہ میں اپنی بزرگوں اور سرگروہوں کو بلفظ مولائی یعنی سید و مطاع و اولے بتصرف خطاب کرتے ہیں بلکہ ان معنوں میں
کثرت استعمال کی وجہ سے مولے لفظ عبد کا مقابل قرار پا گیا ہے چنانچہ کہتے ہیں اھانۃ العبد اھانۃ المولی کہ غلام کی
تحقیر یعنیہ اس کے آقا کی تحقیر ہے۔ ابن اثیر نہایہ میں کہتا ہے وقد تکرر المولی فی الحدیث وھو اسم یقع علے جماعۃ کثیرۃ
فھو الرب والمالک والسید الخ کہ لفظ مولے کا ذکر احادیث میں بکثرت آیا ہے وہ ایک اسم ہے کہ جماعت
کثیر پر مثل رب مالک سید وغیرہ کے بولا جاتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہہ لفظ مالک سردار متولی امور سب معنوں میں بولا
جاتا ہے خود ابن حجر نے صواعق محرقہ میں اقرار کیا ہے کہ مولے چند معنوں میں مشترک ہے اور منجملہ انکے متصرف فی الامر کو
شمار کیا ہے پس یہی متصرف فی الامر ہونا یہاں کافی ہے کس لئے کہ جب رسول اللہ نے فرمایا کہ جسکا میں متصرف فی الامر ہوں
علیؑ اسکا متصرف فی الامر ہے تو پھر امامت و خلافت میں کیا باقی رہ گیا جس طرح کا تصرف مسلمانوں کے کاروبار میں رسول مختار کو
حاصل تھا وہ تمام حیدر کرار کے لئے ثابت ہو گیا۔ علاوہ بر ایں سیاق کلام بلاغت نظام حضرت خیر الانام خود کہہ رہا ہے
کہ یہاں بجز امامت کے دوسرے معنے مراد نہیں ہو سکتے کیونکہ من کنت مولاہ کوئی جملہ جداگانہ نہیں وہ فقرہ الست
اولی بکم من انفسکم کے بعد اور اسپر متفرع ہے یعنی پہلے آپنے حاضرین سے پوچھا کہ میں تمہارے نفسوں سے اولی بتصرف
ہوں یا نہ جب سبنے اسکا اقرار کیا تو آپنے فوراً فرمایا من کنت مولاہ فھذا علیؑ مولاہ اس سے صاف ظاہر ہے کہ مولے سے
بھی آپنے وہی اولی بکم من انفسکم والے معنی مراد لئے ہیں ورنہ سیاق کلام بگڑ جائیگا دیگر یہہ کہ الفاظ مشترکہ سے ہمیشہ کوئی
خاص معنی بلحاظ قرینے و موقعہ کے سمجھے جایا کرتے ہیں تو اب دیکھا چاہئے کہ یہاں لفظ مولے سے کن معنوں کے سمجھنے کا موقعہ

ہے ولی امور و اولے بتصرف کا۔ یا جیسا کہ سُنی کہتے ہیں دوست اور ناصر کا۔ سو تمام قرائن حالیہ و مقالیہ باواز بلند پکار
رہے ہیں کہ اس جگہ سوائے اولے بتصرف یعنے امام و خلیفہ کے کوئی اور معنے ٹھیک ہی نہیں بیٹھتے اوّل تو حق تعالے
کی طرف سے اس غضب کی تاکید کہ اے نبی ہمارے پہنچا تو اس سالت کو نہیں پہنچایگا تو تو نے کوئی رسالت ہماری
پہنچائی ہی نہیں۔ کیونکہ اکثر محدثین و مفسرین اہل سُنت ثعلبی و سیوطی و نیشاپوری وغیرہ نے جیسا کہ پیشتر گزرا اسکا اقرار
کیا کہ آیہ یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ الخ بروز غدیر امر ولایت امیر المومنینؑ میں نازل ہوئی۔ پھر رسول اللہ کا ایسے تو قت
جلتی دھوپ میں ہزاراں ہزار خلق اللہ کو ایک چٹیل میدان میں اُتارنا اور آگے گئے ہوؤں کو تین تین کوس سے گھیر کر پھر
ہٹانا پھر ممبر پر جا کر اپنی رحلت کی خبر دینا اور اس کے ساتھ ہی فضائل و مناقب حضرت امیرؑ کو بیان کرنا کیا یہ سب
کچھ اسی لئے تھا کہ جتلایا جاتے کہ علیؑ محب یا ناصر مسلمانان ہیں کیا وہ حضرت پہلے انکے دشمن تھے جواب دوست
ہوئے کیا آیہ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ سے یہہ عقدہ حل نہیں ہوا تھا۔ اور کیا آپ کا ناصر اسلام و
مسلمین ہونا کسی فرد بشر پر مخفی تھا کیا نصرت اسلام میں جو عظیم مہمات آپکے مبارک ہاتھوں سے سر ہوئی تھیں جماد الت
تک اس کے شاہد نہ تھے۔ پھر ایسے صریح و صاف امر کے اظہار کے لئے کیوں خدا کو ایسا اصرار تھا اور کاہیکو پیغمبر نے اتنی
سی بات کے واسطے خلقت کو تہ و بالا کر دیا کیلئے پہاڑ کھود کر ایک گھاس کا تنکا نکالا گیا۔ تعصب بھی کیا بُری بلا ہی
کیسے بڑے معرکہ کے معاملے کو مٹایا جاتا ہے اور کس طرح چاند پر خاک ڈالی جاتی ہے طرفہ یہہ کہ بعض حضرات کہتے ہیں
کہ اگر مولے کے معنے اولے بتصرف بھی ہوں تب بھی اتنا ہی ثابت ہو گا کہ وہ حضرت فی وقت من الاوقات خلیفہ تھے
خلافت بلا فصل تو اسوقت بھی پایۂ ثبوت کو نہ پہنچے گی۔ سو اسکو سُنی بھی مانتے ہیں کہ حضرت علیؑ چوتھے درجہ پر
خلیفہ تھے۔ اس حقیر نے پہلے پہل یہہ تاویل علیل تحفہ عزیزیہ میں دیکھی تھی اور جانا تھا کہ شاہ صاحب کی جیسی عادت ہے
کہ الزام وہی خصم کے شوق میں ہر رطب و یابس لکھدیا کرتے ہیں ایسے ہی یہ لچر بات بھی انکے قلم سے نکل گئی ہے مگر جب کتابیں
دیکھتے دیکھتے معلوم ہوا کہ اصل اس کی ملا سعد الدین تفتازانی سے ہے انہوں نے شرح مقاصد میں اس توجیہ کو لکھا
ہے نہ صرف لکھا ہے بلکہ اسپر فخر و ناز کیا ہے کہ یہ ہمارا ہی حصہ ہے کسیکو پہلے سے نہ سوجھی تھی اسوقت بلا مبالغہ عرض
ہے کہ مجھکو سخت تعجب ہوا کہ ہئیں اتنا بڑا عالم اور ایسی موٹی سمجھ کسی کی قیاس میں آسکتا ہے کہ ایسے بڑے اہتمام سے تو خدا
و رسول خلیفہ و امام مقرر کریں مگر چوتھے درجہ کا کریں اور پہلے تین درجوں کا ذکر کبھی بھولکر بھی زبان پر نہ لائیں۔ اتنی بات
اس فاضل کے ذہن میں نہ آئی کہ اگر کوئی مرشد مطاع اپنے کسی خاص الخاص مرید کو یا مثلاً کوئی بادشاہ عالیجاہ اپنے قریبی
رشتہ دار کو اپنا قائمقام و جانشین کرے اور اپنے مریدوں اور رعایا کو کہے کہ یہہ میرا خلیفہ اور تم سب کا سید و سردار ہے
تو کیا اس کارروائی سے ان لوگوں کو یہہ سمجھنا چاہیے کہ وہ شخص اس مرشد یا بادشاہ کے مرنے کے بعد چوتھے درجہ پر

اسکا خلیفہ ہوگا اور پہلے تین ورجوں ہیں اس کے دیگر مریدوں و ملازموں کو کہ وہ بھی اس کے ماتحت ہو چکے تھے اسکا خلیفہ بنا
چلے ہے آب ہم باقی واقعات متعلقہ اس قصہ کے لکھتے ہیں کہ ان سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے کہ مراد اس تبلیغ سے تبلیغ امامت
وخلافت امیر المومنین ہے اور معنے مولے کے صرف اولے بتصرف ہیں اور کچھ نہیں اور زیادہ تر انہیں کی کتابوں سے لکھتے ہیں
روضۃ الصفا میں روایت سابقہ منقولہ از اعلام الورے وربیع الابرار کے ضمن میں ہے پس فرود آمد و در خیمہ خاص بنشست
و فرمود کہ امیر المومنین علی در خیمہ دیگر بنشیند بعد ازاں طبقات خلائق راامر کرد کہ بخیمہ علی رفتند و زبان بہ تہنیت آنحضرت کشادند
وچوں مردم ازیں امر فارغ شدند امہات بغر مودہ خواجۂ کائنات نزد علی رفتہ اور اتہنیت گفتند از جملہ اصحاب عمر بن الخطاب
گفت خوشا حال تو اے علی کہ صباح کردی مولائے جمیع مومنین و مومنات انتہی حضرت خلیفہ ثانی کا (وبروایت صواعق محرقہ
عمر وابوبکر دونوں کا) اس منصب عظیم پر آنحضرت کو مبارکباد دینا قریب قریب تمام کتب اہلسنت میں جنمیں حدیث غدیر کو نقل کیا ہے
لکھا ہوا ہے اور یہہ عبارت انکی روایت ہوتی ہے بخٍ بخٍ لَکَ ھنیئاً لک یا ابن ابی طالب اصبحتَ مولای و مولا
کُلِّ مُؤمِنٍ وَ مُؤمِنَۃٍ کہ خوشا حال تمہارا یا مبارک و گوارا ہو تمکو اے پسر ابوطالب کے کہ تم میرے اور ہر مومن و مومنہ
کے مولا و سردار ہو گئے ہو روضۃ الاحباب میں ہے ومرویست کہ قدوۂ اصحاب عمر بن الخطاب گفت کہ اے علی بامداد کردی
مولائے من و مولائے ہر مومن و مومنہ **نظم** روا نہ برائے سر و بین خویش تاجے سازہ ٭ زخاک پائے جوانمرد وال من والاہ
زوال عداوت او دور وار تا نخوری ٭ زتیغ لفظ بنی رحم عاد من عاداہ ٭ گواہ پاکی اصلت ولائی شاہ ہے واں ٭ کہ برکمال
سعالیش دل آتے اہت گواہ ٭ تمام ہوئی عبارت روضۃ الاحباب کی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ مبارکباد اس امر پر دی گئی
ہے جو انکے گمان میں پہلے نہیں تھا اب حادث ہوا ہے پس وہ امر خلافت و امامت ہی ہو سکتا ہے نہ کہ نصرت و محبت مومنین و
مومنات کہ یہہ ہمیشہ آپ کے لئے ثابت ہے۔ کتب شیعہ میں مرقوم ہے کہ حضرت نے غدیر میں تین روز قیام کیا اس عرصہ میں لوگ
حسب الامر غول کے غول خیمہ امیر المومنین میں جاتے اور بلفظ السلام علیک یا امیر المومنین آپ کو سلام کرتے اور مبارکباد دیتے
تھے اس منصب جلیل کے پہلے ابوبکر عمر وغیرہ مہاجرین نے آپکی بیعت کی پھر انصار نے پھر قبائل عرب درجہ بدرجہ اس سے
مشرف ہوتے ہر ایک گروہ کہ بیعت کرتا تھا حضرت رسالت پناہ فرماتے تھے الحمد للہ الذی فضّلنا علی جمیع العالمین خدا کا
شکر ہے کہ اس نے ہمکو تمام عالم کے لوگوں پر فضیلت بخشی مرد فارغ ہوتے تو ازواج رسول اللہ نے مع دیگر عورات مسلمین تہنیت و
مبارکباد دی ہو۔ معالم التنزیل وغیرہ میں حضرت عمر خطاب سے منقول ہے کہ بروز غدیر ایک جوان خوبرو بالباس ہائے مشکبو میرے برابر
کھڑا تھا جب رسول اللہ نے خطبہ تمام کیا اور لوگ آنحضرت سے اور علی بن ابی طالب سے مصافحہ کرنے لگے تو اس نے کہا قسم بخدا
میں نے کسی کام میں ایسی تاکید و تشدید نہیں دیکھی تھی جیسی کہ آج رسول اللہ نے اپنے بھائی اور ابن عم کے لئے عقد خلافت کو مستحکم
کیا ہے کوئی اس عقد کو نہ کھولے گا الا آنکہ خدا و رسول سے کافر ہو جائیگا بتحقیق کہ ویل و عذاب ہے اس کے لئے جو اسکے

کھولنے کا ارادہ کرے بروایتے اس جوان نے خلیفہ صاحب کے مونڈھے پکڑ کر ہلائے کہ اے عمر تو اس عقد کو نہ کھولیو بیعت مانع
ہوئی کہ آپ اس سے نام نشان اسکا دریافت کریں لاجرم رسول اللہ کی خدمت میں آئے اور قصہ اس جوان رعنا کا نقل
کیا آپنے فرمایا اے عمر وہ جوان جبرئیل تھا اور تجھکو تنبیہ کرتا تھا زنہار کہ اس عقد کو نہ کھولیو کیونکہ ایسا کریگا تو خدا و رسول
اور تمام مومنین تجھ سے بیزار ہونگے۔ اور نیز سنی شیعہ نے روایت کی ہے کہ اسوقت حسان بن ثابت انصاری شاعر نبی
نے اجازت چاہی کہ اس مبارک موقعہ کی یادگار میں کچھ اشعار کہے رسول اللہ نے کہا قل یا حسان علی اسم اللہ کہہ اے حسان بنام خدا
تو اس نے ایک بلند جگہہ پر کھڑے ہو کر چند اشعار آبدار پڑھے جن سے جناب امیر کا خلیفہ بلافصل ہونا بخوبی ظاہر ہے اول انکا
یہہ ہے ؎ ینادیھم یوم الغدیر نبیھم ٭ بخم واسمع بالنبی منادیا یعنی رسولخدا بروز غدیر خم کے مقام میں انکو پکارتے تھے اور لوگ
بکثرت انکی آواز کو سن رہے تھے پھر دو شعروں کے بعد کہا ؎ فقال لہ قم یا علی فاننی ٭ رضیتک من بعدی اماماً وھادیاً
ترجمہ رسول اللہ نے انکو کہا اے علی اٹھ بتحقیق کہ میں راضی ہوا کہ تو میرے بعد امام و ہادی انام ہو۔ یہ اشعار تذکرہ خواص
الامۃ سبط ابن جوزی و کفایۃ الطالب یوسف گنجی شافعی و مناقب خوارزمی وغیرہ کتب معتبرہ اہل سنت میں نقل ہوئے ہیں اب
فرمائے اس سے بڑھ کر اور کونسی ایسی بات ہوگی جو خلافت علی علیہ السلام پر دلالت کرے گی اشعار تمام کرنے کے بعد پیغمبر
خدا نے حسان کو دعائے خیر دی کہ لا تزال یا حسان مؤیداً بروح القدس ما نصرتنا بلسانک اے حسان تو روح القدس سے
موید رہے جبتک کہ اپنی زبان سے ہماری نصرت کرے چونکہ آپ جانتے تھے کہ حسان کا انجام کار اچھا نہیں اور وہ
ایک نہ ایک دن حضرت امیر المومنین کی مخالفت کریگا بنا بریں اس کے دعا کو مشروط فرمایا۔ جیسا کہ حق تعالی نے فضیلت
ازواج رسول کو چونکہ جانتا تھا کہ انمیں بعض کا انجام بخیر نہو گا کہ وہ امامت حقہ سے انکار کریں گی مشروط فرمایا چنانچہ ارشاد
کیا یا نساء النبی لستن کاحد من النساء ان اتقیتن اے ازواج پیغمبر تم مثل دیگر عورات کے نہیں اگر تقوے و پرہیزگاری
کرو اور اہلبیت کی خوبی و آغاز و انجام سے واقف تھا تو انکی فضائل مطلق بلا کسی قسم کے قید کے ارشاد کئے چنانچہ ایک
سورہ ہل اتی ہی کو دیکھ لو کہ کوئی قید انمیں نہیں وجزاھم بما صبروا جنۃ وحریرا یعنی بدلا دیا انکو حق تعالی نے بوجہ
ان کے صبر کرنے کے جنت و حریر کو **نیز** ایک بہت بڑی حجت اس کی کہ بروز غدیر خلافت جناب امیر پر نص قطعی
ہوئی یہہ ہے کہ آیہ اکمال دین و اتمام نعمت اسی روز نازل ہوئی۔ اخطب خطبائی خوارزم و ابن مغازلی شافعی و ابن
مردویہ و ابونعیم وغیرہ نے روایت کی ہے کہ ابھی لوگ اس مقدس مجلس سے متفرق نہوئے تھے کہ جبرئیل یہہ آیہ لائے
الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا کہ آج کامل کیا مینے تمہارے دین کو اور تمام کی
نعمت اپنی اور راضی ہوا میں تمہارے لئے دین اسلام سے پس حضرت رسالت پناہ نے فرمایا اللہ اکبر علی اکمال الدین و
واتمام النعمۃ ورضی الرب برسالتی والولایۃ لعلی بن ابیطالب یعنی اللہ بزرگ و برتر ہے اس نے ہمارے دین کو کامل کیا اور ہمارے

حکایت حارث بن نعمان فہری

لئے اتمام نعمت فرمایا اور راضی ہوا میری رسالت پر اور ولایت علی ابن ابی طالب پر اس سے معلوم ہوا کہ یہہ تبلیغ ایک جلیل القدر امر تھا جس سے دین خدا کامل اور نعمت تمام ہوئی لہٰذا خلافت و امامت جیسے بڑے مہم کام کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے چنانچہ حضرت نے فقرہ والولایۃ لعلی بن ابی طالب میں اس کی اور بھی توضیح فرما دی اب اگر ہم یہہ بھی مان لیں کہ لفظ مولےٰ سے مراد محب ناصر ہی ہے تب بھی ہمارا مطلب فوت نہیں ہوتا کس لئے کہ ایسی محبت و نصرت کہ جس کی اعلان میں یہہ بلا کا اہتمام خدا ئے کریم کو ہو کہ اگر پیغمبر بھی اسکو اُمّت کو نہ پہنچائیں تو پیغمبری سے ہاتھ دھوئیں۔ تمام مسلمانوں زن و مرد سے فرداً فرداً اس کا اقرار لیا جائے۔ شیخین جیسے بزرگوار بڑی تپاک سے اسپر مبارکباد کہیں حسان سا شاعر اس کے لئے اشعار نظم کرے اس کی تبلیغ پر دین خدا کامل نعمت خدا اتمام ہو ورنہ بغیر اس کے دین کے ادھورا اور نعمت کے ناقص رہ جانیکا اندیشہ ہو ایسی نصرت محبت ہرگز خلافت و امامت سے کم درجہ کے کوئی شے نہیں ہو سکتی۔ ثعلبی وغیرہ علماء عامہ نے تفسیر آیہ شریفہ سَئَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ الخ میں روایت کی ہے کہ جب رسولخدا نے بروز غدیر لوگوں کو جمع کیا اور علی علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا مَن کُنتُ مَولَاہُ فَعَلِیٌّ مَولَاہُ تو یہہ خبر بسبب منتشر ہونے آدمیوں کے تمام شہروں میں پھیل گئی اور شائع ہوئی ایک شخص مسمی حارث بن نعمان فہری نے اسکو سنا تو اپنے اونٹ پر سوار ہوا اور مدینہ آیا شتر کو بیرون مسجد باندھ کر خود اندر رسولخدا کی خدمت میں حاضر ہوا آپ اسوقت اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے تھے کہ اس نے آکر کہا یا محمدؐ تم نے ہمکو امر کیا کہ کلمہ پڑھو اور شہادت وحدانیت خدا اور میری رسالت کی ہم نے اسکو قبول کیا۔ پھر حکم دیا کہ نماز پنجگانہ بجا لاؤ اسکو بھی سر پر رکھا پھر کہا کہ زکوٰۃ دو وہ بھی مانا روزہ ہائے ماہ رمضان کو فرمایا اس کو بھی منظور کیا حج خانہ کعبہ کے لئے کہا وہ بھی بجا لائے۔ مگر تم ان سب باتوں پر راضی نہوئے تا اینکہ اپنے بھائی کے بازو ؤں کو پکڑ کر اٹھایا اور ہم سب پر اسکو فضیلت دی اور خلیفہ بنایا اور کہا جس کا میں مولیٰ ہوں اسکا علی مولےٰ ہے۔ اب یہہ فرمائیے کہ یہہ بات آپنے اپنی طرف سے کہی ہے یا خدا کی طرف سے حضرت نے فرمایا قسم ہے خدائے وحدہ لاشریک کی کہ یہہ بات مینے خدا کی جانب سے کہی یہہ سنکر حارث اپنی سواری کی طرف چلا اور کہتا تھا اَللّٰھُمَّ اِن کَانَ مَا قَالَ مُحَمَّدٌ حَقًّا فَاَمطِر عَلَینَا حِجَارَۃً مِّنَ السَّمَاءِ اَوِ ائتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیمٍ بار خدایا اگر جو کچھ کہ محمدؐ کہتے ہیں راست ہے تو ہم میں تاب اس کی نہیں آسمان سے ہم پر پتھر برسا یا کوئی اور عذاب دردناک ہم پر نازل کر راوی کہتا ہے کہ ہنوز اپنی سواری تک نہ پہنچا تھا کہ ایک پتھر خدا کی طرف سے اس کے سر پر گرا اور اس کے پیچھے سے نکل گیا اور وہ واصل جہنم ہوا اسوقت حق تعالیٰ نے یہہ آیۂ شریفہ نازل کی سَاَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ لِّلکٰفِرِینَ لَیسَ لَہٗ دَافِعٌ کہ سوال کیا ایک سوال کرنیوالے نے اس عذاب کا جو کافروں کے واسطے ہے اور کوئی اسکو دفع نہیں کر سکتا۔ **انصاف** کیا ہے اس مقام پر محمد غزالی امام اہلسنت نے اپنی کتاب سر العالمین وکشف ما فی الدارین میں جیسا کہ ابن جوزی نے اس سے نقل کیا ہے کہ اُس نے کہا اَسفَرَتِ الحُجَّۃُ وَجھَھَا وَاَجمَعَت

عبارت امام غزالی

الجماھیر علی متن الحدیث فی یوم غدیر خم باتفاق الجمیع وھو یقول من کنت مولاہ فعلی مولاہ فقال عمر بن الخطاب بخ بخ لک یا ابا الحسن اصبحت مولائی و مولا کل مومن و مومنۃ یعنے صاف اور روشن ہوئی حجت اور جمع ہوئی جمہور اُمّت اوپر متن حدیث غدیر کے اور اتفاق کیا انہوں نے کہ فرمایا پیغمبر خدا نے مَن کُنتُ مَولَاہُ فَعَلِیٌّ مَولَاہُ پس کہی عمر نے یہہ عبارت بخ بخ الخ اسکے بعد امام غزالی کہتے ہیں فھذا تسلیم و رضاءٌ و تحکیم ثم بعد ذلک غلب الھوی لحب الریاسۃ و حمل عمود الخلافۃ و عقود البنود و خفقان الھواء فی قعقعۃ الرایات واشتباک ازدحام الخیول و فتح الامصار و سقاھم کاس الھوی فعادوا الی الخلاف الاول فنبذوہ وراء ظھورھم واشتروا بہ ثمنا قلیلا فبئس ما یشترون ط یعنے یہہ کہنا عمر کا خلافت علیؑ کو مان لینا ہے اور اسپر راضی ہونا اور آنحضرت کو حاکم سمجھنا مگر بعد اس کے ہوائے نفسانی نے واسطے حاصل کرنے ریاست و حکومت فانی کے غلبہ کیا۔ ایک ریاست بزرگ کا ہاتھ آنا اور جھنڈا خلافت کا ملکوں میں گڑ جانا اور علم کے پھریروں کا ہوا پر اُڑنا اور ہوا کا بیرقوں سے لپٹنا اور گھوڑونکا دو طرفہ جلوس میں چلنا اور گھوڑوں کے پیروں کی کثرت سے مثل جال کے معلوم ہونا اور ملکوں اور شہرونکا فتح کرنا ان باتوں نے ان کو جام خواہش پلا کر بیخود کر دیا اور یہی بیخودی خلافت کا باعث ہوئی اور اپنی حالت سابق کی طرف انہوں نے عود کیا اور اس عہد کو اپنی پس پشت ڈالا اور ایک ادنیٰ شے کو یعنے حکومت دنیا کو خرید کیا پس کیا بُری شے ہے جو انہوں نے خرید کی۔ اب ہم قصہ غدیر خم کو ختم کرتے ہیں مگر اس قدر اور کہتے ہیں کہ ہر چند فضائل اس روز مبارک اعنی ۱۸ ذی الحجہ کی کتب شیعہ میں بکثرت منقول ہیں الّا کتب اہلسنت بھی اس سے خالی نہیں۔ مودۃ القربےٰ میں ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا کہ جو شخص ۱۸ ذی الحجہ کو روزہ رکھے ایسا ہے جیسا کہ اس نے ساٹھ مہینے برابر روزے رکھے ہوں کیونکہ وہ ایک روز ہے جسمیں کہ رسول اللہ نے غدیر خم میں علی علیہ السلام کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ

ظہور اخلاص و وفا از یاران باصفا نسبت بہ رسول خدا و نوشتن ایشاں صحیفہ ملعونہ را

پہلے گزرا کہ غزوۂ تبوک سے مراجعت کے وقت اصحاب منافقین نے شتر سواری رسول اللہ کو بھڑکانا چاہا تھا کہ آپ اسکی پشت سے گر کر جاں بحق ہوں اسیطرح ان لوگوں نے اسوقت بھی حجۃ الوداع سے واپس آنے میں اسکا ارادہ کیا تفصیل اس اجمال کی بروایت حذیفہ بن الیمان یہہ ہے کہ جب مکہ میں آنحضرت کو وحی ہوئی کہ امیر المومنین کو اپنا وصی و جانشین مقرر کریں اور علوم گزشتہ و آئندہ کہ آپ کے پاس ودیعت ہیں انکو پہنچائیں تو آپنے ایک شب روز حضرت امیرؑ کے ساتھ خلوت کر کے تمام علوم و حکم آنحضرت کو تفویض کئے اتفاقاً وہ روز عائشہ کی باری کا تھا وہ اسکی تاک جھانک میں تھیں۔ چونکہ بیوی گھر کی رہنے والی یہاں کی خوبو سے واقف تھیں پا گئیں کہ کیا معاملہ ہے مگر حضرت رسولخدا نظر بمصلحت مذکورہ بالا چاہتے تھے کہ ابھی یہہ راز افشا نہو بنا بریں آپنے فرمایا اے عائشہ میں چاہتا ہوں کہ ایک عام مجلس کر کے علیؑ کو خدا کے حکم کے بموجب امام

وپیشوائے خلق اور اپنا خلیفہ مقرر کروں تمام خلائق پر اسکو ظاہر کرکے سب سے اسکا اقرار لونگا۔ مگر تجھکو چاہیے کہ جبتک میں نہ کہوں اس راز کو اپنے دل میں پوشیدہ رکھے۔ اگر اس کی حفاظت کرے گی تو حق تعالیٰ تجھ سے راضی وخوشنود ہوگا اور دنیا وعقبیٰ میں تیری حفاظت کریگا ورنہ تمام اعمال خیر تمہارے حبط اور ضائع ہوجائیں گے اور خدا ورسول کی نافرمان ٹھیروگی۔ لیکن ان بیوی صاحبہ میں اتنی تاب کہاں تھی کہ خاصکر ایسے ضروری معاملے میں چپ ہتین۔ اسوقت تو حضرت کے سامنے سب کچھ قول وقرار کر لئے مگر تھوڑی ہی دیر میں اپنے باپ ابوبکر سے اسکو لے بیٹھیں ابوبکر سے عمر کو اور انسے ابوعبیدہ وجراح وعبدالرحمن عوف وغیرہ تمام دوستوں ہواخواہوں کے پاس تار برقی کی طرح یہ خبر پھیل گئی۔ اور لگے یہ حضرات مشورے کرنے اور تدبیریں سوچنے آخر قرار پایا کہ قبل اس کے کہ یہ ارادہ وقوع میں آئے حضرت رسالت پناہ کے قتل کی تدبیر کرنی چاہیے نوع قتل میں فکر کرتے کرتے وہی پہلے غزوہ تبوک الی صورت پر آکر ٹھیرے اور عقبہ ہرشی کہ جحفہ سے کچھ آگے بڑھ کر ہے اس کام کے لئے تعین ہوا اُدھر مصلحت الٰہی بفحوائے مَکَرُوْا وَمَکَرَ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ اسکی مقتضی ہوئی کہ جسقدر جلد ہو یہ مرحلہ طے ہونا چاہیے پس مقام غدیر میں دربار عام ہوکر یہ مہتم باحسن الوجوہ انصرام کو پہنچی چنانچہ مفصل حال اس کا پیچھے بیان ہوا۔ یہ سب کچھ ہوا مگر ان حضرات کے حوصلے ذرا پست نہوئے بلکہ اس سے زیادہ تر انکے عزم میں پختگی اور عداوت میں سختی ہوگئی۔ پس حضرت نے وہاں سے کوچ کیا اور باقی دن اور رات کو چلتے رہے تا اینکہ عقبہ ہرشی پر پہنچے یہ لوگ پہلے سے آگے جاکر پہاڑ کی چوٹی پر کھڑے ہوگئے تھے اور ڈھیلے پتھر وغیرہ اونٹ کے بھڑکانے کے سامان وہ اپنے ساتھ لیتے گئے تھے۔ حذیفہ بن یمان راوی حدیث کہتے ہیں کہ رسولخدا قریب عقبہ کے پہنچے تو مجھکو اور عمار یاسر کو بلایا اور عمار کو امر کیا کہ آگے سے مہار ناقہ کی پکڑے اور مجھکو حکم دیا کہ اس کے پیچھے رہوں تا اینکہ عقبہ پر پہنچے منافقوں نے پتھر ناقہ کے پیروں میں لڑکائے ناقہ جھجکا اور قریب تھا کہ بھڑک کر حضرت کو پشت سے گرا دے آپنے اسکو آواز دی کہ ساکن ہو کہ تجھکو کچھ خوف نہیں پس ناقہ بزبان فصیح گویا ہوا یا رسول اللہ میں ہرگز ہاتھ پاؤں نہ ہلاؤنگا جبتک کہ آپ مجھ پر سوار ہیں منافق لوگ آگے بڑھے تاکہ اس کو ہاتھوں سے نیچے دھکیل دیں اسوقت مینے اور عمار یاسر نے تلواریں سونت لیں اور انکی طرف دوڑے رات نہایت تاریک تھی وہ اپنی تدبیر سے مایوس ہوکر پیچھے کو لوٹ گئے۔ اسوقت مینے عرض کی یا رسول اللہ یہ کون لوگ تھے کہ آپ کی نسبت ایسا ارادہ رکھتے تھے فرمایا اے حذیفہ یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا وآخرت میں منافق رہیں گے میں نے کہا کس لیے آپ ان کو مروا نہیں ڈالتے فرمایا میں حق تعالیٰ کی طرف سے اسپر مامور نہیں ایسا کروں تو لوگ کہیں کہ محمد جن لوگوں کی امداد سے اپنے دشمنوں پر غالب آئے انہیں کو قتل کرتے ہیں حق تعالیٰ انکو عذاب آخرت میں مبتلا کرے گا۔ مینے کہا یا رسول اللہ یہ لوگ مہاجرین سے ہیں یا انصار سے تو آپنے سب کے نام مجھسے ارشاد کیے لیکن ان میں بعض ایسے تھے کہ جنکو میں نہ چاہتا تھا کہ اس مجمع میں شریک ہوں اس لئے ان کے نام سنکر خاموش رہ گیا آپنے فرمایا اے حذیفہ گویا تجھکو اسمیں شک عارض ہوا ہے

تو سربلند کر مینے سر اُٹھا کر دیکھا تو تمام قطار باندھے دُرّے کے سرے پر کھڑے تھے اتنے میں بجلی چمکی اور مینے اس کی روشنی میں ہر ایک کو شناخت کیا سب ہی تھے جن کے حضرت نے نام لئے تھے حذیفہ کہتے ہیں کہ وہ چودہ اشخاص تھے بدیں تفصیل ابوبکر۔ عمر۔ عثمان۔ طلحہ۔ عبدالرحمن بن عوف۔ سعد بن ابی وقاص۔ ابوعبیدہ جراح۔ معاویہ بن ابی سفیان۔ عمر عاص یہ نو شخص قریش سے۔ اور ابوموسیٰ اشعری۔ مغیرہ بن شعبہ ثقفی۔ اوس بن حدثان بصری۔ ابوہریرہ۔ ابوطلحہ انصاری یہ پانچ دیگر قبائل سے۔ حذیفہ کہتے ہیں کہ ہم عقبہ سے نیچے اُترے تو صبح ہوگئی تھی حضرت رسولخدا نے ناقہ سے اتر کر نماز کا تہیہ کیا مسلمان پیچھے سے آکر شامل جماعت ہوتے تھے اسوقت دیکھا مینے کہ یہ لوگ بھی آکر اوروں کے ساتھ نماز میں شریک ہوگئے نماز پڑھ چکے تو رسول اللہ نے دیکھا کہ ابوبکر۔ عمر۔ ابوعبیدہ تینوں باہم سرگوشی کر رہے ہیں آپنے حکم دیا کہ منادی ندا کر دے کہ کوئی تین آدمی باہم سرگوشی نہ کریں۔ وہاں سے کوچ ہوکر اگلی منزل پر ٹھیرے تو سالم مولائے ابی حذیفہ نے دیکھا کہ وہی تین اشخاص پھر ایک جگہ بیٹھے چپکے چپکے کچھ راز کی باتیں کر رہے ہیں سالم چلتا چلتا کھڑا ہوگیا اور بولا مجھکو بھی بتاؤ کہ تم کیا صلاح کر رہے ہو نہیں تو میں جاکر رسول اللہ سے اس کی خبر کرتا ہوں حضرت ابوبکر نے کہا اے سالم اگر تو عہد کرے کہ ہمارا راز کسی پر افشا نہ کرے گا بلکہ اس امر میں ہمارا معین و مددگار ہوگا تو ہم تجھکو بھی شریک کئے لیتے ہیں اس نے عہد کیا تو کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ علی کی خلافت کے مقدمے میں محمد کی اطاعت نہ کریں سالم نے کہا اس امر میں میں تم سے زیادہ آمادہ ہوں قسم بخدا کہ مجھکو کسی خاندان سے اس قدر عداوت نہیں جتنی کہ بنی ہاشم سے ہے اور بنی ہاشم میں کسیکو اتنا دشمن نہیں رکھتا جتنا علی بن ابی طالب کو میں اس کام میں تمہارا بدل وجان مددگار ہوں۔ پس سب نے عہد وپیمان کئے اور قسمیں کھائیں کہ اس معاہدے کو توڑا اور اس کام کو بگاڑا چاہے یہ بخت وبرکت کے متفرق ہوگئے حضرت رسولخدا کوچ کرنیکو تھے کہ یہ حضرات انکے سامنے آئے آپنے فرمایا آج تم سب اکٹھے بیٹھے کیا پوشیدہ باتیں کر رہے تھے حالانکہ مینے منع کیا تھا کہ کوئی پوشیدہ باتیں نہ کرے انہوں نے کہا یا رسول اللہ اسوقت کے سوا ہم نے تو آج ایک دوسرے کی شکل بھی نہیں دیکھی حضرت تھوڑی دیر تک بنگاہ تعجب انکی طرف دیکھتے رہے پھر فرمایا تم سچ کہتے ہو یا خدا تعالیٰ بتحقیق کہ حق تعالیٰ تمہارے ارادوں سے غافل نہیں پس حضرت سوار ہوئے تا اینکہ مدینہ منورہ پہنچے اسوقت یہ لوگ مدینہ میں پھر ابوبکر کے گھر میں جمع ہوتے اور انہوں نے اس معاملے میں ایک صحیفہ تحریر کیا تاکہ زبانی قول وقرار قید کتابت میں آجائے اور عہد کیا کہ پیمان خلافت امیرالمومنین قطعی توڑا جائے اور یہ امر صرف ابوبکر ابوعبیدہ جراح سالم مولائے حذیفہ کے لئے تعین ہو دوسرے کو اسمیں دخل نہیں **مولف** کہتا ہے کہ حضرت خلیفہ ثانی جو مرتے وقت حسب تصریح تاریخ الخلفا وغیرہ ابوعبیدہ جراح وسالم مولائے حذیفہ کو بار بار یاد کرتے تھے اور فرماتے تھے لَوْ اَدْرَکَنِیْ اَحَدُ رَجُلَیْنِ ثُمَّ جَعَلْتُ ھٰذَا الْاَمْرَ اِلَیْہِ لَوَثِقْتُ یعنے اگر ان دونوں میں ایک بھی اسوقت زندہ ہوتا اور میں اسکو خلیفہ بناتا تو مجھے اسپر بھروسا تھا اور کبھی کہتے تھے ابوعبیدہ امین اس امت کا تھا اگر میں اسکو پاتا تو اپنے بعد خلیفہ

بناتا پھر اگر خدا مجھ سے استفسار کرتا تو کہتا پروردگارا تیرے نبی سے سنا تھا کہ ابو عبیدہ امین ہے - اسکا پتہ یہاں سے لگتا ہے کہ کس لئے وہ ان دوہی کو اس قدر یاد کرتے تھے اور کیوں تمام موجودین پر انکو ترجیح دیتے تھے بلکہ اس حساب سے تو ابوبکر کا خود عمر کو خلیفہ بنانا ایک نوع کی زبردستی اور دھینگا دھانگی تھی مگر اُن کا بھی عذر واضح ہے - حضرت عمر کے سقیفہ کے دن کی کوششیں ایسی نہ تھیں کہ ابوبکر انکو نظر انداز کر دیتے ہاں حضرت عمر کی حالت اور تھی وہ خلافت پا نہیں موجودین سے کسی کے کنونشے نہ تھے پس وہ ابو عبیدہ و سالم کو جتنا یاد کریں تھوڑا ہے - الغرض صحیفہ مشئومہ لکھا گیا اور اسمیں چونتیس ۳۴ اشخاص کے نام درج ہوئے جو وہ اصحاب عقبہ اور باقی دیگر اشخاص اور وہ ابو عبیدہ کے سپرد ہوا یعنے ابو عبیدہ اسکا امین بنایا گیا - یہ تمام حدیث حذیفہ نے ایک جوان انصاری سے اپنی وفات کے قریب نقل کی جبکہ اُس نے مدائن میں ان کے پاس حاضر ہو کر حال غاصبان خلافت و متغلبان اُمت کا دریافت کیا - غرض انصاری نے پوچھا کہ ابوبکر عمر ابو عبیدہ قریش سے تھے اور چاہتے تھے کہ کسی طرح خلافت امیر المومنین سے باز رکھیں لیکن انہوں نے سالم کو کیوں اپنے ساتھ شامل کیا وہ نہ مہاجرین سے تھا نہ انصار سے ایک زن انصاریہ کا غلام آزاد کردہ تھا حذیفہ نے کہا یہ لوگ امیر المومنین سے اس سبب عداوت رکھتے تھے کہ انکے عزیز و اقربا ان کے ہاتھ سے مارے گئے تھے پس شیر خدا کے ضربات سے انکے سینوں میں زخم کھل رہے تھے اور انکے فضل و کمال پر حسد کرتے اور انکے مدارج پر جلتے تھے سالم کو بھی اس حسد و عداوت میں اپنی مثل پایا تو اسکو بھی اپنا شریک کر لیا - مرد انصاری نے کہا اے حذیفہ میں چاہتا ہوں کہ تم مضمون اس نامہ کا مجھ سے بیان کرو حذیفہ نے کہا ہاں اسماء بنت عمیس خثعمیہ نے جو اُسوقت ابوبکر کے نکاح میں تھی اور تمام ماجرے اپنی آنکھوں سے دیکھتی اور کانوں سے سنتی تھی مجھ سے روایت کی ہے کہ جب قیل و قال کے بعد رائے فاسد انکی تحریر صحیفہ پر ٹھیری تو انہوں نے سعید بن عاص اموی کو امر کیا اس نے لکھنا شروع کیا بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یہ وہ امر ہے کہ اتفاق کیا ہے اسپر بزرگان و شرفاء اُمت محمدیہ نے مہاجر و انصار سے جنکی حق تعالیٰ قرآن میں اپنے رسول کی زبان پر صفت و ثنا کرتا ہے سب نے صلاح و مشورہ کر کے مسلمانوں کی بھلائی و بہبودی کے لئے اس صحیفہ کو لکھا ہے تاکہ روز قیامت تک اس کی پیروی کریں اما بعد تحقیق کہ حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے محمد مصطفےٰ کو رسالت خلق پر مبعوث کیا ساتھ دین مرضی و پسندیدہ کے پس انہوں نے ادائے رسالت فرمایا اور جو کچھ خدا نے حکم دیا اس کے بندوں کو پہنچایا اور واجب کیا ہم پر کہ اس کی تمام باتوں پر قائم ہوں حتےٰ کہ کامل کیا ہمارے لئے اس دین کو واجب کیا اس کے فرائض کو اور محکم کیا اسکی سنتوں کو پس حق تعالیٰ نے دار آخرت کو ان کے لئے دنیا پر اختیار کیا اور انکی روح کو قبض فرمایا درانحالیکہ عزیز و گرامی تھی وہ خدا کے نزدیک اور متنعم کیا انکو ساتھ نعمات ابدی اپنی کے بغیر اس کے کہ وہ کسیکو اپنا وصی و جانشین مقرر کریں تاکہ اُمت جس کی رائے و خیر خواہی پر اعتماد کرے اسکو اپنے لئے اختیار کریں پس مسلمانوں کو لازم ہے کہ رسول اللہ کی نیک پیروی کریں جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِی

رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ. تحقیق کہ تمہارے لئے ہے رسول اللہ میں تاسی نیک اور پیغمبر خدا نے کسیکو خلیفہ اس لئے نہیں بنایا کہ مبادا خلافت ایک گھر میں ہے کہ انکی میراث ہو جائے اور باقی مسلمان اس سے محروم رہیں اور اس لئے بھی کہ تو انگر اسکو اپنے درمیان دست بدست نہ پھرائیں اور نیز اس لئے کہ کوئی دعویدار خلافت نہ کہے کہ یہ امر ہمیشہ کو میری اولاد میں ہے گا تا بروز قیامت پس جبکہ کوئی خلیفہ مرے تو لازم ہے کہ تمام اہل الرائے مسلمانوں سے جمع ہو کر مشورہ کریں اور جسکو مستحق خلافت و امامت دیکھیں اس سے بیعت کریں پس اگر کوئی دعویٰ کرے کہ مجھکو رسول اللہ نے خلیفہ مقرر کیا ہے اور نص کی ہے میری خلافت پر تو وہ دروغ کہتا ہے اور خبر لایا ہے برخلاف اس کے کہ اصحاب رسول اللہ کو پیغمبر کی نسبت معلوم ہے اور مخالف ہے تمام مسلمانوں کے علیٰ ہذا جو کوئی دعویٰ کرے کہ خلافت رسول میراث سے ملتی ہے یا کوئی انحضرت کا وارث بنا چاہے تو اُس نے محال بات کہی کیونکہ رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ ہم گروہ انبیا کی میراث نہیں ہوتی جو کچھ ہم سے باقی رہتا ہے صدقہ راہ خدا ہے - اور جو مدعی ہو کہ میں بوجہ قرابت رسول مستحق خلافت ہوں اور یہ امر مجھ میں اور میری اولاد میں منحصر ہے تا روز قیامت کہ بیٹا اسکو اپنے باپ سے میراث میں پاتا رہے گا اور ہمارے سوا دوسرے کو نہیں پہنچتی پس نہیں ہے خلافت اس مدعی کے لئے اور نہ اسکی اولاد کے واسطے گو انکا نسب پیغمبر سے کیسا ہی نزدیک ہو کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ کہ کریم و بزرگتر تم سے خدا کے نزدیک وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے - اور رسول اللہ نے فرمایا ان ذمۃ المسلمین واحدۃ یسعی بھا ادناھم وکلھم ید علی من سواھم یعنی امان مسلمانوں کے ایک ہی چاہئے کہ ادنٰے و اعلےٰ اس کے لئے کوشش کریں اور سب ملکر اپنے دشمنوں کو دفع کریں پس جو شخص کتاب اللہ پر ایمان لایا اور سنت رسول اللہ کا اس نے اقرار کیا راہ حق پر مستقیم ہوا اور طریقہ صواب کو اخذ کیا اور جس نے اس سے کراہت کی اور مسلمانوں کے خلیفہ مقرر کرنیکا دستور اسکو پسند نہ آیا وہ حق کا مخالف اور جماعت مسلمانان کا مفارق ہوا پس ایسے شخص کو قتل کرنا چاہئے کیونکہ اس کے قتل میں امت کی صلاح ہے اور رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اُمت کی جمعیت میں تفرقہ ڈالے اسکو قتل کر دو اور تنہا کو مارو کوئی کیوں نہو کیونکہ جمع ہونا علامت رحمت ہے اور جدا رہنا نشان عذاب اور نیز فرمایا رسول اللہ نے کہ میری اُمت کبھی گمراہی پر جمع نہو گی اور مسلمان غیروں پر مثل دست واحد کے ہیں کوئی انکی جماعت سے جدا نہیں ہوتا الا وہ کہ انکا دشمن اور انکے دشمنوں کا دوست ہوتا ہے پس خدا اور رسول نے اسکا خون حلال فرمایا ہے لکھا اس نامہ کو سعید بن العاص نے باتفاق ان لوگوں کے جن کی گواہی اسمیں ثبت ہے ماہ محرم سنہ دس ہجری میں بروایت حذیفہ گواہوں کے نام اس تفصیل سے ہیں - ابوسفیان بن حرب - عکرمہ بن ابوجہل - صفوان بن امیہ - سعید بن العاص - خالد بن ولید - عیاش بن ربیعہ - بشیر بن سعد - سہیل بن عمر - حکیم بن خرام صہیب بن سنان ٭ ابو اعور اسلمی - مطیع بن اسود بدری اور اور لوگ جن کے نام حذیفہ کو یاد نہیں رہے اور نیز بموجب روایت حذیفہ ابو عبیدہ امین نامے

اس صحیفہ کو لیکر مکہ بھیجدیا وہاں خانہ کعبہ میں دفن کر دیا گیا چنانچہ عہد خلافت عمر بن خطاب تک اسیطرح مدفون تھا انہوں نے
اپنے زمانہ میں اسکو نکلوایا یہہ وہی صحیفہ ہے جس کی نسبت امیر المومنین نے عمر کے جنازہ پر فرمایا ما احبّ الیّ ان القی اللہ
بصحیفۃ ھذا المسجّی کہ میں بہت دوست رکھتا ہوں کہ حق تعالیٰ سے ملاقات کروں اس مرد کے صحیفہ کے ساتھ کہ کفن
میں لپٹا ہوا پڑا ہے۔ مراد یہہ کہ جو صحیفہ اس نے اور اس کے رفیقوں نے لکھا ہے اسے لیکر حق تعالیٰ کے آگے پیش کروں
اور اس سے داد خواہی چاہوں۔ ناسخ التاریخ میں ہے کہ ابو جعفر طبری کہ بزرگان اہل سنت سے ہے بسند خود ابن عباس
سے روایت کرتا ہے کہ جب شرفاء قریش نے علیؑ کے قتل کے لئے یہہ صحیفہ لکھکر ابو عبیدہ جراح امین قریش کے سپرد
کیا کہ اسکو پوشیدہ رکھے پیغمبر خدا نے اس آیہ شریفہ کو قرآت کیا انّ اللہ یعلم ما فی السموات وما فی الارض وما یکون من نجوی
ثلثۃ الخ یعنے حق تعالیٰ جو کچھ کہ مابین زمینوں اور آسمانوں کے ہے اسکو جانتا ہے جہاں کہیں تین شخص راز کہتے ہیں وہ
انکا چوتھا ہوتا ہے اور جہاں پانچ کہتے ہیں وہ چھٹا ہوتا ہے وہ ہر کم و زیادہ میں ان کے ساتھ ہے جہاں کہیں کہ ہوں پھر
بروز قیامت انکو انکے اعمال کی خبر دیگا۔ تحقیق کہ اللہ ہر شے کا علیم و دانا ہے۔ پس ابو عبیدہ کو طلب کر کے وہ صحیفہ
اس سے طلب کیا اس نے آنحضرت کو دیا حضرت نے فرمایا تم اسلام لانے کے بعد کافر ہوگئے انہوں نے حلف کر کے
کہا ہم نے اس سے کوئی بد ارادہ نہ کیا تھا۔ پیغمبرؐ نے فرمایا یحلفون باللہ ما قالوا ولقد قالوا کلمۃ الکفر وکفروا بعد اسلامھم
وھمّوا بما لم ینالوا یعنے قسم کھاتے ہیں خدا کی کہ ہم نے نہیں کہا حالانکہ انہوں نے کلمہ کفر کو کہا اور بعد اسلام کے کافر ہوگئے
اور ارادہ کیا اس کا جسکو نہ پایا صاحب ناسخ التاریخ کہتے ہیں کہ ابو جعفر کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ نے
وہ صحیفہ انسے لے لیا لیکن اور مورخ کہتے ہیں کہ یہ لوگ کتابت صحیفہ کے بعد ابو بکر کے گھر سے نکل کر پراگندہ ہوگئے اگلے روز
صبح کو رسول اللہ نے نماز ادا کی پھر مصروف تعقیب ہے تا اینکہ آفتاب طلوع ہوا اسوقت ابو عبیدہ سے کہا کیا خوب اے
ابو عبیدہ تو امین امت ہوا پھر اس آیہ شریفہ کو اسپر قرآت کیا فویل للذین یکتبون الکتٰب بایدیھم ثم یقولون ھذا من
عند اللہ لیشتروا بہ ثمنا قلیلا فویل لھم مما کتبت ایدیھم وویل لھم مما یکسبون یعنے ویل وعذاب ہے ان لوگوں کے لئے کہ
نامہ کو اپنے ہاتھوں سے لکھتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ یہہ خدا کے پاس سے ہے تا کہ تھوڑی سی قیمت پر اس کو فروخت کریں
پس عذاب ہے ان پر بباعث اس کے کہ انکے ہاتھوں نے لکھا ہے اور عذاب ہے اس سے کہ انہوں نے اسکو کسب کیا ہے پس رسول
اللہ نے فرمایا یہہ جماعت ان لوگوں سے مشابہ ہے کہ آدمیوں سے استغفار کرتے ہیں اور خدا سے مغفرت نہیں چاہتے۔ حالانکہ
خدا ان کے ساتھ ہے جب وہ ایسی باتوں میں رات بسر کرتے ہیں جنکو خدا دوست نہیں رکھتا اور خدا انکی کردار کا عالم و دانا ہے
پس فرمایا کہ ایک گروہ نے اس امت سے بطریق جاہلیت ایک عہد نامہ لکھا ہے اور اسکو خانہ کعبہ پر لٹکایا ہے حق تعالیٰ نے
انکو مہلت دی ہے امتحان کے لئے تا کہ جو لوگ ان کے بعد آئیں حق و باطل میں تمیز کر سکیں اگر اللہ تعالیٰ مجھکو امر نہ کرتا کہ

ان لوگوں سے تعرض نہ کروں تو البتہ میں حکم دیتا کہ ان کا سر کاٹ لیا جائے یہہ سنکر منافقین تھرا گئے اور ان کے چہروں پر
ہوائیاں اڑنے لگیں بحدیکہ ان کی خیانت جملہ حاضرین پر آشکار ہوگئی اور سبنے جان لیا کہ تمام تعریفیں جو رسول اللہ کرتے تھے
اور تمام آیات کہ وہ حضرت پڑھتے تھے ان کے حق میں تھیں۔ پس حذیفہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے اس سفر سے واپس ہو کر
ام سلمہؓ کے گھر میں نزول کیا اور ایک مہینے تک کسی بی بی کے گھر نہ گئے جیسا کہ پیشتر جایا کرتے تھے پس عائشہ و حفصہ نے ان کی
شکایت اپنے اپنے باپ کی شیخین نے کہا ہمکو اسکا سبب معلوم ہے کہ کس لئے وہ ایسا کرتے ہیں تم جا کر بملاطفت و مدارات پیش آؤ اور
محبت و دوستی جتاؤ وہ صاحب حیا و کرم ہیں رضامند ہوجائیں گے اور مثل سابق مہربانی کرنے لگیں گے پس عائشہ تنہا حضرت کی
خدمت میں آئی جبکہ آپ ام سلمہؓ کے گھر میں تشریف رکھتے تھے اور امیر المومنین حاضر درگاہ تھے رسول اللہ نے فرمایا کس لئے آئی
ہے اے حمیرا عائشہ نے کہا آپکا میرے گھر پر قدم رنجہ نہ ہونا مجھ پر نہایت شاق ہے اور میں پناہ لیجاتی ہوں طرف خدا کے
غضب رسولخدا سے فرمایا اگر یہہ بات راست ہوتیں تو ہرگز میرا راز افشا نہ کرتی جو کہ مینے تیرے سپرد کیا تھا اور تاکید کی تھی کہ اس کو
ظاہر نہ کرنا تحقیق کہ اس کے اظہار سے تو آپ ہلاک ہوئی اور اوروں کو ہلاک کیا پس حضرت نے کنیز ام سلمہ سے ارشاد کیا کہ میری تمام
ازواج کو بلا لا وہ گئی اور بلا لائی جب سب جمع ہوگئیں تو حضرت نے انسے فرمایا کہ سنو جو کچھ کہ میں کہتا ہوں اور علیؑ کی طرف اشارہ
کر کے کہا کہ یہہ میرا بھائی و وصی و وارث ہے میرے بعد تمہارے اور تمام امت کے اوپر میرا خلیفہ ہے پس اس کی ہر امر میں اطاعت
کرو اور کسی بات میں نافرمانی نہ کرو تحقیق کہ اس کی نافرمانی میں ہلاکت و نقصان ہے۔ پھر حضرت امیر المومنینؑ سے فرمایا یا علی
ان عورتوں کو تمہارے سپرد کرتا ہوں انکی نگہبانی کرو اور انکے خرچ کے کفیل ہو جبتک کہ تمہاری فرمانبرداری کریں پس
امر و نہی کرو انکو اگر تمہیں نہ مانیں تو انکو رہا کرو اور طلاق دو امیر المومنینؑ نے عرض کی یا رسول اللہ وہن و سستی و ضعف رائے
عورتوں کی سرشت میں داخل ہے فرمایا نرمی و مدارا کرو ان کے ساتھ جہانتک کہ مصلحت جانو پھر بھی عصیان کریں تو
انکو طلاق دو تمام ازواج خاموش تھیں اور کچھ نہ بولیں الا عائشہ کہ اس نے کہا یا رسول کب ہو سکتا ہے کہ آپ کسی امر کے لئے
ہمکو ارشاد کریں اور ہم اس کے خلاف کریں فرمایا ایسا نہیں اے حمیرا تو نے میری مخالفت کی بدترین مخالفت کرنا اور بخدا سوگند
کہ تو اس بات کی بھی مخالفت کرے گی جو کہ تجھ سے اب کہتا ہوں تجھ سے میرے بعد علیؑ کی نافرمانی صادر ہوگی اور جس گھر میں تجھکو
چھوڑتا ہوں علانیہ اس سے نکلے گی اور ہزارہا آدمی تیرے گرد اگرد ہوں گے پس اسوقت تو اپنے پروردگار کی عاصی و نافرمان
ہوگی اور علامت اس کی یہ ہوگی کہ سگان حواب تیری راہ میں تجھ پر فریاد کریں گے یہہ ایک امر ہے کہ البتہ ہونے والا ہے
پس حضرت نے سب کو اجازت دی کہ اپنے گھروں کو لوٹ جائیں **حقیر مولف** کہتا ہے کہ رسول اللہ کا امیر المومنینؑ کو
اپنی ازواج کے طلاق کا اختیار دینا کتب معتبرہ اہل سنت سے مثل روضۃ الاحباب حبیب السیر وغیرہ کے ثابت ہے اور قصہ
عائشہ کے امیر المومنینؑ پر خروج کرنے اور سگان حواب کے اسپر بھونکنے کا اس کتاب میں اپنے مقام پر مفصل لکھا گیا ہے

وہاں دیکھیں **تجہیز لشکر اُسامہ و تخلّف یاران ازان** رسولخدا حجۃ الوداع سے واپس آکر کوئی سوا دو مہینے
مدینہ میں زندہ رہے اس عرصہ میں عہد و پیمان خلافت امیر المومنین کو تازہ کرنے اور اس بنا کو مضبوط و محکم بنانے میں برابر
سرگرم تھے بار بار خطبے کہتے اور امت کو تقویٰ و پرہیزگاری خدا اور پابندی شرع کی تقید کرتے اور وصیت کرتے کہ
سنت و طریقہ آنحضرت کو قائم رکھیں اور بدعت سے باز رہیں اور متمسک ہوں ساتھ دو ثقل عظیم و گراں کے کہ عترت پیغمبر و کتاب
خدا ہے اور متابعت و پیروی ان دونو کی بجا لائیں بشیتر فرماتے ایہا الناس میں تم سے آگے جاتا ہوں تم حوض کوثر پر میرے
پاس وارد ہوگے اسوقت تم سے پوچھونگا کہ ان دو شے بزرگ کی کہ تمہارے درمیان چھوڑ آیا تھا کس طرح رعایت کی اور کیسے
انکے ساتھ پیش آئے پس دیکھوں کہ انسے کیا سلوک کرتے ہو تحقیق کہ علی بن ابی طالب میرا بھائی و پسر عم و وصی و خلیفہ ہے قتال کرے گا
تاویل قرآن پر جیسا کہ مینے اس کی تنزیل پر قتال کی ہے - مرض الموت سے چند روز پہلے آپنے چاہا کہ مدینہ ارباب نفاق و
شقاق سے پاک ہوجائے تاکہ بوقت وفات کوئی خرخشہ امر خلافت میں نہ رہے پس آپنے ارادہ کیا کہ ایک لشکر گراں پانچہزار
کی جمعیت کا روم کی طرف بھیجا جائے جہاں کہ ابھی دو سال پہلے جنگ موتہ میں آپکے کئی سردار کام آئے تھے ابوبکر و عمر وغیرہ پس
تمام صحابہ کو جنکی طرف سے فتنہ و فساد کا اندیشہ تھا اس سپاہ میں بھرتی کیا اور سرداری اسکی اپنی غلام آزاد کردہ کے بیٹے اسامہ
بن زید کو عنایت کی جیسا کہ اکثر اوقات ان لوگوں کو ایسے اشخاص کے ماتحت کیا کرتے تھے تاکہ انکا رتبہ اسلام میں ہر کس و ناکس کو معلوم
رہے چنانچہ جنگ سلاسل میں انکو عمرو عاص کے ماتحت مقرر کیا تھا سریہ خبط میں ابو عبیدہ جراح کے وقس علی ہذا اُسنّی حضرت
رسولخدا کی اس حکمت عملی کی تردید میں کہتے ہیں کہ کسی شخص کے امیر لشکر ہونے سے مامورین پر اس کی فضیلت و فوقیت لازم نہیں
آتی - اور ایک روایت اپنی من گھڑت اس مقدمہ میں پیش کرتے ہیں کہ غزوہ سلاسل سے واپس آکر عمرو عاص کو یہ خیال پیدا ہوگیا
تھا کہ میں ابوبکر و عمر سے افضل ہوں کیونکہ ان پر امیر رہا اور وہ میرے تابع رہ چکے ہیں بارے اس نے چاہا کہ اس کی تصدیق
رسول اللہ سے بھی کرالے پس حضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی یا رسول اللہ آپکے نزدیک سب سے زیادہ دوست
محبوب کون ہے فرمایا عائشہ عرض کی اور مردوں سے فرمایا اس کا باپ پوچھا اس کے بعد کہا عمر علی ہذا چند اشخاص کے نام
یکے بعد دیگرے لئے اور عمرو عاص کا ذکر نہ کیا تو وہ خاموش ہوگیا ایسی روایتیں گھر ہی گھر میں تسلی کا باعث ہوں تو ہوں خصم
کے سامنے انکی ذرا وقعت نہیں ہوسکتی بھلا شیعہ کیونکر ایسی ہاور ہوا روایتوں سے ایک عقلی قاعدے پر تفضیل مفضول کی مباحث
سے دست بردار ہونے لگے ہیں - قطع نظر اس کے اُسامہ کو خود رسول مقبول نے بقول علمائے اہل سنت جملہ مامورین پر ترجیح
و تفضیل دی اور برملا فرمایا کہ وہ میرے نزدیک محبوبترین اشخاص سے ہے اور اسکا باپ سب سے زیادہ مجھکو عزیز تھا روضۃ الاحباب
میں ہے کہ اشراف مہاجرین و انصار مثل ابوبکر صدیق و عمر فاروق و عثمان ذی النورین و سعد وقاص و ابو عبیدہ جراح وغیرہ لشکر
اسامہ میں مامور ہوتے تو یہ صورت بعض لوگوں پر ناگوار گزری اور انہوں نے طعن سے کہا کہ پیغمبر نے اس غلام کو مہاجرین اولین پر

امیر مقرر کیا حضرت کو یہ کلام انکا پہنچا تو غضبناک ہوئے اور باوجود شدت بخار و درد سر عصابہ سر مبارک سے باندھ کر برآمد ہوئے
اور منبر پر جاکر فرمایا یا ایہا الناس یہ کیا باتیں ہیں جو اسامہ کی امارت میں میں تم سے سنتا ہوں تم نے آج ہی اعتراض نہیں کیا
اس سے پہلے اس کے باپ زید کے امیر کرنے پر بھی تم اسیطرح معترض ہوئے تھے قسم بخدا کہ وہ لائق امارت تھا اور اُسکے
بعد اسکا بیٹا سزاوار ریاست و سرداری ہے - زید میرے نزدیک تمام آدمیوں سے زیادہ دوست تھا اسکا بیٹا اسامہ بھی
محبوب ترین مردم سے ہے یہ دونو مظنہ خیرات و نکوئی ہیں میری وصیت کو انکے مقدمے میں قبول کرو اور نیکی کرو انکے
ساتھ کیونکہ وہ تمہارا خیر خواہ و دانشمند ہے تمام ہوئی عبارت روضۃ الاحباب کی معلوم نہیں کہ جب حضرات شیخین ایسے ایسے
لوگوں سے بھی رتبہ میں کم تھے تو اہل سنت امیر کبیر کے مقابلے میں کیوں کر ان کی افضلیت کا حرف زبان پر لا سکتے ہیں کیا کبھی
وہ حضرت بھی اُسامہ کے ماتحت ہوئے ہیں اور ان پر بھی اس طرح برملا (العیاذ باللہ) ان باپ بیٹے کو ترجیح دی گئی ہے
اسامہ تو اسامہ یہ حضرات اپنی ہی کتابوں سے کسی شخص کا سوائے رسول اللہ کے ایک ساعت کو آنحضرت پر امیر ہونا ثابت
کردیں - الغرض حضرت رسولخدا نے حکم دیا کہ لشکر جلد مہیائے سفر ہو مگر یہ لوگ بھی ہوا کے رخ کو پہچاننے والے تھے انہوں نے
تعمیل ارشاد میں لیت و لعل شروع کیا زیادہ تاکید ہوئی تو ظاہر کیا کہ ہم ابھی سفر حجۃ الوداع سے آئے ہیں سامان تیار نہیں کچھ
اس کی تیاری کر رہے ہیں مہیا ہوجائیگا تو جائیں گے یہی کیفیت تھی کہ حضرت بہ بیماری موت بیمار ہوگئے پس جوں جوں مرض آپکا
شدید ہوتا جاتا تھا اُسی قدر اس کی تاکید کرتے اور فرماتے تھے جَهِّزُوا جَيْشَ اُسامة لعن الله من تخلّف عنها لشکر اسامہ
کے لئے جلد تیار ہو خدا لعنت کرے اُسکو جو اس سے تخلف کرے پس اسامہ کو امر کیا کہ شہر سے ایک فرسخ کے فاصلے پر باہر جاکر توقف
کرے تاوقتیکہ لشکر متعینہ اس سے ملحق ہوجائے اسوقت انکو ساتھ لیکر مہم پر روانہ ہو پس اُسامہ نشان لشکر جسکو کہتے ہیں کہ باوجود
ضعف مرض آپنے اپنے دست مبارک سے ترتیب دیا تھا باہر لیگیا لیکن یہ لوگ حضرت کی بیماری دیکھکر بے طرح مچلتے اور بالوں ٹلتے
تھے لہذا آپنے قیس بن سعد عبادہ و حباب بن المنذر انصاریوں کو کہ آپکے لشکروں کے سرانندہ تھے تعین کیا کہ جماعت مذکورہ کو بجبر و اکراہ
شہر سے نکالیں انہوں نے دیگر انصار کی مدد سے انکو شہر سے لیجاکر لشکرگاہ اسامہ میں پہنچایا اور اسامہ سے کہا کہ حضرت رسولخدا نے
فرمایا ہے کہ اب ذرا توقف نہو اسیوقت کوچ کرو اسامہ نے کوچ کیا اور ان لوگوں نے واپس آکر انکے چلے جانے کی خبر پہنچائی رسولخدا
نے فرمایا وہ ہرگز نہ جائیں گے ایسا ہی ہوا تھوڑی دور جاکر ابوبکر عمر ابو عبیدہ وغیرہ نے اسامہ سے کہا کہ مدینہ خالی چھوڑ کر اسوقت
کہاں جاتا ہے ہمکو کبھی یہاں ٹھیرنے کی لئے حاجت نہ تھی جیسے کہ اسوقت ہے رسول اللہ بیمار پڑے ہیں اگر انکی حالت دگرگوں
ہوئی تو وہ امور پیش آئیں گے جنکا تدارک حیز امکان سے باہر ہوگا پس انجام کار انتظار کرنا اور یہاں توقف کرنا چاہئے غرض کہہ سنکر
اسکو پہلے لشکرگاہ پر پھیر لائے اور بی بی عائشہ کے پاس ایک قاصد کو خفیہ بھیجکر حضرت کا حال دریافت کرایا انہوں نے کہلا بھیجا
کہ آپ کی بیماری صعب ہے تمکو جس مقام پر کہ ہو ایک قدم وہاں سے آگے جانا نہ چاہئے میں وقت وقت کی خبر بھیجتی رہوں گی جب حض

میں اور شدت ہوئی تو عائشہ نے صہیب کو شیخین کے پاس بھیجکر پیام دیا کہ رسول اللہ کا مرض بڑھ گیا ہے اور امید زیست بالکل منقطع ہے تم جس جس کو مناسب جانو ساتھ لیکر مدینہ میں چلے آؤ صہیب لشکر گاہ میں پہنچا تو وہ اسکو اسامہ کے پاس لے گئے کہ دیکھو کیا یہ کہتا ہے ہم آنحضرت کو اس حال میں چھوڑ کر کیسے آگے جا سکتے ہیں اور اجازت چاہی اس سے شہر میں آنے کی اسامہ نے کہا بہتر ہے جاؤ مگر چھپ کر جاؤ کہ کوئی تمکو نہ دیکھے پھر اگر حضرت کو افاقہ ہو تو جلد لشکر گاہ میں لوٹ کر آؤ ورنہ ہمکو بھی خبر کرو کہ سب ہاں چلے آئیں رات کا وقت تھا کہ یہ لوگ داخل شہر ہوئے اور حضرت رسول اللہ نے اسوقت غشی سے آنکھیں کھولیں اور فرمایا قَدْ طَرَقَ لَيْلَتَنَا هٰذِهِ الْمَدِينَةَ شَرٌّ عَظِيمٌ کہ آج رات اس شہر میں ایک شر عظیم داخل ہوا ہے حاضرین نے دریافت کیا کہ وہ کیا ہے فرمایا کچھ لوگ لشکر اسامہ سے میرے حکم کے خلاف فتنہ و فساد کی نیت سے شہر میں لوٹ آئے ہیں۔ آگاہ ہو کہ میں انسے بیزار ہوں پس فرمایا روانہ کرو لشکر اسامہ کو لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا اور اسکو آخر تک کہتے رہے تھے کہ چند بار کہا مخفی نہ رہے کہ جماعت متخلفین از لشکر اسامہ پر پیغمبر خدا کا لعنت کرنا کتب معتبرہ اہلسنت میں ویسا ہی مصرح ہے جیسا کہ حضرات شیخین اور انکے ہمچشموں کا اس لشکر میں متعین ہونا اور پھر اس سے تخلف ہو کر شہر میں چلے آنا پھر انکے ہاں مصرح ہے محمد شہرستانی اشعری نے ملل و نحل میں فقرہ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا کو روایت کیا ہے اور اس تخلف کو ان اختلافات سے جو بوقت وفات پیغمبر حادث ہوئے دوسرا اختلاف قرار دیا ہے یعنے قضیہ قرطاس کو جسکا بیان آگے آتا ہے پہلا اختلاف اور تخلف از لشکر اسامہ دوسرا مقرر کیا ہے اور ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ میں ابوبکر جوہری سے یہ تمام قصہ نقل کیا ہے اسمیں ہے فَلَمَّا اَفَاقَ رَسُولُ اللّٰهِ سَأَلَ عَنْ اُسَامَةَ وَالْبَعْثِ فَاُخْبِرَ اَنَّهُمْ يَتَجَهَّزُونَ فَجَعَلَ يَقُولُ اَنْفِذُوا بَعْثَ اُسَامَةَ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْهُ یعنے جب رسولخدا کو غش سے افاقہ ہوا تو لشکر اسامہ کی نسبت استفسار کیا آپکو خبر دی گئی کہ وہ لوگ تیاری میں مصروف ہیں پس فرمایا روانہ کرو لشکر اسامہ کو خدا لعنت کرے اسکو جو کہ اس سے تخلف کرے۔ بالجملہ ان لوگوں نے باوجود اس تاکید شدید پیغمبر کے لشکر سے تخلف کیا اور لعن پیغمبر کو اپنے اوپر لیکر لشکر گاہ سے مدینہ چلے آئے تو انکی دیکھا دیکھی اوروں نے بھی آہستہ آہستہ کھسکنا شروع کیا تھا کہ آخرش خود اسامہ علم سمیت مدینہ میں چلا آیا اور لشکر کا جانا حیات رسول اللہ میں قطعی ملتوی رہا۔ پس رد و لعن سے کوئی تفسیح نہیں سکتا ہاں فرق اسقدر ہے کہ اور لوگ تو وفات آنحضرت کے بعد اس مہم پر چلے گئے۔ الا حضرت ابوبکر و عمر اسوقت بھی اس شرکت سے محروم رہے یعنے باوجود غصب حکومت و امارت بھی انہوں نے مدینہ چھوڑنا گوارا نہیں کیا حضرات اہل سنت ان بزرگواروں کو اس لعن صریح رسالت پناہ کی زد سے بچانیکو کہتے ہیں کہ ابوبکر کو رسول اللہ نے امامت نماز پر مقرر فرمایا لہذا وہ حکم سابق منسوخ ہو گیا۔ اور عمر کو ابوبکر نے خلیفہ ہو کر اسامہ سے اجازت لیکر اپنی اعانت و امداد کے لیے شہر الیا تھا۔ امامت نماز پر جیسا کچھ پیغمبر نے ابوبکر کو مقرر کیا تھا اسکا بیان ابھی آگے آتا ہے۔ لیکن عمر کے مدینہ میں چھوڑ دینے کا اختیار اسامہ کو معلوم نہیں کہ کسنے دیا تھا وہ ایک خاص جماعت پر صرف اس لئے امیر ہوا تھا کہ انکو لڑانیکو لیجا

اور اس کے متعلق کاروبار میں حکمرانی کرے نہ یہ کہ جسکو چاہے چھوڑ جائے اور جسکو چاہے ساتھ لیجائے عمر رسولخدا کے مقرر کئے ہوئے تعیناتیوں سے تھے انکے چھوڑ دینےکا اسامہ ہرگز مجاز نہ تھا علاوہ بریں حضرت ابوبکر بقول اہل سنت خود اسوقت خلیفہ مطاع تھے تو انکا اسامہ سے اجازت لینا اور اس التجا کے لئے اس کے گھر پر جانا بیجا کہ یہ حضرات مخزیہ کہتے ہیں یعنے جو خود مختار نہ تھے تو اپنے لئے بھی اجازت لینا چاہئے تھا۔ صرف عمر کے لئے اجازت چاہنے پر کیوں اکتفا کیا گیا مجلسی علیہ الرحمہ مورخین و محدثین عامہ سے نقل کرتے ہیں کہ ابوبکر و عمر اسامہ کو تمام عمر امیر کہتے رہے۔ اور یہ کہ جب ابوبکر نے اپنے خلیفہ بنجانے کی خبر اسامہ کو بھیجی تو اس نے کہا میں نے اور اس لشکر نے کہ میری ساتھ ہے تجھکو خلیفہ نہیں کیا رسول اللہ نے مجھکو تمہارے اوپر امیر مقرر کیا اور اس سے معزول نہیں فرمایا حتے کہ دنیا سے رحلت کی تم میری اجازت بغیر مدینہ میں ٹھیر گئے وہ حضرت اعلم و دانا تھے مجھکو اور تمکو خوب پہچانتے تھے مجھکو تم پر امارت بخشی مجھکو تمہارے زیر فرمان نہ کیا تو کچھ سوچ سمجھکر کیا ہے ابوبکر یہ باتیں سنکر چاہتے تھے کہ اپنے تئیں خلافت سے خلع کریں لیکن عمر انکو مانع آئے اسامہ سفر سے واپس آیا تو دروازہ مسجد پر کھڑا ہو کر چلایا کہ مجھکو تعجب ہے اس مرد سے کہ رسول اللہ نے مجھے اسپر امیر کیا اور وہ معزول کرکے اپنی امارت کا دعویٰ کرتا ہے مجلسیؒ کہتے ہیں کہ جبکہ شیخین مامور بہ اطاعت اسامہ اور اس کی رعایا سے تھے اور وہ بالاتفاق خلیفہ نہ تھا بلکہ جو خلیفہ ہونا اس کی اطاعت اسپر لازم تھی تو وہ اس کے باوجود کیونکر خلیفہ ہو سکتے ہیں

کیفیت پیشنمازی ابوبکر

حدیث حذیفہ میں ہے کہ جب سے رسولخدا بیمار ہوئے تھے آپکا دستور تھا کہ جس وقت مسجد میں اذان ہوتی حتے المقدور خود باہر تشریف لاتے اور گو سخت زحمت اٹھاتے مگر نماز سب کے ساتھ ہی بجا لاتے اور جو کسی وقت تکلیف بہت زیادہ ہوتی اور آپ آ نہ سکتے تو امیر المومنین کو حکم دیتے وہ حضرت آپکی نیابت سے نماز پڑھاتے حضرت امیرؑ اور فضل بن عباس آپ کی خدمت میں شب و روز حاضر رہتے تھے اور جدا نہوتے جس رات کو یہ لوگ لشکر اسامہ سے جدا ہو کر شہر میں آئے اس کی صبح کو بلال نے اذان کہی پھر در دولت پر آکر آواز دی تاکہ حضرتؐ کو نمازیوں کے جمع ہو جانے کی اطلاع دے مگر مرض اسوقت شدت پر تھا کسینے اسکی آواز نہ سنی اندر آنا چاہا تو بی بی عائشہ نے اسکو روکدیا اور صہیب کو ابوبکر کے پاس بھیجا کہ رسول اللہ بیماری کی زیادتی سے نماز نہیں پڑھا سکتے علی بن ابی طالب انکی بیمارداری میں لگے ہوئے ہیں بہت اچھا موقع ہے جلد آؤ اور نماز پڑھاؤ یہ پیشنمازی فی الحال تمہارے بہت کام آئیگی۔ ادھر لوگ مسجد میں انتظار کر رہے تھے کہ رسول اللہ تشریف لاتے ہیں یا امیر المومنین کو بھیجتے ہیں کہ یکایک ناگاہ ابوبکر داخل ہوئے اور کہا کہ مرض کی زیادتی سے رسولخدا اسوقت نماز کو نہیں آسکتے مجھکو امر کیا ہے کہ نماز پڑھاؤں اصحاب میں سے ایک صاحب نے کہا کہ تم تو لشکر اسامہ میں تھے تمکو یہ حکم رسولخدا کا کیونکر پہنچا بخدا قسم کہ میں گمان نہیں کرتا کہ آنحضرت نے تمکو بلایا یا نماز پڑھانیکو فرمایا ہو بلال نے کہا ذرا صبر کرو میں جا کر حضرت سے دریافت کئے لیتا ہوں پس بلال دوبارہ دروازے گئے اور اس مرتبہ زور سے کنڈی کھٹکائی رسول اللہ نے آنکھیں کھولیں کہ دیکھو کون ہے کیا کہتا ہے۔ فضل دروازے پر

آئے بلال نے انسے کہا کہ ابوبکر رسول خدا کے مقام پر کھڑے کہتے ہیں کہ مجھکو آنحضرت نے نماز پڑھانیکا حکم دیا ہے فضل حیران
ہوئے کہ ابن ابوبکر لشکر اسامہ میں نہیں قسم بخدا کہ یہہ وہی شر بزرگ ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ آج رات اس شہر میں داخل
ہوا ہے اور بلال کو ساتھ اندر لیجا کر ماجرے بیان کیا حضرت رسالت پناہ یہ سُنکر نہایت آزردہ و سراسیمہ ہوتے فرمایا مجھکو
اٹھاؤ اور مسجد میں لیچلو قسم بخدائے عزوجل کہ میری جان اس کے قبضۂ قدرت میں ہے کہ بلائے عظیم اسلام پر نازل ہوئی
پس عصابہ سر مبارک سے باندھ کر اور ایک ہاتھ دوش مبارک امیر المومنین پر اور دوسرا شانہ فضل بن عباس پر رکھ کر کشاں
باہر تشریف لائے اور بکمال تعب مسجد میں داخل ہوئے یہاں جماعت شروع ہو گئی تھی حضرت ابوبکر امام و عمر و ابو عبیدہ
سالم صہیب وغیرہ مقتدی تھے مگر اکثر اشخاص نے اقتدا نہیں کی تھی اور بلال کی واپسی کا انتظار کھینچ رہے تھے سرور عالم کا
اس حال سے تشریف لانا انکو عظیم معلوم ہوا پس حضرت نے محراب میں پہنچکر ابوبکر کو ہاتھ سے گھسیٹ کر علیحدہ کیا اور خود مصلے
کھڑے ہو کر نماز شروع کی پست لوگ پیچھے ہٹے اور صفوں میں مل جل کر غائب ہو گئے حضرت نے سب کے ساتھ نماز ادا کی ضعف کے
سبب اچھی طرح آواز نہ نکلتی تھی لہذا بلال تکبیرات کو بلند کہتے تھے کہ سب کو انتقالات قیام و قعود سے آگاہی ہو
نماز سے فارغ ہو کر پیچھے کیطرف متوجہ ہوئے اور فرمایا ایہا الناس تم ابن ابوقحافہ اور اس کے اصحاب سے تعجب نہیں
کرتے ہیں انکو لشکر اسامہ کے ساتھ بھیجا تھا وہ اس کے برخلاف آمادہ و فساد ہو کر مدینہ میں چلے آئے گویا حق تعالی انے
انکو انکے پہلے کفر و بدکاری کی طرف پھیر دیا پس فرمایا کہ مجھکو ممبر پر بٹھلاؤ حضار نے دست مبارک پکڑ کر ممبر پر بٹھایا آپنے
ممبر پر بیٹھکر اول حمد و ثنائے الہی ادا کی بعدہ ازاں فرمایا اے گروہ مسلمین مجھکو ہنگام ناگزیر (مرگ) درپیش ہے لیکن تمکو راہ روشن
و طریق واضح پر چھوڑتا ہوں درانحالیکہ راہ دین کو تمہارے لئے صاف اور آشکار کر دیا ہے تمکو چاہئے کہ میرے بعد اختلاف
نہ کرو جیسا کہ بنی اسرائیل نے اختلاف کیا تھا بندگان خدا میں تم پر حلال کرتا ہوں اُن امور کو جن کو قرآن نے حلال کیا
اور چھوڑتا ہوں تمہارے درمیان دو شے بزرگ جبتک انسے متمسک ہو گے ہرگز گمراہ نہو گے وہ کتاب خدا اور میری عترت
اہلبیت ہیں یہ دونو میرے خلیفہ ہیں تم پر اور کبھی ایک دوسرے سے جدا نہوں گے جبتک کہ حوض کوثر پر میرے پاس وارد
ہوں پس اسوقت میں تم سے سوال کرونگا کہ تم نے ان دونو کی کسطرح رعایت کی تحقیق کہ اُس روز چند اشخاص کو میرے اصحاب سے
حوض سے ہٹائیں گے اور دور کریں گے جسطرح پانی پلانیکے وقت شتران اجنبی و غریب کو دور کرتے ہیں پس وہ کہیں گے کہ میں فلاں
ہوں اور میں فلاں ہیں انکو کہونگا کہ میں تمہارے نام جانتا ہوں الاتم میرے بعد مرتد گئے اور دین سے نکل گئے پس اس لئے
رحمت خدا سے دور ہو اور عذاب ابدی کے نزدیک مترجم کہتا ہے کہ حدیث حوض صحاح اہل سُنت میں بطرق متعددہ
متکثرہ وارد ہوئی ہے ازانجملہ سہل بن سعد سے نقل کیا ہے اور متفق علیہ ہے کہ اُس نے کہا میں نے رسول اللہ سے سُنا کہ آپنے
فرمایا انا فرطکم علی الحوض من ورد شرب و من شرب لم یظمأ ابدا و لیردن علیّ اقوام اعرفهم و یعرفونی ثم یحال

حدیث حوض

بینی و بینهم فاقول انهم من امتی فیقال انک لا تدری ما احدثوا بعدک فاقول سحقا لمن تبدل بعدی یعنی میں تم سے
پہلے حوض کوثر پر وارد ہونگا اور جو اسپر وارد ہوگا پانی پئے گا اور جو اسکا پانی پی لیگا کبھی پیاسا نہوگا اور کچھ لوگ میرے
پاس آئیں گے کہ میں انکو اور وہ مجھکو پہچانتے ہوں گے پس میرے اور انکے درمیان کوئی حائل اور روک واقع ہو جائے گی
پس میں کہونگا کہ یہ میری امت سے ہیں جواب ملے گا کہ تمکو معلوم نہیں کہ انہوں نے تمہارے بعد کیا کیا اور کیسے کیسے بدعتیں
دین میں احداث کیں پس میں کہونگا کہ رحمت خدا سے دور ہو جنہوں نے میرے بعد میرے دین میں تغیر و تبدل کیا اور انس بن
مالک سے روایت کی ہے اور یہ بھی متفق علیہ ہے کہ لیردن علی الحوض رجال ممن صاحبنی حتی اذا رأیتهم و رفعوا الی
رؤسهم اختلجوا فلاقولن ای ربی اصحابی فلیقالن لی انک لا تدری ما احدثوا بعدک ایک جماعت میرے اصحاب کی حوض
کوثر پر میرے پاس وارد ہوگی تا اینکہ جب میں انکو دیکھونگا اور وہ میری طرف دیکھنے کو سر بلند کریں گے تو میری نظر سے
غیب جائیں گے پس میں کہونگا اے پروردگار میرے یہہ میرے اصحاب تھے پس مجھ سے کہیں گے کہ تو نہیں جانتا کہ انہوں نے
تیرے پیچھے کیا کیا احداث کئے اس قسم کی روایتیں صحاح ستہ میں بکثرت ہیں - غرض حضرت ممبر سے اُتر کر اپنے حجرہ
طاہرہ کو تشریف لے گئے - اور ارباب نفاق مدینہ میں پوشیدہ منتظر تھے کہ آپنے رحلت فرمائی پس غصب خلافت و منع
حقوق خاندان رسالت سے کیا جو کچھ کہ کیا اس کے بعد حذیفہ راوی حدیث نے مرد انصاری سے کہا کہ ایک خلیفہ رسول کے
ساتھ انکی یہ سلوک تھے دوسرے خلیفہ نے قرآن کو تحریف کیا اور جسطرح چاہا اسمیں تغیر و تبدل کر ڈالا اے انصاری یہ امر
عظیم کہ میں نے تجھ سے نقل کیا طالب ہدایت کے لئے محل عبرت ہے سعادت مند انصاری نے یہ تمام باتیں سُنی تو کہا بخدا
سوگند کہ تو نے مجھکو ہدایت کیا میں ہمیشہ ان لوگوں سے بیزاری طلب کرونگا اور دشمن انکا ہونگا اور خدمت امیر المومنین
علی کو مایہ سعادت جانکر آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہونگا تاکہ سعادت شہادت نصیب ہو انشاء اللہ تعالی پس
حذیفہ کو وداع کر کے متوجہ ملازمت شاہ ولایت ہوا اور اسوقت خدمت بابرکت میں پہنچا جبکہ حضرت مدینہ سے عراق
کی طرف طلحہ زبیر کے فتنہ کے دفع کرنے کو تشریف لاتے تھے راہ میں باریاب خدمت ہو کر ملازم رکاب ہوا پس سب سے
اول جو جنگ جمل میں شہید ہوا وہ تھا - یہہ وہ جوان ہے جسے حضرت نے قرآن شریف دیکر ناکثین کے پاس بھیجا اور ان
بے رحموں نے اسکو بے قصور مار ڈالا تھا جیسا کہ اپنے مقام پر مفصل مذکور ہے - یہ ہے کیفیت پیشنمازی ابوبکر کی موافق روایت
شیعہ کے اور سنیوں سے ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ میں اپنے اُستاد شیخ ابو یوسف یعقوب بن اسمعیل لمعانی
سے در باب عداوت عائشہ با اہل بیت امجاد ایک کلام طویل نقل کیا ہے اسمیں ہے کہ امیر المومنین ابوبکر کی پیشنمازی کو عائشہ
کی طرف منسوب کرتے تھے کہ اس نے بلال مؤذن اپنے باپ کے آزاد کردہ سے کہلا دیا کہ ابوبکر نماز پڑھاتے رسول اللہ نے کیکو
اس کام کے لئے تعین نہیں کیا تھا صرف اسقدر فرمایا تھا کہ کوئی نماز پڑھا دے نماز نماز صبح تھی رسول اللہ باوجود کمال

ضعف علیؑ و عباسؓ کے سہارے سے مسجد میں تشریف لائے اور نماز پڑھائی ابوبکر نے اس امامت کو اپنے لئے دلیل خلافت گردانا
اور کہا کون تم سے راضی ہے کہ ان قدموں پر سبقت کرے جنکو رسول اللہ نے مقدم کیا ہے اور پیغمبر خدا صلعم اس برآمد ہونیکو
انہوں نے اس پر حمل نہیں کیا کہ وہ ابوبکر کو ہٹانے آئے تھے بلکہ اسکو حتی المقدور انحضرت کی نماز جماعت کی پابندی پر گمان
کرتے ہیں پھر شیخ لمعانی کہتا ہے کہ یہ ایک نکتہ تھا جس نے ابوبکر کو خلافت دلوادی اور علیؑ کے نزدیک وہ صرف عائشہ کی
کارپردازی تھی وہ بارہا خلوت میں اپنے اصحاب سے اسکو کہتے تھے - اور کہتے تھے کہ پیغمبر خدا نے ناراض ہو کر عائشہ و حفصہ
کے حق میں کہا تھا انکن صُوَیحبَاتُ یُوسف کہ تم وہی عورتیں ہو جنہوں نے یوسف کو گمراہ کرنا چاہا تھا - یہ دونوں اپنی
اپنی باپکے واسطے کوشش کرتی تھیں اور پیغمبر خدا اس کے تدارک کو نکلے تھے اور انہوں نے ابوبکر کو محراب سے دور کر دیا انتہی
اور صحیح بخاری میں عروہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ نے اپنے آپ میں خفت پائی تو باہر تشریف لائے اور محراب میں نماز
پڑھی پس ابوبکر آنحضرت کی نماز سے نماز پڑھتے تھے اور اور خلقت ابوبکر کے نماز سے یعنے اور لوگ ابوبکر کی تکبیروں سے
اقوال و افعال آنحضرت پر اطلاع پاتے تھے **مؤلف** کہتا ہے کہ نظر بحالات سابق خصوص اس مبالغہ و اہتمام سے کہ
آنحضرت کو ان لوگوں کے مدینہ سے نکالنے میں مرکوز خاطر تھا کہ تخلف جیش اسامہ پر لعن تک سے بھی دریغ نہ فرمایا ناممکن ہے
کہ آپنے اپنی طرف سے جناب ابوبکر کو امام نماز مقرر کیا ہو یہ صرف بی بی عائشہ انکی دختر نیک اختر کی چالاکی تھی گو رسول اللہ نے
عین موقعہ پر اسکا تدارک کما ینبغی فرما دیا - مگر پھر بھی یار لوگ انکو رسول اللہ کا مقرر کردہ پیشنماز کہنے گئے اور اس فرضی پیشنمازی کو
نہ صرف انکے فضائل سے شمار کیا بلکہ خلافت و امامت عامہ کی دلیل گردانا - مگر قدرت خدا دیکھئے کہ کسطرح یہہ شبہہ صاف
ہوا ہے خود انہی کے موہنہ سے کہلا دیا گیا کہ امامت نماز کوئی چیز ہی نہیں چنانچہ یہہ حضرات رسولخدا سے روایت کرتے اور
اسکو صحیح جانتے ہیں کہ نماز ہر ایک کے پیچھے جائز ہے خواہ نیکبخت ہو یا بدکردار پس جبکہ امامت نماز عدالت کی بھی علامت نہیں
تو امامت عامہ یعنے خلافت کی کیونکر دلیل ہو سکتی ہے اور اس سے انکو کیا فائدہ ہوا **قصہ طلب قرطاس و**
نسبت ہذیان باں اشرف الناس واقعات دردانگیز و مصیبت خیز سے ایک واقعہ طلب قرطاس ہے
مجمل بیان اس کا حسب روایات فریقین یہ ہے کہ سرور کائنات نے تاکید مزید و تشدید امر خلافت کے لئے دوران مرض

یہ بات بھی اس مقام پر قابل لحاظ ہے کہ ام المومنین عائشہ امیر المومنین سے بقدر عداوت رکھتی تھیں کہ صحیح بخاری میں جہاں کہ یہہ حدیث انکی بیان سے نقل ہوئی ہے
وہیں آپکا نام نہیں بتایا بلکہ فقط رجل آخر (کوئی مرد) مذکور ہے عبد اللہ بن عباس نے راوی حدیث کو آگاہ کیا کہ مراد رجل سے امیر المومنین ہیں - اور ابن حجر عسقلانی شارح
بخاری نے صاف صاف لکھ دیا کہ عائشہ خوش نہ تھی کہ نام مبارک امیر المومنین کا لے یا بسبب شدت عداوت وہ یہ نام لے نہیں سکتی تھی ۱۲ منہ عفی عنہ
سنن ابوداود اور مشکوٰۃ میں ابوہریرہ سے روایت ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ جہاد تم پر واجب ہے ہر امیر کے ساتھ نیک ہو یا فاجر اور مرتکب کبائر کا ہو
اور نماز واجب ہے ہر مسلمان کے پیچھے نیکوکار ہو یا بدکار اور ہر چند گناہ ہائے کبیرہ عمل میں لاوے اور نماز واجب ہے ہر مسلمان پر نیک ہو یا فاسق اگرچہ گناہان کبیرہ
کرتا ہو ساتھ ہی فقہ حنفیہ کے غلام کی امامت بلا کراہت جائز ہے اور کہتے ہیں کہ عائشہ کے ایک غلام ابو عمرو نام تھا جس کے پیچھے وہ نماز پڑھا
کرتی تھیں اور نابالغ کے پیچھے نماز جائز ہے اور دلیل لاتے ہیں کہ عمرو بن سلمہ سات سال کا لڑکا حضرت رسول خدا کے زمانے میں اپنے قوم کی
امامت کیا کرتا تھا ۱۲ بحار

میں فرمایا کہ قلم دوات اور کاغذ سفید میرے پاس حاضر کرو کہ تمہارے لئے ایک کتبہ لکھوں جس سے ہمیشہ ہمیشہ کو گمراہی سے
نجات پاؤ - عمر خطاب مع اپنے مددگاروں کے اس مجلس میں موجود تھے اس سے مانع آئے اور کاغذ نہ آنے دیا یا کاغذ
حاضر ہوا تو انہوں نے اسکو پھاڑ ڈالا کہ اس شخص یعنے رسولخدا کے حواس ٹھکانے نہیں ہذیان بکتے ہیں ہمکو کتاب خدا
کافی ہے بعض حاضرین نے کہا کاغذ قلم و دوات ضرور لانا چاہیے کہ پیغمبر خدا آخری وصیت قلم بند کریں عمر کے ساتھیوں نے
کہا کچھ ضرور نہیں القول ما قال عمر حسبنا کتاب اللہ بات وہی ٹھیک ہے جو عمر نے کہی ہمکو قرآن کفایت کرتا ہے پس نزاع و
اختلاف نے اس مقدمے میں طول ہوا اور طرفین سے آوازیں بلند ہوئیں حضرت نے یہہ صورت دیکھی تو نہایت دلگیر ہوتے اور
بکمال غیظ فرمایا قوموا عنی لا ینبغی عندی التنازع میرے پاس سے چلے جاؤ یہاں جھگڑنا و نزاع کرنا زیبا نہیں یہ قصہ
مشہورات و متواترات سے ہے صحاح ستہ اہل سنت اور انکی دیگر کتابوں میں موجود ہے اور شہرت اس کی اس درجہ کو ہے
کہ صرف بخاری نے باوجود سخت تعصب کے اسکو سات موقعوں پر نقل کیا ہے اور مسلم میں تین طریق سے روایت کیا ہے اور مشکوٰۃ میں بھی ہے
از انجملہ صحیح بخاری وغیرہ میں بھی ہے کہ عبد اللہ بن عباس اُس روز کو یاد کرتے تھے کہ یوم الخمیس ما یوم الخمیس پنجشنبہ کا دن بھی عجب
پنجشنبہ کا دن ہے یہ کہکر اس قدر روتے کہ سنگریزے مسجد کے انکے آنسوؤں سے تر ہوگئے انسے پوچھا اے ابن عباس کونسا
امر عظیم پنجشنبہ کو واقع ہوا کہ تم اسکو اتنا یاد کرتے ہو کہا اس روز درد و وجع رسول اللہ کا شدید ہوا اور انہوں نے چاہا کہ ایک
نامہ لکھیں کہ انکے بعد اُمت میں اختلاف نہ رہے پس فرمایا ھلموا اکتب لکم کتابا لن تضلوا آؤ تمکو ایک نوشتہ لکھدوں کہ جس سے
کبھی گمراہ نہو - بروایتے فرمایا ایتونی بدواۃ و بقرطاس کہ لے آؤ دوات اور کاغذ اور بعض میں ہے ایتونی بکتف لاؤ میرے
پاس شانہ گوسفند یا شتر قال عمر ان النبی قد غلب علیہ الوجع و عندکم القرآن حسبنا کتاب اللہ یعنے عمر نے کہا رسول اللہ پر درد
غالب ہے تمہارے پاس قرآن موجود ہے ہمکو کتاب خدا کافی ہے بروایتے عمر نے کہا دعوا الرجل انہ لیہجر و حسبنا کتاب اللہ
اس مرد کو چھوڑ و بتحقیق کہ وہ ہذیان بکتا ہے - بعض روایات میں خود ہذیان کا لفظ موجود ہے یعنے دعوا الرجل انہ لیہذی
بہرحال راوی کہتا ہے فاختلف اہل البیت فاختصموا منہم من یقول قربوا یکتب لکم النبی کتابا لن تضلوا بعدہ
و منہم من یقول ما قال عمر یعنے جو لوگ اسوقت مکان میں تھے انمیں اختلاف و خصومت واقع ہوئی بعض کہتے تھے کہ قلم دوات لے آؤ
کہ نبی یہہ نوشتہ لکھدیں جس سے تم کبھی گمراہ نہو اور بعض وہ تھے عمر کا کہنا کہتے تھے فلما اکثروا اللغط و الاختلاف عند النبی
قال رسول اللہ قوموا عنی لا ینبغی عند نبی تنازع جب بک بک اور اختلاف پیغمبر کے سامنے زیادہ ہوا تو آنحضرت نے
فرمایا اٹھو کھڑے ہوجاؤ کہ نبی کے پاس بیٹھکر یہ جھگڑے کرنے سزاوار نہیں ابن عباس کہتے ہیں فتنازعوا و لا ینبغی عند نبی
تنازع کہ انہوں نے نزاع اور جھگڑا کیا حالانکہ پیغمبر خدا کے پاس جھگڑا کرنا سزاوار نہ تھا - اور نیز ابن عباس کہتے تھے ان
الرزیۃ کل الرزیۃ فیما حال بین رسول اللہ و بین ان یکتب لہم ذلک الکتاب لاختلافہم و لغطہم مصیبت سے مصیبت سخت

مصیبت ہے یہہ کہ رسول اللہ کو نوشتہ نہ لکھنے دیا اور اسمیں اور رسولخدا میں حائل ہوئے بسبب اختلاف اور شور و غل کرنیکے واقعی اس سے بڑہ کر اور کونسی مصیبت ہوگی کہ پیغمبر خدا آخر وقت میں وصیت لکھنا چاہیں اور وصیت بھی وہ کہ اُمت کو ابد الآباد ضلالت و گمراہی سے بچائے اور یہہ لوگ اس سے مانع آئیں نہ صرف منع کریں بلکہ آپ کو رو در رو مختل الحواس و ہذیان بکنے والا (معاذ اللہ منہ) بتلائیں اور اس قدر آزردہ و ناراض کریں کہ رحمت اللعالمین جن کے خلق عظیم کی حق تعالیٰ قرآن میں صفت و ثنا کرتا ہے انکے پاس بیٹھنے کے بھی روادار نہیں اور بکمال غیظ و غضب اپنے مکان سے اُٹھوا دیں ادنے شخص بھی مرنے کے وقت وصیت کرنا چاہتا ہے تو اس کی بات کو سُنتے اور مانتے ہیں بلکہ نہایت دلجوئی کرتے ہیں تاکہ جو کچھ اس کے دلمیں ہو کہہ گزرے رسولخدا کہ باعث ایجاد عالم و فخر بنی آدم تھے اور ہر ایک کلمہ انکا وحی منزل من اللہ ہلاکت سے بچانیوالا ہادی و راہ نما تھا انکی وصیت کرنے پر یہ لوگ یہ رنگ لائیں کفار کہا کرتے تھے اِنَّہٗ لَمَجنُون حضرت عمر نے کہا انہ لیھجُر خدا تو یَا اَیُّھَا الرسول یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ ان القاب کے ساتھ آپکو خطاب کرے اور جناب پسر خطاب اِنَّ الرَّجُلَ (یہہ مرد) کہیں کیسے بی ادبی کی بات اور کسقدر شوخ چشمی اور گستاخی یہہ تھی۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے اَطیعوا اللہ واطیعوا الرَّسول اطاعت کرو خدا و رسول کی اور نیز کہتا ہے مَا آتَاکُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوہُ وَمَا نَھٰکُم عَنہُ فَانتَھُوا کہ جو رسول خدا تمکو حکم کریں اسکو قبول کرو جس سے منع کریں باز رہو یہہ بجائے اطاعت کے ایسی زبان درازیاں کریں کیا یہی اطاعت رسول تھی اور یہی آنحضرت کے امر و نہی کی پیروی جو انہوں نے آخر وقت میں رسول اللہ کے سامنے ظاہر کی۔ بات صرف یہہ ہے کہ وہ خوب جانتے تھے کہ جو بات ہمیشہ کہتے ہیں اور جو ابھی بر سر منبر کہی اور جسکو غدیر خم میں ایک لاکھ چوبیس ہزار کے مجمع میں تقریر کیا یعنے خلافت علی مرتضی اسی کو اسوقت لکھوائیں گے پس انہوں نے سوچا کہ زبانی باتوں کا علاج ہو سکتا ہے کچھ بندوبست کر لینگے مگر نوشتہ تو مثل نوشتۂ تقدیر کسی کی مٹائے نہ مٹیگا۔ لاجرم وہ بات پیدا کی کہ اگر وہ کاغذ لکھا بھی جاتا تو کچھ فائدہ نہ تھا پس شرم و حیا بلکہ دین ایمان کو بالائے طاق رکھکر کہدیا اِنَّ الرَّجُلَ لیھجُر یہ شخص بدحواس اور بیہوش ہیں اس کی بات کا کچھ اعتبار نہیں اور حضرت عمر کا یہہ کہنا کہ حَسبُنَا کتابُ اللہ کہ ہمکو کتاب خدا یعنے قرآن کافی ہے عجیب منطق ہے۔ حضرت رسول اللہ تو کہیں کہ قرآن و اہل بیت دونو ساتھ ہیں کبھی ایک دوسرے سے جدا نہوں گے اور بار بار دونو سے تمسک کرنے کا حکم دیں اور یہہ حضرت کہیں کہ ہمکو قرآن کافی ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی بیمار کہے کہ میرے پاس طب کی کتابیں موجود ہیں اس لئے طبیب کی حاجت نہیں رکھتا پھر بیمار بھی وہ کہ ایک حرف ان کتابوں کا خود نہ پڑہ سکے یہی حال بعینہ خلیفہ صاحب کا اس مقام پر ہے کہ آپکی علم و معرفت کی تو یہ کیفیت تھی کہ خود انہیں کے قول کی موافق زنان پردہ نشین بھی انسے افقہ تھیں اور جہاں کوئی مشکل پیش آجاتی تھی تو اہل بیت کا دامن پکڑتے اور حضرت حلال مشکلات کی خدمت میں التجا لیجاتے تھے۔ لیکن زبان سے کہنے کو حسبنا کتاب اللہ کہہ گئے۔ جبکہ آیات متعلقہ احکام حسب تصریح علماء کل پانسو ہیں تو ظاہر ہے کہ انسے تمام مسائل

شرعی استخراج نہیں ہو سکتے۔ علاوہ بریں قرآن میں محکم متشابہ ناسخ منسوخ مجمل مؤول ہر طرح کا کلام ہے تو کیونکر کوئی کہہ سکتا ہے کہ ہمکو قرآن کافی ہے۔ حق تعالیٰ خود فرماتا ہے وَمَا یَعلَمُ تَاوِیلَہٗ اِلَّا اللہُ وَالرَّاسِخُونَ فِی العِلمِ کہ اس کی تاویل سوائے اللہ کے اور ان لوگوں کے جو علم میں راسخ ہیں کوئی نہیں جانتا۔ سو ظاہر ہے کہ راسخون فی العلم رسولخدا ہیں یا انکے اہلبیت ہدیٰ جن کے گھر میں قرآن اُترا ہے نہ کہ حضرت پسر خطاب جس کی زبان لولا علی لھلک عمر کہتے خشک ہوتی تھی۔ تعجب ہے کہ حضرت امیرؑ کی خلافت لکھنے پر تو حضرت عمر نے رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ پر بدحواسی کی تہمت لگائی اپنی خلافت کا کاغذ لکھتے وقت ابوبکر کو سڑی خبطی ہذیان بکنے والا نہ بتایا۔ انہوں نے بھی تو اپنے مرض موت ہی میں یہ نوشتہ لکھوایا تھا۔ بلکہ وہ تو اثنائے تحریر میں سچ مچ بیہوش ہو جاتے تھے حتٰے کہ عمر کا نام بھی عثمان کاتب وثیقہ نے انکی بیہوشی میں اپنی ہوشیاری سے لکھدیا جبکو ہوش میں آکر خلیفہ اول نے بہت پسند کیا چنانچہ اسکا ذکر آئندہ زیادہ تفصیل کے ساتھ اس کتاب میں آئیگا۔ مگر وہاں اپنا فائدہ تھا حضرت ابوبکر کی بیہوشی بھی ہوشیاری ہو گئی یہاں امیر المومنین کا درمیان تھا کہ حضرت اعقل ناس بھی بدحواس سمجھے گئے نعوذ باللہ من شر الوسواس الخناس الذی یوسوس فی صدور الناس شاعر عربی کہتا ہے ۵ اوصی النبی فقال قائلھم ۴ قد ضل یھجر سید البشر ۶ ورای ابابکر اصاب فلم ۶ یھجر و قد اوصی الی عمر یعنے پیغمبر نے وصیت کی تو انکے کہنے والے نے کہا کہ سید و سردار آدم ہذیان بکتے ہیں اور ابوبکر نے عمر کے واسطے وصیت کی تو انکے نزدیک وہ راہ صواب پر تھے اور ہذیان نہیں بکتے تھے شاہ عبد العزیز تحفہ میں کہتے ہیں کہ رسول اللہ اس قضیہ کے بعد تین چار روز زندہ رہے اسوقت عمر نے منع کر دیا تھا دوسرے وقت کیوں نہ کسی اور نے آنحضرت سے اس کاغذ کو لکھوا لیا۔ اس کا جواب یہہ ہے کہ بعد میں لکھوانے سے کیا فائدہ تھا جن لوگوں کے واسطے یہہ نوشتہ تھا اور جنکو اس سے ہدایت کرنا اور آگاہ کرنا منظور تھا وہ تو روبروہی اختلال حواس و ہذیان تجویز کر چکے تھے پھر اگر اس جلسہ کے بعد یہ نوشتہ لکھا بھی جاتا تو کیا اثر ہوتا وہ کیوں اسکو قبول کرنے لگے تھے تب تو اتنی ہی بات اسکو کافی تھی کہ پیغمبر نے کوئی کتبہ نہیں لکھا ان لوگوں نے آپ کاغذ لکھکر انکی طرف منسوب کر دیا ہے چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اس قضیہ کے بعد خود رسول اللہ ہی نے اس کے لکھنے کا خیال ترک کر دیا تھا۔ حدیث میں وارد ہے کہ اس کے بعد بعض اصحاب نے عرض کیا کہ ہم اکا غذ قلم دوات حاضر کریں تو حضرت نے فرمایا ابعدما سمعت یعنے تم نے یہ حال ان لوگوں کا دیکھا اور گستاخی اور دریدہ دہنی ان کی مشاہدہ کی پھر مجھ سے اس کے لکھنے کو کہتے ہو اب اس سے کیا فائدہ ہوگا۔ اب تمکو یہ وصیت کرتا ہوں کہ میری اہلبیت کے ساتھ نیک سلوک کرنا اور انکو ایذا نہ دینا یہ کلام حسرت انجام آنحضرت کا سُنکر لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ قطع نظر اس کے۔ تین چار روز تک اس کے بعد آپکا زندہ رہنا بھی تبیقن نہیں بعض کتب اہل سنت سے پایا جاتا ہے کہ اسی روز بلکہ اسیوقت اس جلسہ کے برخاست ہوتے ہی جاں بحق ہو گئے ابن ابی الحدید معتزلی لکھتا ہے فمات رسول اللہ فی ذلک الیوم یعنے جس روز کہ قضیہ قرطاس وقوع پذیر ہوا

اسی روز آنحضرت نے رحلت کی اور واقدی نے لکھا ہے کہ جب انکے درمیان یہہ شور وغل ہوا اور حضرت نے فرمایا کہ میرے
پاس سے اُٹھ جاؤ اور وہ لوگ وہاں سے اُٹھکر چلے گئے اسیوقت روح پرفتوح نے جسم اطہر سے انتقال کیا۔ طرفہ یہہ ہے کہ
اہل سُنّت کہتے ہیں کہ اس کاغذ میں حضرت رسالت پناہ خلافت امیر المومنینؑ کی تصریح کیا چاہتے تھے مگر حضرت عمر نے براہ
دلسوزی و دردو ہن کہ وہ خلیفہ ہونگے تو عرب ان پر اتفاق نہیں کرینگا انکو اس سے باز رکھا نووی شارح مسلم اس حدیث کی
شرح میں لکھتا ہے قد اختلف العلماء فی الکتاب الذی ھم النبی بہ فقیل اراد ان ینص علی الخلافۃ فی انسان معین لئلا یقع نزاع و فتن
یعنے علماء نے اختلاف کیا ہے اس کتبہ میں کہ پیغمبر خدا اس کے لکھنے کا ارادہ رکھتے تھے بعضوں نے کہا ہے کہ حضرت نے
چاہا تھا کہ ایک شخص خاص کے واسطے خلافت لکھ جائیں تاکہ باہم نزاع و فساد نہونے پائے درحقیقت جسقدر نزاع و فساد
اس کاغذ کے نہ لکھے جانے کے سبب سے ہوئے اتنے کسی سبب سے نہیں ہوئے بلکہ سچ پوچھو تو بنیاد تمام لڑائی جھگڑوں مسلمانوں
کی اور جملہ اختلافات کی یہی مسئلہ خلافت ہے۔ اور ابن ابی الحدید نے تاریخ بغداد سے ایک روایت نقل کی ہے ماحصل اسکا
یہ ہے کہ ابن عباس کہتے ہیں کہ میں ابتدائے خلافت عمر میں انکے پاس داخل ہوا تو دیکھا میں نے کہ بقدر ایک صاع (ہندوستان
کے وزن سے تین سوا تین سیر کا ہوتا ہے) کے خرما انکے آگے چٹائی پر پڑے ہیں اور ایک گھڑا پانی کا پاس رکھا ہے
مجھکو دیکھکر میری بہی تواضع کی کہ کھاؤ میں نے ایک دانہ اس سے اُٹھا کر کھا لیا۔ لیکن خلیفہ صاحب نے جو کھانا شروع کیا تو
تمام کو کھا گئے پھر گھڑا مونہہ سے لگا کر پانی پیا اور اپنے بچھونے پر لیٹکر بار بار خدا کا شکر کرتے تھے بعد ازاں مجھ سے
بولے من این جئت یا عبد اللہ اے عبد اللہ تم اسوقت کہاں سے آتے ہو میں نے کہا مسجد سے پوچھا اپنے چچیرے بھائی کو
کس حال پر چھوڑا عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں سمجھا کہ شاید عبد اللہ جعفر کو پوچھتے ہیں میں نے کہا اپنے ہم سنوں کے ساتھ کھیل رہے
تھے عمر نے کہا میں انکو نہیں پوچھتا انما عنیتُ عظیمکم اھل البیت میرا سوال تم اہل بیت کے بزرگ کی نسبت ہے میں نے
کہا وہ ایک شخص کے باغ میں پانی سینچ رہے تھے اور تلاوت قرآن کرتے جاتے تھے عمر نے کہا اے عبد اللہ تمکو قسم دیتا
ہوں تم پر قربانی شتران لازم ہو اگر تم چھپاؤ آیا انکے دلمیں اب بہی کچھ خیال خلافت کا باقی ہے میں نے کہا ہاں کیوں نہیں
عمر نے کہا شاید انکا گمان یہ ہے کہ رسول اللہ انکو خلیفہ کر گئے ہیں میں نے کہا البتہ اس کے علاوہ میں تم سے کہتا ہوں کہ میں نے
اپنے باپ سے پوچھا تھا کہ علی جو دعوی خلافت کا کرتے ہیں آیا وہ درست ہے انہوں نے کہا ہاں درست ہے عمر نے کہا
رسول اللہ کی باتیں اس بارے میں کچھ ایسی پریشان اور مبہم ہوتی تھیں کہ اُن سے کسی حُجت کا اثبات اور کوئی عذر قطع نہیں
ہوسکتا یعنے صاف صاف نہیں تھیں اور پیغمبر بسا اوقات علی کی محبت کے سبب سے طریق حق سے لغزش کر جاتے تھے اور
انہوں نے مرض الموت میں چاہا کہ ان کے نام کی تصریح کر جائیں میں نے بسبب محبت و شفقت مسلمانان کے انکو روک دیا اور
قسم کہتے ہیں قسم بخدائے کعبہ کہ اگر علی خلیفہ ہوتے تو قریش انکو نہ مانتے اور عرب چاروں طرف سے اُٹھ کھڑے ہوتے رسولخدا

روایت ابن ابی الحدید

کو بہی میرے دل کی بات معلوم ہو گئی تھی لہذا چپکے ہو رہے اور جو خدا کو منظور تھا وہی ہو کر رہا۔ تمام ہوئی روایت ابن ابی الحدید کی
حقیر مؤلف کہتا ہے کہ رسول اللہ چپکے کہاں ہو رہے بلکہ قُومُوا عَنِّی کہکر بکمال ذلت و خواری آپ کو حجرہ مقدس سے نکلوا دیا
اور علی کے حق میں تو ضرور وہ حضرت طریق حق سے گذر جاتے تھے لیکن حق پر جب رہتے جبکہ آپ کی یا آپ کے برادر کلان حضرت ابوبکر
کی مدح فرماتے یا آپ کی خلافت کا پٹہ لکھ جاتے۔ ہمارے نزدیک آپ کو بارگاہ خداوندی میں دخل تو تھا ہی حتی کہ وحی آپکی رائے کی موافق
نازل ہوتی تھی لیکن یہ بُرا کیا کہ پیغمبر خدا کو پیغمبری سے یہ کہکر لگتے ہاتھ آپ نے روکدیا کہ وہ پیغمبر ہونگے تو قریش انکو نہ مانیگے اور عرب
مخالفت پر اُٹھ کھڑا ہوگا کہ سرے ہی سے چھٹی ہو جاتی وحی آپ کی رائے کے موافق تو آتی ہی تھی آپ ہی کے پاس آجایا کرتی پھر دیکھئے
کہ آپ کی حُسن تدبیر سے خلافت کو کیا رونق ہوئی ہے جو نبوت کو ہوتی اُدھر خدا کو یہ آسانی ہو جاتی کہ ہر بات میں آپ کی رائے معلوم
کرکے وحی بھیجنے کی تکلیف سے چھوٹ جاتا سب کام آپ کی رائے زرین کے حوالے ہو جاتے آپ خود ہی سب کچھ ٹھیک ٹھاک کر لیتے
بھلا صاحب یہ غیب کی بات آپنے کہاں سے جانی کوئی الہام ہوا یا جبرئیل آپسے کہہ گئے کہ امیر المومنین خلیفہ ہوتے تو عرب ان پر اتفاق
نہ کرتا جو کوئی آپکا خیر خواہ یہ کہے کہ زمانہ خلافت علی علیہ السلام سے ظاہر ہوا کہ جنگ جمل و صفین و نہروان میں لوگ ان سے لڑتے رہے
تو ہم کہیں گے کہ یہ بہی حضرت خلیفہ صاحب ہی کی عنایت تھی نہ وہ غصب خلافت کرکے سنتہائے رسول کو یوں ملیا میٹ کرتے
نہ آنحضرت کو یہ قصے جھگڑے پیش آتے دیکھئے سب سے پہلا قضیہ اس عہد کا طلحہ زبیر کا فتنہ ہے جو صرف اس سبب سے پیدا ہوا کہ امیر المومنین
موافق سنت رسول اللہ کی موافق برابر حصہ دیتے تھے مگر انکو تو خلیفوں کے وقت کی بُردوں کی چاٹ لگی ہوئی تھی کیوں راضی ہوتے
بگڑ بیٹھے اور ایسے بگڑے کہ ظالموں نے جمل کا بکھیڑا کھڑا کر دیا انکی دیکھا دیکھی معاویہ کو بہی حوصلہ ہوا اور اس نے بہانہ طلب خون
عثمان دوسرا جنگ صفین پیش کیا۔ نہروان کی لڑائی ظاہر ہی ہے کہ جنگ صفین کے بعد اور اور جھگڑے اسّے پیدا ہوئے چلتے خاتمہ ہوا اب
فرمائے کہ یہ تمام جنگ و جدل کسکی طرف سے واقع ہوئے اور خلیفہ صاحب کا یہ ارشاد اَبَی اللّٰہُ اِلَّا اِمْضَاءَ مَا حَتَمَ کہ وہی ہوا
جو خدا کو منظور تھا جبریوں اور قدریوں کے قول کے بہت ہی مشابہ ہے اگر یہی راستہ کھولا جائے تو اہل فسق و فجور و کفر و زور کو اچھا
خاصہ عذر ہاتھ آتا ہے وہ کہدینگے کہ ہم کیا کریں خدا کو یہی منظور تھا جو ہم سے صادر ہوا پس ابولؤلؤ نے جو آپ کے شکم میں خنجر لگایا اسکی نسبت یہی
کہا جا سکتا ہے کہ خدا کو یہی منظور تھا اُس بیچارے کا کیا قصور تھا نیز شیعہ جو کوئی کلمہ آپ کے حق میں کہہ بیٹھتے ہیں خدا انکے مُنہہ سے کہلوا دیتا ہے
انکا کیا گناہ ہے جو آپ کے معتقد اُسے سُنکر جامہ سے باہر ہو جاتے ہیں۔ دوسرے موقعہ پر اس عذر بدتر از گناہ کو خلافت پناہ نے اور بہی
وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا۔ ابن ابی الحدید انکی سفر شام کی حکایت بیان کرتا ہے کہ ایک مرتبہ وہ اور عبد اللہ بن عباس اپنے اپنے
اونٹوں پر سوار سب سے علیحدہ چلے جا رہے تھے اُسوقت عمر نے کہا اے پسر عباس میں تمہارے ابن عم علی علیہ السلام کی شکایت کرنیوالا تھا
میں نے ہر چند چاہا کہ اس سفر میں وہ ہمارے ساتھ آئیں نہ آئے اور میں اُنکو اپنے سے ہمیشہ خفا پاتا ہوں اس غیظ و غضب کا سبب کچھ تمہاری بھی
سمجھ میں آتا ہے ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے کہا اسکا سبب تمکو خود معلوم ہے عمر نے کہا شاید اُنکا یہ غصہ خلافت کے نہ ملنے پر ہے میں نے

روایت دیگر از ابن ابی الحدید

کہاہان یہی وجہ ہے وہ کہتے ہین کہ رسول اللہ خلافت اُن کے لئے چاہتے تھے عمر نے کہا جبکہ خدانے نہ چاہا کہ خلافت اُنکو ملے تو رسولخدا
کے چاہنے سے کیا ہو سکتا تھا رسولخدا نے یہ چاہا خدا نے اسکے برخلاف چاہا۔ کیا ہمیشہ وہی ہوتا تھا جو رسولخدا چاہتے تھے رسولخدا تو بہتیرا چاہتے رہے
کہ اُن کے چچا ابوطالب مسلمان ہو جائین مگر خدانے نہ چاہا نہوئے انتہے۔ **حقیر مؤلف** کہتا ہے کہ حضرت ابوطالب تو خدا کے فضل سے مسلمان
اور مسلمانون کے سرتاج ہین اُنکی نسبت تو یہ ناحق کی ٹر ٹر ہے مگر ہان ابولہب ابوجہل وغیرہ کفار قریش و دیگر کفرہ فجرہ کو بہت اچھا پروانہ
خلافت مآبنے عطا کردیا ہے وہ ضرور قیامت کے روز اس سند عمری کے حوالے سے خدا کے سامنے کہہ سکتے ہین کہ تونے ہی تو نہ چاہا کہ ہم
مسلمان ہون تو پھر کیا ہم کوئی تجھ سے زبردست تھے کہ تیرے خلاف مرضی کے مسلمان ہو جاتے **اب ہم** حضرت عمر کی پیغمبر خدا کی ساتھ
چند مخالفتین نقل کرتے ہین اور اس بحث کو ختم کرتے ہین **ازانجملہ** ایک عظیم مخالفت یہی قصہ قرطاس کی ہے کہ رسول اللہ تو وصیتنامہ
لکھنے کو کاغذ مانگین اور وہ کہین ہذیان بکتے ہین ہمکو کتاب خدا کافی ہے اور اس سرکشی کا نام عقل و دوربینی اور مسلمانون کی خیرخواہی رکھین
اور اسکو فخریہ لوگون کے سامنے نقل کرین۔ پہلے گذرا کہ ابن عباس اس مصیبت کو یاد کرکے زار و قطار مثل ابر نوبہار رویا کرتے تھے اور
فاضل شہرستانی نے ملل و نحل مین اسکو مسلمانون کا پہلا نزاع و فساد کہا ہے اور لکھا ہے کہ کسی مسئلہ شرعیہ پر اسقدر تلوار نہین چلی جسقدر کہ
مسئلہ امامت پر چلی۔ ایک اُنمین سے روز حدیبیہ کی مخالفت ہے کہ حضرتؐ نے نظر بمصالح کفار کے ساتھ صلح فرمائی تو حضرت خلیفہ ثانی
بگڑ بیٹھے اور لگے حضرتؐ کی نبوت مین شک کرنے اور اتنا شک کیا کہ خود اپنے قول کے موافق یہ شک عمر بھر کے شکوک سے جو انہون نے
حضرت کی رسالت مین کئے تھے بڑھ چڑھ کر تھا۔ ایک اور مخالفت حجۃ الوداع کے دن کی ہے کہ حضرت رسولخدا نے حکم دیا کہ جو لوگ ہدی
ساتھ نہین لائے عمرہ تمتع کی نیت بدلکر محل ہو جائین لیکن عمر اور اُنکے اصحاب نے اسکو اپنے لئے کسرشان جانا کہ علیؑ تو رسول اللہ کے ساتھ محرم
اور ان کے حج مین شریک ہین اور ہم محل ہو جائین پس پیغمبرؐ کے حکم کی مخالفت کی اور احرام پر جمے رہے اور نہ اسوقت بلکہ تا زیست حج
تمتع پر ایمان نہ لائے۔ اور بھی عہد خلافت مین اس مخالفت پیغمبر کا بڑے زور سے اعلان فرمایا کہ دو متعہ پیغمبر خدا نے حلال کئے تھے مین
ان دونون کو حرام کرتا ہون و متعۃ النساء و متعۃ الحج ہین۔ چنانچہ پیشتر کسیقدر تفصیل سے انکا بیان گذرا۔ ایک روز نمایان مخالفت پیغمبر کی
ابوہریرہ والی حکایت ہے مسلم نے اپنی صحیح مین اور ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ مین اسکو نقل کیا ہے خلاصہ اسکا یہ ہے کہ ابوہریرہ
کہتا ہے کہ مین ایک روز حضرت رسول اللہ کی طلب مین چلا آپ کو ایک مرد انصاری کے باغ مین پایا پس مجھکو نعلین مبارک اپنے دیکر کہا
ان کو لیجا اور جو تجھے ملے اُنکو دکھا کر کہنا کہ پیغمبر خدا نے کہا ہے کہ جو بصدق دل لا الٰہ الا اللہ کی شہادت دے بشارت بہشت
اسکے لئے ہے ابوہریرہ نے کہا کہ سب سے پہلے جس سے میری ملاقات ہوئی وہ حضرت عمر خطاب تھے اُنہون نے پوچھا یہ جوتیان کیسے
لئے پھرتا ہے مینے کہا پیغمبر خدا نے دی ہین کہ جو وحدانیت خدا کی گواہی دے اُسکو بشارت بہشت دون یہ سنکر حضرت عمر نے نہ آؤ دیکھا
نہ تاؤ ایک مکا ابوہریرہ کے سینہ مین اس زور سے رسید کیا کہ وہ بیچارہ پشت کے بل زمین پر جا پڑا اور کہا جہانسے آیا ہے وہین چلا جا
پس ابوہریرہ گرتا پڑتا بھاگا اور روتا جاتا تھا باغ مین پہنچا تو رسولخدا نے پوچھا اے ابوہریرہ تجھکو کیا ہوا اُسنے ماجرائے گذشتہ بیان کیا اُنہین

زدوکوب کردن عمر ابوہریرہ را

حضرت عمر بھی وہان آگئے پیغمبر نے پوچھا کس لئے تونے اسکو مارا کہا یا رسول اللہ آپنے اسکو بھیجا تھا کہ یہ بشارت دے فرمایا ہان
کہا آپ ایسا نہ کرین نہین تو لوگ اسپر بھروسہ کرکے اعمال خیر کو بالکل چھوڑ دینگے۔ دیکھئے جتنا درد دین حضرت عمر کو تھا پیغمبر کو نہ تھا
اور جسقدر وہ اسکے نیک و بد کو جانتے تھے حضرتؐ نہ جانتے تھے اسی لئے تو ہمنے کہا تھا کہ اُنکو خدا کی کچہری مین اپنے لئے پیغمبری کی
درخواست دینی چاہئے تھی۔ اب ذرا راوی حدیث کی شرارت کو بھی خیال کیجیے کہ پیغمبرؐ نے یہ نصیحت حضرت عمر کی سُنی تو فرمایا اچھا رہنے دو
کہ لوگ اعمال خیر بجالائین یعنی پہلے سے حضرت کو اسکی خبر نہ تھی عمر کے کہنے سے بُرے نتیجے کی خبر اسکو جانا لاحول ولا قوۃ الا باللہ
ایک اور سُنئے عبداللہ بن اُبی منافق مرا تو اُسکا بیٹا عبیداللہ بن عبداللہ کہ مومن خالص تھا حضرتؐ کی خدمت مین حاضر ہوا کہ پیرہن مبارک
اپنے بدن کا اُسکے کفن کو عنایت کرین آپنے اپنا کُرتا اوتار دیا پھر ملتجی ہوا کہ نماز جنازہ بھی پڑھائین آپ کو اُسکی دلداری منظور تھی نماز
کیواسطے بھی کھڑے ہوگئے حضرت عمر کا توجوش دینداری رسولخدا کی نسبت زیادہ تھا ہی بیتاب ہوگئے اور بروایت صحیح بخاری و مسلم
آپکا کپڑا پکڑکر گھسیٹا کہ آپ اس منافق کی نماز پڑھتے ہین حالانکہ حقتعالیٰ نے آپ کو اس سے منع کیا ہے رسولخدا نے فرمایا دور ہو اے
عمر مجھ سے اور نماز پڑھنے دے زیادہ مبالغہ کیا تو فرمایا حقتعالے نے مجھکو اختیار دیا ہے اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ کہ طلب
آمرزش کر انکے لئے یا نکر ان تستغفر لهم سبعین مرۃ اگر استغفار کرے انکے لئے ستر مرتبہ۔ پس حضرت نے فرمایا کہ اگر مین جانتا کہ ستر مرتبہ سے
زیادہ استغفار کرنے مین حقتعالے اسکو بخشدیگا تو زیادہ استغفار کرتا غرض حضرت نے اُسپر نماز پڑھی بعد ازان آیہ نہی صلوۃ نازل
ہوئی۔ عمر کہتے ہین کہ مجھکو آنحضرت پر اسقدر جرأت کرنے سے تعجب ہوتا ہے یہ روایت صحیحین کی ہے ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ عمر کی
اس جرأت (گستاخی) پر اور لوگ بھی تعجب کرتے تھے اور بطریق شیعہ حضرت صادق علیہ السلام سے نقل ہے کہ حضرت رسولخدا
صلے اللہ علیہ وآلہ عبیداللہ پسر عبداللہ کے تالیف قلب کے لئے اُسکے جنازہ پر حاضر ہوئے عمر نے کہا آیا خدا نے تمکو اسکی قبر پر کھڑے ہونے سے منع
نہین کیا حضرت نے کچھ جواب نہ دیا تو اُس نے پھر تکرار کیا فرمایا وائے ہو تجھپر تو کیا جانے کہ مینے اسپر کیا کہا مینے یہ کہا کہ خداوندا اسکی قبر کو آتش
سے پُر کر اور اسکے بدن کو آتش جہنم مین جلا حضرت صادق کہتے ہین کہ عمر نے مصلحت رسولؐ کو بگاڑ دیا اور وہ امر حضرت سے ظاہر کرایا جسکو
آپ اسکے بیٹے کی دلشکنی کے خیال سے ظاہر کرنا نہین چاہتے تھے واضح رہے کہ یہ عبیداللہ پسر عبداللہ وہ شخص ہے کہ جب عبداللہ
مذکور نے ایک سفر مین کہا کہ ابکے یہانسے لوٹ کر مدینہ جائین تو عزیز تر ہمارا (یعنی خود) ذلیل تر کو یعنی پیغمبر کو وہانسے نکالدیگا تو یہ عبیداللہ تاک مین
رہا جب سواری مدینہ کے قریب پہنچی تو اُس نے آگے جا کر اپنے باپ کے سواری کے اونٹ کو روکا اور کہا قسم بخدا کہ تجھکو مدینہ جانا نہین ملیگا جب تک
حضرت رسولخدا اجازت ندین تا کہ تو بھی جان لے کہ عزیز تر کون ہے اور ذلیل تر کون وہ اسکو روکے کھڑا تھا اور لوگ انکا تماشا دیکھتے جاتے
تھے اور عبداللہ کہتا تھا انا انا اذل من الصبیان انا اذل من النساء مین بچون سے بھی زیادہ ذلیل ہون مین عورتون سے
بھی بدتر ہون اور وہ مومن اسکو نہ چھوڑتا تھا حتے کہ رسولخدا نے پہنچکر باپ کو بیٹے کے ہاتھ سے خلاصی دلوائی۔ اور نیز اسی عبیداللہ
نے کہین سے یہ سُنا کہ رسولخدا عبداللہ بن اُبی کو مروانا چاہتے ہین تو حاضر خدمت ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر آپ کو میرے باپ کا قتل

منظور ہے تو مجھکو حکم دیجیے کہ قبل اسکے کہ آپ اس مقام سے حرکت کرین مین اُسکا سر آپکے لئے کاٹ لاتا ہون باوجودیکہ قبیلہ خزرج مین اپنے باپ کے ساتھ نیکی کرنیوالا مجھ سے بڑھکر کوئی دوسرا نہین اور عرصہ سے وہ بجز میرے اور کسی کے ہاتھ کی کوئی شئے نہین کھاتا لیکن مجھکو خوف ہے کہ اگر کوئی اور شخص اُسکی گردن مارے تو مبادا مجھے صبر نہو سکے اور اُس سے بدلا لون اور اس سبب سے جہنم مین ڈالا جاؤن حضرت نے فرمایا اے عبد اللہ مین نے اُسکے قتل کا ارادہ نہین کیا بلکہ جب تک ہمارے درمیان رہیگا اُسکے ساتھ نیکی کرینگے۔ افسوس کہ حضرت عمر نے مصلحتِ پیغمبر کو اِس مومن پاک کے حق مین برہم کیا اور اُسکا دل دکھایا یعنی وہ کلمہ آپ سے کہلوایا جسکو آپ کہنا نہین چاہتے تھے **روضۃ الاحباب مین ہے** و بثبوت پیوستہ کہ بعد از انکہ ابن اُبَی را دفن کردہ بودند حضرت بر سر قبر وے برفت و فرمود تا آن را بیرون آوردند و سر وے بر کنارِ مبارک خود نہادند و آبِ دہن مبارک خود در دہان وے انداخت انتہے۔ ہر چند یہ بیہودہ روایت ہمارے نزدیک معتبر نہین لیکن چونکہ روضۃ احباب کی ہے اِسلئے الزاماً گذارش ہے کہ رسول اللہ کو تو ابن اُبی کی اسقدر خاطر منظور تھی کہ اُسکی لاش کو قبر سے نکلوا کر آبِ دہن اُسکے منہ مین ڈالا اور حضرت عمر کو اُسپر نماز پڑھنا بھی گوارا نہ تھا یہ صریح مخالفت و معاندت ہے رسولخدا کے ساتھ۔

ذکر مرض حضرت خیر الانام و پارہٗ از سوانح آن ایام مصیبت انجام۔ مرض الموت جسمین کہ آپنے رحمتِ خدائے ذوالجلال کی طرف انتقال فرمایا کوئی بارہ تیرہ روز مستمر رہا چونکہ تاریخ وفات بنا بر مشہور میان علمائے امامیہ ۲۸ صفر ۱۱ ہجری ہے اس سبب سے غالباً ۱۶ یا ۱۷ صفر سے یہ مرض شروع ہوا۔ مدارج النبوۃ مین ہے چونکہ وہ حضرت شدتِ مرض سے بار بار بیہوش ہوتے اور ہوش مین آتے تھے چلنا چاہتے تو اچھی طرح چل پھر نہین سکتے تھے اسلئے لوگ آپ کی بیماری کو ذات الجنب تجویز کرتے تھے۔ مگر آپنے اسکی تردید کی اور فرمایا کہ ذات الجنب شیطان سے ہے حقتعالے اسکو مجھپر مسلط نہین کرسکتا منقول ہے کہ ابتدائے مرض مین رسولخدا مامور ہوئے کہ اہل گورستان بقیع کے لئے دعائے مغفرت کرین پس دستِ مبارک امیر المومنین کا پکڑ کر اسطرف کو روانہ ہوئے صحابہ حضرت کے پیچھے پیچھے جاتے تھے جنۃ البقیع مین پہنچے تو فرمایا السَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْقُبُورِ گوارا و مبارک ہو تمکو یہ حالت جسمین کہ ہو کیونکہ تم فتنون سے پناہ مین ہو جو خلقت کو پیش آنیوالے ہین تحقیق کہ فتنہائے بسیار مثل پارہ ہائے شب تار لوگون کی طرف متوجہ ہین پس دیر تک کھڑے ہوئے اُنکے لئے طلب آمرزش کرتے رہے پھر امیر المومنین سے فرمایا کہ جبرئیل ہر سال قرآن کو ایک مرتبہ مجھپر عرض کرتے تھے اِلّا امسال کہ دو مرتبہ عرض کیا لہذا میرا گمان یہ ہے کہ اجل میری نزدیک پہنچی یا علیؑ حقتعالی نے مجھکو اختیار دیا کہ چاہون تو دنیا مین رہون اور خزانہائے روئے زمین میرے قبض و تصرف مین ہون ورنہ بہشتِ برین کو جاؤن اور ملاقات پروردگار پر فائز ہون۔ پس مینے ملاقات اپنے پروردگار کی اختیار کی جسوقت کہ مین جان بحق ہون تو غسل دینا اور میری ستر پوشی کرنا کیونکہ جو کوئی میرے عورتین پر نگاہ کرے گا نابینا ہو جائیگا۔ پس مراجعت فرمائی بیت الشرف ہوئے مرض آنحضرت کا سخت و شدید ہوتا جاتا تھا تین روز بعد عصابہ سر مبارک پر باندھکر امیر المومنین اور فضل بن عباس کے سہارے سے برآمد ہوئے اور ممبر پر جاکر کہا لوگو مین تمہارے درمیان سے جاتا ہون جسکے ساتھ میرا کوئی وعدہ ہو یا جسکا میرے ذمہ کچھ قرضہ ہو وہ آئے اور مجھکو آگاہ کرے ایہا الناس

کوئی شئے بجز اعمالِ خیر کے بندگانِ خدا کو عذاب سے نہین بچا سکتی پس اگر کوئی یہ دعوے کرے کہ بغیر عملِ خیر کے رستگار ہو جاؤن یا آرزو کرے کہ بے طاعتِ خدا اُسکی رضا حاصل کرسکون محض باطل ہے قسم بخدائے عزوجل کہ سوائے نیک اعمال کے کوئی چیز عذاب خدا سے نجات نہوالی نہین حتے کہ اگر مین بھی معصیتِ خدا کرون تو جہنم مین بھیجدیا جاؤنگا۔ پس فرمایا پروردگارا مین نے تیری رسالت ادا کی۔ پس ممبر سے اُترے اور نماز خفیف و سبک بجماعت ادا کر کے حضرت ام سلمہؓ کے گھر مین داخل ہوئے ایک روز یا دو روز وہان رہکر حجرہ عائشہ مین تشریف لائے مرض آنحضرت کا دن بدن زیادہ ہوتا جاتا تھا۔ ایک روز بوقت صبح بلال نے آواز دی آپ اُسوقت متوجہ عالمِ قدس تھے مطلع نہوئے عائشہ نے کہا ابوبکر کو کہو نماز پڑھائے حفصہ نے کہا عمر کو کہو یہ آوازین گوشِ مبارک مین پہنچین اور غرض فاسد انکی معلوم ہوئی نہ تو فرمایا خاموش رہو تم اُن عورتون کے مشابہ ہو جو یوسف کو گمراہ کرنا چاہتی تھین۔ آپنے ابوبکر و عمر کو اس سے پہلے لشکر اسامہ مین تعین کیا تھا اُسوقت انکی بیٹیون کی باتون سے معلوم کیا کہ وہ مدینہ مین فتنہ و فساد کو موجود ہین نہایت دلگیر ہوئے اور بدین خیال کہ مبادا انکی نماز دلو مین اشتباہ پیدا کرے اُسی شدتِ مرض مین امیر المومنین اور فضل کے شانے پر ہاتھ رکھکر پیر زمین پر کھسیٹتے ہوئے مسجد مین تشریف لائے محراب مین پہنچے تو دیکھا ابوبکر نے مسبقت کی ہے دستِ مبارک سے اشارہ کیا کہ پیچھے ہٹو اور خود محراب مین بیٹھکر نماز شروع کی بعد فراغت دولتخانہ کو مراجعت فرمائی اور ابوبکر و عمر وغیرہ کو بلا کر فرمایا مینے تمکو امر نہین کیا کہ لشکر اسامہ کے ساتھ جاؤ ابوبکر نے کہا مین گیا تھا اِلّا واپس آیا کہ ایکبار پھر آپ کو دیکھلون عمر نے کہا مینے نچاہا کہ آپ کی بیماری کی خبر اورون سے سنون اسلئے نہین گیا حضرت نے فرمایا جاؤ لشکر اسامہ کیجاؤ پھر تین مرتبہ فرمایا لَعَنَ اللهُ مَنْ تَخَلَّفَ جَيْشَ أُسَامَة جناب امیرؑ کہتے ہین کہ حضرت رسالت پناہ نے لشکر اسامہ کے ساتھ اُن لوگون کو بھیجا تھا جو مجھ سے بغض و عناد رکھتے تھے اور مین نے راہِ خدا مین اُن کے عزیز و اقارب کو قتل کیا تھا اور جو لوگ کہ میرے ساتھ محبت رکھتے تھے اور اُن کے سینے میری طرف سے صاف تھے اُنکو اپنے پاس مدینہ مین ٹھہرالیا تھا۔ تاکہ کوئی مفسد میرے خلاف فتنہ پردازی نکرنے پائے لیکن یہ لوگ وہانسے لوٹ آئے اور میری بیعت کو جو خدا اور رسولؐ نے انکی گردنون مین ڈالی تھی توڑ ڈالا اور جسکے ساتھ چاہا بیعت کرلی حالانکہ مین آنحضرت کی تجہیز و تکفین مین کہ امر اہم تھا مصروف رہا اور اُنہون نے اپنا کام محکم کیا۔ غرض مسجد مین جانیکی تکان اور اس غم و اندوہ کے سبب سے رسول اللہ کو غش آگیا مسلمان رونے لگے اور صدائے آہ و بکا اہلخانہ ملایک آشیانہ اُس جناب سے بلند ہوئی۔ پس چشم مبارک کھولی اور فرمایا میرے پاس دوات و قلم و شانہ گوسفند حاضر کرو کہ ایک نامہ لکھون تاکہ گمراہ نہو ایک شخص اُٹھا کہ قلم دوات لائے عمر نے کہا بیٹھ جا یہ ہذیان بکتے ہین اور بیماری نے اِن پر غلبہ کیا ہے ہمکو کتاب خدا کافی ہے۔ پس حاضرین مین اختلاف ہوا بعض کہتے تھے کہ عمر درست کہتے ہین ہمکو کتاب اللہ کافی ہے باقیون نے کہا اسوقت پیغمبر خدا کے خلاف ذکر و جو مانگتے ہین حاضر کرنا چاہئے بس اسمین نزاع ہوئی دوبارہ دریافت کیا کہ جو کچھ آپ طلب کرتے ہین حاضر کرین فرمایا مجھکو یہ باتین تمسے سنکر حاجت نہین کہ وہ کاغذ لکھون اِلّا تمکو وصیت کرتا ہون کہ میرے اہلبیت کے ساتھ نیک سلوک کرنا یہ کہکر روئے مبارک انکی طرف سے پھیر لی اور یہ لوگ اپنے اپنے گھرون کو چلے گئے۔ ابو سعید خدری سے منقول ہے کہ انہون نے کہا کہ مین خدمتِ جناب رسولخدا

مین حاضر ہوا دہ جناب ایک چادر اوڑھے تھے اور اسقدر حرارت تپ کی تھی کہ اُسکے اوپر سے بدنِ شریف پر ہاتھ نرکھا جاتا تھا مجھکو یہ دیکھکر تعجب ہوا حضرت نے فرمایا انبیاء کی بلاؤن کی برابر کسی کی بلا سخت نہین ہوتی جیسا اُنکی بلائین سخت ہین ویسے ہی اِن کے اجر بھی زیادہ ہین۔ کہتے ہین کہ یہ شدتِ حرارت اثر اُس زہر کا تھا جو خیبر مین زنِ یہودیہ نے آپ کو کھلایا تھا چنانچہ ہر سال آپ اِسکی وجہ سے فصد کراتے تھے اِس مرتبہ اُسکا زور زیادہ ہوا اور آپنے وفات پائی اور حکمت اِسمین یہ تھی کہ پیغمبر کو سعادت شہادت بھی حاصل ہو شیخ مفید علیہ الرحمہ نے روایت کی ہے کہ جب مجمع اصحاب اُس جناب کے پاس سے متفرق ہوگیا اور فقط امیر المومنینؑ اور عباس اور خاص اہلبیت آپکے باقی رہگئے تو عباس نے کہا یا رسول اللہ اگر آپکے بعد امرِ خلافت ہمارے درمیان رہنے والا ہے تو ہمکو اسکی بشارت دیں اور جو علمِ نبوت سے آپکو معلوم ہے کہ یہ لوگ اسپر غالب آئینگے تو ہمارے لئے انکو وصیت کر جائین حضرت نے فرمایا تمکو میرے بعد ضعیف کرینگے اور غلبہ پائینگے یہ سُنکر تمام اہلبیت گریان ہوئے اور اُس جناب کی زندگی سے قطع امید کی۔ اور سُنّی و شیعہ نے نقل کیا ہے کہ حضرت رسولخدا نے عباس رضی سے فرمایا اے عمو تم میری وصیت قبول کرتے ہو کہ میرا قرض ادا اور میرے وعدے وفا کرو اور مجھکو بری الذمہ فرماؤ اور میرے وصی ہو میرے اہلبیت پر عباسؓ نے عرض کی یا رسول اللہ مین مردِ پیر و عیالدار ہون اور آپ سخاوت و بخشش مین مثل بادِ بہار و ابرِ آذار میرا مال کفایت نہین کرتا کہ آپکے وعدون کو وفا اور آپکی بخششون کو پورا کرون پس حضرت امیر المومنینؑ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا یا اخی انت تقبل وصیتی و تنجز عدتی و تقضی دینی و تقوم بامر اھلی من بعدی اے برادر تم میری وصیت قبول کرتے ہو کہ میرے وعدون کو وفا اور میرے قرض کو ادا کرو اور میرے بعد میرے اہل و عیال کے خبر گیران رہو۔ اُسوقت گریہ امیر المومنینؑ پر غالب ہوا بحدیکہ شدتِ گریہ سے بولا نہ جاتا تھا بکمال دشواری اپنے تئین ضبط کرکے کہا ہان یا رسول اللہ میرے مان باپ آپ پر فدا ہون ارشاد کیا اے علیؑ تم میرے بھائی ہو دنیا و آخرت مین اور وصی و خلیفہ ہو میرے بعد میرے اہل اور میری امت پر پس فرمایا اے بلال میرا خود ذوالجبنین اور زرہ ذات الفضول اور علم عقاب اور شمشیر ذوالفقار حاضر کر اور عمامہ سحاب اور دوسرا عمامہ طحمیہ اور چادر اور ابرقہ اور عصائے خورد اور عصائے کلان ممشوق نام یہ تمام اشیاء لے آ عباس کہتے ہین کہ مینے یہ ابرقہ اِس سے پہلے کبھی نہین دیکھا تھا جب اُسکو لاکر رکھا تو نزدیک تھا کہ اُسکے نور سے آنکھین خیرہ ہو جائین پس حضرت نے فرمایا یا علیؑ یہ ابرقہ جبرئیل میرے لئے لائے اور کہا اِسکو حلقہائے زرہ کے اندر مثل تکیہ کے کمر پر باندھو پس دو جوڑے نعلین عربی کے منگائے ایک مین پیوند لگا تھا دوسرا ثابت تھا اور پیراہن جو کہ شب معراج زیب بدن کیا تھا اور ایک اور کرتا کہ بروز احد پہنا تھا اور تین کلاہ منگائین ایک جو سفر مین پہنتے تھے۔ دوسری روز ہائے عید کو زینتِ سر فرماتے۔ تیسری وہ تھی کہ اُسکو پہنکر اصحاب کے درمیان بیٹھتے تھے۔ بعد ازان فرمایا اے بلال میرے دو استر (خچر) ایک شہبا دوسرا دلدل حاضر کر اور دو ناقے غضبا و صہبا لا اور دو گھوڑے جناح و حیزوم لے آ۔ راوی کہتا ہے کہ جناح وہ اسپ تھا کہ جسکو مسجد رسول اللہ پر کھڑا رکھتے تھے جب حضرت کسی کو ضروری کام کو بھیجتے تھے تو وہ اُسپر سوار ہوتا تھا اور حیزوم ایک اسپ تھا کہ بروز احد رسولخدا اُسپر سوار تھے اور جبرئیل ما بین آسمان و زمین سے اسکو کہتے تھے اَقْدِمْ یا حَیْزُوم آگے بڑھو اے حیزوم۔ اور

وصایت جناب رسالتمآب علیہ السلام

تفصیل اشیا کہ در وقت وصیت آنحضرت بحضرت امیر دادند

اپنا حمار یعفور نام منگایا پس امیر المومنینؑ کو فرمایا یا علیؑ اُٹھو اور ان اشیاء پر میری حیات مین سب کے سامنے تمام کی شہادت سے قبضہ کرو تاکہ کوئی میرے بعد تمسے اِس مین نزاع نہ کرسکے امیر المومنینؑ فرماتے ہین کہ مین اُٹھا اور شدتِ الم سے میرے پاؤن مین طاقتِ رفتار بھی نتھی لڑکھڑاتا گیا اور اِن تمام اشیاء کو اپنے گھر بھوا لیگیا۔ واپس آیا تو حضرت نے انگشتر مبارک اپنی انگلی سے نکالکر میری انگلی مین پہنائی۔ اُسوقت بنی ہاشم و دیگر مسلمان حجرۂ ہمایون مین بھرے ہوئے تھے اور شدتِ ضعف سے سرِ مبارک راست چپ کو ہل رہا تھا ایک جگہ قائم نہ تھا۔ پس بآواز بلند کہ سب نے سُنا فرمایا اے مسلمانو علیؑ میرا بھائی اور وصی و خلیفہ ہے میرے اہلبیت اور میری امت پر وہ میرے قرضون کو ادا اور میرے وعدونکو پورا کریگا اے گروہ حاضرین علیؑ کو دشمن نرکھو اور اسکے حکم کے خلاف نہ کرو کہ گمراہ ہو جاؤ گے اور حسد و رشک اِسپر نہ کرو اور اسے چھوڑکر دوسری طرف مائل نہو کہ کفر تمپر عاید ہوگا۔ اور بسند معتبر امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب وقت وفات حضرت رسولخدا کا قریب پہنچا تو جبرئیل جانب رب جلیل سے ایک نامہ لائے اور ملائکہ مقرب اُن کے ساتھ تھے پس کہا یا محمد جو لوگ تمہارے پاس ہین اُنکو کہو کہ باہر جائین الّا وصی تمہارے علیؑ بن ابیطالب ٹھہرے رہین تاکہ اِس نامۂ آسمانی کو ہمسے لین پس تمام حاضرین اُٹھ گئے صرف امیر المومنینؑ رہے اور جناب سیدہؑ دروازہ پر تھین پس جبرئیلؑ نے کہا کہ اے محمد حقتعالی تمکو سلام پہنچاتا ہے اور ارشاد کرتا ہے کہ یہ وہ عہد ہے کہ شب معراج تمہارے ساتھ قرار پایا تھا اور ملائکہ کو اُسپر گواہ کیا تھا۔ ہر چند مین کافی ہون شہادت کے لئے حضرت رسولخدا نے یہ کلام جبرئیل سے سُنا تو ہیبت سے اِس کلام کے بند بند بدنِ اقدس کا کانپنے لگا اور فرمایا اے جبرئیل پروردگار میرا سالم ہے تمام نقصون اور عیبون سے اور اُسکی طرف سے ہین تمام سلامتیین اور اُسی کی طرف رجوع ہوتے ہین تمام تحیہ و سلام راست فرمایا پروردگار عالم نے اور اپنے وعدہ کو وفا کیا پس وہ نامہ جبرئیل سے لیکر امیر المومنینؑ کے ہاتھ مین دیا کہ اِسکو کھولکر پڑھین پس آنحضرت نے اوّل سے آخر تک اُسکو قرأت کیا رسولخدا نے فرمایا یا علیؑ یہ عہدِ خدا ہے میرے ساتھ اور شرط ہے جو اُس جلّ شانہ نے مجھسے کی ہے پس آپ نے ادائے رسالت کیا اور شرط خیر خواہی بجالایا امیر المومنینؑ نے عرض کی میرے مان باپ آپ پر فدا ہون یا رسول اللہ مین گواہی دیتا ہون کہ آپنے تبلیغِ رسالت بوجہ احسن فرمائی اور حقِ خیر خواہئ اُمّت بجالائے گواہی دیتے ہین اِسپر چشم و گوش میرے اور خون و گوشت میرا پس جبرئیل نے کہا انا لکما علٰی ذٰلک من الشاھدین مین تم دونو کا اِن باتونپر گواہ ہون پس حضرت رسولخدا نے فرمایا یا علیؑ عہد خدا کو جو اِسمین ہے وفا کرنا اور خدا و رسول اور اُن کے دوستون کا دوست رہنا اور اُن کے دشمنون کا دشمن اور صبر کرنا اُن مصائب پر جو تمپر وارد ہون بہ تحقیق کہ تمہارا حق غصب کرینگے اور خمس تمکو نہ دینگے اور حرمت تمہاری کہ حرمت خدا و رسول ہے ضائع کرینگے پس تم غصہ کو اپنے ضبط کرنا پس جبرئیلؑ نے کہا یا رسول اللہ اُنکو کہدیجیے کہ اُنکی ہتک حرمت کرینگے اور اُنکی ریش کو اِن کے سر کے خون سے رنگین کرینگے حضرت امیر المومنینؑ فرماتے ہین کہ مین یہ باتین سُنکر مدہوش ہوتا تھا پس عرض کی مینے کہ قبول کیا مینے یا رسول اللہ اور راضی ہون اِسپر ہر چند کہ میری حرمت کو ضائع کرین اور سُنتہائے رسولؐ کو معطل کرین اور کتابِ خدا کو پھاڑ ڈالین اور کعبۂ خدا کو گرا دین اور میری ڈاڑھی کو میرے خون سے خضاب کرین مین اِن سب باتون پر صبر کرونگا اور امید اجر و ثواب درگاہِ خدا سے رکھونگا

نامہ آسمانی برای آنحضرت آمدہ

پس رسولخدا نے حضرت فاطمہ زہرا و حسنین علیہم السلام کو بلایا اور جو مصائب اُنکو پیش آنیوالے تھے اُنسے آگاہ کیا۔ اُنہون نے بھی قبول کیا
اور وعدہ صبر فرمایا پس وصیت نامہ کو طلائے بہشت سے جسے آگ کی آنچ نہ لگی تھی مہر کیا اور امیر المومنین کے سپرد کیا۔ راوی کہتا ہے
کہ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اُس نامہ مین تمام سنن و احکام خدا و رسولؐ مندرج تھے اور تمام حالات اُنحضرتؐ کو پیش آنیوالے تھے غصب
خلافت وغیرہ سے یک بیک مصرح تھے۔ چنانچہ حقتعالیٰ فرماتا ہے اِنَّا نَحْنُ نُحْیِ الْمَوْتٰی وَنَکْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ وَكُلَّ شَیْءٍ
اَحْصَیْنٰهُ فِیْٓ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ یعنی تحقیق کہ ہم مُردون کو زندہ کرتے ہین اور لکھتے ہین جو کچھ وہ آگے بھیجتے ہین اور اُنکے آثار اور اُن تمام اشیاء
کو جنکو احصار و احاطہ کیا ہمنے امام مبین مین یعنی لوح محفوظ یا امیر المومنینؑ ہین۔ **نیز** حدیث مین ہے کہ حضرت رسولخدا نے بلال کو
فرمایا کہ مسجد مین لوگون کو جمع کر پس عمامہ سرِ انور پر باندھا اور باہر تشریف لائے در آنحالیکہ کمان پر تکیہ کئے تھے پس ممبر پر رونق افروز
ہوئے اور بعد حمد و ثنائے الٰہی فرمایا اے گروہِ اصحاب کیسا پیغمبر تھا مین تمہارے لئے آیا مین نے تمہارے ساتھ ہو کر راہِ خدا مین
جہاد نہین کیا کیا جہاد مین میرے دانت نہین ٹوٹے میری پیشانی خاک آلود نہین ہوئی اور میرے مُنہہ پر خون نہین بہا اور کیا
میری ریش خون سے رنگین نہین ہوئی آیا مین نے سنگ گرسنگی شکم پر نہین باندھا تمام حاضرین نے عرض کی یا رسولؐ اللہ جو کچھ
آپ فرماتے ہین حق و صدق ہے حقتعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے حضرت نے فرمایا خدا تمکو بھی جزا خیر دے پھر ارشاد کیا کہ حقتعالےٰ نے
فرمایا ہے کہ کسی ظالم کا ظلم اس سے نہین گذرے گا اور قسم یاد کی ہے کہ وہ ہر ایک سے اُسکا انتقام لیگا پس مین تمکو قسم دیتا ہون خدائے عزوجل
کی کہ جسکو مجھ سے کچھ ایذا پہنچی ہو اُٹھے اور مجھ سے قصاص لے کیونکہ میرے نزدیک قصاصِ آخرت سے کہ انبیاء و ملائکہ کے سامنے ہوگا
دنیا کا قصاص بہتر ہے پس ایک شخص کہ نام اُسکا سوادہ بن قیس تھا اُٹھا اور عرض کی یا رسولؐ اللہ میرے مان باپ آپ پر فدا ہون
ایک روز آپ طائف سے تشریف لا رہے تھے اور مین حضرت کے استقبال کو گیا تھا آپ نے عصا اُٹھایا کہ اپنے ناقہ کو مارین وہ عصا میرے
شکم پر لگا معلوم نہین کہ عمداً مجھکو مارا یا سہواً حضرت نے فرمایا معاذ اللہ کہ مین جان کر تجھکو مارتا اور بلال سے فرمایا کہ وہ عصا فاطمہؑ کے
گھر سے لے آ بلال نے مسجد سے نکلکر مدینہ کے بازارون مین پکار دیا ایہا الناس وہ کون ہے کہ قبل قیامت اپنے نفس پر قصاص
چاہے رسولخدا صلے اللہ علیہ و آلہ قبل روزِ جزا اپنے تئین معرضِ قصاص مین لائے ہین پھر درِ دولت جناب سیدہؑ پر جا کر وہ عصا طلب کیا
جناب معصومہؑ نے کہا رسولؐ اللہ کا یہ وقت عصا کے کار فرمائی کا نہین عصا کیا ہوگا بلال نے عرض کی کہ آپ کو خبر نہین کہ حضرت مسجد
مین تشریف لائے ہین اور سب کو دواع کرتے ہین وداع کا نام سُنکر حضرت فاطمہؑ رونے لگین اور بلال عصا لیکر مسجد مین آئے حضرت نے
فرمایا وہ مردِ پیر کہان گیا اُس نے عرض کی میرے مان باپ آپ پر فدا ہون حاضر ہون فرمایا نزدیک آ اور مجھ سے قصاص لے تا کہ تو
راضی ہو اُس نے عرض کی یا رسولؐ اللہ آپ اپنا شکم مبارک کھولین حضرت نے شکم محترم کھولا تو اُس نے عرض کی اگر اجازت ہو تو مین
آپکے شکم کا بوسہ لون اجازت ملی تو اُس نے بوسۂ شکم لیکر کہا کہ پناہ چاہتا ہون روزِ قیامت کی آتشِ جہنم سے ساتھ موضع قصاص شکم حضرت
رسولخدا کے حضرت نے فرمایا اے سوادہ قصاص لیتا ہے یا عفو کرتا ہے عرض کی یا رسولؐ اللہ مینے عفو کیا پس حضرت ممبر سے اُتر کر خانۂ اُم سلمہؓ

قصاص رسول خدا

حکایت سوادہ بن قیس

مین داخل ہوئے اور دعا کرتے تھے خداوندا تو اس امت کو آتشِ جہنم سے بچائیو روزِ حساب و جزا انپر آسان کیجیو پھر فرمایا اے ام سلمہؓ جبرئیل
خبر مرگ میرے لئے لائے ہین پس تمپر سلام ہو کہ اسکے بعد تم محمدؐ کی آواز نہ سُنو گی حضرت ام سلمہؓ نے جو یہ خبر محنت اثر حضرت سے سُنی بیتاب ہو کر رونے
اور اشک بہانے لگین کہ یہ کیسی مصیبت ہمپر آئی جسکا کچھ تدارک نہین ہو سکتا۔ نقل ہے کہ دورانِ مرض مین ایک روز امیر المومنینؑ کسی کار
ضروری کو باہر تشریف لیگئے تھے حضرت رسولخدا نے اُس جناب کو نہ پایا تو فرمایا اُدْعُوْا لِیْ اَخِیْ وَحَبِیْبِیْ وَصَاحِبِیْ کہ میرے بھائی اور میرے
دوست اور صاحب کو میرے لئے طلب کرو عائشہ نے ابوبکر کو اور حفصہ نے عمر کو بلوایا جب یہ دونو صاحب سامنے گئے تو روئے مبارک کو اُنکی طرف
سے پھیر لیا تھوڑی دیر کے بعد پھر وہی ارشاد کیا کہ میرے حبیب و خلیل اور میرے بھائی کو بلاؤ شیخین پھر اپنی بیٹیون کے اشارہ سے حاضرِ بارگاہ
ہوئے پھر حضرت نے اعراض فرمایا۔ اسوقت ام سلمہؓ نے کہا کہ علی علیہ السلام کو بلواؤ وہ اُن کے سوا کسی کو نہین چاہتے پس آدمی گیا اور حضرت
امیر کو بلا لایا۔ حضرت رسولخدا نے آپ کو دیکھا تو اپنے آغوش مین لیلیا اور دہنِ مبارک اپنا اُنحضرت کے کان پر رکھکر بہت دیر تک چپ در کے اندر
آہستہ آہستہ باتین کرتے رہے اصحاب بیرونِ در کھڑے تھے جب فارغ ہوئے تو کہا یا علیؑ رسولؐ اللہ تمسے راز کہتے تھے فرمایا ہان ایکہزار باب علم کے
مجھکو تعلیم کئے کہ اُنسے ہزار باب اور مجھپر منکشف ہوئے بروایت دیگر فرمایا کہ ہزار باب حلال و حرام و علوم گذشتہ و آئندہ سے تا روزِ قیامت مجھکو
تلقین کئے کہ ہر ایک باب سے ایکہزار باب اور مجھپر کشادہ ہوئے چنانچہ مین لوگون کے مرنے اور اُن کے تمام مصائب سے اطلاع رکھتا ہون اور اُنکی
درمیان بحکمِ حق فیصلہ کرنے پر قادر ہون۔ **نیز** منقول ہے کہ حضرت رسولخدا نے امیر المومنینؑ کو سینۂ حقائق گنجینہ سے لگا کر کہا اے برادر جبکہ مین
دنیا سے مفارقت کرون تو یہ لوگ میرے غسل و کفن کی طرف متوجہ نہونگے اور میری لاش کو چھوڑ کر غصبِ خلافت مین مصروف ہو جائینگے
لیکن یا علیؑ تو اپنے حق کے طلب کے لئے اُنکے پیچھے نجائیو اور مجھ سے جدا نہونا تحقیق کہ تیری مثال اس امت مین خانہ کعبہ کی مانند ہے کہ اپنی جگہہ
پر قائم ہے اور لوگ ہر چہار طرف سے اُسکے طواف کو آتے ہین اے علیؑ تو علمِ ہدایت اور نورِ دین و روشنی آسمان و زمین ہے قسم بخدائے عزوجل کہ
مینے تیری ولایت و امامت و وجوبِ طاعت کو سب پر ظاہر کر دیا اور تمام سے اقرارِ انقیاد کا اور تیری بیعت کا لیا گو اُنہون نے بحسبِ ظاہر اُسکو
قبول کیا لیکن مین جانتا ہون کہ وفا نہ کرینگے پس تجھکو چاہیے کہ میرے مرنیکے بعد مجھکو غسل و کفن دے پھر نماز پڑھکر دفن کرے بعد ازان اپنے
گھر مین بیٹھکر قرآن کو بموجب ترتیبِ نزول جمع کرے اور کسی کی پروا نکر اور جورِ امت کو صبر و سکون سے برداشت کر جبتک مجھ سے ملحق ہو
پھر حضرت فاطمہ و حسنین علیہم السلام کو بلایا اور ایک ہاتھ سے فاطمہؑ اور دوسرے سے امیر المومنینؑ کا ہاتھ اپنے دستِ مبارک مین پکڑ کر بہ نگاہ
حسرت اُنکی طرف دیکھتے رہے اور قطراتِ اشک دیدۂ حق بین سے جاری تھے۔ بات کرنی چاہتے تھے لیکن شدتِ گریہ مانع تھی پس
اہلبیتِ رسالت مین غلغلہ پڑ گیا اور شور و فریاد بلند ہوا حضرت فاطمہؑ روتی تھین اور بیتابانہ عرض کرتی تھین اے پدر بزرگوار میرے آپ کے گریہ سے
سینۂ فاطمہ چاک چاک ہوا جاتا ہے اور آتشِ حسرت روشن ہو کر میرے جگر کو جلائے دیتی ہے اے سید و سردارِ پیمبران و اے بہترین آیندگان
و گذشتگان و امینِ خداوند رحمان و حبیبِ ملکِ منان بعد تمہارے کون میرے بچون کی حمایت کریگا اور جو ذلتین کہ امت سے ہمکو
پہنچنے والی ہین اُنمین کون ہمارا مددگار ہوگا اور تمہارے بھائی علیؑ ابن ابیطالب کی کہ تمہارے دین کے ناصر و مددگار ہین کون نصرت و یاری

تعلیم ہزار باب علم بامیر المومنین

وداع فرمودن رسول خدا اہلبیت خود را

کریگا تمہارے بعد وحی خدا منقطع ہو جائیگی اور احکام آسمانی نازل نہونگے پس سینۂ مبارک آنحضرت سے لپٹ گئیں اور روئے انور کے بوسے لیتی تھین اور دریائے اشک آنکھونسے جاری تھا پس حضرت نے فاطمہ کا ہاتھ امیر المومنین کے ہاتھ مین دیا اور فرمایا یا علی یہ امانت خدا ہے تمہارے پاس حرمت خدا اور میری حرمت کو اسکے مقدمہ مین رعایت کرو اور مجھکو یقین ہے کہ تم رعایت کروگے اے علی فاطمہ بہترین زنان بہشت ہے اور اسکا رتبہ خدا کے نزدیک مریم بنت عمران کے مرتبہ سے زیادہ ہے جس سے فاطمہ راضی ہے مین اُس سے راضی ہون اور حق جل و علا و ملائکہ ارض و سما اُس سے راضی ہین وائے ہے اُسپر جو اسکو ستائے اور اسکا حق غصب کرے اور ویل و عذاب ہے اُسکے لیے جو اسکی ہتک حرمت کرے اور برا حال ہے اسکا جو اسکے گھر کا دروازہ جلائے اور عذاب الیم ہے اُسپر جو اسکو ایذا و اہانت پہنچائے اور درجۂ زیرین جہنم ہے اُسکے واسطے جو اس سے نزاع کرے حضرت امام موسیٰ کاظم اس قسم کے روایت نقل کرنیکے بعد گریان ہوئے اور فرمایا اے مادر گرامی افسوس کہ تمہاری حرمت کو ضایع کیا اور تمہارے در عز و شرف کو توڑا اور حرمت خدا کو تمہارے حق مین رعایت نکیا۔ پس رسولخدا نے جناب فاطمہ کی تسلی کی اور صبر و سکون کی انکو وصیت فرمائی پھر فرمایا اے فاطمہ حقتعالی نے برگزیدہ کیا اور چن لیا تمام خلق سے تیرے باپ کو اور اُسکو پیغمبری بخشی پھر اختیار کیا تیرے شوہر علی ابن ابیطالب کو اور مجھکو امر کیا کہ تجھکو اسکی ساتھ تزویج کرون پس مینے بحکم پروردگار اسکو وصی و جانشین اپنا کیا اے فاطمہ علی کا حق تمام مسلمانون پر سب سے زیادہ ہے اور اسکا اسلام تمام سے قدیم ہے اور اسکا علم و حلم سب سے بیشتر اور قدر و منزلت کا پلہ سب سے گران تر ہے اے فاطمہ علی میرا بھائی اور میرا برگزیدہ ہے اور باپ ہے میرے فرزندون کا بہ تحقیق کہ حقتعالی نے اسکو وہ نیک خصلتین بخشی ہین کہ اس سے پہلے کسی کو نہین بخشی اور نہ اسکے بعد کسی کو بخشے گا جناب فاطمہ یہ سنکر شاد ہوگئین پھر حضرت نے فرمایا اے فاطمہ صبر کر اور آگاہ رہ کہ تیرا باپ جلد تجھسے جدا ہو کر اپنے پروردگار کے پاس جانیوالا ہے فاطمہ نے عرض کی اے پدر اول مجھکو مسرور کیا۔ اور آخر مین محزون فرمایا۔ ارشاد کیا اے دختر دنیا کے کام ایسے ہی ہین یہان کی شادی و غم باہم توام ہین اور اسکی صفائی کدورت کے ساتھ آمیختہ ہے آیا اور بیان کرون تمہارے لئے اے بیٹی میری جناب سیدہ نے عرض کی بہت بہتر کچھ اور ارشاد فرمایئے رسولخدا صلے اللہ علیہ و آلہ نے فرمایا حقتعالی نے خلایق کو پیدا کیا اور انکی دو قسمین کین مجھکو اور علی کو قسم افضل و اعلی مین رکھا پھر ان دو قسمون کے قبیلے قرار دئے تو ہمکو بہتر قبیلہ مین تعبیہ کیا پس ان قبیلون کے خاندان بنائے اور ہمکو عمدہ خاندان مین مقرر کیا اور اسمین سے مجھکو اور علی و حسن و حسین اور تمکو اے فاطمہ انتخاب کیا چنانچہ فرمایا ہے انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت الخ پس مین بہترین اولاد آدم ہون اور علی بہتر ہے ملک عرب کا اور تو بہتر ہے زنان عالم کی اور حسن و حسین سید و سردار جوانان بہشت ہین اور تمہاری نسل سے ہی مہدی آل محمد کہ حقتعالے اُسکی برکت سے زمین کو عدل سے معمور کریگا جبکہ ظلم و جور سے بھر گئی ہوگی مجلسی علیہ الرحمہ نے حیات القلوب مین روایت کی ہے کہ حضرت نے ام سلمہ سے فرمایا اے ام سلمہ میرے نور چشم فاطمہ زہرا کو بلاؤ یہ کہکر بیہوش ہوگئے جناب سیدہ نے آکر سید انبیا کو غش مین دیکھا تو رو رو کر کہنے لگین اے پدر بزرگوار میرے میری جان آپکی جان پر فدا ہو اور میری شکل آپکی صورت پر قربان ہین آپ پر آثار مرگ دیکھتی ہون آیا اپنی بیٹی سے بات نہین کرتے اور اسکو تسلی نہین دیتے آواز فاطمہ کی گوش مبارک مین پہنچی تو آنکھین کھولدین اور فرمایا اے دختر مین تمسے جدا ہوتا ہون

اور تمکو وداع کرتا ہون پس سلام ہو تمپر میرا جناب سیدہ نے پُر درد دل سے ایک آہ سرد کھینچکر کہا اے بابا جان مین بروز قیامت آپکو کہان پاؤن گی فرمایا جہان کہ خلقت کا حساب لین گے عرض کی اگر وہان نہلین تو کہان ڈھونڈون حضرت نے فرمایا مقام محمود مین مین ہان گنہگاران امت کی شفاعت کرتا ہونگا۔ عرض کی اگر وہان بھی نہ پاؤن حضرت نے فرمایا تو پل صراط پر تلاش کرنا کہ اُس روز میری اُمت صراط پر سے گذرے گی اور مین وہان کھڑا ہونگا اور میرے دہنی طرف جبرئیل اور بائین طرف میکائیل اور باقی ملائکہ آگے پیچھے کھڑے ہونگے اور وہ سب اس امت گنہگار کے لئے دعا کرتے ہونگے کہ خداوندا امت محمد کو سلامتی کے ساتھ پل صراط سے پار کر اور حساب کو انپر آسان فرما پھر جناب فاطمہ نے پوچھا کہ میری مان خدیجہ کبرے کس جگہہ ہین حضرت نے فرمایا کہ ایک قصر مین ہین کہ چار قصر بہشت کے دروازے اُسمین کھلتے ہین یہ فرماکر حضرت بیہوش ہوگئے ہوش مین آئے تو فرمایا کہ مجھکو فاطمہ کے گھر لیچلو جب وہان تشریف لائے تو سر مبارک اپنا جناب سیدہ کی گود مین رکھا امام حسن اور امام حسین حال زار اپنے جد بزرگوار کا دیکھکر رونے اور گھبرانے لگے حضرت نے انکو اپنے پاس بلایا اور دونو جگر گوشون کو گلے سے لگایا۔ امام حسن زیادہ روتے تھے فرمایا اے حسن گریہ نکر تیرا رونا مجھپر دشوار ہے اور میرے دل کو ٹکڑے ٹکڑے کرتا ہے بروایت دیگر دونو شاہزادون کو اپنے سینے سے لگایا اور ان دو گل بوستان رسالت کو سونگھتے تھے امیر المومنین کہتے ہین کہ مجھکو خوف ہوا کہ مبادا حضرت کی زحمت اور زیادتی کلفت کا باعث ہون پس مینے چاہا کہ انکو آپ کے سینہ سے جدا کرون فرمایا یا علی رہنے دو کہ مین انکو سونگھون اور یہ مجھکو استشمام کرین یہ میری ملاقات سے توشہ حاصل کرین اور مین ان کے دیدار سے ٹھنڈک پاؤن بتحقیق کہ میرے بعد مصائب عظیم اور بلائین سخت انکو پیش آنیوالی ہین خدا لعنت کرے اُسپر جو انکو ستائے اور جور و ستم انپر روا رکھے خداوندا مین حسنین کو تیرے سپرد کرتا ہون یا صالح المومنین یعنی حضرت امیر کے۔ پس ازواج مکرمات کو وداع کیا اور وصیت فرمائی اُن کو گھرون مین بیٹھنے اور اعمال خیر بجا لانیکی خصوصاً عائشہ و حفصہ کو بہت تاکید کی کہ فتنہ و فساد سے محترز رہین۔ معارج النبوۃ مین ہے کہ عائشہ نے التماس نصیحت کیا تو حضرت نے فرمایا اے عائشہ تمکو لازم ہے کہ اپنے گھر کے گوشہ مین قرار پکڑو اور صبر و صیانت پر کاربند ہو جیسا کہ حقتعالی فرماتا ہے وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى کہ اے زنان پیغمبر اپنے گھرون مین توقف کرو اور پہلی جاہلیت کی طرح اپنے تئین دکھاتی نہ پھرو۔ یہ سنکر عائشہ اسقدر روئی کہ حضرت رسالت پناہ کی آنکھون سے بھی اشک حسرت نکل پڑے

کیفیت وقوع حادثۂ کبرے و داہیۂ عظمے رحلت حضرت رسولخدا بفردوس اعلے

حدیث مین وارد ہے کہ عمار یاسر نے پوچھا یا رسول اللہ جب آپ دار دنیا سے دار البقا کو رحلت فرمائین تو کون آپ کو غسل دیگا فرمایا میرے غسل دینے والے علی ابن ابیطالب ہین جس عضو کو دھونا چاہینگے ملائکہ انکی مدد کرینگے پھر عرض کی میرے مان باپ آپ پر فدا ہون کون آپ پر نماز پڑھیگا حضرت رسولخدا امیر المومنین کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے پسر ابوطالب جب تم دیکھو کہ روح میرے بدن سے نکل گئی تو مجھکو اچھی طرح سے غسل دینا اور ان دو کپڑون مین جو میرے بدن پر ہین یا چادر مصری سفید یا برد یمانی مین مجھکو کفن کرنا لیکن میرا کفن بہت گران قیمت نہو بعد ازان میرا جنازہ اٹھا کر میری قبر کے پاس رکھدینا پس سب سے پہلے جو مجھپر نماز پڑھیگا خداوند جبار

ہوگا کہ اپنی عظمت وجلال سے مجھپر درود وصلوٰۃ بھیجیگا۔ اسکے بعد جبرئیل واسرافیل ومیکائیل معہ ملائکہ آسمان وزمین کہ سوائے رب العالمین کوئی انکا شمار وحساب نہین جانتا نماز پڑھین گے بعدازان میرے اہلبیت وازواج مجھپر نماز پڑھین یعنی مجھپر سلام بھیجین لیکن صدائے نالہ و فغان بلند نہ کرین اور مجھکو آزار نہ پہنچائین۔ **روایت** ہے کہ جبرئیل رسولخدا کے پاس بقدر چالیس درہم کافور بہشت لائے تھے پس حضرت نے اسکے تین حصے کئے ایک اپنے لئے رکھا دوسرا جناب امیرؑ کو تیسرا حصہ جناب فاطمہؑ کو مرحمت کیا۔ منقول ہے کہ جب وقت وفات سرور کائنات وخلاصۂ موجودات نزدیک پہنچا تو امیر المومنینؑ کو امر کیا یا علیؑ حکم خدا آگیا تم میرا سر اپنے دامن مین رکھو جب جان میرے بدن سے نکل جائے تو میرا کف دہن ہاتھ مین لو اور اپنے منھہ پر ملو اور جب تک کہ قبر مین دفن نکر لو میرے پاس سے جدا نہو اور مجھکو قبلہ رو کر دینا اور پھر میری تجہیز وتکفین کرنا پس مجھپر نماز پڑھنا اور میرے پاس سے جدا نہونا جبتک کہ مجھکو قبر مین دفن نکر دو یہ کہکر حضرت بیہوش ہوگئے اس اثنا مین کسی نے دروازہ پر دستک دی جناب سیدہ نے پوچھا کون ہے کہا مرد مسافر ہون چاہتا ہون کہ رسول اللہ کی خدمت مین حاضر ہون فرمایا اے بندۂ خدا یہ وقت ملاقات رسول اللہ کا نہین وہ حضرت اپنے مرض مین مشغول ہین بروایتے ملک الموت بشکل ایک اعرابی دروازہ پر آئے اور کہا السلام علیکم یا اھل بیت النبوۃ ومعدن الرسالۃ ومختلف الملائکۃ اجازت دو کہ مین اندر آؤن رحمت خدا ہو تمپر جناب سیدہ بالین پیغمبر پر حاضر تھین بولین آنحضرت کو طاقت ملاقات نہین دوبارہ اجازت چاہی وہی جواب پایا تیسری مرتبہ بصدائے مہیب کہ تمام اہلخانہ اسکو سنکر کانپ گئے خواستگار اجازت ہوئے اس مرتبہ حضرت رسولخدا نے غش سے آنکھین کھولدین کہا اے فاطمہ جانتی ہو کہ یہ کون شخص ہے یہ توڑنیوالا لذتون کا اور پراگندہ کرنیوالا جماعتون کا ہے بچون کو یتیم بناتا اور عورتون کو بیوہ کرتا ہے یہ فرشتہ موت ہے یہ احسان الٰہی ہے کہ تمہارے دروازہ پر طالب اجازت ہے اور بلا اجازت اندر نہین آتا۔ ورنہ جب اندر آتا ہے تو کوئی اسکو منع نہین کرسکتا باہر جاتا ہے تو کوئی روک نہین سکتا اسکو اجازت دو کہ اندر آئے پس ملک الموت اندر آئے اور کہا السلام علیک یا رسول اللہ فرمایا وعلیک السلام اے ملک الموت تم سے میری ایک حاجت ہے کہ تم میری روح قبض نکرنا جبتک کہ جبرئیل میرے پاس نہ آلین اور مین انسے ملاقات نہ کرلون پس ملک الموت باہر گئے اتنے مین جبرئیل امین آسمان سے نازل ہوئے اور ملک الموت سے کہا کہ روح محمد مصطفےٰؐ کو قبض کرو مگر نہین دیکھتے تم کہ دروازے آسمانون کے کھلے ہین اور حوران خلد برین نے زینت کی ہے پس جبرئیل معہ ملک الموت اندر آئے اور کہا سلام ہو تمپر میرا اے ابوالقاسم بہ تحقیق کہ حقتعالیٰ مشتاق تمہاری ملاقات کا ہے پس جبرئیل دست راست آنحضرت پر کھڑے ہوئے اور میکائیل دست چپ پر اور ملک الموت پیش رو مصروف قبض روح ہوا اسوقت رسولخدا نے اپنی ازواج معظمہ اور اپنے فرزندون کو وداع کیا اور حضرت فاطمہ کو نزدیک بلاکر انکے کان مین کچھ ارشاد کیا کہ وہ جناب گریان ہوئین دوبارہ ایک بات کہی تو مسکرانے لگین حاضرین نے سبب اس گریہ وخندہ کا دریافت کیا آنحضرت سے فرمایا اول بار مجھکو اپنی رحلت کی خبر دی یہ باعث گریہ تھا پھر فرمایا کہ تو دنیا میں بہت دنون زندہ نرہیگی اور میرے اہلبیت مین سب سے پہلے میرے پاس آئیگی اس سبب سے شاد وخندان ہوئی الغرض دم واپسین رسول اللہ نے ہاتھ بڑھا کر سر مبارک امیر المومنینؑ کو اپنے لحاف مین لیلیا اور دہن مبارک انکے کان پر رکھ اسرار الٰہی

وعلوم نامتناہی کہتے تھے کہ اسی حالت مین مرغ روح اقدس نے آشیانۂ عرش کی طرف پرواز کیا۔ امیر المومنینؑ نے سر لحاف سے نکالکر فرمایا کہ حقتعالیٰ تمکو ماتم پیغمبر مین اجر عظیم دے بتحقیق کہ آنحضرت نے رحمت خدائے لایزال کی طرف انتقال فرمایا پس بیت رسالت سے شور نالہ و بکا بلند ہوا جو مومن خالص الاعتقاد تھے اور غصب خلافت مین شریک نہوئے تھے وہ شریک ماتم وتعزیت رہے باقیون نے اپنی راہ لی ابن عباس کہتے ہین کہ مینے حضرت امیر المومنینؑ سے پوچھا کہ رسولخدا نے لحاف کے اندر تمسے کیا راز کہے فرمایا مجھکو ہزار باب علم کے تعلیم فرمائے کہ ہر باب سے ہزار باب اور کھلجاتے ہین **نیز** امیر المومنینؑ فرماتے ہین کہ میرا سوائے حضرت رسالت پناہ کے دنیا مین کوئی مونس وغمخوار و یار ومددگار نہ تھا جسپر کہ اعتماد کرتا اور امیدیاری ووفاداری اس سے رکھتا آنحضرت نے مجھکو بچپن مین پرورش کیا بڑا ہوکر کمالات نفسانی و علوم ربانی تعلیم فرمائے پس آپ کی وفات سے جو صدمۂ عظیم مجھپر پڑا میرا گمان یہ ہے اگر پہاڑون پر بھی وہ صدمہ پڑتا تو اسکی تاب نلاتے لوگونکا حال اس مصیبت مین مختلف تھا انکی اہلبیت کی تو یہ کیفیت تھی کہ اسقدر روتے پیٹتے اور بیقرار ہوتے تھے کہ صبر انسے جاتا رہا تھا۔ اور اپنے تئین سنبھال نہ سکتے تھے اور فرزندان عبد المطلب وباقی آدمیونکا یہ حال تھا کہ بعض انمین کہتے تھے کہ صبر کرو اور بعض انکے ساتھ روتے دھوتے تھے لیکن مینے باوجود اس کوہ غم کے جو مجھپر پڑا اپنے آپ کو ضبط کیا اور خاموش ہوا اور جو کچھ آنحضرت نے مجھکو وصیت فرمائی تھی اس مین مصروف ہوا حالانکہ میری آنکھون سے آنسو جاری تھے اور آہ جگر سوز سینہ سے نکلتی تھی تاانیکہ جو کچھ حقتعالیٰ نے مجھپر لازم کیا تھا۔ اسکو بجالایا اور رحمت الٰہی کا امیدوار ہوا غرض قبض روح اقدس کے بعد حضرت امیر متوجہ غسل اس جناب کے ہوئے اور جسطرح پر کہ حضرت رسالت پناہ نے انکو غسل ولادت اپنے دست مبارک سے دیا تھا اسیطرح آنحضرت نے آپ کو غسل میت اپنے ہاتھ سے دیا۔ ملائکہ جسم اطہر کو کروٹ دینے اور پہلو بدلنے مین آپکے مددگار تھے اور فضل بن عباس پانی لاتے تھے حضرت نے انکی آنکھون کو عصابہ (پٹی) باندھوادیا تھا کہ مبادا عورتین رسالت پناہ پر نظر پڑجائے اور نور بصارت جاتا رہے۔ حضرت امام رضاؑ فرماتے ہین کہ نہلانے مین کچھ پانی گوشۂ چشم رسولخدا مین باقی رہگیا تھا حضرت امیر المومنینؑ نے سر زبان سے اسکو چوس لیا اور فرمایا میرے ماں باپ تمپر فدا ہون یا رسول اللہ آپ زندگی مین اور وفات کے بعد ہر وقت طیب وپاکیزہ تھے۔ اور نیز حضرت نے فرمایا بابی انت وامی تم خاتم الرسل تھے تمہارے مرنے سے پیغمبری دنیا سے اٹھگئی اور وحی آسمانی منقطع ہوئی تحقیق کہ تمہاری مصیبت وہ مصیبت عظیم ہے جس سے اور مصیبتون کو تسلی ہوتی ہے اگر آپ رونے اور بیقرار ہونے سے ہمکو نہ منع کرجاتے تو مین جوئے اشک اپنی آنکھون سے بہاتا اور تمام رطوبت چشم کو اس مصیبت مین خرچ کر ڈالتا پس جو درد والم کہ ہمارے دلونمین متمکن ہے گو کتنا ہی ہو اس مصیبت کے مقابلہ مین تھوڑا ہے میرے ماں باپ تمپر فدا ہون یا رسول اللہ ہمکو فراموش نفرمائے اور اپنے پروردگار کے سامنے یاد کیجئے گا۔ غسل کے بعد کافور بہشت سے آپ کو حنوط کیا اور کفن پہنایا۔ شیخ کلینی وشیخ طوسی رحمۃ اللہ علیہما نے روایت کی ہے کہ تین پارچہ مین آپکو کفن دیا ایک چادر خیبری سرخ دو پارچہ یمنی سفید **نقل** ہے کہ شیطان ملعون چاہتا تھا کہ فریب دے اور غسل اس جناب سے مانع آئے چنانچہ سب نے سنا کہ کوئی کہتا ہے کہ تمہارے پیغمبر پاک و پاکیزہ تھے انکو حاجت غسل دینے کی نہین حضرت امیرؑ نے فرمایا دور ہو اے دشمن خدا ہمکو آنحضرت نے حکم دیا ہے کہ آپکو غسل دین اور کفن کرکے مدفون کرین کہ یہ سنت

ہے تمام مسلمان کے لئے تا بروز قیامت نیز ایک آواز آئی اور آواز دہندہ معلوم نہوتا تھا کہ گویا کوئی اموات اہلبیت علیہم السلام کو تعزیت کرتا ہے اور کہتا ہے سلام ہو تمپر اور رحمتِ خدا اور برکتین اُسکی کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ہر نفس موت کا مزہ چکھنے والا ہے تم اپنا اجر و ثواب صرف روز قیامت کو پاؤ گے۔ پس جو کہ دور کیا جائے آتش جہنم سے اور داخل ہووے بہشت مین پس وہ رستگار ہے اور نہین ہے زندگی دنیا مگر مایۂ فریب پس کہا کہ رحمت خدا ہر مصیبت مین صبر دلانیوالی ہے اور حقتعالیٰ خلف ہے ہر ایک ہلاک ہونیوالے کا اور اسکا ثواب تدارک کرتا ہے ہر امر فوت شدہ کا پس خدا پر بھروسہ کرو اور اسکے فضل کے امیدوار ہو بتحقیق کہ مبتلا مصیبت وہ شخص ہے کہ ثواب خدا سے محروم ہو اور سلام ہو تمپر اور رحمت خدا کی۔ حضرت امیر المومنینؑ نے یہ آواز سنکر فرمایا کہ یہ حضرت خضر علیہ السلام تھے کہ ہماری تعزیت اور تسلی کے لئے آئے تھے۔ امام محمد باقر و جعفر صادق علیہما السلام سے روایت ہے کہ حضرت رسولخدا نے امیر المومنینؑ کو وصیت کی تھی کہ یا علی جب مین جان بحق ہون تو تم چھ مشکین پانی کی چاہ عرس سے بھروا کر مجھکو اچھی طرح سے غسل دینا پھر کفن اور حنوط کرنا۔ اسوقت گریبانِ کفن پکڑ کر میری لاش کو بٹھاؤ اور جو چاہتے ہو سوال کرو کہ مجھ سے جو کچھ پوچھو گے اسکا جواب دونگا پس آنحضرت نے ایسا ہی کیا اس مقام پر بھی ایک ہزار باب علم کے باب مدینہ علم کو تعلیم فرمائے کہ اُنمین سے ہر ایک باب سے ہزار باب اور آنحضرت پر کھلتے تھے القصہ غسل و کفن کے بعد جنازہ فخر عالم کا تیار ہوا تو اول حقتعالے نے اپنی رحمتِ کاملہ اُسپر بھیجی پھر ملائکہ نے درود و صلوات کہی بعد ازان امیر المومنینؑ نے معہ اپنے اصحاب خاص کے نماز پڑھی بعد ازان دیگر مہاجرین و انصار کو اجازت دی وہ دس دس آدمی اندر آتے اور گرد اگرد جنازہ کے کھڑے ہوتے اور حضرت امیر اُنکے درمیان کھڑے ہو کر آیہ شریفہ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا کی تلاوت فرماتے پس وہ درود و صلوات آنحضرت پر بھیجتے اور باہر چلے جاتے تھے حتٰی کہ اہل مدینہ و نواح مدینہ تمام نے اسطرح آنحضرت پر نماز پڑھی۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کہتے ہین کہ حضرت امیر رسولخدا کے غسل و کفن سے فارغ ہوئے تو مجھکو اور ابوذر و مقداد کو اندر بلایا پس آپ آگے کھڑے ہوئے اور ہم معہ جناب سیدہ و امام حسنؑ و امام حسینؑ کے اُنکے پیچھے اور نماز جنازہ بجالائے۔ اسکے بعد دس دس صحابیون کو بلا کر درود و صلوات اُنسے کہلواتے تھے حتّٰی کہ تمام مہاجر و انصار نے اسطرح پر نماز ادا کی لیکن واقعی نماز وہی تھی جو ہم نے آنحضرت پر پڑھی روایت ہے کہ اہلِ خلاف چاہتے تھے کہ رسولخدا کو جنۃ البقیع مین دفن کرین اور ابوبکر آگے کھڑے ہو کر نماز جنازہ پڑھائین حضرت امیر نے یہ سُنا تو باہر تشریف لائے اور کہا ایہا الناس رسول اللہ زندہ و مردہ ہمارے امام و پیشوا ہین اور انہون نے وصیت کی ہے کہ جسجگہہ میری روح قبض ہو وہین دفن کیا جاؤن۔ چونکہ بڑا مطلب ان لوگون کا غصب خلافت تھا لہذا ان امور مین زیادہ کد و کاوش مناسب جانکر حضرت کی رائے پر حوالے کیا پس نماز جنازہ بظاہر اسی طرح بلا امام ہوئی جیسا کہ ہم نے اوپر لکھا۔ اور دفن بھی حضرت حجرۂ ہمایون ہی مین ہوئے۔ روضۃ الاحباب مین ہے کہ فوج فوج در آمدند و ہر یک نماز علیحدہ گذاردند و علیؑ گفت ہیچ کس امامت نکند ہر کہ وے امام شما است ہم در حال حیات و ہم در ممات۔ اور نیز

روضہ مین ہے کہ علی مرتضےٰ گفت در روے زمین ہیچ بقعہ نیست گرامی تر نزد خداوند تعالےٰ از بقعہ کہ روح پیغمبر را دران بقعہ قبض کردہ باشند پس فراش وے برداشتند و موضع قبر معین ساختند ظاہرا قبر مقدس کو ابوطلحہ زید بن سہل انصاری نے کھودا اگو در حقیقت ملائکہ نے یہ خدمت انجام دی روضۃ الاحباب مین ہے کہ بڑے گورکن مدینہ مین دو شخص تھے ابوعبیدہ جراح اور ابوطلحہ انصاری۔ اول درمیانی قبر کھودتا تھا دوسرا بغلی۔ عباسؓ نے آدمی بھیجکر دونو کو بلوایا اور کہا جو پہلے آئیگا اُسی کے طریقہ پر قبر مبارک کھدائی جائیگی اور کہا اَللّٰهُمَّ خِرْ لِنَبِيِّكَ پروردگار اختیار کر اپنے نبی کے لئے جسکو چاہے پس ابوطلحہ بغلی قبر کھودنے والا آیا اور اُس نے قبر کو کھودا۔ **حقیر مؤلف** کہتا ہے کہ ابوعبیدہ اُسوقت قبر کھودنے کو آتے تو سقیفہ بنی ساعدہ مین خلافت کو اہلبیت رسالت سے غصب کرنیکو اُنکی عوض کون جاتا۔ الغرض قبر کھد کر تیار ہوئی تو جنازہ کو پائینتی کی طرف اسکے نزدیک لائے اور امیر المومنین معہ فضل بن عباس قبر کے اندر داخل ہوئے کہ جسد اطہر کو زمین مین اُتارین اُسوقت اوس بن خولی انصاری نے کہ اہل بدر سے تھا بیرون در سے آواز دی کہ یا علیؑ ہمارا حق نظر انداز نہ کرو اور ہمکو اس شرکت سے محروم نہ رکھو آپ نے اُسکو بھی اندر بلا لیا اور سب نے ملکر اُس گنج خوبی کو قبر مین داخل کیا پس امیر المومنینؑ نے کہا پروردگارا یہ تیرا نور ہے جس سے تو نے ظلمت کفر و شرک کو مقہور کیا اور اسکو خلقت کا راہبر بنایا اور اپنی طرف ہدایت کرائی رُوحُہٗ نسخۃ الاحدیۃ فی اللاھوت وجسدہ صورۃ معانی الملک والملکوت وقلبہ خزانۃ الحی الذی لایموت طاؤس الکبریاء وحمام الجبروت اُنکی روح نسخہ وحدت یگانگی ہے عالم لاہوت مین اور انکا جسم ملک و ملکوت کے معنون کا ظاہر کرنیوالا اور انکا دل حیؔ لایموت کا خزانہ اسرار ہے کبریا کا طاؤس اور جبروت کا کبوتر۔ پس قبر سے باہر آئے اور خشت اُسپر چنی روضۃ الاحباب مین ہے کہ سب سے آخر جو قبر سے باہر آیا قثم بن عباس تھے اور ایک روایت مین ہے کہ علیؑ سب کے بعد قبر سے نکلے اور یہ جو روایت ہے کہ مغیرہ بن شعبہ نے اپنی انگوٹھی قبر مین ڈالدی اور اس بہانہ سے اندر اُتر کر پاے مبارک کو مس کیا اور باہر آکر کہا کہ مین سب سے زیادہ رسول اللہ سے قریب العہد ہون یہ روایت محققین حدیث کے نزدیک معتبر نہین۔ اور ایک روایت مین ہے کہ جب اُس نے انگوٹھی نکالنے کو اندر جانا چاہا تو علی مرتضےٰ نے اُسکو روکدیا اور خود قبر مین اُتر کر اُسکی انگوٹھی نکالدی انتہے۔ **ناسخ التواریخ** مین ہے کہ کسی نے امیر المومنینؑ کی خدمت مین یہ ماجرا نقل کیا تو آپ نے فرمایا کہ اُس کی مجال نتھی کہ ایسا کرسکتا بالجملہ اینٹون کے اوپر مٹی ڈالی اور قبر کو مسطح بقدر چار انگشت کشادہ یا ایک شبر کے زمین سے بلند کیا اور اسپر پانی چھڑکا پس امیر المومنینؑ رو بقبر کھڑے ہوئے اور یہ کلمات ارشاد کئے۔ ان الصبر لجمیل الا عنک وان الجزع لقبیح الا علیک وان المصاب بک لجلیل وانہ بعدک لقلیل بیشک ہر مصیبت مین صبر کرنا اچھا ہے الا تمہاری مصیبت مین اور البتہ ہر ایک کے مرنے پر جزع و بیقراری کرنا ناخوب ہے مگر تمہاری موت پر بتحقیق کہ تمہاری مصیبت عظیم مصیبت ہے اور تمہارے بعد کمتر کوئی ایسی مصیبت ہوگی۔ منقول ہے کہ جب حضرت رسولخدا نے دنیا سے رحلت کی تو ابوبکر و عمر و عبد الرحمن وغیرہ مہاجر و انصار اہلبیت اطہار کو مبتلا درد و مصیبت چھوڑ گئے اور اصلا اُنکی تعزیت نکی اور رسولخدا کے دفن و کفن کی طرف بھی متوجہ نہوئے اور سقیفہ بنی ساعدہ مین جاکر غصب خلافت کی فکرین کرنے لگے اسی سبب بہت سے اُنمین سے آنحضرت کی نماز جنازہ مین بھی شریک نہوئے حضرت امیر المومنینؑ نے بریدہ کو اُن کے پاس بھیجکر نماز کو بلوایا مگر وہ نہ آئے

حتے کہ انکی بیعت اُسوقت تمام ہوئی جبکہ یہان آنحضرتؐ کو دفن کر چلے تھے۔ چنانچہ ایک شخص نے آکر حضرت امیر المومنینؑ سے کہا کہ منافقین صحابہ نے اس خوف سے کہ مبادا تم فارغ ہو جاؤ تو وہ تمہارا حق غصب کر سکین ابوبکر کے ساتھ بیعت کر لی ہے حضرت کے ہاتھ مین اُسوقت بیلچہ تھا اور قبر رسولخدا کو اس سے درست کر رہے تھے یہ سنکر بیلچہ کو زمین پر رکھا اور اُسکے دستہ پر ہاتھ رکھکر آیات اول سورہ عنکبوت کو ساء ما یحکمون تک تلاوت فرمایا حاصل ترجمہ ان آیات کا یہ ہے۔ آیا ان لوگون نے یہ خیال کیا کہ ہم چھوڑ دئے جائینگے اور آزمائے نہ جائینگے کہ وہ کہتے ہین کہ ہم ایمان لائے البتہ آزمایا ہمنے اُن لوگون کو جو اُنکے پہلے تھے اور البتہ معلوم کریگا اللہ اُن لوگون کے تئین جو راست گو ہین اور جو جھوٹے دروغ زن ہین۔ آیا بدکار لوگ گمان کرتے ہین کہ ہمسے چھوٹ جائینگے۔ پس وہ غلط حکم کرتے ہین۔ تفصیل قصہ غصب خلافت اس کتاب کی دوسری جلد مین مذکور ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ۔ **کلینی** علیہ الرحمہ نے روایت کی ہے کہ حضرت رسولخدا روضہ رضوان کو تشریف لے گئے تو جناب سیدہ کو آنحضرت کی مفارقت اور منافقون کے ظلم و اذیت سے وہ رنج و مصیبت پیش آئی کہ جسکی شدت سوائے حقتعالیٰ کے کسی کو معلوم نہین پس اس جل شانہ نے جبرئیل کو مقرر کیا کہ اُس جناب کے پاس جاکر بسخنان دلآویز اُن کے غم و اندوہ کو تسکین دین جبرئیل ہر روز آتے اور اُس جناب کی دلداری فرماتے اور قرب و منزلت رسول اللہ اور اُن کے مدارج عالیہ درگاہ باری اُنسے بیان کرتے اور جو سلطنت حق و باطل اس امت مین ہونیوالی تھی اور رنج و مصیبت و بلا و محنت آنحضرت کی ذریت کو پیش آنیوالی تھی۔ اور جن جن عذاب مین دشمنان اہلبیت مبتلا ہونیوالے تھے ایک ایک کر کے انکی روبرو بیان کرتے تھے امیر المومنینؑ ان تمام حالات اور سوانح نادرات کو لکھتے جاتے تھے تا اینکہ رفتہ رفتہ ایک کتاب بنگئی کہ جو مصحف فاطمہؑ کے نام سے موسوم ہے اور تمام احوال آئندہ روز قیامت تک کے اسمین درج ہین اور وہ اب قائم آل محمدؐ کے پاس ہے۔ پس معصوم نے فرمایا کہ جناب فاطمہؑ رسول اللہ کے بعد پچھتر روز زندہ رہین اور جبتک رہین مبتلائے رنج و غم رہین تا اینکہ اپنے پدر بزرگوار احمد مختار سے ملحق ہوئین۔ صلوات اللہ علیہا و علے ابیہا و بعلہا و بنیہا ٭

تمام شد جلد اول حصہ اول

خاتمۃ الطبع

الحمد للہ علی نعمائہ النعمہ علی۔ الٰہی تیری بندہ نوازی کا شکریہ ادا نہین ہو سکتا اگرچہ ہر حال مین بندہ پر تیرا شکریہ واجب ہے لیکن یہ شکر حد وجوب سے بھی تجاوز کر گیا کہ تو نے وہ علم جو حق و باطل مین تمیز کرنیوالا ہے عطا کیا پھر توفیق تحریر مرحمت فرمائی بعد ازان عمر اسقدر بخشی۔ کہ اپنی حیات مین اس کی اشاعت دیکھ لی اور اس سے بڑھکر یہ کرم و فضل فرمایا کہ چھپ کر بھی شائع ہوگئی۔ آخری یہ التماس ہے کہ یا ارحم الراحمین تو جمیع مومنین مخلصین کو اس کے مطالعہ کی بھی توفیق عنایت فرما اور حشر کے روز طرفداران ائمہ معصومین صلوات اللہ علیہم اجمعین و محمد مصطفے صلے اللہ علیہ و آلہ کے ساتھ محشور کیجو۔ آمین ثم آمین + المرقوم ۲۳ ماہ ذیقعدہ ۱۳۱۶ ہجری صلعم

دیکھو حصہ دوم

هٰذَا كِتَابُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ

لِلّٰہ الحمد کہ بفضل رب العالمین و بطفیل ائمہ طاہرین بنا بر بصیرت اہل ایمان و یقین و بنظر بہجت و واقفیت ناظرین و سرور قلوب مومنین المسمی بہ

جلد اول

تہذیب المتین فی تاریخ امیر المومنین

حصہ دوم

من تصنیفات عالم بے نظیر و فاضل نحریر جناب مولانا و مقتدانا مقبول بارگاہ رب ذو المنن جناب مولوی سید مظہر حسن صاحب قبلہ مدرس اول علوم مشرقی ضلع گکھڑ [illegible]

بمطبع یوسفی دہلی باہتمام سید علی حسنین طبع شد